



WWW.PAKSOCIETY.COM

سارے حویلی خود پر توں سے بھری ہوئی تھی۔ ہر  
 ایک بچی فکر میں غنڈہ رہا ایک دوسرے سے بے نیاز اپنی ذات  
 میں لکھو جو صاحب پیش درخت میں ڈھبے ہوئے تھے۔ کسی کو  
 کسی سے غرض نہیں تھی۔ صاحب کی بس ایک ہی ڈیوٹی تھی۔ ملک  
 صاحب کو ہنس میں ہر روز ان کے لیے دن کو رات اور رات  
 کو دن بگھٹنا۔ ملک صاحب خوش تو خدا خوش۔ ملک خدا داد تھی اس  
 حویلی کے خدائے۔ اس کی ذات پر وہی جو یہ مسئلہ تھی۔ بھائی کسی  
 کی کہ ان کی آواز پر آواز دے جس سے آواز بند کی رائے فوراً  
 ہوا۔ اس کے لیے حویلی میں رہا۔ ملک صاحب کے آنکھوں کو  
 میں کوئی چیز نہیں تھی۔ ایک صاحب کی خوشنودی عزت بخشی ہوئی اور  
 اس کی تیر صفی دلت در ہوئی۔

انہی جوں بیوں کے رہتے تھے۔ ایک آنکھوں  
 بیوں سے زیادہ جوں تہہ آواز دھکت مند۔ بیوں کو  
 بیوں پر تو یہ آج نہیں تھی۔ لیکن ہمارے سینہ حویلی اند  
 حویلی آن تہہ تھیں۔ رقص و مدد کی محفیں آئے دن تھی رہتی  
 تھیں۔ حویلی کے ایک محفوں تھیں میں یہ رنگ رہا۔ حویلی تھیں۔  
 ایک بڑا تھیں مسور تھیں۔ بچے جو۔ پس کے نقش تہہ پر  
 تھے کو اسے پس۔ بچے کو کون در کون سے بھون بھون شرم  
 میرا پسے میں اس کی تھی اور بچے پر شرم کوئی رہتی تھی۔ در

اس حویلی میں اس کی یہ جہاں تھی۔ جہاں کے دن اور راتیں۔  
 ہر موسم اور بچے کی آوازوں سے مرصع ہوں۔ جہاں کے چہنچہ  
 میں کھنکھوں کی جھنکھ رہی ہو۔ جہاں کا قانون ملک خدا داد خان  
 کا بتا ہوا ہو۔ وہ قانون جو کتابوں میں نہیں تھا۔ کتابوں کا اس حویلی  
 میں کوئی اثر نہیں تھا۔ کتابیں پرور عمر منا کرنے کے بجائے یہاں  
 زراعت کی عمل تعلیم صاحب بھی جانی تھی۔ زرخیز اور بالکل زمیں  
 کی مشاقت انفسوں کی برائی اور کٹائی کے طریقے۔ کسانوں سے  
 خون پسینے کی کچھ دھل کیا جاسکتا ہے۔ مزدوروں کو آدھے  
 پیٹ ردائی سے کرکس طرح زندہ رکھا جاسکتا ہے۔ کس طرح انہیں  
 ان کی اوقات برائی بنائی ہے۔ خود کو آدھا رکھنے کے لیے دوسروں  
 کو نیچے رکھنے کا طریقہ۔ تعلیم تھی تو میں یہ تھی اور یہی تعلیم اس حویلی  
 میں رہتی تھی۔



5

وہ میرے خاویجی، رات نہیں ہو سکی تھی۔ اہمیاں میں لگی۔  
 خیالی ہی نہیں، اور اٹھارہ دن لوگوں سے ملا جلتے پھیلے سے  
 ہمارے ہاتھ دھوئی نہیں لائی تھی۔  
 سارا ملک خدا کو نماز جیسے آڑی لاکھا میرے باپ  
 زور سے لگے لیکن جیسے اپنے سچے وہ بھی میں جانتا ہوں۔ با شہر گھر تمام  
 میرے کسی ماں کے کمرے پر دیکھا تو وہ خوش سے ابھام دیتا لیکن  
 میری حالت اس سے الگ تھی۔  
 کئی گھنٹے تک میں اپنے کمرے میں گھسا سو جا رہا۔ میں نے  
 ایک دو لاکھ ملین پانا تھا اس کے ایک لاکھ پانچ سو لاکھ لکے  
 بعد خود کو ہونا چاہتا تھا کہ کیا تھا۔  
 وہ میری سب کچھ بات نہ تھی سے خدا سے ہر اتوان کا بجا وا  
 اٹھا۔ میں نے کوئی ایک لکھ لاکھ لکے بات پتہ لگی ہے۔ بھلنے  
 اس نے اس بات کو کسی تازہ میں لکھے۔ ہر حال قدرت قدرت ہی  
 کو قہر ہے پیشہ سے روکی ہا کہیں کا شکار۔  
 مال کے لئے خدا دوسرے ہر خدائی ہی کو نظر انداز کر رہی تھی۔  
 زور و ہوا ہوتی ان گھنٹوں سے زمین زلزلہ ہوتی تھی۔ تو گھٹے گھٹے  
 زلزلہ ہوتا جیسے ہر وقت مسکا رہے تھے۔ ان کی آمد و آمد دیکھوں میں  
 گھبراہٹ پیدا ہوتی تھی۔  
 مجھے یقین دلانے کے لیے بھین بھانے کیا ہے۔  
 دوسرے کسی دوسرے کے لئے ہے کہ بات کہی گئی ہوئی تو میں  
 نہیں دکانی۔ لیکن تمام دنیا میرے لیے سکون نہیں ہے۔ مجھے بتا  
 دینا کیا ہے؟  
 کوئی بات اس۔  
 بات کہ میرے اپنے ہے؟  
 اس کی تھی۔  
 کہا وہ کیا تھی کیا ہے؟  
 وہ تھا میرے پاس سے تھی اس۔  
 ہاں۔ کوئی میرے کے بعد میں نے نہیں لائے قریب سے  
 دیکھا ہے۔ جیسے میرے ذرا بھی تو تبدیلی نہیں ہوئی اس میں لیکن  
 جو کہ انہوں نے کہا۔ جو کہ۔ یہی نہیں نہیں آگاہی پر۔  
 کہا گیا ہے انہوں نے۔  
 نہ جانے کیسے بھانے کوں خدا نے اس کے دل میں زلزلہ پیدا  
 کر دیا ہے۔ کسی طرح اس پہنچ گیا کہ چلیں چلیں میں۔ جاننا ہے  
 کیا ہے؟  
 میں کیا ہوں؟  
 مجھے لگے۔ اس نے تم تو اصل رنگ جو زمین زلزلہ۔ آواز ہمار

ہوئی جو مجھے پتہ نہیں تھا۔ میں روئے لگی تو مجھے دلا سرتے ہوئے  
 ہوئے۔ روئے نہیں۔ میں نے ہی تو تبدیلی طرف سے کہہ رہی تھی  
 ہے سڑکیاں گول ان ڈنگوں سے تو مجھے خبرت ہے۔ پھر کو سب  
 کر ہوئے۔ غلام پر میں ایک ٹیکہ بھی بڑی شہرت سے ہے ان کی سڑک  
 غلام پر میں ہیں۔ جو ہدی آگاہی اتنا ہی سخت ہے۔ ان لوگوں سے  
 تو اب متعلقہ سے دھانا بھی تو شکل ہیں۔ تم اگر غلام پر جا کر پناہ دے  
 لڑا زبرد تو شاید ٹھیک ہو جاؤ۔ سڑکان لوگوں کے، ان میں کھوٹ ہو  
 گی۔ میں نے رات کو بار سے ہی اس سلسلے میں بات کی تھی۔ اب دشمنی  
 کب تک چلے گی اسے ختم تو ہونا ہی چاہیے۔ تم لوگ اگر وہ زبرد باز رہے  
 ساتھ غلام پر چلی جاؤ اور وہاں ان لوگوں کو بھار کر دو۔ میں نے  
 بار کو بھی کہہ دیا ہے کہ جا کر اپنے خاوا خاوا کو مٹاؤ۔ زندگی کی کھڑکی  
 آگے بڑھائی ہے۔ اگر وہ لوگ ٹھیک ہو گئے تو ہم آگے رشتہ بھی بڑھیں  
 گے۔ انہوں نے مجھے حیدر سے ملنے کی اجازت دے دی ہے۔ کیا یہ  
 ہمارے بار؟  
 ہاں۔ انہوں نے رات کو مجھ سے بات کی تھی۔ میں نے  
 کہا وہاں خوشی سے دیوانی ہو گئی۔  
 تو پھر کب چلو گے؟  
 تم تیار کی کر لو۔ میں تیار ہوں۔ میں نے جواب دیا۔  
 ہم غلام پر دو دن ہو گئے۔ میں نے اور بھی بہت سی تیاریاں  
 کی تھیں۔ اس بہت خوش تھی۔ کئی افراد ہمارے ساتھ تھے اور بہت  
 دودھ گھوڑے پر سوار قادر خان بھی تھا جو سارا چھپا کر رہا تھا۔  
 غلام پر میں غلام ملی کی حویلی میں نہیں ٹوسا جیسے سے دیکھا  
 عیسائی ہی اس کی بہن حیدر اپنی بہن کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئی تھی۔  
 غلام ملی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ ہم ہیں۔  
 ہمتا آنا سارا گھروں پر جمع یقین نہیں آتا کہ اس پتھر میں کج  
 تھی ہے۔ اگر تھی ہے تو یہ نیک شگون ہے۔ میں ساری پرانی باتوں  
 کو بھگنے کے لیے تیار ہوں۔ انہوں نے کہا۔  
 ابتدا اس طرح کرنی تھی میں طرح کہا تھا تھا۔ ان کی خوشیاں  
 چھینے ہوئے مجھے تم ہو رہا تھا۔ غلام ملی خاوا کو حسب یقین آ گیا  
 تو انہوں نے مجھے سینے سے چھین لیا۔  
 بہت دیر کے بعد خدا قادر خان کو قتل آئی۔  
 وہاں سے چلتے ہوئے ہوئے۔  
 حیدر خاں اب بھی سین تھیں۔ جو پر واری ہوتی رہی پھر سچ  
 مجھ کو دیکھا۔ اداں ڈنگا گیا۔ تفسیر سے کہیں زیادہ حسین تھی۔  
 مجھے اس کی دعوت دی تھی ہے۔ وہ میرے ساتھ میں ہے اس کے لیے تو  
 ساری زندگی کی ہدایت کوئی پاسکتی ہے۔ خدائی شرابی آنکھوں  
 میں پڑا تھا جو کس لینے کے لیے ہوتا ہے۔ یہ یاد کو ابدیت دینا ہے

دکھ اس سے دغا کیا جائے۔ میں سنبھل گیا۔ غلام پر میں  
 خوشیاں ہی خوشیاں چلی گئی تھیں۔ ہمارے ساتھ کتنے داسے بڑے  
 بہت سے سرت میرے پیچھے لگے۔ یہی مناسب تھا۔ ورنہ۔  
 خدا قادر خان جیسے انسان کو دشمن بننا ہے وہ مشکل کام تھا۔  
 عکس مناسب کا تو ساز تھا۔ اس کام کے کوئی ٹیکہ چل نہیں  
 تھے لیکن ان کو بیان دانی تھی تھی۔ ہمیں سارے کے جو کچھ  
 ملے تھے۔ یہاں ان کو سنے تھے۔ جو ہا تھا ان لوگوں کو دیکھ کر۔  
 میں ان خوشیوں کو بہت جلد مایوس کر دے والا تھا۔ لیکن میرا خرم  
 تیز چل نہیں رہا تھا۔ ہر کام میرے سر دیکھا تھا اگر وہ پڑھ لکھ کو  
 پتہ چلا تو یہ سب تباہ ہو جاتے۔ اب تو میں دوسرا سا فری ہو گیا لیکن  
 اب اس میں اپنی ماں کے لیے پریشان تھا۔ کتنی فتنہ خورشیدی تھی یہاں  
 کو۔ ہر طرح میرا فیصلہ بھی اپنی تھا۔ سب سے کم لکھ کو کس طرح تباہ نہیں  
 کر سکتا تھا۔ یہ میرا شبیلی قادر خان تھا کسی اور کر ہر روز ہر جگہ اس سے  
 ہر روز پوری ہر روز تھی۔



ایک ہفتہ گزر گیا اس دوران قادر خان دوسرے خفیہ طور  
 پر مجھ سے مل چکا تھا۔ میں نے اسے بتایا تھا کہ میں اپنا کام کوئی کر رہا  
 ہوں۔ اس کے وقت جا رہا ہے کہ میں اس پر عمل کر ڈاؤں گا۔  
 آٹھویں رات میں نے ان پر قیامت لائے ۲ فیصلہ کر دیا۔  
 رات کا کھانا کھانے کے بعد میں نے غلام ملی، خاوا حیدر  
 اور اپنی ماں کو اپنے کمرے میں لگا لیا۔ وہ دوازہ میں نے اندر سے بند کر  
 دیا تھا۔ سب نے میری کھجندی کو حیرت کے ساتھ دیکھا تھا۔  
 کوئی خاص بات نہ کرتی ہے تھیں! ابھی ہے۔ غلام ملی خفا  
 نے پوچھا۔  
 ہاں غلام ملی۔ بہت خاص بات۔  
 کمال ہے سہنی۔ ایسی کیا بات ہے جو تم اتنے سنجیدہ ہو؟  
 ہمارے اس گفتگو کو کوئی اور تو نہیں سنے گا خاوا جی؟  
 کوئی نہیں سنی۔ کچھ کیا بات ہے؟  
 خاوا جی۔ میں بہت پر غصیب انسان ہوں۔ اس نایک  
 ہفتے میں آپ کی خوشیوں کو دیکھ کر میرا کھیر کھار نہ ہے۔ آپ  
 لوگوں کے ساتھ بہت سسکا رہا ہوں لیکن اندر سے میرا جواں  
 ہے میرا خدا ہی جانتا ہے۔





یہی وہی ہے کہ جس نے اس کو پہچان لیا ہے اس سے غلو و گمان سے  
کونٹھیں ڈھونڈ کر دیں۔ یہ بھی کہانی غنی نہیں ہے اس سے دلیلو  
کی بے غور و کف پیمائش۔ خود کو کوئی کچھ تو جانتا کر رہا  
قدائیں دیکھ لیں جس دینے کی پانچ سو گلوں کیلئے اندر دلی  
فوسے اخیر تشریف نقد پر پہنچا۔ اور ایک تمام انہوں نے  
پیر کی کوئی نہ تھا قلیل۔

میں تہیں کہا:۔  
 غلاموں میں بگڑل جلنے گی۔ یہاں سے کل بار  
 کہیں بھی جہاز چھوڑ دیتا۔  
 کیا آتا آسکا کام چکا۔  
 ماکو نزلہ دھپے اسے آسکا بنا درمگے۔ توفی نے  
 شکر لے جوئے کہا۔ اندھ میاں جو گیا۔ ایجنٹ سے بات  
 کر کے فلاحیہ میں داخل ہوئے۔

[illegible]

۱۔ چار بڑے سگے بچے تھے جو سب کے سب ایک اسی شہر  
 کے ساکن تھے۔ جہاں پر پہنچا یا گیا۔ براہ راست ایک کچرہ کے  
 ملے پہنچا۔  
 ۲۔ تم تینوں میں کام کرو گے؛ پاکستان نے فوجوں  
 پر دین کہا۔  
 ۳۔ ہیں کون کون۔  
 ۴۔ بڑے ملے ہوئے۔  
 ۵۔ نہیں۔  
 ۶۔ قتل و کفر کا سب سے کوئی؛  
 ۷۔ نہیں۔  
 ۸۔ مگر یہ روائی جو ملی ہے۔  
 ۹۔ ان باتوں کا جواب دینا تو ورنہ ہے۔

[illegible]

نہیں میری جان۔ تو میرے منافق میں پوچھ لیں۔  
 کم تو سہا ہوا گیا۔ کہ خدا نے دل آدمی کا۔  
 ایک مٹے تک جہاز میں چلے۔ بنا پڑا اور جو جہاز نے  
 ہندو کا چھوٹا۔ کھینے ہندو کا کوئی سیونے سے نہیں ہے  
 ہندو کا کوئی پینا ہندو اور میں جہاز پر کام کرنے کا۔ فرس  
 مروتہ، فرس کی صفائی میں۔ شیون میں میں کوئی تیرے سپرد  
 بیگیا تھا۔ لیکن مجھے کسی کام میں مار نہیں تھا۔  
 اسی بعد میں میری طاقت ایک شخص سے ہوئی جو میر  
 ہندو میں تھا۔ ہندو کے کوہین کا نام انیل تھا۔ خود ہی نے ہندو  
 تو رہا تھا۔ کہنا تھا کہ میں اس کے مروجہ جان کا شعل  
 ہوں۔ یہ وہاں اس کی جہت سے مجھے بھی قاتل کیا اور میں اب تو

کتابخانه

ہوتا کہ اس کے ساتھ اس کے ساتھ کڑا سے ملا۔ انیسویں بجے  
کڑی تھیں مگر پشترت کے فتنہ اور فتنہ کے فتنہ کے فتنہ کے  
کھانے میں بیت جلد انہیں کے فتنہ کے فتنہ کے فتنہ کے  
مگر انیسویں کے فتنہ کے فتنہ کے فتنہ کے فتنہ کے فتنہ کے  
بیت کے فتنہ کے فتنہ کے فتنہ کے فتنہ کے فتنہ کے فتنہ کے  
سے لایک بھی نہ ہوئی تھی۔ فتنہ کے فتنہ کے فتنہ کے فتنہ کے

ملاقات۔ جلسہ سے خلاصی نہ ملنے کیوں کہ جو سے فریادیں نہیں ہوتی۔  
ملاقات کے لیے زیادہ ڈیوٹی دینی میں د تھا۔ جہاں میں ڈیوٹی  
ملاقات میں بھی جیتا تھا۔ لیکن میں نے اپنی کمر کھی غل جہاں میں نہیں گیا  
تھا۔

جہاں پہلی منزل پر پان تھی۔ تقریباً ۱۵۰ خلاصی میں پہنچنے  
ملاقات سے پہلے ترنگہ میں ایک دو کو قتل کر کے اس کے ساتھ

بعد بہت سی کاروائیاں ہوتی رہیں۔ جہاز لیٹ ہو گیا تھا۔  
 کہتا ہوں اس حادثے سے بہت متاثر تھا۔ اس کے بعد اس نے  
 نے جاپان کی بندرگاہ چھوٹی دی۔ اس کی ہزاروں فضاپیماں کی  
 طاف تھا۔ جاپان سے فضاپیماں لگے لگے فضا کے لیے بھی بہت  
 سے سازگار ہوئے۔  
 یہ سب کچھ آیا تو یہ موقوفہ نہ تھا۔ اس کا دورا

ان دنوں کو لوگ بے خبری تھی۔ سب باری کہ نہیں ہاں  
 کو کر رہی تھیں۔ اس شام بدش موہک تھی۔ صبح سب بھی پر تو  
 تھا۔ کچھ میسا مل تھا کہ اسے باہر نہیں چھوڑے رہنا یا بھٹکتا تھا  
 اسی لیے کوئی بھی کام کر رہی تھیں۔ ادا دل بندھ جھستے تباہ ہو کر رہ  
 تھا۔ کچھ تان شہ فرخوادی گرائی میں لوگ گرا رہا تھا۔ ایک  
 حادثہ ہو گیا۔ گرین کوئی وزن دیکر بیاز کی طرف آ رہی تھی کہ اس  
 کے کندھے سے کتا روتھ گیا۔ جہاں بیاز میں اس کی کچھ حرکت نہیں  
 جہاں شہ زکوا تھا۔ اس گریں پہاڑ نہیں کر رہا تھا۔ بخواس

دن تھا۔ دوپہر کے گھنٹے کے بعد میں آرام کر سنے کے لیے ایٹن  
آرام ہو گیا۔ کمر بیٹھا تھا کہ منہ میٹ آگیا۔  
• کہتا ہے نے طلب کیا ہے۔ • اس نے کہا۔  
• بچے۔ •  
• ہاں۔ • میٹ نے جواب دیا۔ اعد میں اس کے ساتھ  
بیل پڑا۔  
• فریت تو ہے۔ •  
• بکر جیسے معلوم۔ • وہ بولا۔  
• میں کچھ ان کے کعبے میں داخل ہو گیا۔ شہزادہ ایک آدم  
نری میں دراز مرثب نی رہا تھا۔  
• تم نے دروازے کے میٹ سے کہا۔ جو اپنی جگہ سے اٹھا

سے چوٹا کئے۔ پہلی میں شہزادہ تھا۔ جس کے سر پر تاج کیسے تھا۔  
 کا خون سے تار ٹوٹنے کی آواز سنئی۔ بیرونِ حجاب ادبِ اعظمی اور  
 پھر قلعی فریادی کی طور پر میں نے جھپٹا جگہ لگا دی۔  
 بیٹیاں بچہ چڑھنے کی بجائے تھیں۔ ان کو اس طرح بہت دیکھ  
 تھا۔ اور اس بچہ کو اس کے دائرے میں لے کر دوسرے بچہ کو چھو  
 تھا۔ کچھ کن جگہ کوئی بھی تھا اس کے سینے پر جس میں وہی شکل لگا  
 جو میں نے کبھی اس کے سینے پر کیا۔ میں نے اس کی طرف دیکھ کر  
 اسے اٹھایا اور جھپٹا لگا دی۔ ایک جھپٹا جگہ پھیلنے  
 کے ساتھ سے گئی۔ لیکن دوسری جھپٹا جگہ بھی نہیں پڑی تھی۔  
 زمین پر پڑا دیکھتے ہی دوبارہ اچھٹا اور پھر ان کو یہ جھپٹا جگہ  
 کی جھپٹا سے سمجھ میں آ گیا۔  
 شہزادہ کو دیکھ کر وہ بھی ادبِ اعظمی کیا ہوا تھا۔ بیٹیاں

اور یہ آپ کا ایک خط لکھا اور بایا۔ جسے علمیت کہہ دیتے ہیں۔  
اس نے کس مریض طرف دوا کر کہا۔  
مر۔ میں یہ جرات نہیں کر سکتا۔  
ہیز۔ بطور جال اور حرفِ فعلی حکم کے یہ جائز ہے۔  
پوچھ۔ پڑا اس راستہ کر۔ کہتے ہیں جو۔ اور میں نے عوام  
کو بھروسے لیا۔ میں نے قبضے، تسمان کو ٹکریا۔ انا  
نہیں کیا۔ یہ فدا و مافی حیثیت سے مانتی ہے لیکن عوام  
نابل نہیں بن سکتا۔  
مر۔ میں نے آپ کو کافی اطمینان نہیں کیا۔  
دوست یہ تحقیق پہنچا اور دوسرے آج میں لوگ  
نسکی کو حقیقت میں دیکھ کر بھی کچھ نزور کر رہے ہیں۔ کچھ کسکے  
جان لو کہ کراچی میں ان طاقت میں نہیں لیانہ اور نہ سے میاں۔

[illegible][illegible]

میرا سے دل نہیں لگتا تھا۔  
اور تم نے مجھ کو دیا۔

ہاں۔  
تعلیم یافتہ نہیں ہو؟  
نہیں جواب۔

میں نے مزید پوچھا اور کہاں بننے لگا۔ پھر بولا۔  
آئندہ کیا پروگرام ہے؟

میں نے کہا آپ اس جہاز پر رہنے دیں گے رہوں گا اور  
میں آپ کو میری ضرورت میں رہے گی کہیں اگر مایاؤں کا  
میرا ہونے سے اجازت ہے جس تک میں آتا ہوں  
وہیں تیار ہونے دیتا کروں گا۔ اگر جہاز پر رہنا پسند کرو گے تو  
میں جب تک یہ ضروری کر رہوں۔ اس وقت تک تو تمہیں کوئی  
تکلیف نہیں ہوگی۔

میں نے کہا اگر یہ ممکن ہے۔

شکر کا تاوا دل سے دریاں نہیں بہتا۔ جیسا کہ سننے  
ہوئے کہ اگر وہ میرا ہوتا تو مجھ سے تم کیسے پیرواؤں کی ہوتی  
اب ہم دو گے۔ غلامی کا نام ختم۔ مسافروں کے کرام کا خیال تباہی  
ڈوٹی ہوگی۔ اسی کے کینوں کو زبردستی کی چیزیں ختم کر دے گے۔  
دس آدمی تباہی سے تباہی کا کریں گے۔

اودہ۔ میں شکر ادا نہیں کروں گا جواب۔ میں نے  
سرسے سے کہا۔

ہمارے درمیان معاہدہ ہے۔ کہتا ہے میرے ملک اس  
میں دوبارہ دیکھی آؤں گی۔

نئی ڈیوٹی زیادہ دیکھتی تھی۔ یہ ڈیوٹی پھر بھی اچھلتی اس قدر  
گام آہی تھی کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں مسافروں کے ساتھ گفتگو  
کر کے اس میں سہارا مل کر رہتا ہوں۔

جہاز نکلتا ہے پہنچ گیا۔ اب میری تفریح بھی رہی تھی اور  
ایک ہی اس میں جذبات کے طوفان سے گزر چکا تھا۔ اس لیے  
میں نے قہقاریاں میں اپنے دوسرے ساتھیوں کا ساتھ دیا۔ اور یہاں  
کی پیش گوئیوں سے لطف اٹھایا۔ قہقاریاں میں ہمارا ایک ماہ  
دس دن رہا۔ یہاں سے مگر کار پر گرام تھا جہاز کا کام شروع  
ہو گیا۔ یہ جہاز کار کو اور مسافر ہمارے دونوں ساتھیوں کا حال تھا یہاں  
کے لئے آئے تھے اور میں بھی ایک شروع ہوئی تھی۔ کنگ کار کو  
پہلے ہاں ہی تھے اور میں مسافروں کو مصلحت فراہم کر رہا تھا۔  
معاذ اللہ تا ایک خاتون کے کاغذات میں کوئی جوتی اور

وہ بے چاری بہت گہرائی ہوئی تھی جس کے راجی ہاں میں لمبوس  
یہ عورت ہلاک کر کے جو میرا پیسہ سوزی ہوئی۔ دن بھر  
کا معاملہ تھا۔ وہ قاتل تھا۔ اور بے حد حسین تھا۔ سارا لگا  
کے لیے اس کی پریشان کن نگاہیں عجیب تر تھیں۔ میں ایک لمبے  
کے لیے ان آنکھوں میں گھوڑ کر رہ گیا۔

مجھے بتایا کہ یہ کس کے کاغذات درست نہیں۔ وقت  
بالکل نہیں ہے اگر اس جہاز سے روانہ ہو سکی تو میرے لیے بڑی  
مشکلات گہری ہو جائیں گی۔ اس نے عاجزی سے کہا۔

تھیک ہے۔ آپ جلدیے کاغذات درست ہو جائیں  
گے۔ میں نے جواب دیا اودہ اچھے میں رہ گئی۔ جس اس کی آنکھوں  
سے غمزدگی کے جذبات جھلکنے لگے۔ اس نے ان غصہ آنکھوں  
سے میرا نظریہ ادا کیا۔ اور اندھ بھٹی گئی۔ میں نے اپنے ماتحتوں کو حکم  
دیا کہ اس کے کاغذات کی غلطی درست کر لی جائے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اپنی مسروقیات میں تم ہو گیا اودہ  
میں نے قبول کیا۔ تمام مسروقیاتوں سے فراغت حاصل کر کے کے بعد  
جہاز سے نکلنا چاہیے۔ کہیں اگر بازار کی حیثیت سے میں نے جہاز  
کے اندر بھی کسے جہیزوں کی جھلک شروع کر دی۔

فرسٹ کلاس کے ایک کین پر میں نے دستک دی تو اندھے  
ایک تفریحی بازار ساز بنی۔

آج ہمارے۔ اور میں کہیں کار و بار نہ دیکھیں دیا اور اندھ داخل  
ہو گیا۔ زمین نامی میں لمبوس ایک خاتون کسی عربی رملہ کی طرف

لڑائی میں مصروف تھی مجھے دیکھ کر انہوں نے غصے میں اٹھائیں اور  
میرے ذہن کو ایک جھٹکا مارا۔ خدا رحمت تو میں نہیں پہچان سکا  
تھا۔ لیکن یہ آنکھیں سرزمین میں میری پھر اور دستاویز ان آنکھوں  
میں کئی ہوئی تھیں۔ میں غصا ان آنکھوں کو قبول نہ کیا تھا۔ یہ وہی  
خاتون تھیں جن کے کاغذات میں نے درست کر دیے تھے۔

انہوں نے مجھے پہچان دیا تھا۔ اسے آپ۔ وہ بھڑکی  
سے رسالہ رکھ کر بولیں۔ تشریف لائیں۔

میں بھی بھٹک گیا۔ مجھے اپنی ڈیوٹی یاد آگئی۔  
مجھے نا۔ آپ رنگ کیوں گئے؟

معاذ اللہ کیسے گئے ہیں۔  
معاذ کر دیا۔ تشریف لائیں۔ اس نے شروع ہی میں

میری بات کاٹ دی۔  
کینوں کی دیکھ بھال میری ذمہ داری ہے مجھے تو علم بھی

نہیں تھا کہ آپ اس کین میں موجود ہیں۔

چلتے ہیں لیکن قہقاریاں کرتے ہوئے بیان تک  
نہیں آئے لیکن تشریف تو لائے۔

مجھے شکر۔ آپ کو یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟ میں  
نے کار و باری انداز میں پوچھا۔ وہ خوش مزاجی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

لیکن مجھے اپنی اوقات یاد رکھنی تھی۔ اور میری دھم یا سوئم کلاس  
کی مسافر نہیں بلکہ فرسٹ کلاس کی مسافر تھی وہ۔ یقیناً صاحبہ بیٹیت  
ہو گی اس کے کاغذات کی درستگی میں نے کسی خاص مقصد کے تحت  
نہیں کرانی تھی۔ البتہ اس بات کا اعتراف کئے بغیر نہ رہوں گا کہ اس کی  
سرخیز آنکھوں نے مجھ سے ایک لمحے میں سب کچھ کر لیا تھا۔ ہر طرح  
میں آگے بڑھا اس نے مجھے بیٹیت کے لیے کہا تو میں بیٹو گیا۔ وہ  
مسکراتی ملا ہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر میں نے کہا۔

میں اپنا سوال پھر پھر اس کا خاتون، کوئی تکلیف تو  
نہیں ہے آپ کو؟

نہیں۔ اس نے شروع مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔  
میں نے فرمائیے۔ میں ہر خدمت کے لیے عاجز ہوں۔

میری باتیں آپ، میری تکلیف دہ مختلف قسم کی سبب  
وہ شہرت آمیز انداز میں نہیں پڑی۔ میں نے ابھی تک خود کو جہیز  
بی نہ لکھا تھا۔ لیکن ایک لمحے ہی مسکراہٹ میرے ہونٹوں پر بھی آگئی۔

میں نے آپ کی تمام تعلیموں کو زبردستی کے ذمہ داری میں۔  
میں تباہی کی تکلیف کا شکار ہوں، کیسے آپ۔ جو ریت

ہو رہی ہے مجھے۔ یہ جہز رسالے میں میرے پاس جو میرا ساتھ ہے  
پہلے ہی در۔

آپ! نہیں پڑوں میں تو میں آپ کو اور رسالے ہتھکڑوں  
کا۔ جہاز کی فہرست میں ہر طرح کے رسالے موجود ہیں۔

رسالے بولتے ہیں۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔  
میں ہاں۔ یہ کی تو ہے ان میں۔

کیا آپ یہ کی پورا نہیں کر سکتے؟  
میں کیا عرض کر دوں خاتون۔ ملازم آدمی ہوں۔ دیکھتے آپ

مجھے جب بھی طلب فرمائیں گی میں عاجز ہوں گا۔  
مجھے آپ کی طلب تو اس وقت بھی سہل ہے۔ سوچ رہی

تھی کہ کافی ہیں۔ لیکن تباہی کا پیسہ میں کوئی نرا نہیں۔ اب  
جتانیے آپ میری شکل کس طرح مل کر رہے؟

میں نے کہا میں آپ کے ہاتھ کے لوگ موجود ہیں۔ شام کو کسی  
کلب کی تفریحات شروع ہو جائی ہیں۔ آپ کو ان تفریحات میں

تلف آئے گا۔ میں نے کہا اودہ ایک کم سنجیدہ ہو گئی۔

اس کے چہرے کی شروع مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔ پھر اس نے  
سنجیدگی سے کہا۔

بہت بہت شکر۔ اس وقت تمام ضروریات موجود  
میں۔ اگر کوئی تکلیف ہوئی تو آپ کو اطلاع کرادی جائے گی۔

یہ کہہ کر اس نے پھر رسالہ اٹھایا۔ میں ایک لمبے کے لیے ساکت  
رہ گیا تھا۔ یہ ناراضگی کا انداز تھا لیکن میں کیا کرتا۔ اس انداز کی

پذیرائی کیسے کی جاسکتی تھی۔ نہ جانے کیوں وہ مجھے اس قدر گھاس  
ڈال رہی تھی۔ کیا صرف اس لیے کہ میں نے اس کا ایک چھوٹا سا

کام کر دیا۔ ایک لمحے کے لیے میں تذبذب کا شکار رہا۔ اس نے  
دوبارہ میری طرف رخ بھی نہیں کیا تھا۔ میں رسالے میں مصروف

رہی اور میں آہستہ قدموں سے باہر آ گیا۔

دوسرے کین میں داخل ہوا اور پھر سرے اور مجھے  
میں اور پھر چند لمحات کے بعد میں اس کی اس کیفیت کو قبول چکا

تھا۔ مسافر ہوتے ہیں ہر طرح کے مسافر ہوتے ہیں۔ ہر تہذیب  
میں تھی۔ ذہن کو کوئی ڈول کر کے والی تھی۔ لیکن مجھے یہ نہیں

پھر نا چاہیے تھا کہ چند دن پہلے میں صرف ایک غلامی تھا۔ جہاز  
لا فزنی ملنے کے لئے ڈالا اور اس کے دوسرے کاسوں کی نگرانی

کر کے ڈالا۔ لیکن کپتان کی ہیرا نے مجھے یہ حیثیت بخش دی  
تھی۔ اور میں اس حیثیت سے کوئی ناجائز فائدہ نہیں اٹھا رہا تھا

تھا۔ اگر کسی مسافر نے میری بد نظری کی شکایت کر دی تو مجھے  
کپتان کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ جب کہ وہ مجھ پر بے حد

مہرو و سر کرنے لگا تھا۔ شک ہے اس کی ناراضگی مناسب ہے۔  
کوئی ایسی بات نہیں ہوئی چاہیے جو میرے لیے پریشان کن ہو۔

مجھے اپنے کاموں میں مصروف رہا۔ شام ہو گئی۔ رات کو میری  
ڈیوٹی ختم ہو جائی تھی اور یہ زبردستی ایک دوسرے آدمی کو کوئی

دی جاتی تھی کہ وہ کینوں کی نگرانی کرے۔ میں نے اپنے کین  
میں آکر باس و میز و قندیل کیا اور پھر کلب کے لیے نکل آیا۔ زندگی

کی تفریحات میں بہت لمبی دیریں گھومنے لگی تھی۔ ذہن سے  
نہ کھد اور خواباں دور ہو گئیں تھیں جو اسے پرانہ دیکھ رہی تھی

تھیں۔ چنانچہ اب میں نے بھی کچھ دوست بنائے تھے اور ان  
کے ساتھ جھوٹے گھوڑی بہت پی لایا کرتا تھا۔ اس وقت بھی میر

اپنے اچھے غصے ہاں میں ہوں کلب کے ہال میں داخل ہوا۔ میرے  
بہت سے ساتھی وہاں موجود تھے اور شاید میرا انتظار بھی کر رہے

تھے۔ ان میں سے دو ایک نے ہاتھ ملائے اور میں ان کی جانب





تھا لیکن وہ میرے کہانے کے بعد وہ میرے پاس پہنچ گئی۔  
 کہیں غائب ہو گئی تھی۔ اس نے فریاد کی۔  
 اپنا نیت سے کہا۔  
 میں اس مردہ میری نعروں سے آپ کے علم میں رہی۔  
 ایسی ہی کیا نعروں سے۔ آپ تو کہیں پیر داؤد ہیں اور  
 لوگوں کی ضرورت پر آمادہ تھے ہیں۔ میری بھی بوجھ آپ نے؟  
 اودھ اسانی جانتا ہوں۔ کیا کوئی آئین تھی؟  
 جی۔ اس نے جواب دیا۔  
 کیا آئین تھی؟  
 میں آپ سے ملنا چاہتی تھی۔ یہی آئین تو میری۔  
 اس نے کہا ادا کرتے ہیں بڑی۔  
 غائب ہوئے مگر میری اور حبیب میرا چھٹی ہو  
 مئی تو اس نے بڑے اعتماد سے کہا۔  
 میں آپ میرے ساتھ میرے کہیں میں چلتے۔ باقی  
 خدائی کر آئیے۔ رات کا کھانا ساتھ کھائیں گے۔ چلیں گے۔  
 باقی رہیں گی؟ میں اسے ایک لمحے تک دیکھتا رہا۔ یہ آخر کیا  
 پاتی ہے۔ اس خدائی نیت کسی خاص مقصد کے تحت ہے۔  
 پھر میرا کہ اس نے کہا کہ وہ تنہائی کا شکار ہے اور اس کی تنہائی  
 لئے اس بات پر آمادہ کہ جس سے کہ وہ کہہ کر پروردگار سے زیادہ  
 اعتماد کرے۔ بہر حال میں کھانا کھا کر خود میرے اپنے ذہن میں  
 ہی چور رہی۔ میں نے اس تنہائی کا دورانیہ کہیں میں پہنچ گیا۔ وہ  
 ایک تو میری سبب سے کھانا کھاؤں میں بلوس آرام کر رہی پر دما ز  
 منہ۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرائی اور اس نے اشارہ کیا۔ میں ایکس  
 کوں پر بیٹھ گیا۔

بمقام عالی۔ اب آپ کی ادبوں تو ختم ہو چکی ہے  
 اب بہار آپ کی کیا حیثیت ہے؟  
 اس جہاز پر میری حیثیت ایک ملازم کی جوتی ہے  
 اچھا۔ اچھا۔ اب آپ کی حیثیت جو بھی ہو اس وقت  
 آپ جیسے ملکر لیتے۔ اس نے کہا اور میں نے گڑن کا دھوکہ  
 پھر میں خود ہی چائے کے لیے کہہ کر آیا۔ اور غریبی  
 دیکھ کے ہمدردی سے اس نے اپنے انگوٹوں سے دو پیارے  
 چائے تیار کیا اور ایک پیالی میرے آگے رکھ کر ایک خود  
 لے کر بیٹھ گیا۔  
 اور صاحب! جب بھی کوئی ایسی شخص اٹھی ہے تو  
 سے کسی سے قہار تو دین میں لا تعداد خمال پیدا ہو جاتے

یہ۔ سوچ رہا تھا کہ کسی کسی سوچ میں کیا ہوں میں نے آئی ہے۔  
 اودھ آپ نے بھی یقیناً میرے پاس سے سوچا ہوگا۔  
 ہاں۔ میں اس سے انکار نہیں کر سکتا۔  
 فطری عمل ہے۔ انکار کا کیا سوال ہے۔ وہ مسکرا کر  
 بولی۔ کیا سوچا آپ نے میرے بارے میں۔ میں بیان کرتی ہوں۔  
 کہ نہیں۔ میری کہ آپ کی شخصیت کافی بڑا مسئلہ ہے۔  
 لیکن میں نے خود کو یہ کہہ کر کہا تھا کہ آپ سرزمینِ سر سے خلق  
 رکھتی ہیں۔ جو خود اسرار و نور کی سرزمین ہے۔ وہ کہیں  
 ہوئی اودھ آہستہ سے بولی۔  
 نہیں اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ حقیقت  
 ہے کہ میری زندگی سے کچھ اسرار و واقعات وابستہ ہیں لیکن  
 قیامت خود میں ٹھیک ٹھاک ہوں۔ یہ بڑا مراد واقعات میرے  
 پیدا کردہ نہیں ہیں۔ میں آپ کو پہلے بتا چکی ہوں۔ میں نہیں  
 جانتی وہ کون تو گتے تھے۔ آج تک نہیں جان سکی۔ لیکن اتنا  
 معلوم تھا کہ وہ میری موت کے خواہاں تھے۔ اگر میں ان کے  
 ہاتھ لگ جاتی تو وہ مجھے یقیناً قتل کر دیتے۔ موت کا خوف  
 انسان کی فطرت سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ بابر صاحب یقیناً  
 کریں۔ اس سے قبل بھی میرے ذہن میں کسی ایسے ساتھی کی  
 خواہش نہیں ابھری جو میری زندگی میں داخل ہو جسے میری  
 تنہائیاں تھیں ہوں جو میرا خیال دیکھ کر لیکن ملازم نہ ہو۔ بابر  
 صاحب یہ خواہش شدت اختیار کر چکی ہے۔ وہ خاموش ہو  
 گئی۔

آپ نے شادی نہیں کی۔  
 نہیں۔  
 کیوں۔  
 جی نہیں کی۔ اس کا کوئی جواز نہیں ہے میرے پاس؟  
 آپ کے والدین یا سرپرست۔  
 کوئی نہیں ہے میرا۔  
 اودھ۔ مجھے افسوس ہے۔  
 عورت افسوس۔ ایک کاروباری افسوس۔ زخمی الفاظ  
 کیا۔ دیکھی الفاظ ہی پر مقدمہ میں کوئی نہیں ہے اس دنیا میں  
 جو دھوکے کے سہارے چھوڑ کر میلہ بند دے۔ بابر ساتھی یہ جانتے؟  
 میں نہیں سمجھا۔  
 میں نہیں اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتی ہوں بابر! اس  
 نے غیبی لہجے میں کہا اور میں ہر گز پرنا۔

مجھے۔ ایک مولیٰ سے انسان کو؟  
 ہاں۔ نہیں۔ ایک مولیٰ سے انسان کو کچھ تم۔ میں نہیں  
 اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتی ہوں۔ اپنی ساری پریشانیوں میں  
 سوچ کر خود کو لگا کر رہا ہوتی ہوں۔ سزاوار! بہار کی طاقت چھوڑ  
 دو۔ میری سب سے سادہ دہر۔ میری ساری زندگی تبار کی خدمت کر رہی  
 گی۔ نہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ میرا وعدہ۔ میری ہر پیش کش قبول  
 کرو۔ بابر! مدد کی قسم۔ میں نے زندگی میں پہلی بار یہ کشال کی  
 ہے اس کو سوچ پر میں ایسی دلی نہیں ہوں۔ میں نہیں کسی مالی  
 مشکلات میں پھنسے نہیں دوں گی۔ تم میرے ساتھی بن جاؤ۔ اس  
 بارے میں غور کر لینا۔ میں۔ میں کل تم سے ملاقات کر دوں گی۔  
 بابر پلیز! وہ بنا بےست سے بولی۔ اور اٹھ کر چلی گئی۔ میں  
 دنگ رہ گیا تھا۔

سارے شام کی کئی گھنٹے میرے لیے بڑی اڑکھی تھی۔ میں  
 نے کسی غریب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ سرزمینِ سر میں سکونت اختیار  
 کروں گا۔ کسی تھی حسین عورت کو زندگی کی ساتھی بنانے کا مقصد  
 بھی بھی میرے ذہن میں نہیں ابھرا تھا۔ لیکن سارا شامی۔ مجھے  
 یوں لگتا تھا جیسے یہ سحر خیز میری حسیں میرے حواس پر چھا گئی ہو  
 اور میں اس کے وجود سے علیحدگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہوں۔  
 پھر یہ کہ وہ کیا ایک عورت کے سہارے زندگی بسر کرنے  
 کا فیصلہ کروں۔

ساری رات اسی غم سے میں بھرنا رہا۔ رات کے آخری گھنٹے  
 میں نے خود کو حالت کے حلقے پر چڑھنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں  
 نے سوچا کہ میں نے تنہائی ناگزیر حالات میں اپنے دل کو خیر باد کہہ دے۔  
 دل و دلیس کا اب کوئی تصور میرے ذہن میں نہیں ہے۔ جو لوگ  
 کسی بھی ناطے سے میرے لیے تھے۔ وہ اب اتنی دقت سے کہ اپنا نیت  
 کا کوئی تصور دل سے نکال کے ساتھ نہیں رہا تھا۔ میرا ان کے لیے  
 سوچا ہے مٹی تھا۔ بالی رہا اس بہار کا معاملہ۔ تو بہت ہی بے فکر  
 میرے اوپر میرا ہے۔ لیکن کسی کی ان بہرانیوں سے کب تک  
 استفادہ کر سکیں گا۔ بھلا ایک دن اس سے علیحدہ ہونا پڑے گا۔  
 اگر تقدیر میں میری سرزمین پر بود و باش بھی ہوئی ہے تو یہیں  
 ہی سہ۔ مجھے سارا شام کی کھانٹ چول کر لینی چاہیے۔  
 اودھ اس آفری فیصلے کے بعد میں مطلق ہو گیا۔ سارا شامی  
 بے چین تھی۔ میں ہوتے ہی میری تلاش میں غل لڑی ہوئی۔ میں خود  
 مجھ سے اس پہنچے ماہ تھا۔ اس کی حسین آنکھوں میں ٹھہر گئی  
 دیکھ لہو میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

معدات میری سوسکی۔ وہ بولی۔  
 تباری حسین آنکھوں کا خمار اس کا مظهر ہے؟  
 کیا فیصلہ کیا تم نے؟  
 یہی کہ ایک دولت مند عورت کی دولت پر پیش و عشر  
 سے زندگی بسر کروں گا۔ میں نے جواب دیا۔  
 مگر یا۔ مگر یا۔ تم نے میرے حق میں فیصلہ کیا ہے؟  
 ہاں سارے۔  
 لیکن بابر۔ تم اس ملاقات کیوں سوچتے ہو؟ تم نے جو  
 الفاظ کہے ہیں وہ مناسب نہیں ہیں۔ زندگی کے ساتھی اس طرح  
 نہیں سوچتے۔ جو کچھ میرے پاس ہے وہ تیار ہے۔ اس میں دلی  
 کامیاب تصور ہے؟

کاش سرزمینِ سر میرے لیے سکون بخش ہو کاش میں اپنی  
 عورت کو اپنے بازوؤں کی کالی کھلا سکوں۔ میں نے کہا۔  
 جو کچھ میرے پاس ہے تیار ہے بابر۔ براہ کرم اس انداز  
 میں نہ سوچو۔ مجھے تیار اس بارے میں جاننے کی ضرورت ہے۔  
 میں اپنی سب سے سادہ دہر نہیں کر سکتی۔ میں نہیں بتا نہیں سکتی  
 بابر کہ تباہی اس فیصلے سے میں کس قدر غم میں ہوں۔ اس کی  
 آواز لپکا رہی تھی۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے پاس سوچنے کے لیے  
 بہت کچھ تھا۔ جو میں سرزمینِ سر پر آئی جا رہی تھی میرے  
 دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جاتی تھیں۔ کچھ ان سے بھی اکو کھیلنے  
 میں بہت کرتی تھی۔

چنانچہ اس رات میں اس کے پاس پہنچ گیا۔  
 آؤ بابر! کیا کہنا اس بات ہے؟  
 ہاں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔  
 کیا بات ہے؟  
 میں آپ سے ایک اجازت لینے آیا ہوں۔  
 ضرور ضرور۔ کہو۔  
 میں سرزمینِ سر پر چاہتا ہوں۔  
 کیا مطلب؟  
 میں سرزمینِ سر کو اپنا وطن بناؤں گا۔  
 اودھ! کوئی خاص خیال ذہن میں ہے۔ جواز ہے اتنا  
 ملے ہو۔ ایسے یہ حقیقت ہے کہ زندگی کا آغاز میں تو دیکھیں  
 گھنٹے سے۔ لیکن اس کے بعد میرے ہاتھوں کی زندگی کے کھانے  
 ہونے لگتی ہے۔ بہر حال یہ کہ ہے۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا

بخش پنجم

میرا مطلب ہے ان کے خلاف۔

مجلس ۱۲۸۸

بیتا کلن پوڻا : ستره ٻارن جي دوست

19

والدین کی دولت پر پیش کنے والا۔  
 ایک دن وہ خراب پڑے ہوئے اس کے منہ کے عالم  
 میں کہہ "تم خوش نصیب انسان ہو جاؤ۔"  
 "کیوں؟"  
 "ایک دو گھر عورت کی دولت ہاں میں کر سہہ ہو۔"  
 "وہ میری بیوی ہے۔" وہ نے کہا۔  
 "ہاں۔" وہ نے تباہی پوری ہی کہی۔  
 "کیوں کیا؟"  
 "تم سے ملنے نہیں ہے شاید۔"  
 "کیا جو اس کو کہہ ہو؟" وہ نے غصیلہ انداز میں کہا۔  
 "میں نے کڑے لہجے میں دیکھا ہے۔" وہ نے جھجھکی سے  
 ہونے والی ہے۔ "میں نے اسے پہچان لیا۔"

الہیہ؟  
 نہیں اس بات سے میں کہ نہیں معلوم؟ سو وہ تجھ سے  
 نہیں۔  
 "خوابی آنکھوں سے دیکھ رہا تھی دن۔" الہیہ ہی  
 کے دل سے میں میری ایک لہجہ کی رہی ہے۔ ایک جھوٹے عطر  
 غصہ پڑنے میں۔ میں نے بار بار تباہی پوری کو دیکھا ہے۔  
 "اور اگر وہ غلط نکلو۔" میں نے اسے غصہ کا ہون  
 سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

وہ جو کہ میرا وہ میری۔ شاداب نے کہا۔ میں ذہن  
 میں غصہ لے رہی تھی۔ سارہ پریشانی کوئی اظہار نہیں کیا  
 لیکن لب لب میں اس پر غصہ لگنے لگا اس کے منہ سے لب لب  
 دھستے۔ انکو وہ ایک دن کے لیے غائب ہو جاتی تھی۔  
 نے کہ اس کے ہاتھ میں نہیں پوچھا تھا لیکن لب لب میں ہونہار  
 ہو گیا تھا۔ لب لب میں نے اس کا تھا قہر کیا۔ لیکن اس کے  
 صوفت نام تھے۔ تھوڑی سی کہی دیکھ کر باقی تھی۔  
 اس شام وہ تیار ہو کر کل جن دنوں سے غائب ہو رہا تھا  
 وہ لوہے کی بانی تھی۔ اس شام جیسے ہوئے ہوئے۔  
 "میں مات کو داپس نہیں نکالوں گی بار۔"  
 "اؤکے ڈارنگ۔" میں نے اسے اس کے لیے کہا۔  
 لیکن اس کے لیے پہلے ہی میں ہی بارنگ۔ اس کے لیے اس کا  
 غائب کیا تھا۔ شاداب کی اصرار کے مطابق وہ میرے

مکھ میں ہی تھی تھی۔ شاداب کی بات درست نکلی تھی۔ وہ  
 ایک خوبصورت بچہ میں داخل ہو گئی تھی۔ میں صحت پریشان  
 ہو گیا۔ کون ہے اس مکان میں۔ کیا سارہ ہے وہاں ہے۔ میرا  
 وہ دھوکہ دے رہی ہے۔ لیکن کیوں۔ اور مجھے کیا کرنا چاہیے؟  
 میں نے ماحول کا جائزہ لیا۔ میرا بھانجرا دار کچھ بھی نہیں تھا۔  
 درحقیقت ایک دولت مند عورت کا شوہر نہیں اور کچھ نہیں۔  
 مجھے اس سے کچھ کہنے کا حق بھی نہیں ہے۔ اور اگر میں اس سے  
 غلاف نکھڑاؤں گی تو۔ وہ مجھے برا کر سکتی ہے۔ کچھ بھی تھا۔  
 لیکن میری حیثیت پر ناؤنی تھی۔ لیکن یہ بھی تو برداشت  
 نہیں کر سکتا تھا۔ وہ میری منگو تھی اب۔ اور میں بے عزت  
 نہیں تھا۔

میں کافی دیر الجھ رہی تھی۔ اور کچھ داپس ہو گئی۔ ذہنی  
 پریشانی شروع ہو گئی۔ جوی کی حیثیت سے سارہ شادی میرے لیے  
 نہیں تھی ثابت نہیں ہوئی تھی۔ وہ کیسے بے حد چاہتی تھی۔  
 مالا نند میری پوزیشن عجیب تھی۔ لیکن اس نے کبھی اس  
 بات کا احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ میں اس کا دست نکر رہا۔  
 اس کے معاملات پر میرے بھی کوئی اثر نہیں تھا۔  
 لیکن اب اس حد تک میری برداشت کو تک نہیں تھا۔ میں کوئی  
 فیصلہ نہیں کر پاتا تھا۔  
 دوسرے دن وہ داپس آ گئی۔ صوفل کے مطابق  
 بھی لیکن میرے انداز میں نے تبدیلی محسوس کر لی۔ چونکہ کر  
 بولی

بابر! طبیعت کیسی ہے؟  
 "ٹھیک ہوں۔"  
 "ٹھیک نظر نہیں آ رہے۔"  
 "کوئی خاص بات نہیں۔"  
 "عام بات بھی کہے تیار۔"  
 "کیوں؟" میں نے نیچے انداز میں کہا۔ اور وہ چونک  
 پڑی۔ مجھے وہ عجیب سی جھجھکی۔  
 "اس لیے کہ میں تبدیلی پوری ہوں۔"  
 "عزیز بچی نہیں، سر پرست اور محافظ بھی ہو۔" جدرا  
 ایک اشارہ مجھے حیا کی طرف کر کے مجھے سنبھال سکتا ہے۔ میں  
 نے کہا اور شدت حیرت سے اس کی آنکھیں ابل پڑیں۔  
 "کیا بات ہے میرے محبوب۔" کیوں ناراض ہوئے؟  
 "مجھ سے بات غلط کہی ہے کیا؟"

تیرہ تیرے ذہن میں کس طرح آتی؟  
 "اس لیے کہ یہ حقیقت ہے۔"  
 "عزیز بچی کب تک رہے؟"

"شاید کروڑوں۔" تیرہ تیرے غنٹ بت کر دے۔  
 "بابر! پیسے مجھے اس تارنگ کی وجہ بتا دو۔ اس کے بعد  
 اس سے بھی سخت باتیں کر سکتا ہوں۔" وہ نے تیرہ تیرے  
 میرا دل دکھاتے ہیں۔  
 "سناؤ۔" میں نے نہیں اپنے ہاتھ میں کچھ بتاؤں گا۔ میرا  
 نام برداد خان ہے۔ میرا پاپا تو گاؤں کا ایک ہے۔ دولت  
 مند تھی کہیں۔ میں نے اسے بڑی کہانی سنائی۔ وہ  
 آنکھوں میں پیار کے جذبات لیے مجھے۔ "تجھے زبی اور میرا  
 نے آجے بڑھ کر سیر کر دے میں باہر ڈالتے ہوئے کہا۔  
 "بلکہ پیسے ہی بتی تھا۔ خود کو چھپانے میں تم کامیاب  
 نہیں ہو سکے۔ بابر! تباہی ایک ایک اداسے بڑی تھی۔  
 "میں بہت عزت نہیں ہوں سارہ اور میں نے تم سے  
 تباہی دولت کے لیے شادی نہیں کی۔"

"میرا نام ہے؟" میں نے بات نہیں ہے۔  
 "میرے لیے ایک شہر کا درجہ کیوں حاصل نہیں ہے؟"  
 "میں کو تو یہی کوئی ہے کہ ہے۔"

"ہاں جتنا ہے ہاتھ میں سب کچھ جلتا ہوں؟"  
 "اور۔" وہ آہستہ سے بولی۔ اس کے ہونے پر عجیب  
 سے تاثرات ابھرتے تھے۔ یہ خیال نہیں کیوں آیا؟  
 "تم ایک دست کے لیے کہاں جاتی ہو؟ کیا یہ ایک عزت  
 شخص کے لیے تیار نہیں ہے کہ اس کی بیوی پہننے میں ایک  
 ذات غم سے غائب ہے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "میں ہاتھ  
 اپنی فطرت تسلیم کرتی ہوں۔" اور بابر براہ کرم باہر تبدیلی کرو۔  
 "کیا مطلب؟"

"عزیز بابر۔ باہر تبدیلی کرو۔" میں نے حاجت سے کہا۔  
 اور میں بھور ہو گیا۔ لباس تبدیلی کر کے میں اس کے ساتھ بابر  
 نکل آیا۔ میں نے بڑے آہستہ سے ہونے والے دروازہ کھولا۔ اور  
 میں جھوٹا۔ صورت مالی کسی حد تک میرے علم میں تھی۔ میں جانتا  
 تھا کہ ان کے ہونے کے معاہدے میں وہ مجھے دھوکہ نہیں دے سکے گی لیکن  
 اس وقت مجھے سمجھنا پڑا جب کہ الہیہ کے ہی بچے میں داخل  
 ہو کر رہی۔ دو گھنٹہ بعد ہی اس طرف چلے۔  
 "مسلمان کہاں ہے؟" سارہ نے پوچھا۔

"اندھو ہو رہی ہوں۔" حذرم نے جواب دیا اور سارہ  
 میرے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ یہ جگہ مجھے بے حد خوبصورت  
 تھا۔ ایک کٹنا اور خوبصورت کمرے میں بڑے تیرہ سال کا ایک  
 لڑکا موجود تھا۔ لیکن یہ لڑکا۔ جسی و جمال کی ایسی تصویر میں سے  
 جسم زندگی نہیں دیکھی تھی۔ اس زمین کی مخلوق ہی نہیں معلوم ہوتا  
 تھا۔ سرس و سفید رنگ۔ جگر بھر اچھوٹا چہرہ۔ بڑی بڑی آنکھیں  
 آنکھیں۔ کٹنا و پیشانی جس پر سترے گھنٹے ہاتھ بالوں کے  
 جھنڈ نظر آ رہے تھے۔ برتانی سطر مشوں کا کمال لگتا تھا اور ایک  
 بار نظر پڑے تو جانتے نہ تھے۔

میں اسے دیکھ کر راکت رہ گیا۔ جو سا دیکھ دیکھتے ہی کمر ہوا  
 حید۔ اسے۔ "بابر! کون کون بھول گئی تھیں کیا؟"  
 "مسلمان۔" یہ کون ہیں؟ سارے سجدے کیے۔ کہا۔  
 "یہ۔" مسلمان سنبھلے دیکھا۔ اور میرا ایک دنگل سر آ۔  
 اس کے بول پر پھیل گئی۔

"شاید بابر داد خان۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 "تجھے ان کے ہاتھ میں کیا معلوم ہے؟"  
 "یہ بابر داد خان ہی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اس بے تعافی سے  
 جی کسی اور کو آپ کے ساتھ دیکھا ہے۔  
 "اگر یہ بابر داد خان ہی تو میرے لیے ان کی کیا حیثیت  
 ہے؟"

"بھاری خدا کی۔" آپ نے ہمیشہ ہی کہا ہے۔ "مگر بات  
 کیا ہے؟"

"میں تم سے پاس پہننے میں کتنی بار آتی ہوں؟"  
 "صرف ایک بار۔"  
 "کس وقت آتی ہوں؟"  
 "معمو ما دوپہر کو۔"  
 "کب جاتی ہوں؟"  
 "دوسرے دن۔"

"یہاں کیا کرتی ہوں میں؟"  
 "میری دیکھو بھائی۔" میرے پاس کی دستک اور مجرم  
 نہیں کیلئے ہیں۔  
 "تم میرے کون ہو مسلمان؟"  
 "بھائی۔ آپ میری بھیلی ہیں میں۔ باور عوہ کرم بت  
 کیا ہے۔ مجھے معلوم نہیں ہو گی؟"  
 "میں بابر داد خان کو تم سے پہچانتی تھی۔" بابر کو نہیں نہیں

شکرم جیسا کوئی فریب و ریت میرا جہاں بھی ہو سکتا ہے۔  
 فقیر! غلبہ جو مبینی فریب و ریت عینی پہلے میں۔ میں تو  
 کہ بھی نہیں ہوں۔ پہننے کے لیے  
 اور جو گروں پہلی پڑا تھا۔ میں سخت شرمندہ ہو گیا تھا  
 میں نے لیکن غلاموں سے مل کر دیکھا۔ وہ مجھے دیکھ کر ہی حسی  
 بہر حال میں نے غم کو سنبھالا۔ اور پھر کچھ کو یاد کرتے ہوئے  
 بر۔  
 جہاں ملایا میں۔ میں انہوں سے کہہ رہا ہوں کہ قیل کپ  
 سے کیوں نہ۔ جتنے میں کپ۔

اپنی گراوی میرے شلے پر لگا دی۔  
 - سنبھلو سارہ : تم ڈرائیونگ کر رہی ہوں میں بولا اور  
 وہ آہستہ سے سنبھل دی۔ میں آنکھیں بند کر کے بھی ڈرائیونگ  
 کر سکتی ہوں۔ اس نے فزرائاز میں کہا۔  
 - اب میں تسلیم کیجے دیتا ہوں، کیونکہ تم بلاشبہ بہترین ملازمین  
 کی ایک بونٹن سارہ اپنے بھائی کو تم نے خود سے اس قدر اور  
 کھل رکھا ہے، میں اس بارے میں کچھ کہانی سکتا ہوں۔  
 - ہاں کھلی نہیں۔ وہ میرا بھائی نہیں ہے۔ سارہ نے  
 جوبلایا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔  
 - ہوا مطلب ؟

کندگی کی کوئی امید نہ رہی۔ جب انہیں پانی پیاری سے ضرورت  
 سی پہنچت لی تو انہوں نے سلامت کے واسطے میں مجھے رازدار بنا  
 لیا اور کہنے لگے۔  
 - سارہ باسلامان ہمارے پاس کسی کی امانت ہے۔ ہمارے  
 جیسے ہونے والی سلامان میں سے زمین منت امید یہ کہہ دیت  
 اور خدمت سلمان ہی کی ہے۔ لیکن یقین کرو میں نے اپنے آغا کی یہ  
 خدمت ہی کی اور میں نے کچھ اس مال نہیں کیا۔ میرے آقا نے مرنے  
 وقت مجھے وصیت کی تھی کہ میں اس مال کی کوئی خریدی میں سے  
 دو اور اس کی بڑھ کر میں کروں۔ جب وہ ہمیں مال کا جو مالے  
 خریدی جو بولی میں اس نے حوالے کر دیا۔ اور وقت کا انتظار  
 کر دیا۔

آج کل پہلی ہی گناہ میں تم مجھے پسند آگئے تھے، بار بار میں نے اپنے دل کا تھار میں کوئی ترس نہیں کیا۔ میں مبتدی دنا دار ہوں بار میں تبیں پیار کرتی ہوں۔ تم میری زندگی کا محض ہوا اور میں اس کی آنکھوں میں اپنی آنکھوں میں نے گھبراہٹ میں کہا۔ "محبہ سے پہلی اور آخری غلطی ہوئے مارہ۔ مہات کرود۔" آئندہ بھی تبیں جو سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

مجھے اب کوئی شکایت نہیں ہے تم سے۔" اس نے جواب دیا اور پھر وہ نازک ہو گئی۔ اسی رات وہ مجھے لے کر اس تہہ غلنے میں غنی اور میں نے اس پلاسٹک چوبی صندوق کو دیکھا جس میں ہنسلنے کیا کیا اسرار و موز پر پوشیدہ تھے۔ بہر حال میں نے اس سلسلے میں سارا کے مشن کی تکمیل کی ذمہ داری قبول کر لی۔ اب ہمارے درمیان کوئی دہرا نہیں رہی تھی۔

سارہ نے اسی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھپتھپاتے ہوئے ٹیغ  
آواز میں کہا: تقدیر کے کھیل لڑ کر جیتنے ہیں۔ تم میری زندگی





سرمیں معر میں تیار قیام ایک طویل ترین قیام کے طور پر ہے۔ تہذیبی سلسلے میں آباد تھیں اور شاید جنہیں اس بات پر حیرت ہو کہ تم دنیا بھر کی قدیم ترین نسلوں میں سے ایک کے جاگیر ہیں۔ جنہیں یقین دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ مورث اعلیٰ تقریباً ستر ہزار بشت میں مصر کے مذہبی مقتدا اور یونانی النسل تھے۔ یہ نسل نسل در نسل چلتی رہی اور تاریخ میں اس کی کہانیاں دست میں رہیں۔ یہ نسلوں فرعون راجوں کے دور کا واقعہ ہے جس کو میں جسے درج کروں گا۔ یہ کہیں اپنی ذات کی شناخت ہو سکے۔ یہ واقعہ میں نے قدیم مصری زبان سے تحریر کیا ہے جو اس دور میں رائج نہیں ہے، لیکن اگر میرے خاص دوست یعنی تہذیب سے آتا ہے تو میں نے یہی قدیم دلائل ہے جو میری خواہش کے مطابق ہے تو شاید تم یہ تحریر ان پر سید اور ارق میں پڑو جو اس صند دینے میں ہماری قدیم ترین روایات کے مطابق محفوظ ہے۔ مصر کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ ہندو میں اور سولہویں خاندان کے ماتحت سولہ سو اسی سنہ قبل مسیح میں مصر اجنبی فاتحوں کے قبضے میں رہا، جنہیں ہیکسوس کہا جاتا ہے، یہ غائب فلسطین اور ایشیائے کوچک سے آئے ہوئے لوگ تھے، ستر ہزار خاندان مصری تھا، جس نے ہیکسوس کو باہر نکالا اور نئی حکومت قائم کی۔ یہ حکومت سنہ ۱۵۹۰ قبل مسیح تک قائم رہی۔ تب توش ثالث امہار میں خاندان کا بادشاہ تھا، اس نے خلیفہ فلسطین اور شام فتح کر لئے۔ لیکن بعد کے فرعون ایشیائی مقبوضات کو بیٹے اور ایک بار مصر پر اجنبیوں کا تسلط ہو گیا۔ ہمارا دور چیسویں فرعون ثالث سے شروع ہوا اور اس کے بعد طویل عرصے تک فرعونوں کا اقتدار قائم رہا۔ قدیم مصری تہذیب کے مطابق فرعون کو لائق اقتدار و اختیارات حاصل تھے۔ حیات بعد الموت کا تصور مقدم رہتا تھا، عالی شان مقبرے اور حوض شدہ بدن محفوظ کر دیے جاتے تھے جنہیں ابراہیم کہا جاتا ہے۔ جسم و روح کا ایک تصور تھا۔ جسم سے جان، عقیدہ یہ تھا کہ جسم ایک - مشن - ہے جسے کامیابی سے زندگی مرنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے اور "کا" غیر زانی ہے۔

کاہن معبدوں کے حوزوں تھے لیکن فرعون کی حکومتوں سے ان کا براہ راست تعلق ہوتا تھا۔ اور انہیں بادشاہ و دقت کی مانند اختیارات حاصل ہوتے تھے۔ راجوں میں چیسویں فرعون کا بیٹا تھا ایک شوخ اور نا اہلی نوجوان جسے گورنر نے شہنشاہیت مقرر کی تھی۔ اس کا نام "اس" رکھا گیا تھا لیکن اس کا دل میں وہ شہزادہ کی جاسی سے لبریز تھا۔ جس کی ابتدا کیزو میں اس کی خدمت کے لئے مقرر مقرر تھیں اور وہ ان کے درمیان خوشی اور مسرت

محسوس کرتا تھا۔ لیکن یوں ہوا کہ اس نے ایک بار عبادت کے دوران کاہن اعظم تہاسا کی بیٹی زیتیکا کو دیکھا کہ حسن و جمال میں بیٹا اور آسانوں سے اتاری ہوئی کوئی دیوی محسوس ہوتی تھی، یوں راجوں اس سے دل ہار گیا۔ کاہن اعظم کی مقدس بیٹی معبد کی ان حست میں پکاروں میں سے ایک تھی جن کی شادی کسی سے نہیں ہوتی اور جو تقدس کی بلند یوں کو چھوٹی ہیں۔ یہ تقدس کا ہون کی ملکیت تھا۔ اول تو ان کے خاندانوں میں شادیاں ہی بہت کم ہوتی تھیں لیکن اگر کوئی لڑکی پیدا ہوتی تو اسے کسی کسی سے منسوب نہیں کیا جاتا تھا وہ کنواری ہی رہتی اور کنواری ہی مر جاتی تھی، اس کی روح کو آسمان کی بلندیوں پر صاف دیکھا جاسکتا تھا، سو کاہن اعظم تہاسا کی یہ بیٹی بھی تقدس کے انہی مراحل سے گزر رہی تھی کہ راجوں کی نگاہ پر کسی سرکش اور ہندی راجوں اس کی خلوتوں میں سبائے کی کوششیں کرنے لگا، سو یہی ہوا کہ ایک بار اسے عبادت کے بعد اس کا موقع مل گیا، کیونکہ وہ عام لباس میں اور عام عبادت کرنے والوں کی مانند معبد میں پہنچا تھا۔ اور قطعی ان لوگوں میں نہیں شامل ہوا تھا جو شہزادگان یا عظیم المرتبت لوگوں میں شامل ہوتے تھے۔ یوں اس کی جانب توجہ نہ ہوئی کسی کی اور جب عبادت ختم ہوئی تو وہ ایک ایسی چٹان کی آڑ میں ہو گیا۔ جہاں سے واپسی پر اسے کوئی نہ دیکھ سکے، لیکن اس کا مقصد یہی تھا کہ جب ماحول نہایت ہولناک تو وہ نزدیک سے زیتیکا کی زیارت کرے۔

حسین زیتیکا معبد کی پہلی سرنگ کے آخری کمرے میں قیام پذیر تھی اور اس طرف کسی ذی روح کو داخلے کی اجازت نہ تھی۔ اس نے ان خادماؤں کے جزویتا کے لئے مخصوص تھیں۔ زیتیکا کا دیوانہ راجوں میں بکا دیوں کی پرواہ نہ کرتے تھے سرنگ میں داخل ہو کر زیتیکا کے در پر پہنچ گیا۔

نوجوان لڑکی جو عمر کے آثار جو بیس سال سے گزر رہی تھی شہزادہ وہ گئی، اسے جو تعلیمات دی گئی تھیں ان کے تحت کسی مرد کا سایہ تک اس کے لئے ناہانز تھا، لیکن راجوں کی مراد وہ عبادت اس کے بلند بالا تعداد اس کی شرابی آنکھوں نے زیتیکا کو مسکو کر دیا، اس نے خادماؤں کو حکم دیا کہ سرنگ کے آخری حصے پر ٹھہریں اور یہ کسی کو نہ ظاہر ہونے دیں کہ وہ بورا ہے جو نہ ہوتا تھا۔ یوں پڑ بائی ہوئی راجوں کے عشق کی اور اس کے بعد کشتہ طاق میں ہونے لگیں۔

زیتیکا کے سینے میں محبت کا جوا لاکھ میوٹ پڑا۔ وہ تہذیبوں میں ایک دوسرے کے ساتھ بن گئے اور میں نے ان کی حسن و عشق کے ماحول میں طے ہونے لگے۔

حسین زیتیکا حسن و جمال کا نمونہ تھی، تو راجوں کا بلند و بالا قد۔ اس کی مردانہ وجاہت پورے مصر میں یکساں تھی اور خیال تھا یہ عام لوگوں کا کہ وہ فرعون میں اس سے خوبصورت نوجوان اس سے قبل نہیں پیدا ہوا۔

زیتیکا کو ہی جواب ملا اس محبت کا جو اس کے سینے میں تھا، لیکن دونوں ہی جانتے تھے کہ فرعون کے مقدس مذہب کی روایات انہیں کبھی بچکانہ ہونے دیں گی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کا یہ عشق کا ہون اور بادشاہوں کے درمیان چپقلش کی بنیاد بن جائے۔

سو پھر یوں طے کیا انہوں نے کہ بہتر ہے کوئی رات مقرر کر لی جائے، جب وہ اس کین گاہ سے نکلیں اور طویل و عریض زمین کے کسی ایسے گوشے میں پناہ گزین ہو جائیں جہاں یہ روایات ان کا تعاقب نہ کر سکیں۔

راجوں حکومت چھوٹنے کو تیار تھا اور زیتیکا اپنا تقدس سوچ رہی ہوا کہ وہ قوت کی تاک میں رہنے لگے اور راجوں نے معلوم کر لیا کہ ایک تجارتی جہاز بہت جلد بندر گاہ سے روانہ ہونے والی ہے، اس نے اپنے کچھ خاص غلاموں کی مدد سے دو ایسے افراد کا بند و بست اس جہاز میں کیا، جو خاموشی سے مصر سے نکل جانا چاہتے تھے۔ لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ دونوں کون ہیں۔ اور یوں ہوا کہ جب جہاز کی روانگی کی رات آئی تو زیتیکا نے اپنی کیزو کو کسی کام سے بھیجا اور خود سرنگ سے باہر نکل کر اس جگہ پہنچ گئی جہاں راجوں اس کا انتظار کر رہا تھا۔

پھر یوں ہوا کہ دونوں جہاز پر پہنچے اور جہان نے اپنے لنگر اٹھا دیئے۔ وہ ایک طویل سفر پر روانہ ہو گیا۔

چاہا کہ راجوں نے ایسے انتظامات کئے تھے کہ جب تک جہاز کھینے سمندوں میں دو تک نہ پہنچ جائے کسی کو شک نہ ہو سکے کہ وہ اس جہاز سے فرار ہوا ہے۔

اور یہی ہوا۔ فرعون دقت کو پتہ بھی نہ چل سکا کہ راجوں محسوس غیر حاضر ہے۔ یہی کیفیت زیتیکا کی بھی ہوئی تھی اکثر وہ تنہائیوں میں ہی سبائے کے لئے دو تک نکل جاتی تھی پہنچنے ان دونوں کو مصر سے دور قلعے کا موقع مل گیا اور کوئی دشواری پیش نہ آئی انہیں اس سفر میں۔ لیکن اس وقت تک جب تک ایک حبیب سمند میں طوفان نے انہیں نہ آیا۔

دو بجے جہاز جس میں بے شمار افراد سوار تھے۔ طوفانی لہروں کی لپیٹ میں آ گیا۔ اس کے باربان بھینٹے لگے، مسئول ٹوٹنے لگے

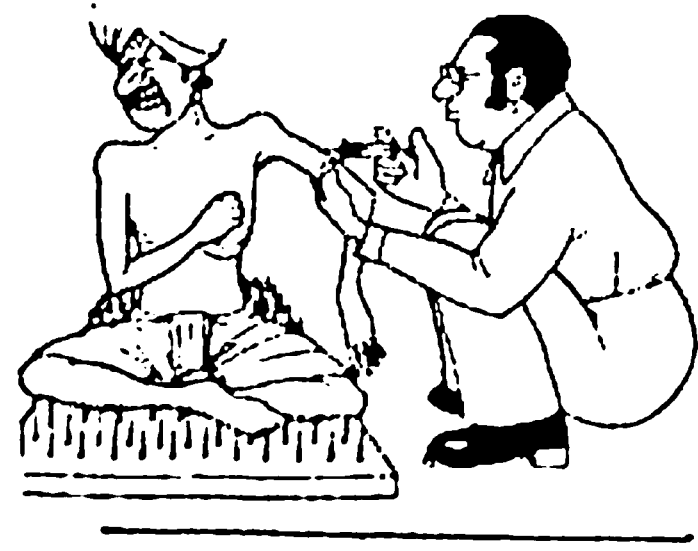
اور علی کے افراد زندگی اور موت کی کشمکش کا شکار ہونے لگے۔ ان کی ذمہ داری جہاز کو بچانا تھی، لیکن تقدیر اس کی تباہی متعین کر چکی تھی، ہواؤں کا طوفان، جہاز کا گھبراہٹ جہاز کو اس کی منزل سے ہٹانے لگی، دھڑکنے لگا اور یہ اندازہ بھی نہ ہو سکا کہ وہ خوفناک چٹانیں کب جہاز کے نزدیک آئیں گی، ابوسیاہ سمند میں سر بھار کھڑی خونی لگا ہوں سے اس جہاز کو دیکھ رہی تھیں۔

جہاز کسی کنکر کی مانند ان چٹانوں سے ٹکرایا اور پاش پاش ہو گیا۔

انسانی شور ہواؤں کی آوازوں میں دب گیا، کسی کی آہ تک سنائی نہ دی، سمند کی حبیب لہروں نے انسانی جانوں کو ڈس لیا تھا لیکن قدرت کو ان دونوں کو بچانا مقصود تھا کہ ایک چور سے نکلنے نے انہیں خشکی سے جان لگایا۔

تفصیل اس جگہ کی یوں تھی کہ ریتلے ساحل دور دور تک پھیلے ہوئے تھے اور گھنے درختوں کے جھنڈا آپس میں اس طرح دست و دریاں کھڑے تھے جیسے کان سے کان ملنے سے سرگوشیاں کر رہے ہوں، ان کے درمیان فضا، فٹ سمیر لہریں مگڑیوں نے جانے تان رکھے تھے اور ایسے زیر دست تھے یہ جانے کہ اٹنے والے مشرقات لاجب کا تو ذکر ہی کیا۔ چوڑیاں، خانقاہیں اور دوسرے پرندے بھی ان جانوں میں بھنس کر اپنی جان نہیں بچا سکتے تھے۔ اور یہ خونی مکڑیاں آج اب میں اپنے شکار کو اس طرح چٹ کر جاتیں جیسے کسی اس کا وجود ہی نہ رہا ہو، ہاں چند چھوٹی چھوٹی ہڈیاں ان جانوں میں انکی رہ جاتیں اور اپنے وجود کی کہانیاں سنائی رہتیں۔ اس خوفناک ماحول میں دونوں ایک دوسرے کی قربت میں آگے بڑھتے رہے اور پھر وہ ان کے سیاہ نام سنگ و مرنے لگوں کے ہاتھ لگ گئے۔ جنہوں نے انہیں تیر کر کے اپنی ملک کے پاس پہنچا دیا۔

دشمنوں کی اس حک کے بارے میں دشمنوں کے درمیان



فرہ طبع کی کہانیاں مشہور تھیں، ان کا کہنا تھا کہ ان کی یہ عکس  
 پندرہ سال سے زندہ ہے اور ہزاروں سال زندہ رہے گی، ہر چہ  
 کہ وہ سیاہ فام وحشیوں کے درمیان ملی لگیں، اس کے حسن و جمال  
 کے بارے میں کہا کہ ان عظیم تباہی کی زندگی کے جو کچھ لکھا جان  
 تھا، اس کا صحیح ترجمہ ممکن نہیں۔ کہنا اس کا یہ تھا کہ یہ عکس عام طور  
 سے لوگوں کے سامنے نہیں آتی تھی کہ وحشیوں میں اسے دیکھنے کی  
 قیادت نہ تھی۔

لیکن جب چاند پورا پورا اور گیارہ چاند گذر چکے ہوتے تو  
 ایک ماہ دو دولت گاہ کی چٹان پر اپنا چہرہ دکھانے آتی اور وحشی  
 اس کے حسن و جمال کی تاپ نہ تو کر چکے ہوتے۔ اس کا سارا وجود  
 سیاہ رنگ کی جالی میں لپٹا ہوا تھا لیکن کیفیت یہ ہوتی کہ سیاہ  
 جالی سے چمکدار اور دھماکتا چمک چمک کر تمام عالم کو متحرک کرتا  
 یا پھر پوسٹوس ہوتا جیسے روشن چاند پر تاریک تباہی ڈال دی گئی  
 ہر اس حسین عورت کو اپسر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور زمین  
 کے اس نقطہ میں جہاں انسانی قدم شاذ ہی پہنچتے ہیں، وہ آج بھی  
 اپنے اسی جاہ و جلال کے ساتھ حکمران ہے۔ آسمانوں سے  
 ہوتی ہے اپسر انھیں کہاؤں کا مجموعہ ہے۔ کہانیاں صرف نہیں  
 درانے سے نہیں بکھری ہیں جو محقق کے فراہم کردہ تھے بلکہ یہی  
 اور طریقہ ہے جو ہر دور کا خدا، ہوا سے جس کی تفصیل  
 نہیں آتا، کبھی مانتے۔ جیسے گی۔

حسن و جمال کی تشبیہ، اپنے حسن کی توہین برداشت نہ کر سکی  
 یہی کیا کہ تھا اس کے لئے کہ راجہ جوس لے اس کے حسن و جمال کو دیکھ  
 کر ہوش و حواس نہ کھو دیتے تھے، بلکہ وہ تو اس کی خود بہرہ گیری کی۔  
 پیشکش کو بھی ٹھکرا دیتا تھا چنانچہ اس کا ذہن طیش کا شکار ہو گیا۔ پھر  
 اس نے سر دلیپے میں کہا۔

ہاں ہر کسی دنیا سے آنے والے نوجوان کو نے آج تاہم کی توہین  
 کی ہے، شاید ہی کسی نے کسی انسان کی آندہ کی ہو لیکن جب یہ  
 الفاظ جلدی زبان سے نکل گئے تو وہ تاج محل بن جلتے چاہتے تھے  
 ہم نے تو سوچا تھا کہ یہ زندگی کا آغاز کر کے تھے اپنے درمیان جھگڑے  
 لیکن یوں تھا کہ تیری روشن پیشانی کی گہرائیوں میں تاریکیاں چھپی  
 ہوئی ہیں جو تیری تقدیر ہے، اور ان الفاظ کے بعد تیری زندگی جھٹلا  
 کیونکہ ممکن ہو سکتی ہے؟

اس کے ساتھ ہی اس نے سیاہ رو نیزہ برداروں کو طلب کیا  
 اور ان سے کہا کہ اس نوجوان کے بدن کے مسامات میں نیزے اتار دیئے  
 جائیں، اس طرح نیزے کی انہوں سے اس کے بدن کو ڈھکا جائے کہ  
 اس کا کوئی حصہ نہ رہے۔

شاہوں کے درمیان ایسی چٹکاش پیدا ہو سکتی ہے، جو شاید  
 تاریخ میں جانے، اسوان تمام باتوں کو بے نگاہ رکھتے ہوئے دہانے  
 عہد پر قائم رہا اور جب عکس نے اپنی پرسوں منکرانہت کے ساتھ  
 اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

اے نوجوان، پہاڑوں کی یہ عکس تیرا خیر مقدم کرتی ہے اور  
 تیری زندگی کی مناسبت دیتے ہوئے تجھے یقین دہانی ہے کہ تو اب تیر  
 حاصل کرے گا۔ تجھے موت نہ ہوگی اور تو میرے ساتھ صدیاں گزارے  
 گا، لیکن شرط یہ ہے کہ اس لڑکی کو اپنے ساتھ تعلق کر دے،  
 جو میری لاطینی کی بناء پر تیری مالک بنی رہی ہے، ان ہی سزا ہے  
 اس کے لئے کہ تو اسے موت کے گھاٹ اتار دے اور میرا بن جائے  
 راجہ جوس نے مناسبت مناسبت سے عکس کو دیکھا اور ادب  
 سے ہٹا۔

دوران ملازمت کی حکمران ہے شک تیرا حسن و جمال کیلئے  
 وہ لگا ہے، تیرے جیسی اپسر کا تقبیر انسانی نام میں نہیں آتا  
 ہوگا اور میں تاپ نہیں رکھتا کہ تیرے ہر بڑے لگا ہوا مسکوں لیکن  
 زہرہ تیری آخری محبت سے، زہرہ پہلی بھی۔ میں نے اس سے پہلے  
 کسی کو کہا: اور کے بعد نہ کسی کو چاہوں گا، یہ ازل اور اب  
 کے سلسلے میں جو نوت نہیں سکتے، سو بہتر ہے کہ تو ہمیں آزاد  
 کر کے، منگور بن، زندگی بسر کرنے کی اجازت دے یہی تیری  
 فانی ہوگی۔

حسن و جمال کی تشبیہ، اپنے حسن کی توہین برداشت نہ کر سکی  
 یہی کیا کہ تھا اس کے لئے کہ راجہ جوس لے اس کے حسن و جمال کو دیکھ  
 کر ہوش و حواس نہ کھو دیتے تھے، بلکہ وہ تو اس کی خود بہرہ گیری کی۔  
 پیشکش کو بھی ٹھکرا دیتا تھا چنانچہ اس کا ذہن طیش کا شکار ہو گیا۔ پھر  
 اس نے سر دلیپے میں کہا۔

ہاں ہر کسی دنیا سے آنے والے نوجوان کو نے آج تاہم کی توہین  
 کی ہے، شاید ہی کسی نے کسی انسان کی آندہ کی ہو لیکن جب یہ  
 الفاظ جلدی زبان سے نکل گئے تو وہ تاج محل بن جلتے چاہتے تھے  
 ہم نے تو سوچا تھا کہ یہ زندگی کا آغاز کر کے تھے اپنے درمیان جھگڑے  
 لیکن یوں تھا کہ تیری روشن پیشانی کی گہرائیوں میں تاریکیاں چھپی  
 ہوئی ہیں جو تیری تقدیر ہے، اور ان الفاظ کے بعد تیری زندگی جھٹلا  
 کیونکہ ممکن ہو سکتی ہے؟

اس کے ساتھ ہی اس نے سیاہ رو نیزہ برداروں کو طلب کیا  
 اور ان سے کہا کہ اس نوجوان کے بدن کے مسامات میں نیزے اتار دیئے  
 جائیں، اس طرح نیزے کی انہوں سے اس کے بدن کو ڈھکا جائے کہ  
 اس کا کوئی حصہ نہ رہے۔

اور یہی ہوا، اپسر کے حکم کی بھرپور تعمیل کی گئی، زہرہ عکس کے  
 سامنے اس کے محبوب کو قتل کر دیا گیا اور زہرہ عکس کی لاشیں جھینٹیں  
 آسمان کو چھوٹنے لگیں۔

وحشیوں نے راجہ جوس کے بدن کو تیرہ دن سے اس طرح ڈھکا  
 کر دے، حقیقت اس کے خون کے آبلے بھی نمایاں نہ ہو سکے اور اس  
 کے بدن پر نیزہ کا شہر آباد ہو گیا۔

وحشی عکس کو اس کی موت سے بھی یہی نہ ہوئی تو اس نے  
 زہرہ عکس کی جانب دیکھا اور نعرہ بے جہاں بولی۔

اے آندہ، موت تو ہی جلدی قیمت کی توہین بنی ہے اور یہ  
 تو ہی تھی جس کی وجہ سے یہ حسین نوجوان موت کا شکار ہوا ہے، تو  
 کیا تیری زندگی کسی طور ممکن ہے؟ نہیں، کبھی نہیں، تجھے اس سے  
 بدترین موت کا شکار ہونا پڑے گا۔

اس نے اپنے آؤمیوں کو اشارہ کیا اور سیاہ وحشی زہرہ عکس کو  
 پکڑ کر ایک آتش کدے کے نزدیک لے گئے جو بجائے کہ بے روشن تھا،  
 آگ کے شعلوں کے قرب و دور کے تمام ماحول کو ہضم کر ڈالا  
 تھا، اور زمین دور دور تک گرم تھی کہ اس پر پاکی نہ رکھے جا سکیں  
 لیکن پھر ایک سیاہ فام لڑکے نے جو شیشیائی نوتوں کا مالک تھا،  
 ان نوتوں کو روک دیا اور ان سے کہہ کہا جسے سن کر تمام وحشی بھاگ گئے  
 اور زہرہ عکس میں کھڑی رہ گئی۔

سوسکا مرلی بڑا جاحس کی آنکھوں میں شیطان جاگزیں تھا  
 زہرہ عکس کا ہاتھ پکڑ کر ایک بار پھر عکس کے رد ہونے آیا اور اس نے عکس  
 سے کہا۔

میں عظیم المرتبت، ہمیشہ زندہ رہنے والی تیری زندگی قائم ہے  
 تیرا اقبال بلند ہو، تیرا حسن و جمال اور سورج کی طرح دکھائے ہے،  
 یہ لڑکی حاملہ ہے اور یہ ایک ایسی روایت کو توڑنے کا باعث بنی ہے  
 جو خوریزی کی بنیاد ہے، اگرچہ اس سرزمین پر اس کا خون بہا دیا تو  
 وہ روایت یہاں بھی قائم ہو جائے گی اور ہمیشہ یہاں خون بہتا رہے گا  
 میں علم ہی کہتا ہے اور یقیناً تو اس سے ناواقف نہ ہوگی، کسی حیل  
 عورت کو اس سرزمین پر قتل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ صدیوں تک  
 عورتوں کے ہاں مرد چھپے پیدا ہوں اور یوں جلدی نسل ختمی چلی جائے  
 یہ ایک بیماری ہے، بہت بڑی عظیم عکس اور اس بیماری کے لئے بہتر  
 یہ ہے کہ اسے یہاں سے نکال دیا جائے۔ سو یوں کیا جائے کہ وحشوں  
 کے تھن سے کافی ہوئی ایک لڑکی کے درمیان خول کر کے اسے اس  
 خول میں بٹھایا جائے اور پھر اس خول کو سمندر کے حوالے کر دیا جائے  
 کہ تیرے ہوا میں اسے دوسرے جاییں اور کسی مناسب جگہ غرق کر دیں  
 تیرا انتقام بھی ہوا ہو جائے گا اور جلدی سرزمین کوست سے پاک ہو جائے گی۔

یہ بڑا شخص شاید حسین اپسر کے لئے کوئی بڑی حیثیت  
 رکھتا تھا اس نے بڑے کی بات مان لی اور حکم دیا کہ اس لڑکی کو کسی  
 ایسی جگہ قید کر دیا جائے جہاں سے یہ نکل نہ سکے، اس کے بعد وقت  
 کے تے کا خیال کر کے اسے اس میں بٹھا کر روڈ لڈ کر دیا جائے۔

سو یہی ہوا۔

زہرہ عکس اپنے محبوب کی جدائی کے بعد زندگی کو خود پر گزارا  
 سمجھ رہی تھی، دھشت کے تنے کے غول کی کشتی بنا کر اس میں بٹھا،  
 سمندر پر دروہی گئی، لیکن سمندر نے بھی اس کی موت قبول نہیں کی تھی  
 لہذا اسے ایک تابری کی ترتیب کے لئے جاری تھیں۔  
 عکس کی سیاسی عورت کو کہہ چاہیں تھا کہ کتنے دن اور کتنی راتیں وہ  
 سمندر کے سینے پر گزرا، جیسی ہے، اور کب دھشت کا وہ تباہی بخشی  
 پر جا پڑا۔

اسے جب ہوش آیا تو اس کے سپر میں غلاظت میں لپٹا ہوا  
 ایک حسین بچہ موجود تھا، زہرہ عکس اسے دیکھا اور اس کے دل میں  
 نئی زندگی جنم لینے لگی، اس نے بچہ گیری کے تمام لوازمات سے نایاب  
 ہو کر بچے کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ ایک حسین لڑکا اس کے محبوب  
 کی شکل تھا، اس کی بو بہت خوبصورت، اس کا ہر شکل۔ اس تصویر کو  
 دیکھ کر زہرہ عکس کے دل میں بھانپنے لگا کہ کیا خیالات پرانے جھٹکتے،  
 اس کا ذہن انتقام کی آگ میں پھنس چکا تھا، وہ بے سہارا تھی،  
 اگر اسے کسی کا سہارا حاصل ہوتا اور وہ وحشیوں کی ملک کو زندگی سے  
 محروم کر سکتی تو اپنی جان کی قیمت پر اپنے محبوب کا انتقام لیتی لیکن  
 جہاں اس کی لگا ہوں میں تاریک تھا، کوئی کئی دیوار بھی نہ تھی جس  
 سے سہارا لے کر وہ کھڑی ہو سکتی۔

اس نے مصر کی روایات کو توڑا تھا، اکا ہن عظیم کی عظمت کو  
 داغدار کر دیا تھا، فرعون کی تقدیس بھری روایات کو پامال کر دیا تھا سو  
 مصر میں اس کے لئے کون سی جگہ تھی، لیکن اب یہ تھا سادہ و اسے  
 احساس دلار تھا کہ اس کے انتقام کی کہانی آگے بڑھے گی۔ اور اس  
 نے اس وجود کو اپنا خون جگر پا کر پرانے پڑھنا شروع کر دیا کہ وہ اس  
 کی آرزوں کا درخت تھا۔

اور یہ درخت بڑھتا چلا گیا۔ لیکن ابھی وہ عکس کی تیسری منزل  
 میں تھا کہ ایک داخلی جہاز اس غشی کے کنارے آگیا اور لوگوں نے  
 اسے دیکھ لیا۔

ان میں وہ بھی تھے جو زہرہ عکس کے واقف کدے تھے یعنی اسے کہاں  
 عظیم کی بیٹی کی حیثیت سے جانتے تھے، انہوں نے زہرہ عکس کو مقدس  
 جانا، اس کے بچے کو اپنی تحویل میں لیا اور ان کا ساتھ مصر کی جانب  
 ہو گیا۔





دی۔ لیکن وہ اس سے غشی کرنے لگی تھی، سو وہ اس کے لئے سوئی اور پھر اس نے میری موت کا فیصلہ کیا۔ لیکن میں نے گئی ہو اس لئے مجھے تکل نہ کر سکی کہ تو میرے شمع میں تھا، اور کاہن اعظم کا تقدس میرے وجود کا محافظ، انہوں نے مجھے درخت کے ایک کھوکھلے تنے میں جھانک دیا، اور اس کے بعد میں میری سچی توجہ علم ہوا کہ وہاں کے حالات بدل چکے ہیں۔ یوں پھر پریشانی اور مصیبتوں کے درمیان آنا پڑا، اور اب میرے بیٹے میں تھ سے درخواست کرتی ہوں کہ تو اس عورت کو تلاش کر اور اگر مجھے وہاں کا راستہ معلوم ہو جائے تو، تو جا اور جا کر اپنے باپ کے گون کے بدلے میں اس کو قتل کر دے۔ اور اگر تو دوسرے یا اپنی اس کو کشش میں کامیاب نہ ہو سکے تو یہ لازم ہے کہ اپنے اولاد کو اس انتقام کی وصیت کر جا، اور اگر اس کی اولاد بھی یہ کام نہ کرے تو پھر اسے چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کو وصیت کر جائے یہاں تک کہ تیری نسل سے کوئی ایسا پیدا ہو جو میری روح کو سکون بخش دے۔ اور اس حیات ابدی کا پرچار کرنے والی عورت کو موت کی نیند سلا دے۔ ممکن ہے کہ مجھے ان باتوں پر یقین نہ آئے۔ مگر یہ سارے واقعات مجھ پر گزرتے رہے ہیں اور یہ سب میری آنکھوں دیکھی باتیں ہیں کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا تھا، سہ تو وہ دار پہنچ کر اس سچائی کا؟

سلمان رکا اور پھر وہ دستکھوں والے جتنے کو پڑھنے لگا۔ سب سے پہلے یہ جتنا کہ دستخط تھے، اور اس کے نیچے چھوٹی سی تحریر تھی: "تو تیرا وہی مریضی دیکھ کر جاؤں، اب اپنے بیٹے کے ہر کتابوں۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں کے دستخط اور چھوٹی چھوٹی تحریریں تھیں جن کا ماحول یہی تھا کہ وہ جو کام انجام دے سکے، ان کا بیان اسے انجام دے۔ قدیم انگلستانی زبان میں، اور دین میں مختلف زبانوں میں، یہ تحریریں لکھی ہوئی تھیں، اور ان کا مقصد یہی تھا، سب نے اپنے اپنے بیٹوں کو نصیحتیں کی تھیں کہ وہ انتقام لیں، اور یہ آخری خط کا نشان کا تھا، جو مسلمان کے نام تھا۔ یہ تحریر بھی ختم ہو گئی، اور میں نے اپنے اور گرد و قریب کو جان بڑھایا۔ یوں لگتا تھا جیسے تمام دینیں اب ہمارے درمیان آسمان کی آواز تھیں جو اس انتقام کو پورا کر سکتی تھیں، فضلاء میں عجیب عجیب سی غشوں میں جکڑا رہی تھیں اور ماحول اتنا ہی ہو گیا تھا کہ ہمارے پہلے میں سر دی سے کچھ ثابت ہونے لگی، لیکن پھر آہستہ آہستہ مسلمان کی حالت بہتر ہونے لگی۔ شاید اس پر ان لوگوں کا سایہ ہو گیا تھا وہاں اور پھر میری جانب دیکھ کر بولا۔

"اٹھئے چاہا جان، ہمارا مقصد پورا کر چکے ہیں، میں نے

ہو چکا کہ اسے دیکھ سلیں کی آنکھوں میں ایک عجیب سا جذبہ تھا رہا تھا، اس کا چہرہ سرخ تھا۔ لوگوں لگتا تھا، جیسے اب وہ تمام اثرات سے آزاد ہو گیا ہو۔

"میرے۔ مجھے بتاؤ کہ اس سلسلے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ میں نہیں بکھڑکتا چاہا جان، کہ میری زندگی مجھے یہ جہالت سے لگا یا نہیں کہ میں اپنے اجداد کے اس فرض کو پورا کر سکوں لیکن جیسا کہ میرے اجداد کرتے چلے گئے ہیں میں اس سے مزید نوزوں گا۔ یہ مقدس امانت صدیوں کے بعد مجھ تک پہنچی ہے تو میرا فرض جیسے کہ میں اس سلسلے میں جہد جہد کروں، میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ میں اس سفر پر روانہ ہوں گا۔ اور وہ سب کچھ کرنے کی کوشش کروں گا جو میرے اجداد کرتے چلے گئے ہیں اگر کام ر ہا تو جو ہدایت آپ دیں گے اس پر عمل کروں گا اور اگر اس جہد جہد میں موت لگتی تو بھی میرے لئے بڑی نہ ہوگی۔ ہاں اس کے لئے چاہا جان میرے ان الفاظ کو گستاخی پر محمول نہ کریں۔ میں آپ کو کھلی اہانت دیتا ہوں کہ اگر آپ کا دل چاہے تو میرے ساتھ شریک رہیں وہ دن الٹا کر دیں۔ یہ سب کچھ میں آپ کے ہر ذکر پر ہوں، ہر طرح سے آپ کی اپنی ملکیت ہے۔ آپ کے جسمی طواری چاہیں استعمال کریں، جو کچھ ہر طور اس کا کوئی تعلق براہ راست مجھ سے ظاہر نہیں ہو سکتا ہے آپ اپنے طواری زندگی گزریں اور مجھے اپنے طواری دیرانی میں مصروف ہو جائیں دیں۔

"گو یا تم یہ فیصلہ کر چکے ہو۔ کہ تم اس تحریر کے مطابق عمل کر گے۔"

"ہاں چاہا جان، میرے اور گرد و قریب تمام لوگ موجود ہیں، جو اس سلسلے میں کوششیں کرتے رہے ہیں اور اس میں ناکام رہے ہیں۔ یہ ایک مقدس فریضہ ہے جو میرے سپرد کیا گیا ہے۔ میں بھی اسے پورا کرنے کی کوشش کروں گا۔ ناکام رہا تو میری تقدیر ہے۔"

"گو یا تم اس تحریر پر مکمل اہتمام کر چکے ہو؟"

"ہاں۔ میرے اندر سے جو آواز یہی نکل رہی ہے، وہ اس بات کا اظہار کر رہی ہے کہ یہ تحریر غلط نہیں ہے۔ میں اسے کسی طور جھٹکا نہیں سکتا۔ یہ سب کچھ حقیقت ہے اور میں حقیقتوں سے گریز کرنا نہیں چاہتا۔"

"تو پھر برحق دیکھ کیسے ممکن ہے کہ میں نے جو تمہیں اپنی اہل کی مانند پر دان پڑھایا ہے، ان لمحات میں تمہارا ساتھ پھر نوزوں ٹھیک ہے، میں خود بھی تمہارے ساتھ اس سفر کے لئے آمادہ ہوں، لیکن اس مہندق کا کیا کر دے؟"

میں نے اس تہہ خالی میں دن کر دیا جانی ممکن ہے چاہا

کا پروانہ کر لیں۔ ان سالات میں کچھ اور ہوگ اس تک پہنچیں گے اور شاید ان میں وہ ہر جو میرے اجداد کی روح کی تسکین کا باعث بنے۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن ابھی اس صندوق میں اور بھی چیزیں موجود ہیں، انہیں بھی دیکھ ڈالو۔"

"ہاں۔ اس سفر کے مقاصد کے لئے اگر ہم انہیں دیکھ لیں تو کوئی حرج نہیں ہے، اور نہ میرا فرض مجھ تک پہنچ چکا ہے؟"

"پھر بھی تم ان کا ہاتھ لو۔ میں نے کہا، اور سلمان میری ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ یہ ایک نقشہ تھا جس میں جگہ جگہ قدیم اور مختلف انداز کے نشانات بنے ہوئے تھے اور یہ ہیں میرے اجداد انفریقہ کی نشاندہی کرتے تھے، وہ بلند و بالا مینار جو پہاڑی چوٹیوں کے تراشے ہوئے تھے نقشے میں واضح تھے۔ گو یا ان تک پہنچنا اولیت رکھتا تھا۔ اور اس کے بعد اس ملک کی تلاش، ہم نے یہ نقشہ ایک اور کاغذ پر اتار لیا تاکہ یہ ہمارے پاس محفوظ رہے اصل جہان میں وہیں چھوڑ دی گئی۔ اور پھر ہم تہہ خانے سے باہر نکل آئے۔ مسلمان پر عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ وہ کھو یا کھو یا سا نظر آ رہا تھا۔ اس کے ذہن پر اس کا کاش طاری ہو گیا تھا۔ اور اب میں بھی فیصلہ کر چکا تھا کہ جلد اگر اب زندگی ان لمحات میں ایک اور تبدیلی پائی ہے تو وہی ہے۔ اگر پھر اُنے اُنے انفریقہ میں موت لگتی ہے تو موت کو کون مال سکا ہے۔ میں بھی اس دوران اپنے طواری پر سوچتا رہا تھا، مجھے اپنے آباؤ اجداد یاد آ رہے تھے جن سے پھرے ہوئے اتنا عرصہ گزرتا تھا کہ اب تو ان کی شکلیں بھی ذہن سے خوب ہو چکی تھیں۔ نہ جانے کیا کیا تبدیلیاں ہو چکی تھیں اور ان نہ جانے کون کون ہو گا، اور کون نہ ہو گا، لیکن جن سے واسطہ ہی ختم ہو چکا، انہیں یاد کرنے سے کیا فائدہ۔"

دوسرے دن مسلمان پر سکون تھا، اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"میں چاہتا ہوں چاہا جان کہ اب ہم اس معاملے میں دیر نہ کریں۔ سب سے پہلے ہمیں ایک لائحہ عمل متعین کرنا ہو گا، کہ کس طرح ہم ان علاقوں کا سفر کریں گے، اس کے علاوہ میں نے ایک اور کام کیا ہے، اس نقشے کی میں نے کئی کاپیاں تیار کرانی ہیں، ہنگو اگر ان میں سے کوئی ایک گم ہو جائے تو دوسری ہمارے پاس موجود رہے۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ یہی اس سلسلے میں لائحہ عمل کی بات، تو میں خود بھی چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں ہم غور و خوض کرنا پہلے اقدامات کا تعین کریں اور پھر رواجی کا فیصلہ، ہم ان لوگوں کی طرف اندر سے اقدامات نہیں کریں گے کیونکہ ہم جہد بہ دور میں سانس لے رہے ہیں۔ ہم نہایت محسوس بنیادوں پر وہاں تک کا سفر کریں گے۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ مسلمان نے کہا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میرے گرد بیٹھ جاؤ، اور ایک ڈائری ترتیب دو جس میں ہم سلسلے دار اپنے اقدامات کا فیصلہ کریں گے۔ مسلمان نے میری ہدایت پر عمل کیا، اور ہم کافی دیر تک اس سلسلے میں غور و خوض کرتے رہے۔ تقریباً تمام دن ہی بیت گیا تھا، لیکن اس دن نے ہمیں ایک لائحہ عمل دیا تھا، اور اب ہم اس پر بدستوری عمل کر سکتے تھے۔"

عمل کے پہلے دور میں ہمیں چند سرچھے لوگوں کا بندوبست کرنا تھا جو ہماری مانند ہوں، لیکن یہ فیصلہ بھی کیا تھا ہم نے کہ انہیں حقیقت حال نہ بتائی جائے گی۔ ہم جو حضرات جس قسم کی مہات پسند کرتے ہیں انہیں ان کی پسند کے مطابق ہی ملھن کرنا تھا۔ اگر انہیں صحیح صورت حال بتادی جاتی تو چند ہستہ زائے قہقروں کے علاوہ ہمارے ہاتھ لوگ نہ آتے۔ ظاہر ہے وہ لوگ فراخ رو کے دور کے ایک شہزادے کے لئے اپنی زندگیاں کس حساب میں خطرے میں ڈالتے تھے جسے اپنے آباؤ اجداد کا انتقام لینا تھا۔ یہی مجھے سبب کے سبب کہ اس نوجوان اور اس پر شہرے شخص کا دماغ چل گیا ہے۔ اور کسی خواب پریشان نے انہیں آلیسے۔ اور اس طرح کہ ان کی عقلیں سلب ہو گئی ہیں۔ چنانچہ یہ خود کو تو بلاکت میں ڈالتے ہیں۔ دوسروں کی زندگی کے گامک بھی بنے ہیں۔ لیکن ہم نے جو بندوبست کیا تھا، وہ خوب تھا اور ہمیں یقین تھا کہ اس طرح ہم ان لوگوں کو اپنے مقصد کے لئے آمادہ کر سکتے ہیں، اور اس عمل پر آہستہ آہستہ ہی کام کیا جا سکتا تھا جس کے لئے میں اور مسلمان مصروف تھے۔ خیر کے سکون کے لئے بھی ہم نے چند فیصلے کئے تھے۔ اس پر جو بحث ہوئی تھی کچھ بھی حقی مسلمان نے کہا۔

"چاہا جان، ہم نے جو فیصلہ کیا ہے۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ نا انصافی تو نہیں ہے۔؟"

"نہ ہے تو سہی، لیکن یہ لوگ کسی بھی مفروضہ پر عمل کرنے کے لئے زندگی داؤ پر لگانے والے ہوتے ہیں۔"

"تو قدر کرنے اگر یادی کی اور میں اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا تو میں بے چاروں کے ہاتھ کیا آئے گا۔؟"

"موت تکلیف اور پریشانی۔؟ میں نے جواب دیا۔

"کیا اصولی طور پر یہ درست ہو گا چاہا جان؟"

"ہرگز نہیں، کسی کو دھوکہ دے کر اس سفر پر آمادہ کرنا اور وہ بھی موت اپنے مقصد کے لئے ایک غیر شرعیانہ حرکت ہے۔ اس کے عرض میں میں نے لئے موت ایک ہی عمل کر سکتے ہیں۔؟"

"دیکھا۔؟"

"وہ یہ کہ یہ جو کچھ ہمارے پاس نہ کار پڑا ہے۔ اور اتنے کہ

اگر ہم دلوں میں کر لے ساری زندگی غریب کریں تو اس کا پہلا سولہ جز بھی استعمال نہ کر سکیں۔ کیوں نہ لے لیں ان لوگوں کے لئے وقت کر دیں۔ غلامانہ وقت سے پہلے لے لیں یا بعد میں۔

اور وہ تو بہتر ہے، لیکن اگر وقت سے پہلے لے لیں، تو یہ سب کچھ ان کے حوالہ کر دیتے ہیں وہ ہمارے وقت پر شک نہ کریں؟

تو کھریج ہے۔ ہم ان کرتے ہیں، اگرچہ ان لوگوں کو ہم اپنے ساتھ شامل کر دیتے ہیں، مگر وقت کے لئے کچھ رومات وقت کر دیں گے، اور یہاں اپنی ایک وصیت یاد کر کے رکھ دیں کہ ان میں سے جو شخص زندہ سلامت دہس آئے اسے ہر لوگ بھی کر دی جائے، جو مر جائے اس کا نہ ماننا، اور اگر ہم خود وہیں آگئے تو پھر انہیں ان کی نصرتوں کا صلہ لینے لگے، اور اگر دیں گے۔

یہ تجویز بھی بے پسند آئی، اس کے علاوہ اور کئی نصرت ماننے نہیں ہے۔۔۔ سلمان نے کہا۔

ہاں مجھے اہم افریقہ ان قدرتی دولتوں سے مالا مال ہے جو انسان کی زندگی میں بڑی ہیبت رکھتی ہیں، لیکن پہاڑوں اور جنگلات میں ان کا وجود بے معنی ہے، اگرچہ وہ واقعی کوئی ایسی چیز ہے جی جاتی ہے، تو یہ وہ بڑی خوشی ہے ان لوگوں میں برابر تقسیم کر دی جائے گی۔

”پہلے یہ ٹھیک ہے، میں طرز سے کم از کم بارے ذہن کو تصور میں سامنے کر کے ہم نے انہیں غلامانہ سے اپنے مقصد کے لئے آمادہ کر دیا، لیکن ان کے ساتھ مکمل نا انصافی نہ ہوئی۔۔۔“

سلمان نے جواب دیا۔ میں غامض رہا تھا۔ میرا غور ہمارے کام کا آغاز ہو گیا، قابر کے جوئے چھوٹے قبور خانوں میں ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم جاتی تھی جو غلامانہ کے شہرے و دوسکے خزانوں کی فکر میں غلامانہ رہتے تھے، دور جگہ تانوں کی خاک چھانٹتے زمین میں دفن شدہ مقبرے تلاش کرتے، بعض لوگوں کی تو زندگی اسی طرح گزر جاتی تھی، کسی کام کے نہ لگنے کے، بس قبور خانے میں جو کچھ کی ساری لڑتے رہتے تھے، مفلوک الحال تھے، اور اس وقت کے منتظر جب ان کی زندگی میں کوئی سہارا نہ آتا تھا۔ چنانچہ میں نے ان سلطان کے قبور خانوں کی الگ الگ سیر شروع کر دی، میری ملاقات سب سے پہلے قطیف سے ہوئی، مجھے مجھے بدن کا شخصی ڈانگی دلائی تھی، اپنے جیڑوں کی بناوٹ اور آنکھوں کی شکل سے انتہائی مضبوط قوت ارادی کا ایک معلوم ہوتا تھا، میرے لئے اپنے مقصد کا پایا تو اس سے راہ و رسم بڑھائی۔ دو یا تین دن کی نشستوں میں، میرے اس بے غامضی کے میں ایک جہم جہم ہوں اور دلچسپی کی خوش میلا محراب مشغلہ، قطیف میری اس شخصیت سے

بے بہا، متاثر نظر آیا تھا۔

اس نے بتایا کہ وہ خود بھی ایک اچھا علاج رہ چکا ہے، اور اکثر بارہائی جہازوں پر طویل سفر کر چکا ہے۔ لیکن اس کی بے غامضی ایسی کوئی بڑی کامیابی حاصل نہ ہوئی، سوائے اس کے کہ ایک بار مصر کے عظمیٰ کے سمندر کے کنارے اسے ایک سہرا۔۔۔ کتبوں سے بھری تھیلی مل گئی تھی۔ جس نے اس کی زندگی کو بے غامضی کے لئے دلچسپیاں بخش دی تھیں۔ وہ بڑی حسرت سے کہنے لگا۔

”کاش، میری تقدیر میں بھی کوئی دھندلاہٹ آتا۔ لوگ دھندلاہٹ کی تلاش میں جاتے ہیں اور مالا مال ہو کر آتے ہیں، خود میں نے مصر میں کئی ایسے آدمیوں کو دیکھا ہے جو کبھی کچھ نہ تھے، لیکن جہازوں سے تھے، وہ ایسے تاریک بظنوں میں نکل گئے، جہاں انسانی قدم کم ہی پہنچتے تھے۔ لیکن جب وہ لوگ واپس آئے تو ان کی شخصیتیں ہی بدل گئیں۔ اور آج وہ یا تو قاهرہ کے متول افراد میں شمار ہوتے ہیں، یا پھر باہر کے ملکوں میں نکل گئے ہیں اور وہاں اپنی کمالات کا رعب جمانے ہوئے ہیں۔“

تم جہاز رانی کے بارے میں کیا جانتے ہو قطیفی؟ میں نے سوال کیا۔

”یہ کہ ایک چھوٹی سی کشتی سے میں ہزاروں میل کا سفر کر سکتا ہوں۔ کشتی رانی بھی دراصل ایک فن ہے۔ سمندر کے سینے پر انسانی زندگی کس طرح گزاری جاسکتی ہے، ایک عام انسان یہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ ایک کامیاب سفر کے لئے جو بے وسائی ہو، انسان کو کیا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن وہی بات ہے کہ اس چیز کا کوئی مقصد ہو، یہ مقصد سفر پر پے کے سر بھرے کیا کرتے ہیں۔ ہم لوگ ذرا اس بارے میں مختلف ہیں۔ قطیفی نے اپنی دانست میں ان جہم جوڑوں کا مذاق اڑایا جو صرف دنیا کو دکھانے کے لئے طویل و عریض سمندری سفر کرتے تھے اور جن کے بارے میں تفصیلات اخبارات میں آتی رہتی ہیں، میرا چہرہ پر سجدگی کے آثار دیکھ کر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم کس سوچ میں پڑ گئے دوست۔ کیا تمہارے ذہن میں کوئی خاص بات ہے؟“

”ہاں قطیفی، ایک ایسی بات جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔“

”کیا؟“ قطیفی کی چمکدار آنکھوں میں اور بھی چمک پیدا ہو گئی



اور اس میں نے پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے وہ بیکے نکالے جنہیں میں نے بمشکل مہیا کیا تھا، ایسے بہت سے سکتے سامان کے پاس بھی تھے۔ اور وہ الگ اپنی مہم پر نکلا ہوا تھا۔

سو نے کے ٹیڑھے ٹیڑھے سکوں پر عجیب و غریب نشانات تھے، جو ہم نے ہی کندہ کئے تھے، اور پھر انہیں اس طرح دھندلا دیا تھا، کہ وہ قدیم ترین محسوس ہوں ایسے کئے کسی خاص دور سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ بس ان کی حیثیت بڑا سرار قسم کی تھی۔ قطیفی نے بھی پچھلی آنکھوں سے ان سکوں کو دیکھا، اور پھر ان میں سے ایک سے ہاتھ پر اٹھایا اور اپنا رد مال میز پر رکھ کر سکتے کو اس پر رگڑ کر یہ اندازہ لگایا کہ یہ خالص سونے کا ہے یا اس میں کوئی ملاوٹ ہے۔ لیکن سکتے خالص سونے کے تھے، اور انہیں۔ انہیں لوگوں کو پھانسنے کے لئے تیار کر دیا گیا تھا۔ اس نے متحیرانہ انداز میں یہی جانب دیکھا اور حیرتیں انداز میں بولا۔

”اوہ یہ تو خالص سونے کے ہیں۔ اور اتنے سکوں کی رعیت اچھی خاصی ہو باقی ہے۔ اور اس کا مطلب ہے کہ تم اچھے خاصے مالدار آدمی ہو دوست۔“

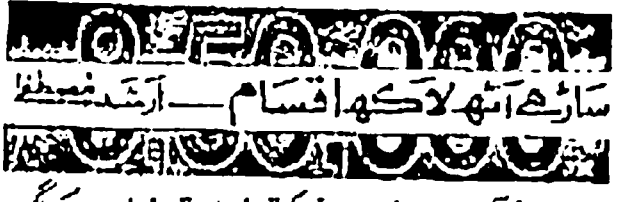
”ہاں قطیفی۔ تمہارا خیال درست ہے لیکن تم بھی میری طرف دولت مند ہو سکتے ہو۔ بشرطیکہ تم دل و جان سے ایک مہم کے لئے تیار ہو جاؤ۔“

”اوہ۔ اوہ۔ ان سکوں کا کیا راز ہے مجھے بتاؤ۔“ وہ قطیفی نے کہا۔ اور میں نے پہلے سے تیار شدہ کہانی اسے سنائی۔ اس کا لب لباب یہ تھا کہ میرے ہمدرد نے عظمیٰ افریقہ کے ایک ایسے گوشے میں جانچا تھا، جو انسانی علم سے باہر ہے اور وہاں انہیں کافی مشکلات پیش آئیں اور وہاں سے وہ عظیم خزانہ لائے جو اگر آبادیوں تک پہنچ جاتا، تو کسی بھی انسان کو متحمل ترین بنا سکتا تھا۔ البتہ ان کے لباس میں ایسے چند شے پوشیدہ تھے، جو انہوں نے بس بے غامضی میں جس نے تھے، جس نے قطیفی کو وہ نقشہ بھی دکھایا جس کے تحت ہم سمورے ہی جدید کے بعد اس مقام تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور قطیفی اتنا بے حوش ہو گیا کہ اس کا چہرہ دیکھنے کے قابل تھا۔ اس کی آنکھیں ابلی پڑی تھیں، اس نے اپنا لڑتا ہوا ہاتھ میرے بازو پر رکھتے ہوئے کہا۔

”مادہ دوست، اگر یہ بات سب تو تم قطیفی کو اپنا غلام بھجو

یوں جانو کہ قطیفی تمہارے ساتھ اس مہم میں شریک ہے، یہی یہ دولت حاصل کرنے کے لئے زندگی کی بازی لگا رہی چاہیے دیکھو نا اگر دولت ہے تو انسان کی زندگی بھی خوبصورت ہو جاتی ہے۔ ورنہ کیا رکھا ہے ان قبور خانوں میں، قہرے کی پیالیاں پیٹتے ہوئے اور بعض اوقات تو ان پیالیوں کی ادائیگی کے لئے بھی پیٹے نہیں ہوتے ہمارے پاس۔ اگر ہم ایک بھر پور کوشش کر ڈالیں، تو ممکن ہے ہماری قسمت یاد رکھی جائے۔“

”میں بھی یہی چاہتا ہوں قطیفی، لیکن تم جانتے ہو کہ اس قسم کی کارروائیاں آسانی سے نہیں ہوتیں۔ ان کے لئے طویل جدوجہد کرنا ہوتی ہے۔ اور کچھ افراد کو بھی اپنے ساتھ رکھنا پڑتا



اپنے آس پاس مشرب ارض کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ اگر یہ بے اندازہ ہو، وقت کی شے کو شے پوری زمین کی ملکیت کا دعویٰ کرے تو بے جا نہ ہو گا کیوں کہ جو زمین کا دور ہے، کیڑوں کو لگا کرتے ہیں، تو لا نہیں کرتے۔

”زمین پر ایک انسان کی نسبت میں کروڑ مشرب ارض ہیں اور یہ تناسب دوزخ و جہنم رہا ہے۔ یہ کشف ایک امر کی جڑ سے انسان اور پندے نے کیا ہے۔ جہد سے کا اندازہ ہے کہ کسے کو شے نیا ہر کی فضل کا ایک تسائی حصہ برہا کر دیتے ہیں۔ انسان تدبیر زانوں سے کیشے لہو دلی ایسا کرنے کی جگہ و دوزخ کا ہے، سب سے پہلے گندھ اور سکھا وغیرہ کا استعمال کیا گیا، لیکن اب تک جہد دور کی ملک ترین دوزخ ہی اس مخلوق پر تابو نہیں چسکی ہیں۔ حضرات ہر دوا کے خلاف اپنے اندر مافوقی نظام وضع کر لیتے ہیں اور بڑھتے ہی پہلے ہلتے ہیں۔ ایک اندازہ کے مطابق دنیا بھر کے مہلکوں کا اتنی فیصد حصہ کیڑوں کوڑوں پر مشتمل ہے، ماہرین طب تک ساتھ ساتھ کچھ پچاس ہزار قسموں کے کیڑے دریافت کر چکے ہیں، سلسلہ جاری ہے۔ ہر کیڑوں کی دوسری قسم دیکھتے ہیں آتی ہیں۔ ان اقسام میں سب سے زیادہ تعداد جہنم کی ہے۔ دوسرے زمین کے چھوٹے بڑے تمام جانوروں کے وزن کا پچاس فی صد وزن جہنم پر مشتمل رہا ہوتا ہے۔ حیاتیات کے ماہرین کہتے ہیں، اس سلسلے کا سبب یہ ہے کہ وہ بارہ ایسے حالات پیدا کر رہے ہیں جہاں کیڑے بڑھنے کی کھلی دشمنی میں پڑ رہے ہیں۔

ہے۔ اگر میں یہ کام اپنے سر انجام دے سکنا تو یقیناً یہ کوشش  
 کرنا ممکن ہے۔ یہ حالت تھی، بلکہ میری آنکھ نے اسے لوگوں  
 کی تلاش شروع کر دی جو میرا بھرپور ساتھ دے سکیں۔  
 قلعی کو اپنے ساتھ شامل سمجھو، ویسے میں صحیح طور  
 پر تیار اقدار حاصل نہیں کر سکا۔  
 میرے دوست، میرا نام بلر زلوفان ہے، ایشیا کے  
 ایک علاقے کا باشندہ ہوں لیکن پوری زندگی قاہرہ ہی میں  
 گذاری ہے اور اب اپنے آپ کو مصری کہلانے میں فخر محسوس  
 کرتا ہوں۔ میرے ساتھ میرے ایک دوست کا بچہ بھی قیام  
 پذیر ہے، جس کا نام سلمان ہے اور جو اس مہم کے لئے مجھ سے  
 زیادہ بہتر ہے کہ لوگوں سے اور زندگی کو حسین تر دیکھنے کا  
 خواہاں، ہر چند کہ ہم ایک بہترین زندگی گزار رہے ہیں۔ اور  
 ہمارے پاس دولت کی کمی نہیں ہے لیکن خزانوں کی بات ہی اور  
 ہے، اول تو ہمیں اس سے دلچسپی ہے، اور اس کے بعد یہ خواہش  
 بھی ہے کہ ہم دولت مند ترین ہوں۔  
 ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے، لیکن بڑا کرم تم  
 مجھے اس مہم کے لئے نظر انداز مت کر دینا۔  
 قلعی نہیں۔ مجھے تمہارے جیسے ساتھیوں کی ضرورت  
 ہے بلکہ ہمیں کچھ اور افراد کی بھی ضرورت ہوگی، جس کے  
 لئے میں تم سے تفصیلی بات کروں گا، اس سے پتہ چلے گا  
 رات کو پہنچ جانا، اور رات کا کھانا میرے ساتھ ہی کھانا  
 جس وقت قلعی رات کے کھانے پر پہنچا تو سلمان  
 کے ساتھ فیکان نامی ایک شخص بھی موجود تھا، وہ ایک عرصہ  
 ڈاکر تھا اور سلمان نے کیا خوب انتخاب کیا تھا، چور سے  
 چلنے بدن، بلند بااقتاد کا مالک یہ شخص بھی ایک بہترین  
 اور ہم جو معلوم ہوتا تھا۔ سلمان نے اسے بھی اسی انداز میں  
 اپنے شیکے میں بٹھانا تھا جس طرح میں نے قلعی کو ہمارے  
 رات کے کھانے پر مدعو کر دیا تھا۔  
 میں ہم لوگ سرگرم ہو کر بیٹھے اور کھانا کھانے کے بعد  
 اس مہم کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ میں نے اپنے دونوں  
 ساتھیوں سے کہا کہ دوستو! کسی بھی مہم کو راز رکھنے کے لئے  
 ضروری ہوتا ہے کہ اسے اپنی زبان پر نہ لایا جائے، ہم لوگ  
 جو کچھ کریں گے، اس پر نہایت راز داری سے عمل کریں گے۔  
 ہر چند کہ میں مزید کہ لوگوں کی ضرورت ہوگی، لیکن ہرگز یہی  
 ہے کہ ایسے لوگوں کا انتخاب کیا جائے جو مضبوط قوت ارادی  
 کے مالک، جگر اور بہادر ہیں، اور بہادر وہی ہوتا ہے جو

اپنے راز کو سینے میں چھپا کر رکھے۔ ہمارے دونوں ساتھیوں  
 نے اس بات سے اتفاق کیا تھا۔  
 بہر حال مزید چند دنوں کی کوشش کے بعد ہم نے  
 فرازی نامی ایک شخص کو بھی تیار کر لیا، جو فنون حرب کا ماہر تھا  
 اور جنگلات کی زندگی کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا، اس  
 طرح ہمارے علاوہ یہ تین افراد ایسے شریک ہو گئے تھے جو اس  
 مہم میں ہمارے بہترین ساتھی ہو سکتے تھے۔ سلمان کا خیال تھا کہ  
 لوگوں کی زیادہ بھرپور مدد کی جائے۔ ہر چند کہ یہ معاملہ ایک مہم  
 کا ہے، لیکن کوشش یہ کی جائے کہ کم سے کم افراد اس میں  
 شریک ہوں۔ ان تین آدمیوں کے علاوہ ہم نے طے کیا تھا کہ  
 آٹھ مزدوروں کا انتخاب کیا جائے جو بہترین معاوضہ لے کر مہم  
 ساتھ اس مہم میں شریک ہو جائیں، اور ایسے مزدوروں کی فراہمی  
 بھی قلعی نے اپنے ذمے لے لی تھی۔ اس کے بعد ہمارے  
 درمیان آخری بات چیت ہوئی۔  
 میں نے پیشکش کی ان سب کو کہ اگر ہم خزانے کے  
 حصول میں کامیاب ہو گئے، تو خزانے کے چھ برابر اتنے ہوں گے  
 جن میں پانچ حصے ہم لوگوں میں تقسیم ہو جائیں گے، اور ایک  
 حصہ ان مزدوروں میں تقسیم کر دیا جائے گا جو ہمارے ساتھ  
 اس مہم میں شریک ہوں گے، مغرب لوگ بھی زندگی کی  
 لطفوں سے لطف اندوز ہو جائیں تو کیا حرج ہے، پھر میں  
 نے انہیں اس پیشکش کا دوسرا حصہ سنایا۔ میں نے ان سے  
 کہا کہ اگر ہم کسی طرح بھی اس مہم میں ناکام رہتے ہیں، تو  
 چوٹ میں سے اور سلمان نے آپ لوگوں کو اس کام پر آمادہ  
 کیا ہے، اس لئے یہاں قاہرہ واپس آنے کے بعد آپ لوگوں کو  
 آپ کے وقت کے زیاں کا معاوضہ تیس تیس ہزار دینار کی  
 شکل میں ادا کیا جائے گا، اور یہ تیس تیس ہزار دینار ہم  
 نے آپ لوگوں کے لئے مخصوص کر رکھے ہیں، لیکن یہ اسی  
 شکل میں کہ ہم لوگ ناکام لوہیں، اگر خزانہ ہمارے ہاتھ  
 لگ جاتا ہے تو پھر یہ معاوضہ نہیں دیا جائے گا کیونکہ یقینی  
 طور پر اس کی مالیت اس سے زیادہ ہوگی۔  
 تینوں افراد کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا تھا، خداوندی  
 نے مجھ سے سوال کیا۔  
 یہ یقین کیسے کر دیا جائے کہ اگر ہمیں ناکامی ہوئی ہے  
 تو واپسی میں یہ سب کچھ ہمیں مل جائے گا؟  
 اس کے لئے ہم مطلوبہ دینار کسی بنک میں جمع کر لیتے  
 ہیں، اور کسی وکیل کو مقرر کر کے یہ وصیت اس کے سپرد کر لیتے

میں، گزشتہ۔۔۔ ٹوٹنے والے کو یہ دینار ادا کر دیئے جائیں، فرض  
 کرو، اگر خدا نہ کرے، فیکان اور قلعی واپس نہ آئیں، تو تیس  
 ہزار دینار سرخ فرازی کو مل جائیں گے اور باقی ساٹھ ہزار  
 واپس ہو جائیں گے۔ میں یہ بھی اعلان کر سکتا تھا کہ نوے ہزار  
 ایک شخص کو مل جائیں لیکن اس شکل میں خرابی یہ ہو سکتی ہے  
 ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں در آئے اور ہم ایک دوسرے  
 کے ہی دشمن بن جائیں، تاکہ واپس آکر نوے ہزار دینار مل  
 جائیں۔ میری اس تجویز کو سب ہی نے پسند کیا تھا، اور  
 پھر ان لوگوں نے بڑے بڑے جوش انداز میں اس بات کو قبول  
 کر لیا کہ اگر ناکامی بھی رہے، تب بھی وہ خسارے میں نہ  
 رہیں گے، میں نے ان کی قلعی کے لئے ضرورت کے مطابق  
 سب انتظام کر دینے، ایک اینڈ وکیٹ کو اس سلسلے میں مقرر  
 کر دیا گیا، اور یوں ہمارا یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا تھا، قلعی نے  
 ان آٹھ قوی سہیل مزدوروں کا بندوبست کر دیا تھا، جو مقامی  
 ہی تھے، اور ہم جو تھے، وہ بھی دلچسپی رکھتے تھے یہ مزدور فنون  
 حرب کے بھی ماہر تھے، آتشیں اسلحہ بھی استعمال کر سکتے تھے  
 اور ضرورت کے وقت بہترین لڑاکے ثابت ہو سکتے تھے، نہ صرف  
 ہوا کے بلکہ اس کے ساتھ ہی وہ کشتی رانی میں بھی ہماری مدد  
 کر سکتے تھے، مگر اس طرح اب وہ بڑا اگر وہ بن گیا تھا، جس میں  
 آٹھ افراد مزدور کی حیثیت سے تھے، تین وہ جن میں ایک ڈاکٹر  
 ایک جہاز ران اور ایک جنگلات کا ماہر، باقی ہم دو، گویا ان  
 تعداد میں تھی جو وحشیوں کی اس ملک سے انتقام لینے کے لئے  
 ایک خوفناک مہم پر نکلنے والے تھے، اس مرحلے سے فارغ ہونے  
 کے بعد ہم کے دوسرے مرحلے کا آغاز ہو گیا، یعنی کسی ایسے جہاز  
 کا انتخاب جو ہمیں ہماری منزل تک پہنچانے کا انتظام کر سکے،  
 ایک اور میٹنگ ہوئی اس سلسلے میں، قلعی نے کہا۔  
 میں اس سلسلے میں بندر گاہ جا کر معلومات حاصل کر دوں گا  
 لیکن صورت حال کیا ہوگی؟  
 تمہیں کافی کام کرنا ہوگا مگر قلعی، زمین ایک موڑ  
 لایچ درکار ہوگی، ایسی لایچ جو ہمیں ہماری منزل تک پہنچا دے  
 اور ہم اس سے واپس کا سفر بھی کر سکیں، میں نے کہا۔  
 لایچ سے سفر کریں گے تو پھر جہاز کی کیا ضرورت؟  
 آپ کچھ نہیں، ہم ابتدا ہی سے لایچ کا سفر نہیں  
 کریں گے، بلکہ لایچ کسی جہاز پر بار کریں گے جس کا راز کسی خارجی  
 ساحل کی طرف ہوگا، یہ جہاز ہمیں راس العدیہ کے پاس انکار  
 دے گا اور وہاں سے ہم لایچ کے ذریعہ سفر کریں گے، واپس پر

پر اللہ مالک ہے۔ کوئی ذکر کی جہاز ہمیں مل جائے گا، نہ بلا تو  
 لایچ سے ہی کوشش کریں گے۔  
 ارادہ یہ خیال اچھا ہے، لیکن کسی جہاز کے کپتان کو  
 اس کے لئے آمادہ کرنا بھی مشکل ہوگا۔  
 اسے منہ ماٹکا معاوضہ ادا کیا جاسکتا ہے؟  
 ٹھیک ہے، میں کوشش کرتا ہوں، اس کے ساتھ ہی  
 لایچ کا بھی بندوبست کرنا ہوگا، اگر میں اس میں ناکام رہا تو  
 پھر آپ لوگوں کو بتاؤں گا؟  
 قلعی درحقیقت ایک بہترین منتظم تھا، دوسرے دن  
 اس نے فون کر کے بتایا کہ موٹر لایچ کا بندوبست ہو گیا ہے،  
 شام کو اسے دیکھ لیا جائے، اور اسی شام ہم پورے کشتی پر  
 اور پھر سب مل کر لایچ دیکھنے چل پڑے، جالیس فٹ لمبی جلیڈ  
 ترین لایچ جیسے پسند آئی تھی، ایسی مکمل نہیں ہوتی تھی، سودا ہوا  
 اور ہماری قیمت پر لایچ خرید لی گئی، ہم نے اس میں کچھ تبدیلیوں  
 کا آرڈر دے دیا، مثلاً کہیں کی جگہ اس کے درمیان ایک سٹیشن  
 ہوا لیا گیا، اس کے علاوہ ڈبل انجن اور بادبان کا نظام بھی قائم  
 کر دیا گیا، ہم نے لایچنگ کمپنی کو ہدایت کی کہ دن رات کام کرے  
 جیسے چندہ دن کے اندر اندر اس کی ڈیلیوری دے دی جائے؟  
 دوسری تیاریاں بھی پوری تھیں، نقد پینا ایک ہفتے  
 کے بعد ایک شام قلعی خوش خوش واپس آیا، حالات ہر  
 طرح ہمارا ساتھ دے رہے ہیں، بار صاحب، ایک بہت بڑا  
 مسئلہ حل ہو گیا ہے؟  
 کیا؟  
 ذی کار شیا نامی ایک بے لگلی جہاز ساحل سے لگا  
 ہے، اس کا کپتان ڈان سوانوٹ، میرا گہرا دوست، اور لطف  
 کی بات ہے ہے کہ وہ ہمیں دن کے قیام کے بعد زنجبار سے لے گا۔  
 وہ خوب، سوانوٹ ملاقات ہوئی۔  
 وہاں دو پہر کا کھانا میں نے اسی کے ساتھ کھایا تھا؟  
 کوئی بات ہوئی؟  
 ڈان سوانوٹ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں، ہمارے  
 درمیان گہری دوستی ہے، تاہم میں نے اسے تمام صورتحال سے  
 آگاہ کر دیا ہے؟  
 کیا جواب دیا اس نے؟  
 تیار ہے، راس العدیہ کے پاس وہ بھی سمندر میں آکر  
 دے گا۔  
 اتنی بڑی لایچ کو وہ جہاز پر لے کر لے گا؟

ہاں۔ البتہ میں نے ایک پیش قدمی کر دی ہے۔  
 وہ یہ کہ اس سلسلے میں وہ جو معاوضہ چاہے گا اسے ادا کر دیا جائے گا۔  
 اس نے اس کے سفر کی وجہ نہیں پوچھی۔  
 واہ۔ وہ مجھے ایک ہم جو کی حیثیت سے جانتا ہے۔  
 نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔  
 بہت خوب۔ پھر اس سے کب ملاقات ہو رہی ہے؟  
 کل۔ تلی نے جواب دیا۔  
 پانچ ہزار امریکن ڈالر پر بات ہے ہوگی۔ ڈیڑھ سو ہزار  
 غنیمت کی بات تھی۔ اس نے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔ کشتی  
 وقت مقررہ پر مل گئی۔ پہلی قریح کے عین مطابق تھی۔ اسے  
 جہاز پر پہنچایا گیا۔ اور دوسرے تمام انتظامات بھی حسب  
 غلام مکمل ہو گئے۔ چنانچہ ہم اس پر اسرار سفر کے لئے تیار تھے۔

پاک تھوڑی گاڑی لے کر ساحل چھوڑ دیا۔ آٹھوں چاکلے پور بند  
 طرح یا مزدور خوش تھے۔ ابھی کچھ وقت اس کی مصروفیت کا نہیں  
 تھا۔ اس کے بعد انہیں اپنی ذمہ داریاں سنبھالنی تھیں، مگر وہ  
 کی پہلی پہلی اپرڈوئی تھوڑے عرصے پر اسرار سفر میں طویل عرصے  
 کے بعد مجھ سے جدا ہوئی تھی۔ میں عرصے پر کھڑا ہوا تھا کہ کب تک  
 ان کی گہرائیوں میں جھانک رہا تھا۔ اب انھوں نے سلسلے دور  
 دوسرے مسند پر چلا ہوا تھا۔ پانی کی ضخیم چاند جو کائنات پر مستحکم  
 محسوس ہوتی تھی اور جس کی چمک پر اسلم کا شامیانہ سا ہوا تھا  
 رات کے وقت چاند کی شاخیں پانی سے کھینچتی ہوئی ایسی حسین  
 لگیں کہ لگاؤ اٹھانے کو ہی نہ چاہے۔ جہاز کی برق رفتاری چاندنی  
 رات میں کھلے ہوئے سستے ہیں۔ اس موسم پر کتنا عجیب ہے اس میں  
 داک نہیں کہ سہلے ہر تیرے دیکھ کر حیران ہوں۔

مکی جلی بول کے قہر سے زمین کو کائنات کے خجلانے  
 کون کون سے سرسبز وادوں سے آگاہ کر رہے تھے۔ صندوق  
 کا ازمیر سے زمین میں تھا اور میں اس پر اسرار زمین کے بارے  
 میں سوچ رہا تھا جس کی کہانیاں میری پر بھی تھیں۔  
 جس کے ا۔ میں ہم جو طریقہ طرح کی راستے میں گھومتے تھے  
 اور نہ لے لے کر ایک دوسرے کو سناٹے تھے جس کے بارے  
 میں کہاجا تھا کہ وہ سونے کی سرزمین ہے اور اگر کوئی زمین تہہ  
 و بالا ان باتوں کو جس کی قدر میں اسی طرح ستارے جھلکاتے تھے  
 ہم ہمہ تن مکی چمک ایک آسان و منفرد کرتی ہے۔ خوفناک  
 وقتی جانوں اور حیا تک لہلوں کے سرزمین کچھ ہی اے

کے بعد مسکے قدموں میں ہوگی۔  
 مسلمان چونکہ نوجوان تھا اور جہاز کی دلچسپیوں نے اسے اپنی  
 جانب گھسیٹ لیا تھا، جوان بوجھ تھا اور عمر کی پچیسویں منزل سے  
 گذر رہا تھا اس لئے اب میں نے اس پر سے پابندیاں اٹھانی تھیں  
 یوں بھی مضبوط کر دیا کہ نوجوان تھا اور یہ خدشات میرے ذہن سے  
 نکل چکے تھے کہ وہ کسی بڑی راہ پر پڑ سکتا ہے۔ حسین اتنا تھا کہ  
 جہاز پر بھی میں نے اس کے بارے میں چھ میگوئیاں سنیں تھیں، مسافر  
 لوگ اس دن کی روشنی میں ہی تھے اس کی جانب مائل نظر آتے تھے  
 خاص طور سے میں نے دو لڑکیوں کو ایک گوشے میں کھڑے اس  
 کی طرف اشارے کرتے دیکھا۔

لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ سرزمین قاسمہ بھی جن  
 دغش کی سرزمین تھی اور وہاں مسلمان کے لئے کیا کچھ کھیل نہ ہوئے  
 تھے۔ لیکن میں نے اس کھیل میں مسلمان کا کوئی کردار نہیں دیکھا  
 تھا اس لئے آج بھی اس کی جانب سے متعلق تھا۔

رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی اور میں گذرتی رات کی  
 رعنائیوں سے محفوظ ہو رہا۔ مسند کی مترنم لہروں کا منظر کچھ  
 اتنا دلکش تھا کہ میں عرصے پر ہی کھڑا رہا۔ پھر مسلمان ہی نے  
 صبح سے مجھے آواز دی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ اس  
 ایک لمحے میں مجھے مسلمان کی آواز بے حد پر نفسوں لگی، ہر حال  
 میں نے اس سے پوچھا۔

کیا بات ہے مسلمان؟  
 سارے بارہ بج چکے ہیں چچا جان۔ کیا واپس نہ  
 چلیں گے۔  
 میں چونک پڑا۔ کیا کہا سارے بارہ؟ میں نے کلائی  
 پر ہندھی گھڑی دیکھ کر کہا۔

ہاں۔ کیا آپ بہت دیر سے یہاں کھڑے ہوئے ہیں؟  
 وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہو سکا۔  
 کچھ سوچ رہے ہوں گے۔ مسلمان نے مسکرا کر کہا۔ اور  
 میرے بونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔  
 سوچ تنہائیوں کی رفیق ہوتی ہے۔ ایک خیر خیر کی سی تھی  
 جو ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔  
 کیا خیال تھا زمین میں پڑ چھ سکتا ہوں۔  
 کو کوئی ایک نہیں۔ بس ماضی ہر انسان کا شریک ہوتا  
 ہے۔ مستقبل کی کوئی شکل نہیں ہوتی۔  
 ہاں۔ مستقبل سنگ مرمر کے اس مجسمے کی مانند ہوتا  
 ہے۔ جس کے خدوخال نہ۔ تراشے گئے ہوں۔ دیکھتے آہستے

آنے والے وقت کے بارے میں ضرور سوچا ہوگا؟  
 یہ کہیں نہیں۔ خیالات پر کسے قابو ہے؟  
 آپ کا ان معاملات کے بارے میں کیا خیال ہے ایک  
 ہم اپنی اس مہم میں کامیاب رہیں گے؟  
 میں پیش گوئی نہیں ہوں۔  
 نا ایزہ تو لگا سکتے ہیں۔ مسلمان اس وقت بہت خوش  
 معاش ہوتا تھا۔ اپنی فطرت کے خلاف گفتگو کر رہا تھا۔ درنہ  
 کہ کوئی اس کی رشتہ تھی۔ جتنی نہیں تھا۔ کسی بھی سلسلے  
 میں بحث اسے سند تھی۔ لیکن اس وقت اس کا بچپن  
 سوچ کر آتا تھا۔

اندازہ ہی لگانا مشکل ہے نور چشم۔ تم کسی ایسی ایسی  
 سیاح میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہو  
 جس سے ہم ناواقف ہیں؟  
 میں آپ کو اپنے احاسات بتاؤں؟  
 اگر مناسب سمجھو تو۔

مجھے یوں لگتا ہے چچا جان۔ جیسے کچھ انجانی آنکھیں میری  
 نگوں ہیں۔ بہت سے لوگ میرے ساتھ ہوں۔ ان کی آوازوں  
 کی جھنجھکاہٹ میرے کانوں میں گونجتی۔ جتنی سب سے  
 یہ آوازیں تم سے کچھ کہتی ہیں؟ میں نے پوچھا۔  
 کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مختلف زبانیں بولتی ہیں۔ مسلسل  
 بولی جاتی ہیں۔ ایک دوسرے میں گڑبڑ ہو جاتی ہیں۔ میں کچھ  
 سمجھ نہیں پاتا۔ سنان نے اُچھے ہوئے پیچے میں کہا۔

میں تھوڑی دیر تک اس کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر میں نے  
 گہری سانس لے کر کہا۔ مسلمان میرے دوست اور چند کر میری  
 زندگی سادہ ہے اور میں نے اس کے نشیب و فراز دیکھ نہیں  
 دیکھے۔ مگر ایک ہی انداز میں گذری ہے۔ اور سوائے شہر کے ہندو  
 صفت کے میرے ساتھ کوئی الجھن نہیں پیش آئی۔ لیکن لمبے تجربے  
 کا نام ہے۔ میں نہیں اور کچھ نہیں دے سکتا لیکن اپنا تجربہ  
 ضرور تمہارا ہی نذر کر سکتا ہوں؟  
 یہ میرے لئے بڑی اجمیتہ رکھتا ہے چچا جان۔  
 مسلمان نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

تم نے اپنے اجداد کے مشن کو لپیٹ کہا ہے۔ وہ  
 کوششیں جو اب یوں سے جاری ہیں اور ان میں ناکامی  
 ہوئی ہے جاری کیجئے۔ تصور خاص طور سے موجودہ دور میں  
 مشکل ہے۔ عیش و عشرت کی زندگی کو چھوڑ کر خود کو ایک  
 تصوراتی مہم کے لئے تیار کرنا معمولی بات نہیں لیکن تم نے

ان آوازوں کو نظر انداز نہیں کیا۔ میں نے تمہارے اس جذبے  
 سے انحراف نہیں کیا۔ اور خود بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ میں تم  
 سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ زندگی بہت جلدی چھلکی شے  
 ہے۔ خود کو دوسروں سے آزاد رکھو اور یہی کامیابی کی دلیل ہوتی  
 ہے۔ دوسرے تمہارے سلسلے مختلف شکلیں پیش کریں گے۔  
 اگر تم ان کے جال میں پھنس گئے تو نہ جانے کیا کیا عمل تیار  
 کر لو گے۔ وقت کا انتظار کرو۔ جو وقت کی کہانی ہوگی وہی  
 پہلی۔ اس سے پہلے ذہن کو آزاد چھوڑ دو۔

مسلمان میرے الفاظ پر غور کرتا رہا۔ اور آہستہ آہستہ  
 اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھرتی آئی۔ اس نے مجھے دیکھتے  
 ہوئے کہا۔

بزرگ دانا ہوتے ہیں۔ آپ کا مشورہ نہایت اطمینان  
 بخش ہے۔ بلاشبہ آپ درست کہتے ہیں۔ میں کوشش کروں  
 گا کہ خود کو الجھن میں نہ پھنساؤں۔ اور اس سفر کو ایک تفریحی  
 شکل دے دوں۔ آپ تو مطمئن ہیں؟  
 ہاں، مجھے کوئی تردد نہیں ہے۔ حالات ہمارے پر دگرام  
 کے مطابق پرسکون ہیں؟ میں نے جواب دیا۔ مسلمان کی آنکھوں  
 میں اطمینان کے آثار نظر آرہے تھے۔ اس کے بعد ہم دونوں اپنے  
 کہیں میں آگئے۔ جو مشترک تھا۔ کپتان نے ہم پر خصوصی عنایت  
 کی تھی اور یہ کہیں جہاز کے بہترین کیمینوں میں شمار ہوتا تھا۔  
 رات گذر گئی۔ دوسرے دن ابر چھایا ہوا تھا۔ موسم بھیگ  
 بھیگا اور دلخوش کن تھا۔ ہم ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر کھڑکی  
 اور دوسرے ٹوکوں کے پاس پہنچ گئے۔ وہ تینوں سرخوڑے بیٹے  
 ہوئے تھے۔ ہمیں دیکھ کر مسکرائے۔  
 کیا گفتگو ہو رہی ہے بھئی۔ میں نے بھی مسکراتے

ہوئے پوچھا۔  
 سنہری دولت کی حشر سامانیاں زیر بحث ہیں۔ یہ  
 انسان کو کس طرح در بدر کرتی ہے۔ نظام کائنات میں سنہری  
 مجبوت کے زیر اثر چل رہا ہے۔ ہم اس موضوع پر بات کر رہے تھے۔  
 واہ۔ اس میں کوئی شک نہیں؟ میں نے کہا۔ اور پھر ہم  
 دلوں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ آدھی نے کہا۔

میں نے کپتان سے بات کی ہے۔ ہم بہت توجہ دے  
 تین بچے رس العدیہ کے پاس سے گذر رہے تھے۔ یہی وہ بڑے  
 بے جہاں۔ ہمیں لارچ میں۔ وار ہو کر سفر کرنا ہے۔ میرے  
 سے بھی گفتگو ہوئی تھی۔  
 کب۔ میں نے سوال کیا۔



اس کا خیال ہے کہ ہم نے جس راستے کا انتخاب کیا ہے وہ بہت پرخطر ہے۔ سمندری جانور اس راستے میں بہت زیادہ ہیں۔ کپتان نے بتایا کہ ایک بار سمندری طوفان کی وجہ سے اسے راستہ بدلنا پڑا تھا۔ اور وہ اس علاقے کے مشرق کی طرف ہلٹ کر سفر کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ تب اس نے اس پر خطر راستے پر غور کیا۔ اس طرف بڑی شادک چھیلوں کے لاقعد اوقالی آباد ہیں۔

اور کوئی راستہ اس طرف جانے کا نہیں ہے؟

نہیں۔ اور اگر ہے تو بہت ہی عجیب۔ یعنی ہمیں تقریباً دو سو سمندری میل کا چکر کاٹ کر اپنی منزل کی طرف جانا پڑے گا۔

اور۔ گو یا کئی دن کا سفر۔

ہاں۔ سفر بھی اس کے علاوہ ہم اس طرف سے اپنی منزل کا صحیح نشان نہیں پاسکتے۔

ہوں۔ پھر کیا سوچا تم نے؟

کوئی خاص بات نہیں۔ انتظام کر کے چلیں گے۔ قلعی نے جواب دیا۔

وہاں کے لئے کوئی انتظام ہو سکتا ہے؟ میں نے پوچھا اور قلعی مسکرا کر بولا۔

یہ آپ کا خادم بہت معمری سا انسان ہے۔ لیکن کوشش کریں کہ خود کو آپ کے اہل کار ثابت کر سکیں۔ اس نے کہا۔

ہمیں تم لوگوں کی طرف سے بہت مطلبیں ہوں۔ میں نے کہا۔ کافی دیر تک ہم لوگ بیٹھے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ پھر سلطان اٹھ کر باہر چلا گیا۔ میں اپنے کیبن میں چلا گیا تھا۔

رات کو ذہنی سب لوگ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو گئے۔ سلطان میری اجازت سے جہاز کے کلب کی طرف چلا گیا۔ میں اس جگہ بیٹھا جہاں جاری لاپٹ رکھی ہوئی تھی۔ لیکن یہاں قلعی، فرزی، اور دیگران آٹھوں صوفیوں کے ساتھ موجود تھے۔ لاپٹ نیچے اٹک لی گئی تھی۔ روشنیاں چمک کر لی گئی تھیں اور وہ لوگ لاپٹ میں مصروف تھے۔ سامان باہر اٹھا جو ہم اپنے ساتھ لائے تھے۔ اس سامان میں کچھ اضافہ بھی کیا گیا تھا جس میں نے توہ نہیں دی۔ البتہ مجھے ان لوگوں کی مستندی سے خوشی ہوئی۔ ذمہ دار لوگ تھے اور خود بھی اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا جانتے تھے۔ میں ان کے ساتھ کام کی نگرانی کرنے لگا۔ بارہ بجے تک ہم لوگ یہاں رہے اور تمام

تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ پھر چند مزدوروں کو لاپٹ کے پاس چھوڑ کر ہم یہاں سے چل پڑے۔ میرے خیال میں اب تھوڑی دیر آرام کریں گے تاکہ رات کے آخری پیرم چاق و چوبند ہوں۔ قلعی بولا۔

بالکل ٹھیک۔ رات کے لئے لیا بندوبست کیا گیا ہے۔

کپتان بذات خود ہمیں جگائے گا۔

نہیں، مسٹر فرزی جاگیں گے اور مقررہ وقت سے کچھ قبل ہمیں جگا دیں گے۔ پھر۔ اپنی خیند کشتی میں پوری کر لیں گے؟

قلعی نے جواب دیا۔ اور میں نے مصلحتی انداز میں گردن ہلادی۔

میں کیبن میں واپس آ گیا اور میرے پیچھے کے تھوڑی دیر کے بعد سلطان بھی کنب سے واپس آ گئے۔

میں لاپٹ کے پاس دیکھ کر آیا ہوں۔ ہمارے دوسرا قلعی وہاں موجود ہیں۔ سلطان نے کہا۔

ہاں اس میں تمام تیاریاں مکمل کر لی گئی ہیں۔ اب تم بھی آرام کرو، ہمیں دوبارہ جان ہے۔ دو گھنٹے کی خیند کسی قدر سکون بخش ہوگی۔ کیونکہ بقید رات جاگ کر گزارنی ہے۔

سلطان نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا اور سونے کے لئے لیٹ گیا۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد ہی خزانے لینے لگا لیکن میں گرد میں بدلتا رہا۔ لاکھ سونے کی کوشش کی لیکن خیند نہیں پائی ذہن کو بار بار جھٹکا لیکن خیالات تھے کہ اٹھ سے چلے آ رہے تھے۔ میں خیند سے مایوس ہو گیا، سنا کی طرح ممکن نہ ہوا، اور دو گھنٹے گزر گئے فرزی نے کیبن کے دروازے پر دستک دی تو میں نے دروازہ کھول دیا۔

وہ نکلتے ہیں؟ اس نے کہا۔

ہاں، میں تیار ہوں۔ میں نے کہا اور فرزی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ سلطان کو ابھی جھگڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔ فرزی نے دوسرے لوگوں کو جگا آیا تھا۔ بہر حال ہم لاپٹ کے پاس آ گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد کپتان بھی واپس پہنچ گیا۔ اس نے اپنے ماتحت کو بلایا اور اسے ہدایات جاری کئے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد جہاز کے اس حصے میں اچھی خامی رونق ہو گئی۔ تیز لائٹیں جلائی گئیں تاکہ تمام کام بہتر طور پر ہو سکیں ایک بڑی کرن اشارت پر گرد و لاپٹ پہنچ گئی۔ اور لاپٹ کو کرن کے کب میں اس طرح چھنسا لیا گیا کہ وہ کسی بھی طرف جھک نہ سکے بہت بڑی لاپٹ تھی جسے اشاکر سمندر میں اٹکنا خاصا مشکل اور مہارت کا کام تھا۔ لیکن کپتان بذات خود اس کام کی نگرانی کر رہا تھا۔ میں نے کپتان سے پوچھا۔

جہاز مقررہ جگہ کس وقت تک پہنچے گا؟

ہم اس کے آس پاس ہیں! میں سوچ رہا ہوں تھوڑا سا اور

تک بڑھ جائیں اس کے بعد لاپٹ کو سمندر میں اٹکنا جائے۔ میرے خیال میں ہمیں اس کے لئے پلاننگ اور صورت کرنا ہوگا۔ کپتان نے جواب دیا۔

موسم بھی میرے خیال میں مناسب ہے۔

ہاں، کوئی خاص بات نہیں ہے، ہوائیں ہلکی ہیں میرا خیال ہے آپ کو کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ کپتان نے جواب دیا میں وہیں اپنے کیبن کی طرف چل پڑا۔ دوسرے لوگ بھی اپنا اپنا سامان سمیٹنے کے لئے کیبنوں میں واپس آ گئے تھے، سلطان کے خزانے کیبن میں گونج رہے تھے۔ میں اسے جھگانے لگا لیکن جوانی کی مزہ زور خیند بھلا کیسے ظاہر میں لاتی ہے۔ میں نے سلطان کو چھوڑا بمشکل تمام اس کی آنکھ کھلی وہ اپنی خوبصورت آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ ان آنکھوں میں حیرانی تھی۔

آخرے نہیں سلطان! دقت ہو گیا ہے؟ میں نے کہا۔

کیسا دقت؟؟ سلطان نے تحیرانہ انداز میں پوچھا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

دبھی تم ایک اہم شخص پر نکلے ہو، ذہن کو حاضر رکھنا ضروری ہوتا ہے، اگر وہ نہیں جانتے؟ میں نے کہا اور سلطان کوئی کوئی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس کی آنکھوں سے خیند چھٹنے لگی۔ اور وہ مسکراتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

اور۔ صاف کیجئے گا چا جان! کیا آپ مجھے بہت در سے جگا رہے ہیں؟

ہاں، ایسی ہی بات ہے۔ میں نے جواب دیا۔ بہر حال سلطان اٹھ گیا۔ اور میری ہدایت پر جلدی جلدی سامان سمیٹ کر تیار ہو گیا۔ ہم لوگ جہاز کو خیر باد کہہ کر اب اپنی مہم کے لئے تیار تھے۔ ذیک پر کام ہو رہا تھا۔ سب مستعد تھے۔ قلعی درحقیقت ایک اچھا منتظم تھا۔ چونکہ سمندری امور کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی تھی اس لئے اس وقت اس نے ساری کام سنہال رکھی تھی۔

دوسری طرف کپتان قلعی سے تعلقات اور مناسب معاوضہ کی وجہ سے ہمیں جلد از جلد ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچا رہا تھا۔ جہاز کی رفتار سست ہونے لگی۔ میں سمندر میں اٹکنا کرنے کے لئے اُسے رُکنا تھا۔ اس لئے اس نے رفتار سست کر دی تھی۔

دقت گزرتا رہا اور پھر وہ دقت ابھی جب لاپٹ کو سمندر میں اُتارنا تھا۔ کرن آپریشن سے سمٹ سنہال لی۔ اور پھر کرن حرکت میں آ گئی۔ اس کا اسٹین لٹہ ہونے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد لاپٹ میں بندھے ہوئے مضبوط تار بندھ گئے۔ پھر لاپٹ اپنی جگہ پر پھرنے لگی۔ دیکھ کر کرن نے اسے اٹھایا اور ایک مخصوص جگہ

تک لے گئی۔ اس کے بعد اس کا رخ تبدیل ہونے لگا۔ اب وہ مندر کی جانب رخ کر رہی تھی۔ اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتی جا رہی تھی ذیک کے بالکل نزدیک پہنچنے کے بعد وہ رُک گئی اور اس کا اوپری حصہ گھوم کر سمندر کے اوپر پہنچ گیا۔ اس کے بعد تار آہستہ آہستہ نیچے اُتارنے لگے۔ لاپٹ اب سمندر میں اتر رہی تھی۔ دوسری جانب ہمارے لئے اب سیر بھی لگا دی گئی تھی۔ وہ جہازی لاپٹ میں سوار تھے تاکہ اسے نیچے پہنچنے کے بعد اشارت کر کے اپنی مطلوبہ جگہ لے آئیں۔ ہم سب ذیک کے نزدیک کھڑے ہوئے لاپٹ کو سمندر میں اترتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ بالآخر لاپٹ کی پتلی سٹلنے پانی کو چھو گیا۔ اور اس کے بعد وہ سمندر میں پہنچ گئی۔

جہازوں نے نیچے سے بک کھولے اور کرن تار سٹین لٹی تھوڑی دیر کے بعد کرن ڈرائیو کرن کو پیچھے لے گیا تھا۔ ہم نے کپتان سے ہاتھ ملایا، اور کپتان نے ہمیں خوش نصبتی کی دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ ایک ایک کر کے ہم سیرھیوں کے ذریعے نیچے پہنچ گئے۔ جہازی لاپٹ اشارت کر کے اس جگہ لے آئے تھے جہاں سیرھیاں لگی ہوئی تھیں۔ ہمارا آخری آدمی قلعی تھا جو کپتان سے ہاتھ ملانے کے بعد نیچے اُترا تھا۔ اور اس کے بعد ہم سب لاپٹ پر پہنچ گئے۔ اوپر کپتان اور اس کے ساتھی کھڑے ہیں اور اتر رہے تھے، جہاز بالکل رُک گیا تھا۔ مسافر گر سو نہ رہے ہوتے تو یقیناً صورتحال معلوم کرنے کے لئے دوڑ پڑتے، ممکن ہے اب بھی کچھ لوگ اس بات پر حیرت زدہ ہوں کہ جہاز کیوں رُک گیا۔

بہر حال قلعی نے لاپٹ کا اسٹیرنگ سنہال لیا۔ لاپٹ پہلے ہی اشارت تھی، جہازی لئے اشارت کر کے چھوڑ گئے۔ تھے۔ لاپٹ جہاز سے آگے بڑھ گئی۔ کپتان اور دوسرے لوگ کھڑے ہاتھ ملاتے رہے۔ رات کی تاریکی میں ان کے ہونے نمایاں تھے۔ اور ہم جہاز کی روشنیوں کو دور ہوتے دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ لاپٹ کافی دور تک پہنچ گئی۔ تب جہاز نے اپنی جگہ سے جنبش کی اور مخالفت سمیت بڑھنے لگا۔ ایک عظیم الشان سمندری سفر کا آغاز ہو گیا تھا۔ اور ہمارے ذہنوں میں عجیب عجیب تاثرات تھے۔ شہروں کی رونق چھوڑ کر ہمیں اب ایک طویل دھڑکنے مندر سے نبرد آزما کرنی تھی۔ اور ہم اس کے لئے خود کو مستعد دیا رہے تھے۔ تمام لوگ جنس بول رہے تھے، آنکھوں مصری مزدوروں نے اپنی ذمہ داریاں سنہال لی تھیں۔ قلعی ہر چند کہ اسٹیرنگ سنہالے ہوئے تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ انہیں ہدایت بھی دیتا جا رہا تھا۔ جس سمت وزن زیادہ تھا۔ اس سمت وزن کم کیا جا رہا تھا اور چیزوں کو مختلف طریقوں سے رکھا جا رہا تھا۔

ہو چکا تھا۔ اس کا سبب کی بنا تھا۔ اور اس میں  
کرم نہ نشین تھی۔ بولی تھیں۔ یوں بہترین سفر کا بندہ دست  
کر لیا تھا۔ لیکن آسمان پر ستور تاریک تھا۔ قطبی نے آسمان  
کی طرف دیکھا اور ہرٹ سکڑ کر رہ گیا۔

وہ کہیں کیا بات ہے؟ میں نے پوچھا۔  
"کئی خاص بات نہیں، میں براؤن پر غور کر رہا ہوں۔"

کیا مطلب ہے؟

"بادل چلنے سے ہوتے ہیں، لیکن بے بارش ہو جاتے۔"

"مگر کپتان کا خیال تھا کہ بارش نہیں ہوگی۔" میں نے

کہا اور قطبی مسکراتے لگا۔

"سندرمی کے تابع نہیں ہوتا۔ بلکہ صاحب اسٹیشن ایک

لے میں رینگ بدل لیتا ہے۔"

"کیا طوفان کا خطرہ ہے؟"

"اگر نہیں۔ یہ طوفانوں کا موسم نہیں ہے۔ سندرمی

پر نشانیاں میرے پرچہ میں۔ آپ بھی کوئی جگہ نہ کریں۔"

"اور نہیں، ستر قطبی پر نشان ہونے کی کوئی گنجائش

ہی نہیں ہے۔ ظاہر ہے ہمیں یہ شکار گھنٹوں سے دو چار ہونا پڑے

گا۔"

مسلمان اور دوسرے لوگ بہت خوش تھے۔ سندرمی سفر

تو پہلے ہی ہو رہا تھا۔ لیکن یہ خود مختار سفر زیادہ دلچسپ تھا۔ مسلمان

قطبی کے پاس پہنچ گیا۔

"لائیے، اب میں ڈرائیو کروں۔"

"مضرور، لیکن یہ کارڈرائیوگ نہیں ہے مسلمان میں۔"

"آپ مجھے سکھا دیں، میں چند گھنٹوں میں سیکھ جاؤں گا۔"

مسلمان نے کہا اور قطبی نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ وہ مسلمان کو لاپنج کے

انجن کے بارے میں بتانے لگا۔ مسلمان بڑے اطمینان سے ڈرائیوگ

کر رہا تھا۔

"اس طرف تو مجھے بڑی آسانی حاصل ہو جائے گی۔ میرے

خیال میں دوسرے لوگوں کو بھی مسلمان کی طرح تھوڑی تھوڑی

ڈرائیوگ کی مشق کرنی چاہیے۔ قطبی نے کہا۔

"میں سب تیار ہوں، فرازی بور، میں جیتے مسکراتے یہ سفر

جاری۔ اب اس وقت تلخ کافی نے وہ مزید کہ بیان نہیں کیا جا

سکتا۔ وہ وہاں لایا گیا تھا۔ پھر بہت دور مشرق سے سویرا

جہاں تھے لگا۔ وہ آجست آجست سندرمی کا نیا پانی روشن ہوئے لگا۔

نیک کی نگرانی میں ناست کا بندہ دست کیا جانے لگا۔ ناست کپتان

نے وہاں آتے ہی اس سے سات بجے ناست کیا تھا۔ ابراہیم

ہو گئے تھے۔ اور آسمان شفاف نظر نہ آتا تھا۔ مسلمان نے آگے بڑھ کر  
لوچ کا اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ انہیں لاپنج چلنے میں بہت لطف  
آ رہا تھا۔ قطبی انہیں کی دیکھ بھال کرنے لگا۔ ڈیزل چیک کیا۔ کچھ  
نئے ڈبے کھول کر کھینچی پریکھم دی گئی۔ پھر قطبی باؤن کے مستون  
کی طرف چل پڑا۔ باؤن اپنے ہونے سے اور مستون ٹیک مل کر  
مستون تھے۔

سارے کاموں سے فارغ ہو کر قطبی نے اجازت چاہی کہ

تھوڑی دیر آرام کر لے۔ مسلمان کے پاس آکھڑا ہوا۔ باقی لوگ

سوتے لیٹ گئے تھے۔ مزدوروں میں سے بھی چار مزدوروں کو کچھ

کی بدلت کر دی گئی تاکہ وہ چاک چوبند رہیں۔ سونچے خوب چک رہا

تھا اور سندرمی روشن تھا۔ پانی گرجھتی ہوئی نم ہوائی سمیت کی تیزی کا

احساس نہ ہونے دے رہی تھیں۔ مسلمان یکایک مسکراتے لگا۔

"خیریت، کیا خیال آگیا ذہن میں؟"

"ان بے چاروں کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"کون بے چارے؟"

"میں جو سکون کی نیند سو رہے ہیں۔ ممکن ہے ان کی آنکھوں

میں سونے کے خواب گردش کر رہے ہوں۔"

"آجست مسلمان۔ الفاظ پر تیار رکھنا ہو گا ورنہ یہ دوستی اور

محبلی چارے کی فساد کشی میں بھی بدل سکتی ہے۔"

"سو رہے ہیں سب۔"

"پھر بھی احتیاط رکھو۔"

"انسان دولت کا اتنا لالچی کیوں ہوتا ہے چچا جان۔"

"نوجوانی بول رہی ہے اور ایسی نوجوان جو بچپن سے کرے

اب تک کسی مالی مشغولے کا شکار نہیں ہوتی۔"

"کیا دولت مل جلنے سے انسان مطمئن ہو جاتا ہے؟"

"کسی حد تک۔"

"پھر یہ دولت مند لوگ مسلسل دولت حاصل کرنے کے

لئے کیوں جدوجہد کرتے رہتے ہیں؟"

"انسانی عمل ہے۔ اس کی ہوس کبھی کم نہیں ہوتی۔"

مسلمان میری بات سن کر مسکرا دیا۔ اور پھر آجست سے بڑا۔

"یقین کریں چچا جان۔ میں تو یہ ہوس بالکل محسوس نہیں کرتا۔"

"تمہاری بات اور ہے مسلمان۔"

"کیوں چچا جان! میری بات کیوں اور ہے؟"

"اس لئے کہ تم ایک قدیم نسل کے شہزادے ہو۔ یہ داستان

جو میں نے اس تحریر میں پڑھی اور حقیقت مسلمان میرے ذہن

میں بھی ابھی مشغول ہے۔ ہر چند کہ وہ تمہارے اجداد کی تحریر ہے

42

اور تم ان سے بہت متاثر ہو۔ ملک میں نے بہت اس لئے اپنے  
کسی ملک کو انہیں نہیں کیا کہ کہیں یہ بدعت کو نہیں نہ پہنچے  
بہر طور اگر اس میں صداقت ہے تو قطبی سے چشم ہونا ہی چاہیے۔"

مسلمان نے یہی بات کہ کوئی جواب نہیں دیا۔ اور اس کے بعد مہمنے

یہ موضوع ختم کر دیا۔ کیونکہ خطبہ تھا کہ کوئی۔ یہ بڑی یہ گفتگو دشمن

لے تو ہر چند کہ وہی آواز میں کی جا رہی تھی۔ لیکن یہ طرز ہمارے لئے

نقصان دہ ہو سکتی تھی۔ سفر جاری۔ باؤن پھر دفعتاً مسلمان چمک پڑا۔

"چچا جان۔ وہ۔ وہ۔ وہ دیکھتے۔ میں نے اس کے لشکر

کی سمت نگاہیں دوڑائیں۔ تو ایک عجیب سی شے نظر آئی۔"

سیاہ اونٹ شکار بان بے شمار تعداد میں نظر آ رہے تھے۔ ان کا

رنگ اسی موڑ بوٹ کی جانب تھا۔

"شکار کے بارے میں سے آواز نکلی، اور مسلمان دلچسپی کی

نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"یہ شکار کچھلیاں ہیں، ان کے بارے میں تو بڑی بڑی

خونناک داستانیں سنیں ہیں۔ جلد کچھ نہیں بھی دیکھی ہیں۔ کیا یہ

اتنی ہی خطرناک ہوتی ہیں جتنی انہیں کہا جاتا ہے؟"

"اس سے کہیں زیادہ خطرناک میں نے بھی اب تک شکار

کچھلوں کے بارے میں جڑ کچھ سنا ہے، وہ یہی ہے کہ سندرمی ایک

خونناک عفریت کی حیثیت رکھتی ہیں۔"

"اور۔۔۔ یہ کشتی ہی کی طرف آ رہی ہیں، کہیں اسے نقصان

تو نہیں پہنچا نہیں گی؟" مسلمان نے کہا۔

"جو شکار ہو جائے۔ میرا خیال ہے تمہارا سا رخ تبدیل کر

دیں۔ میں نے اسٹیرنگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اور مسلمان نے

موڑ بوٹ کا رخ بدل دیا۔ کچھلوں کی غول اس طرف دوڑتا ہوا چلا

آ رہا تھا۔ جیسے موڑ بوٹ کو ٹھک جانے لگا، اور پھر وہ ان کی آن میں

ہمارے قریب پہنچ گیا۔ پھر موڑ بوٹ کو شدید جھٹکے لگے۔ اور ان

جھٹکوں سے سوتے ہوئے لوگ بھی جاگ پڑے۔ قطبی بے حدی

سے ہمارے قریب آ گیا۔

"یہ کیا ہوا؟ کیا ہوا؟"

"میرا خیال ہے شکار۔ شکار کچھلیوں نے ہم پر حملہ

کر دیا ہے۔ میں نے جواب دیا اور تیزی ایک۔ اپنی جگہ کھڑے ہو کر

سندرمی دیکھنے لگا۔ آواز۔ یہ وہ نام نہاد موڑ بوٹ کے کنارے

پہنچا ہی تھا کہ قطبی زور سے دھماکا۔

"خبردار۔۔۔ یہی بہت جاؤ۔ یہی بہت جاؤ۔ یہی بہت جاؤ۔ یہی بہت

آوی۔ کیوں زندگی کو موت سے نکال کر رہے ہو۔ اور وہ شخص

گہرا گرجھتے ہوئے گیا۔ عجیب سا موڑ بوٹ کے نیچے سے گزر رہی

تھیں۔ اور وہ اتنی طاقتور تھیں کہ موڑ بوٹ کو جیسے لگ رہے تھے  
کوئی کوئی پھلی موڑ بوٹ سے لگا بھی نہ سکتی۔ اور اس وقت ان

گھاٹیے موڑ بوٹ ایک جانب کو اٹھ رہی ہو۔

"کیا کیا جلتے قطبی؟ میں نے قطبی سے پوچھا اور قطبی

نے آگے بڑھ کر انہیں اٹھالی تمام رائفلیں تیار تھیں اس نے دوسرے

تمام لوگوں کو بھی ای اشارے کئے۔ اور تمام معری آواز انہیں

توان کر کھڑے ہوئے۔

پھر قطبی نے پہاڑا ناز کیا، اور ایک شکار کچھلی کا کان

دھمکی ہو گیا۔ وہ تڑپ کر نیچے گئی، اور دوسرے لے پھر اٹھ کر

اس بار اس کا ہرٹاک منہ باری طرف تھا۔

یہ کچھلی تھی، یقین نہیں آتا تھا۔ اتنا بڑا منہ پھیلا یا تھا کہ

ایک آدمی کا سر اس کے منہ میں چلا جاتا۔ اس نے پانی میں غوطہ

مارا، اور آکر موڑ بوٹ سے ٹکرائی۔ موڑ بوٹ زور سے بلی اور مسلمان

کی گرفت اسٹیرنگ پر مضبوط ہو گئی۔ یہ زخمی کچھلی کے خون کی بو

تھی یا پھر ان کا انتقام کہ دور دور سے اور بھی کچھلیاں اس سمت

آئے لگتی۔ شکار کا پورا خاندان ہمارے گرد جمع ہو گیا تھا جس

طرف نگاہ اٹھتی کو ان ہی کو ان نظر آئے، قطبی عجیب سی نگاہوں

سے انہیں دیکھ رہا تھا پھر اس نے پرتشریش لپے میں کہا۔

"یہ صورت حال میرے لئے نئی ہے۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"مطلب یہ کہ شکار کچھلیاں عوامانہ زخمی ہو کر بھاگ جاتی ہیں

لیکن ان کا یہ غیظ و غضب بڑا عجیب ہے۔ دیکھ میں آپ کو بتاؤں

بلکہ صاحب۔ کہ ان کچھلیوں کے خاندان سندرمی کے مختلف جہتوں میں

آباد ہوتے ہیں اور وہ ان کے قبیلے ہوتے ہیں وہ جگہ جگہ خونناک

ہوتی ہے۔ کپتان نے مجھ سے کہا تھا کہ اس سمت شکار کچھلیاں بہت

زیادہ پائی جاتی ہیں۔ موڑ بوٹ چونکہ چھوٹی ہے، جہاز کی بات دوسری

ہوتی ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ موڑ بوٹ کو کیسے جھٹکے لگے ہیں

ہیں۔ کہیں کوئی اور کچھلی اسے الٹ نہ دے یہ قطبی نے کہا۔

ہم سب کے چہروں پر تشریش کے آثار نمودار ہو گئے سوائے

مسلمان کے۔ اس کے چہرے پر پتھروں کی سی شوخی اور چمک تھی جیسے

وہ اپنا پسندیدہ کھیل دیکھ رہا ہو۔

دفعتاً ایک شکار کچھلی نے لاپنج کے بالکل کنارے پر سر

اٹھارا۔ اور تقریباً پانچ فٹ اونچی بلند ہو گئی۔ خوش قسمتی تھی ہم

لوگوں کی کہ کوئی کنارے پر موجود نہیں تھا۔ ورنہ اس وقت تک

کوئی خونناک حادثہ پیش آچکا ہوتا۔ کچھلی کا منہ کنارے پر پھنس

گیا تھا اور لاپنج اتنی تیزی سے ہو گئی تھی کہ اگر کوئی اسے دیکھ

43

آپنا ہنر تو بھلائی آگئی تھی۔ اس کا کارہ پانی کو چھوٹے لگا تھا۔  
 قلعہ نے اندھا دھند چلنے کے نازک شریعہ کر دی تین  
 چار گز دین کھلنے کے بعد وہ پیچھے اور سمندر میں اٹھ گئی۔  
 لاپنج کو شدید جھٹکا لگا۔ اور دوسری جانب تمام لوگ  
 لڑھکے گئے۔ پھیلیں اتنی تعداد میں تھیں جو کئی تھیں۔ کراہ یہ خطو  
 پیدا ہو گیا تھا کہ وہ عینی طور پر لاپنج کو تباہ کر دیں گی۔ تب قطبی نے  
 گردن ہادی۔ اور اپنی رائے ایک جانب رکھ دی۔ پھر وہ مجھ سے  
 کہنے لگا۔

”اب میں دوسرا کھیل کھیلنے جا رہا ہوں۔ شکر ہے پاکستان  
 نے ہمیں اس صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا۔“  
 ”دوسرا کھیل؟“ میں نے سوالیہ نگاہوں سے قطبی کو دیکھا۔  
 ”ہاں، میں اس کا بندوبست کر کے چلا تھا۔ قطبی نے جواب  
 دیا۔ اور تیزی سے دھڑا دھڑا لاپنج کے پچھلے حصے میں پہنچ گیا۔ اس نے  
 لاپنج میں رکھے چوتھے چوتھے نہ اٹھائے جن میں پٹرول پمپ  
 ہوا تھا، پھر وہ ان تینوں کے کاک کھولنے لگا۔ اس کے بعد اس نے  
 پٹرول کو زور سے پانی میں اچھال دیا۔ ان الے گرسے تھے اور پٹرول  
 پانی کی سطح پر پھیل گیا۔

قطبی نے لاپنج کو تھوڑا سا پیچھے کرنے کے لئے کہا۔ اور  
 سلمان لاپنج کو موڑ کر پیچھے لایا۔ اس کے بعد قطبی نے پٹرول کا  
 ایک اور ٹن پانی پر غالی کر دیا۔ اس کام کے لئے اسے بڑی مہارت  
 کا کام لینا پڑا تھا۔

گزارے پر جانے پر مددگار تھا۔ پٹرول کو چھوٹے سے ٹن  
 کے ذریعے پانی پر پھینکا تھا۔ اگر کلدے پر جایا جاتا تو یقینی طور  
 پر کسی نہ کسی شاکر پھیلی کا شکار ہو جاتا، اور اگر ٹن زرا بھی ہے  
 احتیاطی سے اٹھایا جاتا تو پٹرول لاپنج کے گہواروں پر بھی  
 پڑ سکتا تھا۔

چنانچہ قطبی نے لاپنج کو بچانے کی کوشش کی اور تین چار  
 ٹن پھینکنے کے بعد پیچھے ہٹ کر لاپنج کا اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ اس کی  
 یہ حرکت میری نگاہ میں نہیں آئی تھی۔ لیکن اسٹیرنگ سنبھال کر اس  
 نے لاپنج کو تھوڑا سا پیچھے کیا اور اسے ایک مخصوص زاویہ پر لاکر لاپنج  
 کا اسٹیرنگ سلمان کے قلمے کر دیا۔ پھر اس نے جلدی سے پٹرول اٹھایا  
 سے سبک دیا۔ اور اس کا گول سا بنا کر تھوڑے سے لایا۔ پھر اس سے  
 فوری کہادت کی کہ اس کی پٹری میں آگ لگائی جائے۔

فردی نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور اب یہ صوبہ حال پری  
 صبح میں بھی آگئی تھی۔  
 جتا ہر اگر سمندر میں پھینکا گیا اور اب پانی کی سطح پر ایک

عجب و غریب نظارہ پیدا ہو گیا۔ پٹرول نے آگ پکڑ لی تھی۔  
 پھیلیوں کا غول جزیرہ بہت زیادہ تعداد میں تھا۔ اس لئے وہ  
 اس آگ کی لپیٹ میں آ گئیں۔ اور ان میں از تقری پھیل گئی۔ اس  
 واقعے سے شاید وہ ڈر گئی تھیں۔ لاپنج کو اس مہارت سے پیچھے ہٹا  
 دیا گیا تھا کہ سمندر پر پڑا ہوا پٹرول اسے کوئی نقصان نہ پہنچائے اور  
 پھر قطبی کے کہنے پر لاپنج کی رفتار تیز کر دی گئی۔ کچھ پھیلیں لاپنج کے  
 پیچھے پھیں، لیکن پھر جب انہیں یہ احساس ہوا کہ ان کا خاندان  
 بہت پیچھے رہ گیا ہے تو وہ خود بھی اپنی جگہ تبدیل کرنے لگیں۔

سمندر پر شعلہ ابھر رہے تھے۔ اور دلچسپ نظارہ لگتا ہوں کے  
 سب سے تھا، لاپنج ان شعلوں سے کافی دور نکل آئی تھی۔ اور اس طرے  
 ان پھیلیوں سے پیچھا چھوڑ گیا تھا۔

میں نے تحسین آمیز نگاہوں سے قطبی کو دیکھا اور یہی سکرانے لگا  
 ”جب مجھے پاکستان نے یہ بات بتائی تھی کہ اس طرے شاکر  
 پھیلیوں کے غول بہت زیادہ نظر آتے ہیں، تب میں نے اس پٹرول  
 کو بندوبست کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس وقت اور کوئی چارہ نہیں تھا  
 یہ غول بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ میں نے ایک بار کسی سیاق کے سفر  
 نامے میں ان کے بارے میں پڑھا تھا۔ بعض اوقات تو یہ غول چھوٹے

چھوٹے جہازوں پر بھی حملہ کر دیتے ہیں۔ اور ان کی تعداد جوں  
 برصغیر جتنی ہے یہ زیادہ خطرناک ہوتے جاتے ہیں۔ مسئلہ صرف یہ  
 تھا کہ ان میں سے کوئی ایک پھیلی ڈر جائے۔ گولیوں کے زخم تو انہیں  
 نہیں ڈرا کرتے تھے۔ لیکن آگ کے شعلوں نے انہیں بہت اس کر دینا  
 ”قطبی، شکریہ۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔ اور قطبی ہنسنے لگا۔

انہیں بار بار یہ تو میرا فرض تھا۔ میں بد و بد جب ہی تم لوگوں کے  
 ساتھ نہیں آتی تھا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ سمندری امور کی ذمہ  
 داری میرے سپرد کر دی جائے۔ باقی معاملات خدا کے ہاتھ میں  
 ہیں۔ اس نے جواب دیا۔

فراری اور نیکان بھی قطبی کی اس کوشش سے متاثر نظر آ  
 رہے تھے۔ بہر صورت ہم میں سے کوئی شخص اگر سب سے زیادہ  
 بے فکر تھا تو وہ تھا سلمان۔ اور میں جانتا تھا کہ نو جوانی کی عمر ایسی  
 ہی ہوتی ہے۔ دنیا کا کوئی خطرہ، خطرہ نہیں محسوس ہوتا۔

لاپنج اب کافی دور نکل آئی تھی۔ تب میں نے قطبی سے کہا  
 ”قطبی کوئی سمندری حادثہ ہمیں راستہ نہ بھٹکا دے اور اس بات کا  
 بھی خاص طور سے خیال رکھنا ہے۔“

یقیناً۔ جو نقشہ ہم نے ترتیب دیا ہے اس کے تحت  
 ہم ابھی راستے سے نہیں بیٹھے۔ سوائے اس کے کہ تھوڑی دور جانے کے  
 بعد ہم مناسیہ جا کر دی گئے۔ اگر ہم یہیں سے اپنا رخ بدلیں تو

پھلیوں کا یہ غول پھر ت بارے قریب پہنچ سکتا ہے۔  
 ”نہیں نہیں، اسی طرے چلتے رہو، آگے چل کر راستہ بدل  
 لینا۔“

تقریباً ایک سمندری میل چپٹلنے کے بعد ہم نے پھر  
 لاپنج کا رخ اسی سمت کر دیا جہاں ہمیں سفر کرنا تھا اور اس کے بعد  
 شام تک کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا۔ ہم سب شاکر پھیلیوں کے  
 اس حادثے کو بھول گئے تھے۔ کئی جگہ ہمیں شاکر پھیلیاں نظر آئیں  
 لیکن تنہا تھیں۔ وہ تھوڑی دور تک موڑ بٹ کے پیچھے دوڑتی ہیں۔  
 اور اس کے بعد رخ بدلی کر چلی گئیں۔ غائب ایک یا دو پھیلیاں کبھی کسی  
 ایسی چیز پر حملہ نہیں کرتی تھیں جن سے انہیں خطرہ درپیش ہو سکے۔  
 میں اس سمندری مخلوق کے بارے میں سوچنے لگا۔ ہر جانور ہر جگہ  
 ایک باقاعدہ ذہنی نظام رکھتا ہے۔ اس کی اپنی سوچ ہوتی ہے،  
 اور وہ اپنے اندازے کے مطابق عمل بھی کرتا ہے۔

”دور و محل چکا تھا۔ شام ہو گئی، آسمان پر ایک بار پھر  
 بادل اٹھ اٹھے اور پھر تقریباً ساڑھے آٹھ یا نو بجے کا وقت ہو چکا کہ  
 بوندیں پڑنے لگیں۔“

قطبی نے جلدی سے لاپنج پر دوسرے انتظامات کئے۔  
 یوں تو ہم نے لاپنج پر ایک ساٹان جیسی جگہ بنائی ہوئی تھی۔ کیوں اس  
 لئے نہیں بنائے گئے تھے کہ ان کینوں کی تعداد کتنی ہو سکتی تھی  
 ظاہر ہے تمام افراد کینوں میں نہیں آ سکتے تھے۔ اس لئے لاپنج  
 پر ایک ساٹان ترتیب دے دیا گیا تھا۔ جس کے نیچے سورج سے  
 پناہ لی جاسکے۔ بہر حال قطبی کی وجہ سے درحقیقت سمندری سفر  
 میں بے حد آسانیاں ہو گئی تھیں۔ اس نے شاکر پھیلیوں کو جس  
 طرے بھگایا تھا وہ قابل تحسین کارنامہ تھا۔ بارش باقاعدہ ہونے لگی،  
 اور چاروں طرف تاریکی پھیل گئی۔ قطبی کسی قدر سوچ میں ڈوبا ہوا  
 تھا۔ لیکن اس نے کسی تشویش کا اظہار نہیں کیا۔

اس وقت رات کے تقریباً بارہ بجے ہوں گے کہ دفعتاً تیز  
 ہواؤں کے جھکا چلنے لگے۔ اور کشتی پھکولے کھانے لگی۔ قطبی نے  
 ایک لمبے آرام نہیں کیا تھا۔ وہ جیسے اس وقت کا منتظر تھا۔ اس نے  
 مجھے قریب بلایا اور سب گوشی کے انداز میں بولا: ”مشر بار، بصورت حال  
 پریشان کن ہو گئی ہے۔ یہ تیز ہوائیں سمندری طوفان بھی ہو سکتی  
 ہیں۔ ہر چند کہ یہ طوفان کا موسم نہیں ہے۔ لیکن۔ سمندر کا کیا بھروسہ؟“  
 کیا طوفان خوفناک ہو سکتا ہے؟ میں نے پوچھا۔

”آندہ ایسے ہی ہیں۔“ قطبی کے جواب سے سنبھلے بھی پریشان  
 کر دیا تھا۔  
 اور سمندری طوفان آگیا تو کیا ہو گا۔ یہ چھوٹی سی چوٹ

اس طوفان کا کسی مقابلہ کر سکے گی۔ سب لوگ قطبی کے احوال  
 آگاہ ہو گئے تھے۔ سب کے سب جہ سکون تھے سوائے سلمان کے  
 وہ کشتی کے ایک سرے پر کھڑا آسمان کی طرف منہ اٹھائے کچھ بد بردار  
 تھا۔ جلدی کیا ہو گیا تھا۔ اسے اس کی کیفیت میں دیکھ کر اس کے  
 قریب پہنچ گیا۔ سلمان ”میں نے اسے آواز دی تو اس نے  
 گھبرا کر میری طرف دیکھا کیا بات ہے؟ اور کیا دیکھ رہے ہو؟“  
 میرے سوال پر اس نے گہری سانس لی اور سکرانے لگا کچھ  
 نہیں چچا جان، کوئی خاص بات نہیں ہے۔“  
 ”طوفان کا خطرہ ہے۔“ میں نے کہا۔

”یہاں بہت لوگ ہریشان ہیں۔“  
 ”تم نہیں ہو۔“

”طوفان ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔“ سلمان نے جواب دیا اور  
 میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔ اس وقت سوال جواب کا موقع نہیں  
 تھا میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”درحقیقت جزائی سے بڑا طوفان کوئی نہیں ہوتا لیکن اس  
 کے باوجود دنیا دھندری ہے۔ تم نا، الی کی باتیں نہ کرو محمد کو تیار کر لو۔“  
 ”میں تیار ہوں چچا جان۔“ سلمان ایک دم سنبھل گیا۔ قطبی  
 نے لاپنج کے انجن بند کر دیئے تھے اور چڑی تندی سے اسے تھوڑا  
 کوڑوں اور ٹوبے کی کوئی زنجیروں کے ذریعہ بند حصار بنا دیا تھا جن  
 کے سمندر میں گر جانے کا خطرہ تھا۔

”یہ شخص درحقیقت ہمارے لئے بے حد مکر آمیز ہے۔“  
 جہاز رانی کا پورا تجربہ ہے۔“

اس میں کوئی شک نہیں۔ سلمان نے اعتراض کیا۔ ہوا میں تیز ہونے  
 لگی تھیں اور سمندر کا رنگ بدل رہا تھا۔ اونچی اونچی موجیں کشتی کی طرف  
 دوڑنے لگیں۔ طوفان آگیا۔ موجیں کشتی سے ٹکرائیں تو پانی پھلنا لگا۔  
 پورے کشتی کو شہر بھر کا دوسری طرف جا پڑا۔ کشتی اب سمندر کے گرم  
 گرم پانی میں چل رہی تھی اور اب نہ ہوا کی تپانے سے بچاؤ کرنے کی  
 کوششیں کی جا رہی تھیں۔ ”لوگوں! مزدوروں نے ایک سوئے رہتے  
 کو اپنی کمرے سے کمرے کوڑیں لگائی ہیں۔ یہ رت ایک سترلے سے بندھا  
 ہوا تھا۔ کشتی اب بری حالت میں دلہنوں کی طرح تھی۔ کبھی ایک طرف جھک  
 جاتی اور کبھی دوسری طرف۔ کبھی کبھی کشتی بند ہوتی۔ اس کا  
 ایک سرگھڑا کرتی۔ میں نے سلمان کو مضبوطی سے ایک دستے سے کس لیا  
 تھا۔ مجھے اس سے اپنے کچل جی کی مانند پناہ تھا اور درحقیقت ہی  
 وقت بے اپنے، اپنے سے زیادہ اس کے سپرد کی تھی۔ پانی کے ٹپڑے  
 برس گئے تھے اور کبھی کبھی کسی جگہ کھانے لگتی تھی۔ ہنجرہ خمار وہ ٹوٹ  
 جانے۔ دنی جہیز پر بھی بے وزن ہو گئی تھیں اور آپس میں ٹکرائیں

[illegible]

لا اله الا انت سبحانك اني كنت من الظالمين

[illegible]

مجید الیکٹرک گائیڈ + جدید ایکٹرک ڈرائنگ + جدید یو پی جوائنٹ + جدید موٹر وائنڈنگ + جدید  
ایکٹرک وکس ڈرائنگ + کمپیوٹر گائیڈ + جدید مصانے سازی + پرنٹنگ ٹرانسمیٹر گائیڈ + جدید  
گھڑی سازی + پرنٹنگ ایپلی کیشن گائیڈ + ڈیٹا انجین گائیڈ + پرنٹ انجین گائیڈ + ۲.۷ ہیر  
مینیڈ + ۲.۷ گائیڈ + میم ہٹی وکھلوے بات + آئینہ سازی + ۷۴۸ سیریز گائیڈ + ٹیپ  
ریکٹرڈ گائیڈ - یہ تمام کتابیں قابل غیر منافع تجارت نے لکھی ہیں۔ حکمتاویں کی مدد سے ۱-۲-۱  
کوئی کرنے والے نوکمر پڑھے لکھے بے روزگار نوجوانوں پر ایجنڈا نافذ اٹھا سکے ہیں۔ ہر کلاسے مکمل  
انتہائی آسانی سے سمجھائے گئے طریقے، نوٹو آئیڈیٹ پر سمجھائے گئے ہیں۔ ہر بات نوجوانوں سے چل  
کون سے جو بے روزگار ہیں کہ بہ عرصہ وقت برباد کرنے سے بہتر ہے کہ کتابوں کی مدد سے کسی بھی  
ہنر کو اپنا کاروبار بنائی پیدا کریں۔  
( محمد تقی بلوچ، رشید، و امیر علی خاں، محمد اعجاز )



ملف کر کے دوبارہ لگانے پر ہی انہیں اشارت نہیں ہوا۔  
 قلعہ یاموسی سے سڑک لگانے کا حکم اس نے کیا۔  
 ایک قلعہ اور جو جی ہم سے کاسر ہم کسی لایا بفر  
 کو ہر ساتھ لے لیتے۔  
 کیا خیال ہے قلعہ سودغال بہتر ہونے کے امکانات  
 نظر نہیں آتے؟ میں نے سوال کیا۔  
 میں کیا بناؤں کہ سہم میں نہیں رہا لیکن ہے کہ اور  
 دھوپ پڑ جائے تو انہیں اشارت ہو سکے قلعہ نے جواب  
 دیا اور ہم سب خاموش ہو گئے۔ چڑھنا سو رہا آہستہ آہستہ  
 اٹھنا اور دھوپ نہ ہوئی۔  
 منام کو برا کا رخ بدل گیا اور وہ کسی قدر تیز ہو گئی۔  
 تیز ہوا میں اتنی تیز نہیں تھیں کہ سمندر میں طوفان کا غصہ  
 پیدا ہو جاتا۔ لیکن وہ کشتی کو اچھی خاصی رفتار سے لے کر جگہ  
 دہی نہیں اور کشتی اب تیزی سے ایک سمت بڑھ رہی تھی۔  
 بڑی الجھنوں کا شکار ہو گئے تھے ہم سب کے سب کسی کی  
 سہم میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ لیکن سب سے زیادہ  
 جیت ملان کے پر سکون چہرے کو دیکھ کر ہوتی تھی کشتی اپنی  
 منزل کی جانب رواں دواں تھی ہواؤں نے اس کے لئے  
 راستے کا تعین کیا تھا اور ہم اس راستے کو تبدیل نہیں کر سکتے  
 تھے۔  
 کشتی کے آخری گوشے میں کھڑے ہوئے مسلمان کے  
 نزدیک پہنچ کر میں نے کہا کہ یہاں کشتی پر گھنٹی ہے۔ مسلمان۔  
 مسلمانوں نے اس نے سمجھا زلزلہ ہوا ہے۔  
 تمہاری باتیں میری سہم میں نہیں آ رہی ہیں۔ جب  
 طوفان آ رہا تھا تب بھی تم اتنے ہی پر سکون تھے اور اب  
 بھی میں تمہارے اتنا ہی کوئی نہ ہوں لیکن دیکھ رہا ہوں۔  
 کیا آپ میری بات پر یقین کریں گے۔ چھا جان۔ میرا  
 چہرہ ہر لمحہ میں کہوں گا۔ اسے میرے دماغ کی عزائی  
 تو نہیں اٹھو کر رہیں گے۔  
 کہا کہ ہمارے ہمارے ہو۔ میں نے اسے دیکھ کر ہنسنے  
 کہا۔  
 ہم جس انداز کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ وہی بار اطلع  
 نکلا ہے۔ ہم وہاں تک لے رہے ہیں گے آپ اس بات پر  
 یقین کریں۔ حالات کسی بھی شکل اختیار کریں۔ لیکن ہر طرف  
 ہمیں وہاں پہنچنا ہے۔

یہ بات تم انہی وٹوں سے کیے کہہ سکتے ہو؟ میں نے  
 سوال کیا۔ اور مسلمان کے چہرے پر ایک ہراسنا سی مسکراہٹ  
 پھیل گئی۔  
 میں کس مسئلے میں کوئی خاص بات نہیں کہوں گا لیکن  
 یوں سمجھ لیجئے کہ ہر دستانہ دینے والی آواز میں میرے کانوں  
 میں سرگرمیاں کر رہی تھیں۔ ایک ایک بات ہے کہ ہم اپنی منزل کی  
 طرف بڑھ رہے ہیں۔ ہلوان اور یہ راستے کی رکاوٹیں  
 کوئی حلیت نہیں رکھیں، ہمیں منزل تک پہنچنا ہے۔ میں  
 جب سبھی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ مجھے گمان گذرا کہ  
 کہیں سدان کی ذہنی حالت تو متاثر نہیں ہوئی ہے۔ لیکن وہ ہر  
 طرح سے مطمئن نظر آ رہا تھا۔ ہر طور میں نے اس مسئلے میں  
 اس سے کوئی بات نہیں کی۔ کہانہ کم اس بات کا تو مجھے بھی  
 اندازہ تھا کہ حالات ہراسنا ہیں اور مسلمان کو جو دشمنی اس کے  
 آباؤ اجداد نے سونپا ہے۔ اس میں وہ سب ساس کی ابتدا بھی  
 کر رہے ہیں۔ مسلمان کی اس بات کو سن کر مجھے ایک گونہ سکون  
 محسوس ہوا تھا۔ ہر طرف کشتی بڑھتی رہی۔  
 ستارے نکل آئے چاند روہم شمس متحد ستاروں کی مدد  
 چھاؤں میں ہم سمندر تک چلنے لگی ہوئی موجوں کو دیکھتے رہے۔ بلدی  
 رات کوئی سکون سے نہیں سو سکا تھا۔ کسی کو گھر اور گھر آ بھی  
 جاتی توجہ جو لگ کر انھیں چھاٹنے لگا۔ بے یار و مددگار  
 سمندر کے سینے پر وقت گزارنے کا تصور سب ہی کے لئے  
 بولنگ تھا خاص طور سے قلعہ کے رہائشیوں کو۔ کہیں کہیں سمندر کی  
 ان سلسلے میں سب سے زیادہ پریشان تھا۔ کہیں کہیں سمندر کی  
 پراسرار زندگی کے بارے میں وہی سب سے زیادہ جانتا تھا  
 اسے یقیناً علم تھا کہ اگر کشتی اس طرح جے یا بد مددگار  
 سمندر کے سینے پر چلتی رہی تو بالآخر ایک دن وہ آجائے  
 گا۔ جب خوفگم ختم ہو جائے گا اور ہر وہ تمام مسئلہ شروع  
 ہو جائے گا۔ جسے قلعہ کے رہائشیوں کی باتیں کہنا مانتے لیکن میں  
 کی حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ یا کہانہ کم وہ تو  
 قلعہ نہیں جو کسی نہ کسی طرح سمندر میں کسی چوٹ تک جاوے  
 گا۔ لہذا ہر چکا ہو اور نقدی نے اسے بھا کر دوبارہ زندگی  
 کی طرف لوٹا دیا۔  
 رات گزر گئی۔ لیکن دوسری صبح جو اسی پوری طرح  
 اٹھنے لگی تھی وہاں قلعہ کے لئے خوشیوں کا پیغام آیا  
 تھی۔ عدالتی کے سہم میں نے ایک سیدہ کھیر دیکھی تھی  
 اور سیدہ کھیر کوئی جریرہ ہی ہو سکتی تھی ہم سب ایک جگہ

## طاقت کے اشتہار

میں ہو گئے اور جزیبے کی جانب دیکھنے لگے۔ منور نور شہد  
 مہائے نگہ وہ عربی زبان میں جیشیرو۔ جیشیرو بکار رہے تھے  
 اور قلعہ کے کچھ بزرگ ایک بار پھر انہوں نے چہرہ سنبھال لئے۔  
 کم از کم ایک منزل نظر آئی تھی اور اب اس منزل کی جانب  
 سفر کیا جاسکتا تھا۔  
 بنیاد کشتی کا بڑا اس طرح ہو گیا۔ آہستہ آہستہ واضح  
 ہوتا جا رہا تھا۔ قلعہ نمایاں ہو گئی تھی اور ہم سب سب مسرت  
 سے سوچ رہے تھے۔ کہ بالآخر وہ مشکل حل ہو گئی۔ جو ہم سب  
 کو سو سو سال کا شکار کئے ہوئے تھی۔ ہم سب بے حد  
 خوش ہو گئے تھے۔ جریرہ آہستہ آہستہ غریب آنا جا رہا تھا۔  
 اور کشتی اسی کی جانب بڑھ رہی تھی لیکن جب ہم جزیبے  
 کے کچھ اور غریب پہنچے تو یہ دیکھ کر ہم سب بہت غلامی  
 ہو گئی کہ جزیبے کے گرد چاروں طرف بڑی بڑی چٹانیں ہیں  
 اور وہاں بڑی بڑی شہر بنی ہوئے ہیں۔ اگر  
 ان چٹانوں سے ٹکرائیں تو ایک مہینہ بھی پیدا ہوتا۔ اگر  
 کشتی ان موجوں کی لپیٹ میں آکر چٹانوں سے ٹکرائی تو چند  
 لمحات کے اندر اشد ہمارے اعضاء فضا میں کھڑے ہو جائیں گے  
 ہم نے آپس میں مشورہ کیا قلعہ نے کہا کہ کشتی کو زیادہ  
 نزدیک نہ لایا جائے۔ بلکہ کسی ایک جگہ رک کر تھیرتے  
 ہوئے جزیبے تک پہنچا جائے۔ اس تجویز سے فرازی اور  
 خلیفہ کو تھوڑا سا اختلاف ہوا۔ لیکن انے کہا۔  
 لیکن کشتی کو اس طرح سمندر میں بھی تو نہیں چھوڑا جا  
 سکتا جس میں ہمارا ساز و سامان ہے۔ اسے ہم کس طرح  
 وہاں تک لے جائیں گے؟  
 آپ کا کہنا درست ہے۔ مسلمان۔ لیکن یہ تو دیکھئے  
 کہ سمندر میں اس طرح ہم بے یار و مددگار ہو گئے ہیں۔ کہ  
 اگر ہم اس جزیبے میں نہ اترے تو چاروں زبانیں بھی  
 غصے میں پڑ جائیں گی جس طرح جزیبے کے گرد چٹانیں  
 بکھری ہوئی ہیں اور جس طرح موجیں اس کے پاس سر  
 اٹھا رہی ہیں۔ اگر کشتی میں توڑ کی لپیٹ میں آکر کسی چٹان  
 سے ٹکرا جائے تو چاروں زندگی ہی محال ہو جائے گی۔ ان حالات  
 میں ہم مسلمان کی فکر کریں یا اپنی۔  
 وہ تو ٹھیک ہے لیکن ہمارے کھانے پینے کا کیا ہوگا؟  
 اس کے لئے میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ جو  
 سلاز و سامان ہم کسی بھی طرح ان دائروں میں نہیں  
 کر سکتے ہیں۔ وہ ہم اپنی اہستہ پر لاد کر قلعہ اور کشتی کو اسی

کہتے ہیں تیرہ سے اٹھارہ سال تک کھانے پینے کی چیزیں  
 ہوتی ہے انسان کبھی کبھی کھانے پینے کے علاوہ دوسرا  
 ہوتا ہے۔ عمر ان جوان لڑکے ای بکریں بے راہ روی کا شکار  
 ہو جاتے ہیں اور انہیں تسکین کے بغیر نظری طریقے اپنا لیتے  
 ہیں اور کچھ عرصہ بعد خود کو کھڑے کھنٹے لگتے ہیں۔ دیواروں پر  
 "تکونی ہوئی طاقت حاصل کرنے کے اشتہار دیکھتے ہیں  
 نیم حکموں سے رجوع کرتے ہیں، ان کا لڑ بھڑ پڑھتے اور  
 یقین کر لیتے ہیں کہ ہم اپنی جوانی تباہ کر چکے ہیں۔ جبکہ  
 ایسا نہیں ہوتا ہے۔ تو زبان لاعلمی کے سبب پریشان  
 رہتے ہیں، ایسے لوگوں کو چاہئے کہ اپنا علاج کرانے  
 سے پہلے جنسیات پر کبھی کبھی کتابوں کا مطالعہ کریں۔  
 ایسی بہت سی کتابیں بازار میں دستیاب ہیں جن میں  
 "جنسی خفیہ راز" اور "جنسی صلاحیت بڑھانے"  
 بہت مقبول ہیں۔ یہ کتابیں ہر لحاظ سے کارآمد ہیں انکے  
 پڑھنے سے ذہن میں پڑا ہوا خوف نکل جاتا ہے۔ جو  
 غلط فہمی ہم میکوں کے اشتہاروں نے پیدا کی ہے۔ دُور  
 ہو جاتی ہے۔ ان کتابوں میں قابل اعتماد حکما کے نسخے  
 بھی موجود ہیں، نسخوں کی دوائیں بہت معمولی رشم  
 خرچ کر کے ہاند سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اس طرح  
 وہ لاجوں جو جوانی کے جوش میں بیکس گئے تھے وہی کتابوں  
 کی مدد سے خود کو سنبھال سکتے ہیں۔

(دکھتہ اسلام غل)

مشورہ ادیب ہنری طرے ایک مرتبہ پیرس میں سیب کا  
 پانچ گلاس لٹاتے ہوئے اس نے دکان والے سے پوچھا: تم دن بھر  
 کتنے سیبوں کا اس بیج بیٹے ہو؟  
 "تقریباً ایک سو سیبوں کا" دکان دار نے بتایا۔  
 "میں تمہیں ایک مشورہ دیتا ہوں جس پر عمل کر کے تم تقریباً دو  
 سو سیبوں کا اس بیج بیٹے ہوئے ہوئے ہو گے۔  
 "کیسے؟" دکان دار نے پوچھا۔  
 "گلاس لٹا کر دیکھو۔"

جگہ چھوڑ دیا جائے۔  
 اور اگر اس جگہ سے وہی کاغذ لے کر  
 پڑا تو۔  
 جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا تقدیر میں جو کچھ دکھانا  
 چاہتی ہے۔ ہم وہی کچھ تو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ تو ملتی نہیں کہ ہم  
 سمندر کے سینے پر زندہ رہیں اس سے بہتر یہ ہے کہ زندگی  
 پر زندگی کو مشورہ کریں اور حکومت ہی آتی ہے تو سمندر کے  
 سینے پر بھی نہ گئی اور زندگی پر بھی آسکتی ہے۔ قطب نے  
 جواب دیا۔  
 ہر طور سے تیار ہو گئے۔ درحقیقت اس کے سوا  
 اور کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ لیکن اس کے لئے کچھ خاص  
 انتظامات بھی کئے گئے تھے۔  
 کپڑوں کے تیلے اپنی پشت پر باندھ کر ہم نے اپنی کر  
 میں رہیں گے چھندے ڈالے اس کا ایک سرا سب سے  
 تھے قطب کی گھر میں تھا وہ سب سے پہلے میری گھر میں  
 میں تمام منہ ہوا اس ایک ہی چھندے سے منگتے تھے اس  
 طرح کہ اگر کسی ایک کھانے کے ذیل کا خوف نہیں ہوتا تھا  
 ہم نے جتنا خوشی چھوڑ دی۔ سب سے پہلے قطب نے بچے آنر  
 عا اور اس کے بعد ایک ایک کر کے ہم سب۔ قطب نے میرا ہوا  
 آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ کسی ایسے راستے کی تلاش میں تھا۔  
 جہاں سے سمندر کی دیو سیکل میں نہیں سمندر کی چٹانوں  
 سے ٹکرانے سے روک سکیں اور قطب کی زیرک آنکھوں نے  
 ایسی جگہ تلاش کر لی۔ وہ نسبتاً بہتر جگہ پہنچ گیا۔ اور سب سے  
 پہلے وہی نقشہ پر اترنا تھا اس کے بعد ہم سب۔  
 چاند طرف اونچی اونچی اور دیران چٹانیں پھیل رہی  
 تھیں ان کے گرد رتیلی زمین تھی۔ کافی دودھ تک کوئی  
 پودا یا پانی کا چشمہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ بالکل دیرینہ اور بے  
 آب و گیہو علاقہ تھا جہاں ہر منہ ہوا دھڑکتا چاند کے  
 علاوہ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ان چٹانوں کا رنگ ہزار سال  
 کی گرد و غبار کے باعث گہرا سیاہ پڑ گیا تھا اور انہیں  
 دیکھ کر بیت حرامی ہوتی تھی۔ ہاں لگتا تھا۔ جیسے چٹانیں ان  
 کی پہلی ہی جگہ پر کھڑی تھیں۔  
 ہند سے پاکٹیہ و طبرستان نظر نہیں آ رہے تھے۔  
 چند منقعات پر گھرے گھرے کھنڈوں میں پورے کا پانی جھرا  
 ہوا تھا۔ لیکن اس میں سے کمالی برکت نہ پڑا تھا وہی  
 تھی اور لہذا اس میں دیر تک اتنی آہستہ آہستہ کسی کو گریز

تربیہ پاس بھی لگ رہی ہو۔ نہ ہی یہ پانی چیک تک نہیں  
 جا سکتا تھا۔  
 ہم سب نے کمرے بند کر دیے۔ ہر کسی نے اپنے  
 کو آزاد کر لیا۔ ان رسیوں کے لپے ناکر کمرے پر ڈال لئے۔  
 مجھے درمیان سے ٹکڑے کر کے۔ لپے بنائے گئے۔  
 کیونکہ ایک آدمی۔ ساری رسی سے کر نہیں چل سکتا تھا۔  
 نہ جانے آگے میں کس شکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ ہر طور  
 سمندر میں تیر کر یہاں تک پہنچ گئے تھے۔ اور تھکی سے پور چور  
 تھے۔ لیکن اس وقت سے جب سے طوفان نازل ہوا تھا۔ ہم  
 سب مسلسل جدوجہد میں مصروف تھے۔ چنانچہ فیکلن کے مشورے  
 پر سب سے پہلے سی فیصلہ کیا گیا کہ کوئی سطح جگہ دیکھ کر آرام  
 کی جگہ چائے۔ اور اس وقت تک سوتے رہیں۔ جب تک  
 تندرستی نہ ہو جائے۔ سب ہی نے اس بات سے اتفاق کیا  
 کیونکہ سب ہی کے بدن تھکن سے چور تھے۔ ایسی جگہ تلاش  
 کرنے میں کوئی زیادہ وقت نہیں ہوا۔ بس ہم سمندر سے  
 کافی دور ہٹ گئے تھے۔ تاکہ بانی کا شدید شور ہماری  
 نیند میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ لیکن نیند میں تو اس وقت  
 اسرافیل بھی کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ ہم سب گہری  
 نیند سو گئے۔  
 صبح ہم اس وقت جا گئے جب سورج ڈوب چکا تھا  
 شام کے ہونا کا سائے پہاڑی چٹانوں پر پڑا آئے تھے۔ اور  
 چٹانیں ان میں رد و پیش جو کر رہ تھیں۔ اتنی گہری ہر کی چھاؤ  
 جاری تھی کہ چند لمحات کے بعد ہاتھ کو ہاتھ بھی نہ سمجھا  
 دے۔ ہمارے پاس روشنی کا انتظام تھا۔ لیکن اسے محفوظ  
 رکھا گیا۔ ضرورت نہ تھی۔ روشنی جلا کے کیڑے مکوڑے  
 گھریاں پہلے بھی نہیں نظر آئے تھے۔ اس لئے یہ خطرہ بھی نہیں  
 تھا کہ زمین پر کوئی ایسی چیز نظر آ جائے گی جس کی وجہ  
 سے ہمیں جان کا خطرہ لاحق ہو جائے۔  
 دی گزر گیا تھا۔ چنانچہ اب بھوک بھی لگ رہی تھی  
 قطب کے مشورے پر سب نے ہسٹے ہسٹے کھوس کے  
 تیلے کھوسے اور تھوڑی تھوڑی سی خشک غذا میں نکلان کر  
 میدے میں تار لیں۔ لیکن ان کی مقدار اسیت کم رکھی گئی  
 تھی۔ یہ غالباً اس وجہ سے کہ ہم ہاں دو چند رہیں۔  
 رات تو ہر سکون ہی گزار لی تھی۔ مگر دوسری صبح ہم  
 کچھ کر سکیں اور درحقیقت رات کی ہر سکون نیند نے دوسری  
 صبح میں پھر اس طرح چلنے دو چھوڑ دیا۔ سمندر کی کم ہواؤں

نے ہمارے بدن تم کر دیئے تھے۔ لیکن یہ بھی اس وقت بڑی  
 نہیں لگ رہی تھی۔  
 صبح کو جب ہم جا گئے تو سورج بلند ہو چکا تھا اور  
 نقاب میں دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ سیاہ چٹانیں بھی اس  
 دھوپ میں چمک سی تھیں۔ دور بیت دور بیت کافی  
 دور ہیں کوئی سرخ سی تھیں نظر آئی۔ یہ تھے ایک بلند جگہ  
 نظر آ رہی تھی۔ قطب اسے دیکھنے لگا۔ اور پھر تھوڑی دیر  
 تک دیکھنے رہے کے بعد اس نے مجھے متنبو کیا۔  
 "مشراب براہ کرم دیکھئے میرا خیال ہے یہاں ہسانی وجود  
 موجود ہے۔" اس نے کہا کہ میں اس کے اشارے کی جانب  
 دیکھنے لگا۔ وہ سرخ تھے مجھے بھی نظر آ گئی تھی۔ لیکن اندازہ  
 نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کیا ہے۔ میں نے قطب سے پوچھا۔ تو قطب  
 کہنے لگا۔  
 "یقیناً کوئی سرخ کپڑا ہے۔ جو نقاب میں لہرا رہا ہے؟"  
 "اے۔" میرے ہونٹ کھٹکے۔  
 "کیوں؟"  
 "تم اس سرخ کپڑے کے بارے میں کیا اندازہ لگا سکتے  
 ہو قطب۔"  
 "میں نہیں کہہ سکتا لیکن جو خیال آپ کے ذہن میں آیا  
 ہے۔" مشرب براہ کرم دیکھئے ذہن میں بھی آیا ہے۔"  
 "خفا۔" میں نے سول کیا۔  
 "یہ کپڑا کسی ایسے سیاح کا بھی ہو سکتا ہے جو یہاں  
 تک پہنچا ہو۔ لیکن یہاں ہمیں کر رہ گیا ہو۔"  
 "ہاں۔ یہی خیال میرے ذہن میں بھی تھا۔ اس نے  
 ممکن ہے امداد طلب کرنے کے لئے یہ کپڑا کسی بلند جگہ  
 باندھ دیا ہو۔"  
 "ہاں۔ ہو سکتا ہے۔ تو پھر کیا خیال ہے؟" قطب  
 نے پوچھا۔  
 "کیا کہا جا سکتا ہے۔ اب تو کشتی بھی ہم سے چھین چکی  
 ہے۔"  
 "یقیناً لیکن زندگی کم از کم ابھی تک محفوظ ہے۔ یہاں  
 رہ کر ہم زندگی بچانے کی کوئی ترکیب بھی سوچ سکتے ہیں  
 اگر کشتی میں میں پڑے رہتے تو آپ یقین لگتے بہت جلد  
 جلدی زندگیوں کا خاتمہ ہو جاتا۔"  
 "میں متفق ہوں تم۔" اور جانتا ہوں کہ تم سمندری  
 زندگی سے بہت اچھی طرح واقف ہو۔" میں نے جواب

دیا۔  
 "بہر حال آؤ ان لوگوں سے بھی بات کر لیں اور انہیں  
 بھی یہ سرخ کپڑا دکھا دیں۔ ممکن ہے۔ ان میں سے اور  
 کوئی بھی صحیح راستہ دے سکے۔" قطب نے گردن ہلا دی۔  
 اور تھوڑی دیر بعد ہم نے ان سب کو وہیں جمع کر لیا۔ وہ سب  
 اس سرخ کپڑے کے بارے میں اپنی اپنی رائے دینے  
 لگے۔ لیکن ان سب کی رائے ایک دوسرے سے اختلاف  
 نہیں رکھتی تھی۔ سب کا یہی خیال تھا کہ کسی مصیبت زدہ انسان  
 نے اپنی امداد کے لئے یہ سرخ کپڑا باندھا ہے۔"  
 "تو پھر اس کی طرف بڑھا جائے۔" قطب نے پوچھا۔  
 "ظاہر ہے۔ یہاں ان چٹانوں میں زندگی کو نہیں گزارا جا  
 سکتی۔ اب لوگوں کو سہارا تو رہ نہیں گیا۔" میں نے کہا اور  
 سب مجھ سے متفق ہو گئے۔ ابھی تک کسی نے کوئی شکایت  
 کا اظہار نہیں کیا تھا۔ کہنا بھی کوئی کیا حادثہ کہ اس طرح  
 تہی ہوئے تھے کہ اس سلسلے میں کسی کو ذمہ دار ٹھہرا نہیں  
 جا سکتا تھا۔ سمندری موجوں نے ہمارا رخ بدل دیا تھا۔ اور  
 ہم اس جہاز سے پر آ پڑے تھے۔ ویسے یہاں آنے کے سلسلے  
 میں سب ہی نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ کہ ہماری  
 زندگیوں خطرے میں پڑ سکتی ہیں۔ اگر وہاں اس کے تو ایک  
 عالیشان خزانہ سے گزرائیں گے اور اگر زندگیاں ویران علاقے  
 میں ہی ختم ہونا ہیں۔ تو پھر جو جائیں اس کی پروا ابھی تک  
 کسی کو نہ تھی۔ چنانچہ آپس میں ہم سب میں ابھی تک مکمل  
 اتحاد و اتفاق تھا۔ اور یہ اتحاد و اتفاق ہی ہماری زندگیوں  
 کا ماسخ بن سکتا تھا۔  
 چنانچہ ہم ہر مسکو کے ساتھ کہیں جھلساں اور کہیں  
 کھردری چٹانوں پر سفر کر کے گئے۔ یہ چٹانیں کہیں کہیں سے  
 درمیان میں رخنہ بھی رکھتی تھیں۔ جنہیں عبور کرنا مشکل نہ ہوا۔  
 اور لیکن ہم طویل سفر طے کر کے سمندر سے فاصلے دور ہو  
 گئے۔ اس کے بعد ہم چٹانوں کے سلسلے کے آخری حصے تک پہنچ  
 گئے۔ جہاں سے پھر رتیلی زمین کا سفر شروع ہوتا تھا۔ جو  
 کھردری اور کہیں کہیں چٹانوں سے گھری ہوئی تھی۔ لیکن چٹانوں  
 کے بالکل رامن میں ہم نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر ہم مشعر  
 رہ گئے۔  
 پہلے کئی ٹیلے چھوٹی کشتیاں بھری ہوئی تھیں۔ ان  
 کے نیچے آدھرا فخر بھرا جوئے تھے۔ اور ان کشتیوں  
 کے درمیان کہیں کہیں ہسانی بھری نظر آ رہے تھے۔ ہم

سب کو دھت ناک منظر دیکھ کر شہر روڑ گئے تھے جس  
جہیب میں لگاؤ سے اس منظر کو دیکھا۔ ہر اس  
کے میرے کان میں سرگرمی  
ہمیں یہ ہے۔ اسی منظر کو دیکھ کر ہر ایک اڑا جانے لگا۔

بہارِ مجیدہ، جلد ۱۱، قسط ۱۱

دوسرے لوگوں نے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ہم آگے بڑھنے پہ اور بالآخر اس بات کی قریب پہنچ گئے۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ باتیں افسوس کیا گیا ہے اور وہ سرخ پتہ آگے کی قیامت ہی تھی لیکن تا حال وہ خاموشی وہاں ہی پھیلی ہوئی تھی، کوئی متحضر نظر نہیں آ رہا تھا لیکن چن کر کہہنا چاہیے کہ ہر ایک اور انسانی ڈھانچہ انہیں آج بھی اکیلے، سسکا ہوا تھا اور خاصہ پہاڑ نامعلوم جوتا تھا۔ میں نے گراؤں سے بھاگی۔

”غیر پتھرنا ٹھکان ہے جو مشر مسلمان کو ان واقعات کا کوئی  
تبدیلہ نہ ہو۔ لیکن وہ حد سے زیادہ بڑا نہ ہو ان میں۔“ نیکیاں لے  
پانی رائے ظاہر ہوں۔

اس ہاتھ بہت زیادہ جھڑو رکھا ہے۔ اس نے اس نے ابھی تک  
لکڑی نہیں کا۔ میں نے سلی کی پوزیشن جان کرتے ہوئے  
کہا کہ یہ خطرہ محاکفوں کو کہیں شدید دھچکے سلی کی جھڑ  
زیادہ پڑا رہی ہے ان لوگوں کے لئے شدید کا باعث بن سکتی ہے۔  
یہ بھی فیصلہ کیا تھا کہ سلی کو جس کی محاکفوں کو سلی کے ساتھ شریک  
رہے اور میں نے وہ سب کا موازنہ کر کے درجہ حرارت  
لے لی تھی وہ ہر سیکے تھے۔ راستہ نام کے لئے ہی تھی۔ کب تک تیر  
کے لئے تھے۔ خند آں فرم گئے۔ وہ چون جاگ رہے تھے۔ اور پھر  
اس وقت کہ کھل کھل جب بند کی آواز فضا میں گونگا اٹھا  
بڑا زار اٹھا گیا۔ میں ہی میں تمام ہی لوگ جاگ اٹھے تھے۔ ایک سیلہ  
تمام فرعون نے گولی چلائی تھی۔ ہم سب اس کے قریب پہنچ گئے۔  
دیکھا ہوا۔ کیا بات ہے۔ میں نے سوال کیا  
۔ وہ اُدھر اس جہان کے سچے جیسے کوئی روڈ تھا۔ ہوا اُٹھ آئی تھی  
۔ کیا تمام فرعون نے ایک ہی سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا:

کرنے کی کوشش کرے تو اس کے نشا جانے میں آئے  
اس بات کی پروا نہ تھی کہ تھی چند لمحات کے بعد میں آئے  
اس کے زخم پر دوا ملے کہ کہ باندھ دیا۔ وہ نرم نگاہوں سے بچے  
دیکھ رہا تھا اور اس کے حلق سے گریں نکل رہی تھیں۔  
"کون جو تم؟" اس کاہے کہ فارغ ہو کر میں نے اسے  
ٹھوکتے ہوئے کہا اس نے آہستہ سے گردن اٹھائی اور بھر  
ہنسنے لگا۔

54

اور کہ نہیں جانتے، یہاں کوئی جائزہ نہیں ہے دور دور  
 کی نہیں ہے اس نے جواب دیا۔  
 "تو سچہ تم زندگی کس طرح گزارتے ہو" میں نے







”اوچ۔ بڑی ہونا ک کہا ہے تباری خاص طور سے  
نہایت تنہا، یعنی طور پر تنہا ان دیرازوں میں زندگی گزارنا  
موت سے بھی بدتر ہوگا۔ لیکن تم نے یہاں سے نکلنے کی کوشش  
اور کوشش نہیں کی؟“  
”میں نے کہا، میں اطراف میں ایک سمت سمندر کی  
اور دوسری سمت جنگلوں کی اور تیسری دلدلوں کی ہر طرف  
موت ہی موت ہے۔ میں اس کا منتظر تھا۔ اگر زندگی باقی  
ہے اور مذہب دنیا دیکھنا نصیب میں لکھا ہوا ہے۔ تو ممکن  
ہے کوئی مہوہ چھٹا جہاز اس طرف آجائے۔“  
”یہ ہائیں اور اس میں سرخ کپڑا تم ہی نے لٹکایا ہے؟“  
”ان۔ یہ میری ہی کوشش تھی۔ پہلے یہ ہائیں اور یہ  
کپڑا سمندر کے کنارے لٹکا ہوا تھا۔ لیکن تیر ہوا میں آئے  
کئی بار سمندر میں اسے جا بھی گئی۔ چنانچہ میں نے اسے وہاں  
سے ہٹا کر یہاں اس جگہ لٹکایا ہے۔ کچھ امید نہیں تھی۔ کہ  
کوئی بھی اس طرف آجائے گا۔ لیکن نہ۔ تم یہ بتاؤ کہ تم زندہ  
حالات یہاں تک کچھ پہنچ گئے۔ یہ چٹانیں تو بہت ہونا ک  
ہیں۔ بہت سی کشتیاں جو سمندری جہازوں سے بچ کر

یہاں پہنچی۔ ان چٹانوں سے ٹکرا کر مارش پاس ہو گئیں سمندری  
طوفان ان کشتیوں کو تباہ کر کے کہاں کہاں لے جاتا ہے۔ اور  
اس میں سوار آدمی زندہ نہیں بچتے ہیں۔“  
”ہم نے چند کشتیوں میں چٹانوں کے اس طرف دیکھی ہیں  
یہ آخر کس طرح؟“  
”تم کیا سمجھتے ہو۔ سمندر کا پانی مخصوص دلوں میں ان  
چٹانوں کو بسور کر لیتا ہے۔ اور اس وسیلے زمین تک پہنچ  
جاتا ہے۔ کشتیاں یہ آسانی ان چٹانوں کے اوپر سے گزر کر  
جہاں تک آ جاتی ہیں۔“  
”خدا ک چاہ۔ انہی بلندیں؟“  
”ہاں بہت دور دور تک سمندری جہاں جوتا ہے۔ یہ  
جگہ جہاں تم اس وقت بیٹھے ہو۔ بعض اوقات پانی سے بھر  
جاتی ہے۔ اس نے جواب دیا اور جہاز سے دو گٹھ کھڑے  
ہو گئے۔ سمندری لہروں کا یہ خوفناک کارندہ بارے لئے بہت  
نصیب خیز تھا۔ کیونکہ وہ چٹانیں بہت ہی بلند تھیں۔ بہر طور یہ  
سبھی کمرہاں رہ چکا ہے۔ اس لئے جھوٹے لوں رہا ہوگا  
جہیں اس سے کافی جلدی ہوئی۔ پھر قطبی نے کہا۔

بہر طور یہ شخص تو یہاں رہ چکا ہے۔ اس لئے جھوٹے لوں  
رہا ہوگا۔ جہیں اس سے کافی جلدی ہوگی۔ پھر قطبی  
نے کہا۔  
”میرا خیال ہے مسٹر فرارزی۔ آپ کا لباس میں صاحب  
کے بدن پر آکھتا ہے۔ آپ انہیں کوئی لباس دے دیں۔“  
”مگر وہ۔“ فرارزی نے جواب دیا اور لباس نکالنے  
کے لئے چل پڑا۔ پھر پہنانے اس سے سوال کیا۔  
”وہی آپ کا لٹھن کہاں سے ہے؟“  
”پرنگال سے۔“ میرا نام ڈیگاردو ہے۔“ اس نے  
جواب دیا۔  
”ہوں۔“ سلطان نے خیال انداز میں اسے دیکھ کر گردن  
بلانے لگا۔ فرارزی نے اپنا ایک لباس اسے پہن کر دیا۔  
”تم یہ لباس پہن لو۔“ فرارزی نے کہا۔ وہ لباس کر دیکھ  
کر ہنسا اور صبر کئے لگا۔  
”مجھے صرف اپنی بدن کے لئے کوئی کپڑا اور کلاس ہے۔  
بقیہ کو لباس پہننے کی عادت ہی ختم ہو گئی ہے۔“  
”تو یہ بتاؤں ہیں اور اپنی بدن پر بندہ ہونے اور فرارزی  
نے جواب دیا اور اس نے ان کی ہدایت پر عمل کیا۔ بڑی بے تکلفی  
سے وہ سب کے ساتھ ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ صرف ٹانگ کے  
زخم کی وجہ سے تھوڑی سی مشکوٹ کا شکار تھا۔ ورنہ اس  
کے بدن میں اور کوئی کمزوری نظر نہیں آتی تھی۔ تھوڑی دیر  
پہلے اس کی جو کیفیت تھی۔ وہ اب دور ہو گئی تھی۔  
بتلوں کا پانچویں اس کے زخم پر سے ہٹا دیا گیا تھا۔ اس  
نے اپنے اعضاء کو متحرک کر کے ہٹے کہا۔  
”تم نے بتایا نہیں کہ تم لوگ پہلے تک کس طرح پہننے؟“  
”وہی کہانی جہاز ہی ہے جو تہلہ رہے۔ جہاز جہاز  
میں تباہ ہو گیا تھا۔ ایک بڑی لایچ سے ہم سمندر میں سفر  
کرتے گئے۔ لیکن سمندری طوفان نے مارے لایچ کو ان علاقوں  
میں لایچیکا اور وہ بہر طور ان چٹانوں تک پہنچ گئی۔ ہم نے  
لایچ کا پانی دور چھوڑ دی اور تیر کر ان چٹانوں تک پہنچے ورنہ  
لایچ چٹانوں سے ٹکرا بھی سکتی تھی۔“  
”سو فیصدی۔ اور اس کے بعد تہلے سے اعضاء فضا میں  
بکھرے پڑے ہوئے۔ میں اپنی آنکھوں سے ایسے کچھ مناظر  
دیکھ چکا ہوں۔ ڈیگاردو نے بتایا۔  
”سٹر ڈیگاردو کیا آپ ہیں ان جنگلوں تک لے جا سکتے  
ہیں۔ جہاں سے آگے گئے گا راستہ ہے۔ دلدلوں کی

سوت لواتے سفر نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اب چھوٹے ہم کافی  
تعداد میں ہیں۔ اس لئے چھوٹے ہو کر ان جنگلوں سے گزر  
سکتے ہیں۔“ ڈیگاردو نے خیال نکالوں سے دیکھتا رہا۔  
”مجھ بولا۔“  
”ہاں تم لوگ کم از کم مسلح ہو اور کسی خطرے سے  
بچ سکتے ہو۔ لیکن۔ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ جہاز  
کی تباہی کے بعد فرار ہوئے ہوئے ہیں تم اچھا خاصا ایونیشن  
ساتھ لے آئے ہو؟“ اس نے ایک پہتا ہوا سوال کیا۔  
”واقعیت اس سوال کا بارے ہم کوئی موزوں جواب نہیں  
تھا۔ لیکن قطبی جلدی سے بولا۔  
”ہم انسولڈ کے اندرونی علاقوں میں ہم کے لئے نکلے  
تھے۔ اور پوری طرح جان وچ بند تھے۔ ہمارا ہڈی بڑی تھا کہ  
ازلیہ کے کسی ساحل پر نکلیں اور پھر وہاں سے اندرونی علاقوں  
میں داخل ہوں۔ بارے پاس اس قاعد کے لئے یہ ایونیشن  
موجود تھا جو ہم نے جان بچانے کے لئے ہمیں جان سے نایاب  
نہیں رکھا اور اسے لئے ہوئے ہی لایچ پر آخر گئے۔ ڈیگاردو  
عجب سی ٹکا ہوں سے ہیں دیکھتا رہا۔ صاف ظاہر تھا کہ  
اسے ہلکی بات پر یقین نہیں آیا۔ پھر اس نے ایک مشکوٹ  
سائیس لے کر کہا۔  
”ظاہر ہے کہ انفریق میں داخل ہونے کی وجہ یہاں کی  
روایات ہی ہیں گی۔ جسے اس سے کوئی خوف نہیں ہے  
ہاں اگر تم لوگ میرا بوجھ برداشت کرنا پسند کرو۔ تو میں  
تمہیں ان جنگلوں کی سمت لے جاؤں گا۔ اور اگر تم زندہ نہ  
کر لکل گئے۔ تو شاید میری بھی جان بچ جائے۔ ورنہ میں تو  
جہاں ان چٹانوں میں پہاڑوں میں موت کا انتظار کر رہا تھا؟  
بالکل بے فکر رہو۔ ہم تہلہ اور پورا خیال رکھیں گے۔“  
”میں نے کہا اور وہ مطمئن نظر آئے لگا۔ پھر بولا۔  
”تہلہ بہت بہت شکریہ۔ کتنے عرصے کے بعد میں نے  
اپنے سبھی انسانوں کو دیکھا ہے۔ کس عرصے کی ہے ورنہ  
لٹھن کرو۔ میں تو اپنی زبان میں مہولہ جادہ تھا۔ جہیں اس  
کی کیفیت کا احساس تھا۔ بہر طور ہم نے اسے سونے کے لئے  
کہا اور پھر ہم خود بھی لیٹ گئے۔ اس شخص کے مل جانے  
سے وہ مسئلہ حل ہو گیا تھا۔ جو ہمارے ذہن میں کھٹک رہا  
تھا۔ لیکن اس کے بعد یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ یہاں سے افریقہ  
کے اندرونی علاقوں میں داخل بہت ہی مشکل ہے۔ ہم مشکلات  
سے نکلنے کے لئے ہی کہہ رہے تھے سفر کیا تھا۔

سب کچھ غیر منظم ہے جو گھٹے کیونکہ سلعی ہاگ  
 راجھا۔ دوسرے درجوں نے اب اہم لڑائی نہیں ہو رہی  
 کہ ہاں میں آدمی کی قوم کی اور اس کی سہیلی ہونے کی کہانی کے  
 بعد میرے کی ضرورت نہیں تھی لیکن جو کہ یہ بات پہلے ہی طے ہو  
 چکی تھی کہ پہرہ دیا جائے گا اس لئے پہلے وہ ضرورہ روں کی ڈیرلی  
 فتح ہوئے کے بعد دوسرے وہ ضرورہ روں نے خود بخود اپنی  
 اہم لڑائی نہیں  
 سلعی کھنگنا ہوا بالکل میرے نزدیک پہنچ گیا اور  
 ۱۰۔ میں غور کر رہا ہوں چاہوں کہ آپ جاگ رہے ہیں؟  
 اس نے آہستہ سے کہا  
 ۱۱۔ ان ظاہر ہے ان حالات میں پرکون نیند تو مشکل  
 ہی سے آسکتی ہے مگر اس وقت جب ہم جسک سے چور  
 ہو گئے ہوں۔  
 ۱۲۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ سلطان نے جواب دیا۔  
 ۱۳۔ خود تبار کی کیا کیفیت ہے؟ میں نے پوچھا  
 ۱۴۔ بچا جان میں بہت مطمئن ہوں کوئی الجس یا پریشانی  
 کی بات نہیں۔ ویسے ایک بات عرض کروں آپ سے؟ سلطان  
 ۱۵۔ ہاں کہو؟  
 ۱۶۔ یہ شخص مجھے جسک نظر آتا ہے۔ اس نے آہستہ  
 سے کہا  
 ۱۷۔ تمہیں؟ میں نے چونک کر پوچھا  
 ۱۸۔ یہی ڈیگر۔  
 ۱۹۔ کیوں؟  
 ۲۰۔ اس کی وہ کیفیت نہیں ہے جو ہونی چاہئے آپ کا مجھے  
 میں اگر غور کر بھی ملتی رہے تو کیا اس دیرانے میں ذہنی  
 قوتیں بحال رہ سکتی ہیں۔ آدمی تنہائی سے اکل ہو جائے۔  
 لیکن یہ شخص ہوش و حواس میں ہے۔  
 ۲۱۔ ممکن ہے وہ بہت زیادہ مضبوط قوت پروری کا مالک ہو  
 جس سے وہ اپنے آپ کو تیار ہوتا رہتا ہو۔ میں نے کہا  
 ۲۲۔ شک ہے۔ میرا اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ وہ لوگ  
 زہد و قوت پروری کو نام نہاد کہنا ہے۔ حد تک ہے۔ ہم جب  
 تک یہ جلد سے لے لے لے نہیں ثابت ہو جاتا ہے جو اس کے چکر  
 میں کہیں پڑے۔ سلطان نے غور سے اس بات پر غور کر دی  
 ۲۳۔ غلط کسی طرح ثابت ہوگا۔ سلطان ایک حق تنہا آدمی

ہو جا رہا تھا دیکھ سکتا ہے؟ میں نے کہا اور سلطان نے کوئی  
 جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے بیٹھا ہوا آسکوں کو گھومتا رہا۔  
 ۲۴۔ اس کے علاوہ اگر تیار ہے تو میں بھی کوئی بہت ہے۔ تو  
 مجھے بتاؤ۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ لیکن اس نے کوئی جواب  
 نہ دیا۔ اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا تو میں بھی خاموش ہو گیا۔  
 خود وہ نوجوان تھا اس کے ذہن میں بہت ساری باتیں آسکوں  
 تھیں۔ یہ کہ میں تھا جو کہ اس نے سوچا تھا۔ ایک طرح سے  
 مناسب تھا۔ لیکن بظاہر مجھے کوئی ایسی بات نظر نہیں آ رہی  
 تھی۔ میں بھی سو گیا۔  
 اور دوسری صبح جب ہم جاگے تو سورج جلد سے سروں  
 پر چڑھ چکا تھا۔ کافی دیر ہو گئی تھی۔ ڈیگر وہ بھی جاگ رہا تھا  
 اور ایک چٹان سے ٹیک لگا کر بیٹھا تھا۔ وہ بھی گھور رہا  
 تھا۔ ہم سب اپنے اپنے معاملات میں مصروف ہو گئے۔ میں نے  
 اس سے خیریت پوچھی تو وہ مسکرا کر مولا۔  
 ۲۵۔ قبل ازیت بہت شکریہ میں اکل ٹیک ہوں۔ وہ  
 آہستہ سے بولا۔  
 ۲۶۔ سفر کے لئے تیار ہو؟ میں نے سوال کیا۔  
 ۲۷۔ ہاں میں ایک مضبوط آدمی ہوں۔ خاص طور سے ان  
 چٹانوں کے درمیان لڑنگی ہوسکتی ہے کرتے ٹکائی کا احساس  
 میرے ذہن سے نکل چکا ہے۔ اگر تم لوگ ضروری سے حمایت  
 کرو تو کیا کئی قسم کی چیزیں مجھے دے دو۔ تاکہ میں اس کے سہارے  
 چل سکوں۔  
 ۲۸۔ اگر تمہیں کوئی وقت ہے چلے میں تو ہم نہیں ایک  
 اسٹریم پر چلیں گے۔ ہمارے پاس اس کا بند و بست بھی  
 موجود ہے۔  
 ۲۹۔ ارے نہیں نہیں اب میں اتنا کمزور نہیں ہوں۔  
 اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ شکل و صورت سے وہ خاموشی  
 نظر آتا تھا۔ لیکن اس کا انداز گفتگو خاصا نرم تھا۔ اس کے  
 چشمی نظر کرنے کی وجہ سے میں سو گئی تھی کہ وہ ایک طویل حصر  
 ان چٹانوں میں زندگی گزار رہا تھا۔ اور اس کے اندر سے  
 انسانی صفات ختم ہو گئی تھیں۔ لیکن اپنے چہرے صاف کے  
 درمیان اگر اس نے ہیر سے اپنی اوروں کو چھو کر لیں تھیں۔  
 بکا جھلکا سا مشاعرہ اور اس کے بعد سفر شروع ہو گیا۔  
 ڈیگر کو طبیعت نے سہارا دیا ہوا تھا۔ ویسے اسے ایک  
 بیباکی بھی جیسا کہ وہی غرض تھی۔ لیکن وہ بڑے اطمینان سے  
 سہارا مل رہا تھا۔

۳۰۔ ایک شہ پہنچے۔ اس نے ایک لکڑی ٹکڑا اس کے  
 اندر بیدار ہوا۔ اتنی تھی۔ لیکن اس کی چال میں کسی قسم کی کمزوری یا  
 نشان کے آثار نہیں تھے۔ اور وہ ہمارے ہی رفتار سے جا رہا  
 تھا۔  
 ۳۱۔ سفر جاری رہا۔ راستہ میں ڈیگر نے بتایا کہ یہ جگہ  
 بلندی پر ہے۔ لیکن یہ لکڑی کوڑا اس طرح کی ہے کہ کسی قسم  
 ہوتی۔ یوں لگتا ہے کہ یہ ہمارے ساتھ دوڑتے چلا گیا ہے لیکن  
 ضروری دور جانے کے بعد ڈھول شروع ہو جانے لگا اور  
 ان ڈھولوں میں ہی دل لیں اور یہ لکڑی کھڑے ہوئے۔  
 سورج کے ساتھ ساتھ ہمارا سفر جاری رہا۔ ہمیں سے  
 کوئی بھی سفر ختم کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ جب تک کے شام  
 نہ ہو جائے اور یہی ہوا۔  
 ۳۲۔ سفر کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی لیکن ہم اپنی دور  
 نکل آئے تھے۔ کہ اب سمندر کا نام و نشان بھی نہیں معلوم  
 ہوتا تھا۔ کوئی آواز بھی بلند نہ تھی۔ ایک نہیں پہنچ رہی تھی  
 غالباً ہم نے آٹھ یا دس میل کا فاصلہ طے کر لیا تھا۔ پھر جس  
 وقت ختم ہوئی تو ہم نے ان بلندیوں کے اعلان دیکھے۔  
 ۳۳۔ ڈھولان ناقابل قبول نہیں تھے اور ان کی دوسری جانب  
 ٹھیک جھیل ہو نظر آ رہا تھا۔ بائیں سمت کافی دور ٹپنے کے بعد  
 سیٹھ سے میدان تھے۔ جہاں بکا بکا دھول اٹھ رہا تھا۔  
 یقیناً وہ وہیں تھیں اور دھول چھڑتی ہوئی دھولیں  
 جس قدر خوفناک ہوتی ہیں۔ ان کا تصور بھی انسان کے لئے  
 بہت مشکل ہے۔ ان دھولوں کے نیچے آتش فشاں ہوتے  
 ہیں اور بعض جگہ یہ اس قدر کھولتی ہوئی ہوتی ہیں۔ کہ کوئی  
 بھی جائزہ اگر اس میں گر پڑے تو جھلس کر رہ جائے۔ بہر حال  
 میں دل لوں کا رخ اختیار کرنے کی ضرورت کیا تھی۔  
 ۳۴۔ جنگل کھنڈے ضرور تھے۔ لیکن ہادی تعداد اتنی تھی کہ ان  
 گھنے جنگل میں ہم اپنے بچاؤ کا انتظام کرتے ہوئے سفر  
 کر سکتے تھے۔ چنانچہ یہ سفر ہمیں مشکل نہ محسوس ہوا۔ اللہ ہم نے  
 یہ فیصلہ کر لیا کہ رات کو ہم یہیں قیام کریں گے۔ لیکن دن کے بعد  
 میں ان ڈھولوں کو عبور کر کے جنگل میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ بہتر  
 جگہ کا انتخاب ہوئے گا۔  
 ۳۵۔ یہاں دور دور تک دھولیں ہی پھیلی ہوئی تھیں۔  
 جیسے ہم پہنچے چھوڑتے تھے۔ ان چٹانوں میں زیادہ غلطی  
 نظر نہیں آ رہی تھی۔ لیکن بہر صورت کہیں کہیں کھوکھلی غوٹیں  
 محسوس ہوتی تھیں۔

۳۶۔ ہم نے ایک مسلح سا گول میدان منتخب کر لیا اور اس  
 میں پڑاؤ ڈال لیا۔ آج ہمارے پاس جلائے کسے کوئی میز  
 نہیں تھی۔ لیکن اس کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ البتہ  
 یہ احساس دل میں ضرور تھا کہ جنگل کی سمت سے جو کچھ چلاوے  
 اس طرف آسکتے ہیں۔ ڈیگر وہ اس سلسلے میں سوال کیا گیا۔  
 تو اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔  
 ۳۷۔ ان جگہ میں دھندے موجود ہیں۔ لیکن وہ ان ڈھولوں  
 کو عبور کر کے کسی چٹان تک نہیں آئے۔ آج تک میں نے کسی  
 بھی دھندے کو ادھر آتے نہیں دیکھا۔  
 ۳۸۔ اس کی وجہ؟  
 ۳۹۔ خدا جانے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ لیکن کوئی دھندہ جنگل  
 کو عبور کر کے ادھر تک نہیں آیا۔ غالباً اس کی وجہ یہ بھی ہو  
 سکتی ہے کہ یہاں اتنے کسی جائزہ کی موجودگی کا شبہ بھی نہیں  
 ہو سکتا۔ ڈیگر نے جواب دیا۔  
 ۴۰۔ شاید یہی بات تمہیں بھی معلوم کر کے ہوئے ہے۔ میں  
 نے سکوڑے ہوئے کہا اور ڈیگر وہ بھی سکوڑے ہوئے ہے۔  
 ۴۱۔ چہ نہیں کرن سی بات مجھے معلوم کر کے ہوئے ہے۔  
 اس نے آہستہ سے کہا۔  
 ۴۲۔ ہم ٹکڑا کر کے چلے۔ پہلے یہ موجود دو لڑائی ہو رہی  
 مستند تھے۔ سب بھول ہی طے کیا گیا تھا کہ دو گھنٹے کے  
 بعد ان کی ڈیرلی بدل جائے گی۔ پھر وہ بات کا بھانے کون سا  
 پیر تھا۔ جب ایک تیز رفتاری سے تھا۔ اور میری آنکھ  
 کھل گئی۔  
 ۴۳۔ آخری رات کا جائزہ آسان ہو چکا تھا اور اس  
 کی مدد میں دشمنی نے ماحول کو منور کر رکھا تھا۔ چند لمحات تو  
 چہرے کی وجہ سے میری سمجھ میں نہ آ سکی۔ لیکن اس کے بعد یہ  
 احساس بھی میرے ذہن سے زائل نہ ہوا۔ کہ میں نے کوئی  
 آواز سنی ہے۔ دو لڑائی کھینچا رہیں۔ لیکن ماحول میں کوئی تبدیلی بے نظر  
 نہ آئی۔ سب سو رہے تھے۔ لیکن ہے۔ یہ میری سماعت کا دباؤ  
 جو میں نے سوچا اور کوڑا بدل کر لیٹ گیا۔  
 ۴۴۔ لیکن لیجئے جوئے ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی۔ اور  
 دوبارہ لڑائی خند کی آغوش میں میرا بھی نہیں تھا۔ کہ دفعتاً  
 بہت سے دھولوں کی آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر عجیب  
 وحشاؤں کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ اب شک و شبہ کی کوئی  
 گنجائش نہیں تھی۔ میں اچھوٹ گیا۔ لیکن اس وقت

میری گردی سے ایک ٹھنڈی چیز آگئی۔ میں نے وحشت زدہ انداز میں لپٹ کر دیکھا اور کچھ دیکھا اسے دیکھ کر متحیر رہ گیا۔ ڈیڑھ گھنٹہ میں اس وقت بیٹا کھڑا تھا۔ وہ بڑے اطمینان سے تباہ کھڑا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کی ٹانگ کا زخم اچانک ٹھیک ہو گیا ہے۔ اس کے اچھے میں دلی ہوئی رائفل کی نال میری گردن پر لگی ہوئی تھی۔

میں نے ہوش و حواس قائم کرنے کی کوشش کی۔ یہ منظر ناقابل یقین تھا۔ لیکن اطراف میں دوسرے ناقابل یقین منظر بھی بکھرے ہوئے تھے۔

وہ تقریباً پورے تیرہ افراد تھے جو ڈیڑھ گھنٹہ کی طرح بالکل تنہا تھے۔ اور ان کے ہاتھوں میں رائفل و بندوق تھیں۔ سب کے سب سوتے ہوئے لوگوں پر غفلت تانے ہوئے تھے اور سوتے والے خائبان ان کی ٹھوکر سے آہستہ آہستہ جاگ رہے تھے۔ وہ حقیقت پر متحیر خواب سا محسوس ہوتا تھا۔ یہاں ان لوگوں کی موجودگی کیسے ممکن تھی اس دہرائے میں تو کھادو کے سوا کوئی نہیں تھا۔ میں نے خود سے دیکھا تو وہ بے ڈیڑھ گھنٹہ کی نال کے آدمی معلوم ہوئے میرے حین سامنے جو شخص رائفل تانے کھڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے میری ٹانگیں جھپک گئیں۔

یہ کوئی عورت تھی۔ لباس سے بے نیاز، اپنے آپ سے بے نیاز وحشت خیزی کا جتنا جاگن نمود۔ بڑے عجیب سے انداز میں وہ کھڑی ہوئی تھی۔ جیسے دیکھ کر وہیں پہنچا تو بالکل خاصا مشکل ہو جائے۔ لیکن اسے اپنی کوئی فکر نہیں تھی، وہ تو رائفل کی نال سے لڑائی کے سننے کو کشمکش آ رہی تھی۔ فرازی بھی خوفزدہ سا ہو کر کھڑے کر بیٹھا گیا۔

میرے منہ وہ بھی ان کی رائفلوں کا نشانہ بنے ہوئے تھے اور وہ دو دو چہرے دے رہے تھے۔ سبے ہوشی چمکے ہوئے تھے۔ بغیر ان کے حملہ کے انہیں یا تو چاک ہا بھر بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ اور وہ چمک کی آواز ملنے سے ان کی جگہ سے کسی کی ہو۔ اور یہ رائفلیں، یہ جلد سے علاوہ کسی لوگ نہیں تھیں۔ ہمارے ہتھول بھی ان لوگوں نے اپنے منہ میں کر لئے تھے۔ گویا وہ ہم سب پر قابو پا چکے تھے۔ لیکن کچھ آخر کیسے؟ اس ناقابل یقین منظر پر کیسے یقین کیا جاسکتا تھا تنہا ڈیڑھ گھنٹہ اور پھر اس کی

کہانی اور اس کے بعد یہ سب کے سب۔

ہوش و حواس پوری طرح جاگ اٹھے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ان میں کافی تعداد عورتوں کی بھی تھی۔ تقریباً دس تیار و مرد تھے اور سلت آٹھ عورتیں۔ مردان چٹانوں کے چبھتے سے نکل کر آگے آگے تھے۔ لیکن اب بھی منظر پر یقینی کرنے کو جی نہیں جاتا تھا۔

کھڑے ہو جاؤ دوست۔ کھڑے ہو جاؤ ڈیڑھ گھنٹہ کی آواز ابھی اس نے میری گردن پر بندوق سے حملہ کا دبا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ زمین پر رکھنے اور کھڑا ہو گیا۔ ڈیڑھ گھنٹہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اس کے ہاتھوں پر شیطان مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

یہ سب کیا ہے؟ اس کے بارے میں تمہیں تفصیل خود بخود معلوم ہو جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں کو علم دو کہ اگر زندگی کھو نہ جائے تو کوئی جدوجہد کرنے کی کوشش نہ کریں۔ میں تنگ جوتوں پر زبان جیسے کر رہ گیا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ کی بات سب ہی نے سُن لی تھی۔ اور مجھے اسے دہرانے کی ضرورت نہیں تھی۔ سب ہی میری طرح تیرت کا شکار تھے۔ یہاں تک کہ اس وقت سلمان بھی متحیر نظر آ رہا تھا۔ ہر خند کے اس کے چہرے پر خوف کا نشانہ لگ نہ تھا۔ لیکن حیوت تو بہر حال اسے بھی تھی۔ جب ان لوگوں نے پوری طرح سے ہم پر قابو پا لیا تو انہوں نے دوسرا عمل کیا۔

یعنی رسید کے وہ ٹکڑے جو ہمارے پاس موجود تھے لے کر ہمارے ہاتھ پھٹ کر پکڑ گئے۔ ہاتھوں کی بندشیں اتنی سخت اور وحشیانہ سی تھیں کہ ہم جنبش بھی نہ کر سکے اور ہمیں ہاتھوں کی پکڑ پاؤں ٹوٹنی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ ان کے پاس بے لپے چہرے تھے جن سے انہوں نے کسب کیا کٹ لیں اور اس طرح ہم سب کو قید کر دیا گیا۔ وہ ان دونوں مردوروں کو بھی گھیب کر اس جگہ لے آئے تھے جو تھوڑے فاصلے پر بنے ہوئے پڑے ہوئے تھے۔ ان کے سر زخمی تھے۔ میں سے لڑاؤ ہو تا تھا کہ ان کے سروں کی پشت پر کوئی وزنی لٹنے لگا کر انہیں بے ہوش کیا گیا ہے۔ بہر حال ہم سب کسی آفت کا شکار ہو چکے تھے۔ اور یہ آفت پوری طرح سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اس کا کوئی سرا جہن میں آتا ہی نہیں تھا۔

ڈیڑھ گھنٹہ کی کہانی تو پوری دلد و زخمی۔ لیکن یہ اس کے ساتھ کہاں سے آئے۔ اس کا مقصد تھا کہ وہ جھوٹ

بول رہا تھا۔ لیکن اس حلقے میں یہ منہ ب وحشی کہیں سے آگئے۔ تنگ و تنگ مرد اور تنگ و تنگ عورتوں کو دیکھ کر یقینی نہیں آتا تھا اگر ڈیڑھ گھنٹہ کے باقاعدہ انگریزی زبان میں گفتگو نہ کی جاتی تو مجھے یہ یقین نہ آتا کہ ان کا تعلق کسی طور منہ ب دنیا سے ہے۔ ممکن ہے اس کے دوسرے ساتھی بھی انگریزی زبان سے واقف ہوں۔ لیکن یہ کوئی تھے آخر یہ کوئی تھے؟

میں سوچتا رہا۔ ان سب نے ہمیں ایک جگہ بٹھا دیا۔ اور ہمارے گرد رائفلیں لٹے جیسے پہرہ دیتے رہے۔ سلمان میرے قریب تھا۔ میں نے اس کے چہرے کی طرف خود سے دیکھا اب اس کے چہرے پر حیوت کے نقوش نہیں تھے۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

تم مسکرا رہے ہو سلمان؟ میں نے ہمزاد انداز میں کہا۔

اے اچھا جان۔ سلمان بدستور اطمینان جھریے لیے میں ہوا۔

کیوں آخر کیوں؟ میں نے متعجب انداز میں پوچھا۔

میں نے آپ سے کہا تھا کہ مجھے یہ شخص مشکوک نہ لگتا ہے۔ سلمان نے کہا۔

اے تم نے کہا تھا میں نے اعتراف کیا۔

بہتر یہ جان لیجئے یقینی نہیں آتا تھا۔ اس کی کہانیاں ہیں یا بھڑپاؤں سمجھ لیں کہ وہ تو ہیں جو میری رہنمائی کر رہی تھیں۔ مجھے اب وہ ہر شہید کر رہی تھیں کہ اس شخص سے ہر خیال رہو لیکن آپ سے اعتراف بھی نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں یہ بھی نہ کہہ سکا۔ کہ سلمان۔ عمر اس قسم کے شک و شبہات کا شکار تھا۔ تو وہ مجھ سے اس کا اظہار ہی نہ کرتا۔ بلکہ اس مسئلے میں کو عمل کر رہا تھا ممکن تھا کہ سلمان کے اس عمل کو ہم کوئی اعجاز اقدام سمجھ کر کرتے۔

رات زیادہ باقی نہ تھی۔ غصہ پوری ہی دیر کے بعد ان کی دلخشی فرو ہو گئی۔ روخشی کی کرنیں نمودار ہوئیں تو ماحول ایک دم جاگ پڑا۔

وحشی عورتوں کے ہاں بے لپے تھے۔ اور ان کی کڑک پہنچ رہے تھے باقی بین پر لباس نام کی ایک وجہ بھی نہیں تھی۔ ان کے جسم گرد آلود تھے۔ وہ اس طرح آزادانہ طور پر چلے جھبے ہی تھیں۔ مجھے انہیں ماسس میں نہ ہو کہ وہ صورت ہی۔ ان کے چہروں پر بھی وحشت پر س رہی تھیں تو

کی روخشی میں یہ چہرے کہ اور وحشیہ محسوس ہونے لگے تھے۔ جھڑپاؤں اور رونے آگے بڑھ کر کہا۔

اٹھو۔ تمہیں لٹھوں کا سفر کرنا ہے۔

جو کہ تم کہو گے ہم اس سے اعتراف نہیں کرتے ڈیڑھ گھنٹہ میں ہم نے ہمارے ساتھ بہتر سلوک کیا تھا کیا اس کے عین تم اپنے بارے میں یہی تفصیل بھی نہیں بتاؤ گے؟

بہت ہی عین پر تفصیل جاننے کے لئے۔ حضور! اس سفر طے کرو اس کے بعد تمہیں تمام تفصیلات بتا دیں جائیں گی۔ ڈیڑھ گھنٹہ نے ہنستے چمکے کہا۔ اور رائفل سے ہمیں اشارہ کیا۔ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ کہ ہم نیچے کی طرف سفر کریں۔ ان سب نے ہمارا سامان اٹھا لیا تھا۔

ہمیں ایک ہی جگہ رکھ گیا تھا اور وہ سب ہمارے گرد کھڑے ڈالے چل رہے تھے۔ یوں ہم ان ڈھلوان پر سفر کر رہے تھے۔ میں نے بارے میں ہم نے سوچا تھا کہ ان کی روخشی میں ہمیں جھڑپاؤں کے اور پھر جنگوں میں داخل ہوں گے۔

ڈھلوان کو عبور کرنے میں کوئی زیادہ وقت پیش نہیں آئی وہ اپنے تھے کہ ان پر قدم جاکر چڑھا سکتا تھا۔ اور ہم چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہم ان کے اختتام تک پہنچے۔

یہ ڈھلوان کہیں کہیں کٹاؤں کی شکل میں بھی تھے۔ ایسے ہی ایک کٹاؤں کے سامنے ہم نے ایک بہت بڑا سا چوڑا سوراخ دیکھا۔ جو یقیناً انسانی اعضاء سے تراشا گیا تھا۔

اس سوراخ کے سامنے ڈیڑھ گھنٹہ نے بھی رکے کا اشارہ کیا اور ہم رک گئے۔ ڈیڑھ گھنٹہ مسکرا کر اندر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

یہ مارا پٹا گاہ ہے۔ اس سوراخ کے دوسری طرف ایک کٹاؤں غار ہے اور ہم لوگ اسی غار میں محفوظ رہیں گے۔ ہم لوگ بیٹھ جاؤ۔ چوڑے غار میں تمہارے لئے گھنٹا نش نہیں نکل سکے گی۔ اس نے کہا اور ہمیں وہیں چھوٹی چھوٹی چائروں کے پاس بٹھا دیا۔ چہرے میں سے کہہ کر دگ غار میں داخل ہوئے اور بے لپے کھنٹے نکال ڈالے۔ جو بے لپے کے بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے پکھنٹے زمین میں گاڑ دیے۔ ان لوگوں کے پاس اس قسم کا خاصا سار و سامان معلوم ہوا تھا۔

کھنٹے گاڑنے کے بعد انہوں نے ہمارے اعضاء میں بندھی ہوئی رسیاں ان کھنٹوں سے باندھ دیں۔ گویا ہمارے ان کی طرح باندھ دیے گئے تھے۔

نہ کہ یہ تو ایک ہی قسم کے ہوتے ہوئے ہیں  
 کہ ایک ایک قسم کے ہوتے ہوئے ہیں  
 کہ ایک ایک قسم کے ہوتے ہوئے ہیں  
 کہ ایک ایک قسم کے ہوتے ہوئے ہیں  
 کہ ایک ایک قسم کے ہوتے ہوئے ہیں

مشتاقان به این دست پند چون رشت و پند  
خاکد  
پندین شایسته است که در این دنیا  
بغیر از این نیست که در این دنیا

۱۔ عبادتِ پروردگار و عبادتِ خداوند  
 ۲۔ عبادتِ خلق و عبادتِ خلق  
 ۳۔ عبادتِ خود و عبادتِ خود  
 ۴۔ عبادتِ خداوند و عبادتِ خداوند  
 ۵۔ عبادتِ خداوند و عبادتِ خداوند  
 ۶۔ عبادتِ خداوند و عبادتِ خداوند  
 ۷۔ عبادتِ خداوند و عبادتِ خداوند  
 ۸۔ عبادتِ خداوند و عبادتِ خداوند  
 ۹۔ عبادتِ خداوند و عبادتِ خداوند  
 ۱۰۔ عبادتِ خداوند و عبادتِ خداوند

پھر یہ اپنے ہفتہ بہ ہفتہ ختم ہو کر نئے نئے  
شکست و صدمہ میں ڈھلے گئے ہیں۔



کوئی ضرورت نہیں تھی، ہم سمندر کے دلتے فرار نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ اس طرف سمندری جہاز بھی نہیں آتے، ہم جھگڑوں کی سبقت جا نہیں سکتے تھے کیونکہ اس طرف ہی جیسے راستہ نہیں ملتا۔ اور دلدل تو اچھڑی جہاز کی زندگی کی خواہش تھی، بوجب ہم ایسی وحشیانہ زندگی بسر کرنے کے مجبور ہو گئے تھے تو پھر ہم انسانی آئندہ کے پابند کیوں رہتے، ہمارے اہل ضرورت سب کی ضرورت ہے، ہر موہر عورت کا مرد ہے، ایہ عورتیں بچے بنتی ہیں، بچے بڑے ہو جیتے ہیں، لیکن وہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتے، ہاں وہ ضرورتیں مرد کی حلقی زندگی میں جو ان کے لئے ہوتی ہیں اور اس طرح ہم یہاں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ خود راک کے لئے ہم بہت زیادہ پریشانی تھے، پناہ پناہ جب ہم نے اپنے کاغذوں سے انسانی آئندہ کا جھلکا اٹا کر سچوکیا تو پھر کچھ دوسری تبدیلیاں بھی ہم نے اپنے اندر پیدا کیں۔

نہایت مہربان ہے جسے جو جنگوں میں آہل ہرستہ ہیں مادرِ جنینیں ذہنی طور پر شکست دی جاسکتی ہے۔

[illegible]

یہیں زندہ دل کی نشانی میں پڑھو۔ مریں کو پہچانی ہو تو نکلا ہوا ہے۔  
 سدا کی جانب سے برو کیا تھا۔ دو آئینہ کیوں مسلمان کو نکلیں گے۔  
 پھر کرائے ہوئے یا تعلقہ میں جس طرح جاتا تھا۔ رسول پر ملا جلا ہوتا ہے۔  
 جیسو۔ کہ کراہیں کی ضرورت ہے کہ ان کے منہ سے نکلا ہو۔



ہم متی واسکان یہ کوشش کر رہے تھے کہ یہ سرسراہٹ  
بلند ہونے پائے۔  
سب سے پہلے سداونہ جی نادر کے اندر کودا خلد کر کے  
وہ پہلے سے اندر سے دیکھ چکا تھا، لیکن اس نے اس  
خروج سے بچا کر چھوڑ دیا تھا جس طرح لی کو دتی ہے اور  
اس کے ذہن کو زبردستی اس کے اندر نہیں دیتی تھی ہم سب نے  
اس کے اندر ہی اس کی تقلید کی۔  
خارج میں اذہب تھا، لیکن سونے والوں کے خراٹے  
جلدی رہتانی کر رہے تھے، ہم ان کی سمت بڑھنے لگے۔ ملان  
میرے ساتھ تھا، ہم تارکی میں آکھیں بھاڑتے ہوئے آگے  
کی طرف بڑھ رہے تھے، ہم نے اپنے ساتھ ایک دو کے  
ہوئے تھے، چند لمحات کے بعد جلاری آکھیں تارکی میں  
دیکھنے کے قابل ہو گئیں تو ہم نے ان جابروں وحشیوں کو دیکھ  
لیا، جو اندر سے سیدھے پڑے ہوئے سو رہے تھے، ہم  
دبے تھوڑے سے کسے سو رہے ہوئے تھے، اور ہم نے لپٹا کر  
اس طرح ان پر حملہ کیا کہ ان کی آواز میں بھی ٹپک سکی، جاز ایک  
انچ ان کے منہ پر جاتا تھا، اور دوسرا گردن پر اور ہم  
سب ان کی گردنوں پر اپنی توپیں صرف کر رہے تھے، بلاشبہ  
یہ گمان کام نہیں تھا، اگر وہ جاگ رہے ہوتے تو شاید  
ہمارے نابالوں، کیونکہ انسانی گرفت اور اس وحشت ناک  
ماحول کی کھلی آہ دہوانے ان کے حوٹ میں بے پناہ قوت  
پیدا کر دی تھی، ان میں سے ایک نے تو فیکان کو بٹھا کر  
اسٹاؤنچا پھینکا کہ فیکان بڑے زور سے نیچے گرا، لیکن قہلی  
نے فیکان کی یہ سرپوری کر دی تھی، اس نے وحشی کو  
کھڑے ہونے کی ہمت نہیں دی اور کوئی ونڈی چیز اس  
کے سر پر دے لہی، جو اسے غار ہی میں کہیں سے مل گئی  
تھی۔

وحشی کی آواز اب بھی بلند نہیں سکی تھی، کیونکہ قہلی  
نے وہ ونڈی چیز اسے دے دی تھی اس کا منہ پوری قوت  
سے چھین لیا تھا۔

ان کی آن میں ہم نے ان چاروں کو موت کے منہ  
میں آنا دیا تھا، ان کے سر زور زور سے پڑا کر زمین سے  
ڈراے اور اس طرح گڑھ میں ان کے خوں سے چھلک رہی  
کئی، اس کے بعد ہم کئی کسر نہیں چھوڑا کرتے تھے  
چنانچہ ہم ان کے سروں کو نو دو نو دو سے زمین پر پگھلے  
دے، جب تک ان کے بچے نہ نکل گئے، ہم نے

انہیں نہیں چھوڑا۔

خون بہت زیادہ بہ رہا تھا، اور ہمیں خوشی ہوئی کہ  
جاریے پاؤں اس خوف میں جھپٹنے نہ گئیں، اس لیے  
نے یہاں بھی احتیاط رکھی، اس لیے انہیں نہ بھڑکانا، نہ بھڑکانا  
جو اس اسلحے کے پاس پہنچ گئے، چنانچہ اب انہیں اندر  
ایک کونے میں ڈھیر کر دیا گیا تھا۔  
یہ وحشی اس وحشت ناک ماحول میں شاید عقل و  
خرد سے بھی محروم ہو گئے تھے، کیونکہ اگر یہ اس اسلحے کو منتشر  
کر دیتے اور اپنے پاس احتیاط سے رکھتے تو شاید یہ جاریے  
ہم سے اتنی آسانی سے نہ لگتا، لیکن وہ ہمیں باندھ کر اتنے ملہاں  
ہو گئے تھے کہ اس کے بعد انہیں کسی بات کی فکر نہیں رہی تھی  
تھوڑے دیر کے بعد سارا اسلحہ ہمارے قبضے میں آگیا اور  
ہم اسے سنبھال کر اسی آتشکی سے باہر کی جانب رہ گئے۔  
غار سے اوپر چڑھنے کے لئے ہمیں ذرا سی جدوجہد  
کرانی پڑی تھی، کیونکہ سوراخ کے بعد نیچے اچھی خاصی گہرائی  
تھی جو پانچ چھ فٹ سے کم نہیں تھی، لیکن بہر حال ہمیں  
سے کوئی بھی ہمت نہیں تھا، جسے اوپر چھپنے میں وقت نہیں  
آئی۔

ہم اوپر نکلے، رائفیں وغیرہ سنبھال کر غار کے  
دہانے کے پاس رکھی گئیں، اور ایک کر کے سب جی نیچے  
آ گئیں، اب انہیں ان سرد و سردوں تک پہنچانے کا مسئلہ تھا  
چنانچہ اس مسئلے میں بھی طری احتیاط سے کام لیا گیا اور ہر ایک ایک  
ایک رہ گئے جوئے آگے بڑھ گئے، جب تک ہم لیے ساتھ  
تک نہ پہنچ جاتے اور رائفیں انہیں تقسیم نہ کر دیتے، اب تک  
ہم خطرے سے دوچار تھے، چنانچہ جس قدر محنت ہو سکتی تھی  
ہم نے گارڈ بلاؤں ہم اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے، اب  
دل مسترد سے دھڑک رہے تھے، اور ہم خوشی سے بھرے  
نہ سارے تھے، زندہ کی جو موت کے بالکل قریب پہنچ چکی تھی  
واپس لوٹ آئی، رائفیں سرد و سردوں کو تقسیم کر دی گئیں اور  
ہم خوشی منہم نظر آئے گئے۔

اس کے بعد دوسرے اقدامات کا فیصلہ کیا گیا، ہم نے  
فیصلہ کیا کہ ہمیں جگہ جگہ مناسب نہیں ہے، خاص طور سے  
اس غار کو نشانہ بنانا ہے، کیونکہ اگر وحشی اس غار میں داخل  
ہوئے ہیں کامیاب ہو گئے تو پھر انہیں یہاں تک نشانہ نہیں  
ہو سکا، اور ان میں سے کسی ایک کی زندگی بھی نہ صرف ہمارے  
لئے بلکہ ہم جیسے بے شمار لوگوں کے لئے خطرہ ہو سکتی ہے۔

ہم نے اسی الجھری بولی چٹانوں کا انتخاب کیا، ان کے  
نیچے ہم سو رہے، چنانچہ وحشیوں پر غارتگر سکیں اور انہیں غار  
میں داخل ہونے سے روک سکیں، ان کے پاس صرف چاقو تھے  
اور ان چاقوؤں کی مدد سے ہی وہ ہم پر تڑکر سکتے تھے، ہر چند  
ان کے یہ چاقو بھی بہت کمزور تھے، شاید وہ انہیں پھینک کر اپنے  
کبھی ماہر ہوں، لیکن ہم نے ان چاقوؤں سے وہ ہمارا کچھ نہیں  
بچا سکتے تھے، چنانچہ ہم میں سے ایک شخص نے گئے۔  
ہمیں علم نہیں تھا، وہ کہاں کہاں کون سے پڑے ہیں، اس  
سے ہم انتظار کر رہے تھے، اب وہ ہم تک پہنچیں تو ہم انہیں نشانہ  
بنائیں اور اس کے لئے ہم نے اپنی زندگی اور وسیع علاقے میں بھیج دیے تھے۔  
رات آہستہ آہستہ ہوتی گئی، زینہ بے ہوش ہو گئی، لیکن  
میں تھا، ہم کی پوری توجہ کرتے رہے اور ہر سسپیدہ حرکت میں طوطہ  
سے نو داری نہیں دیتے، چنانچہ وحشی اس طرف آئے دکھائی دیے  
جس پر ہم کھڑے ہوئے، ہر دھڑکنے سے ہر دھڑکنے۔

وہ بڑھتا ہوا، زمین چلنے کوئے وہاں تک پہنچے پھر زمین  
لہرائی کوئے دیکھے، ان کے غلوں سے تھپ تھپ آوازیں نکلیں، لیکن  
ان کو زبردستی گویوں کی آواز میں بھی خاص ہو گئیں۔

پہلا بڑا، زینہ میں غارتگر کی زوروں سے گونج، اچھی نہیں  
وہ ہمارے سامنے، بڑا پھینکے، ہم میں سے کسی کا بھی نشانہ نہ لیا  
تھا، غارتگر کی زور بڑھ رہی تھی، وحشیوں کو جو نشانے کئے  
تھے، وہ بھی، چنانچہ یہ قاتل کے بعد ہم نے پانچ چھ آتشوں کو اس طرف  
دوڑتے دیکھا، وہاں دو دستہ ہونے لگے، پڑا، وہاں سے نشانہ  
لا گیا، نشانہ بازی کا مال تھا، وہ سب بھیجیں، جیسے کے گرسے اور  
زمین پر گیسے، تو چھپے، اس کے بعد تو وحشیوں کا غار ہو گئی۔

سب کی ہر حرکت دیکھتے تھے، اس کے بعد موت حال سے  
بے خبر ہو رہے تھے، اب ہم نے اس بار بھی کوئی نشانہ نہ لیا  
تھے، ہم میں سے کچھ نے غار کی طرف چھپ گئے، اس کی کوشش  
کی لیکن ان میں میں ان کا کمانہ دیکھنا نہ ہو سکا، اس کے قریب  
ذاتی دو آدمیوں کے ساتھ بڑا تھا، ان کو کوئی نشانہ نہ لیا  
ہو، ان کے ساتھ وحشیوں میں جڑی جڑی کی، وہ کچھ  
گئے تھے، موت حال ان کے ساتھ نہ ہو سکی، ان کے ساتھ  
موت کا شکار ہو گئے، ہم میں سے وقت زندگی بچھڑنے لگے، وحشیوں  
جنگ کر رہے تھے، ان کے ساتھ بات کا شور بھی نہیں تھا، ان  
میں سے کسی نے نہ کیا، نہ موت ہو گئی، نہ ان کے ساتھ نہ لیا  
ہو رہے تھے، لیکن پھر میں کچھ دیکھ گیا، وہاں سے غارتگر ہر دھڑکنے کوئی

میں آتش کی القاب نہیں تھا کہ ان بھلی کو بھی گولیوں کا نشانہ  
بنائے، غارتگر کا کہ وحشیوں کی یہ فعل ہر دھڑکنے کی اور یہ پھینکا  
بڑھتا ہو کر اپنے سر پر سونک کی تقلید کرتے، لیکن جو کچھ بھی تھا، انہیں وہی  
کے خون میں بہلا دیا، غارتگر کی بات نہیں تھی، ہم میں سے کسی نے بھی  
ان پر گولی نہیں چلائی اور وہ غارتگر دھڑکنے رہے، کچھ ان کی توجہ  
سے کچھ وحشی ان کو نشانہ بن رہے تھے، اس کا سیاق ہو گئے، جو نہیں اور  
سے جان بچانے کی آواز میں پڑھتا رہے، وہ وحشی ہمارے  
ہاتھ نہ لگے، کچھ بھی اور اور دھڑکنے رہے تھے، وحشی شاید کچھ بچے تھے  
کو بھڑکائی کو نشانہ نہیں بنا رہے، ہمارے سپاس کوئی زبردست ایسا نہیں  
تھا کہ وہ ہم سے اپنا انتقام لیتے۔

بہر حال وحشیوں کی پوری طرح پہلی تو ہم نے وحشیوں کی باتیں  
تھیں، آخر کیا ہمیں وحشیوں کا بل بن سکتے تھے، جن میں ترہو عورتیں  
تھیں اور سرد و سردیاتی خوار ہو گئے تھے اور اب ان کی دہلیز کی کوئی  
توجہ نہیں تھی، کیونکہ وہ کچھ بچے تھے کہ ہمارے پاس آتشیں ہتھیار  
ہو رہی تھیں، ان ہتھیاروں کی موجودگی میں ان کی ایک نہ پشیمانی تھی۔  
ان آدمیوں کو وحشیوں سے وحشیوں پر چڑھ کر لیا گیا تھا اور اب  
ان کے خوری مذہم کے کوئی غارتگر نہیں تھا، ہر چند کہ ان کی تعداد  
بھی تو شاید ایک تھی لیکن ہر طور پر ان سے محفوظ ہو گئے تھے اور  
اب ہمارے سامنے سب کی سمت کا راستہ تھا، دلدل کا منظر ہم پر اپنی  
آنکھوں سے دیکھ سکتے تھے اور اب بھی وہ ہمارے سامنے تھا، بڑھ کر  
سے دھواں اٹھ رہا تھا، اور جب یہ دھواں غار میں منتشر ہوتا تو سڑی  
ہوتی دلدل کی ہمواری ہماری نگاہوں سے نکل جاتی، ہمیں بھی گمراہی کی بو  
کی آواز نہ ہوتی تھی۔

چنانچہ اس حالت کا رخ کرنا بھی موت کو قریب لانے کے مترادف  
تھا، بہت جلدی کشادہ تھے اور ہم نے اس حالت سے گریز کیا، فیکل کر رہا  
ہمیں سے ایک سرد و سردیوں کا کارڈ لے کر اپنے آزار غار کی طرف چل  
پڑے، تاکہ ہم سے اپنا سامان دوبارہ نکال کر اپنے قبضے میں لے  
لیجھنے، ہم پانچوں نے اپنا وہ سامان باہر کر ڈھیر کر دیا جسے  
وحشیوں نے اپنے قبضے میں کر لیا تھا، اس سامان کو ترتیب دے کر  
دوبارہ اپنے شانوں سے باندھا، اور اس کے بعد ہم نے اس نوٹک  
موت کوئی، باوجود اور چھوٹی کی طرف بڑھ گئے، جہاں بچے کوئی کوئی  
توجہ نہ دیتی تھی۔

وحشیوں کی وحشیوں میں دلدل کی باتیں بھی سڑی چنانچہ  
اب یہ غارتگر نہیں تھا کہ وہ خوری طور پر غارتگر ہو سکتے تھے، کیونکہ ان  
کا یہ وہی مار گیا تھا، ہم تیز رفتاری سے چلتے ہوئے جہوں میں

[illegible]

سہلنے نے نشانہ لگا اور سہلے کے  
 گئے پھر... یہ دوسرے پیر کہات ہے کہ کبھی اسٹیرک فرسٹ نہ  
 ی غیر سبتر قریب تھا کہین لکھ نہیں تراخہ۔ ہم جو کہنے رہا  
 رات جبریں مشورہ کن ہر فرسٹ کیا کہیں آگ کے صہار میں دوسرے ہونے  
 کی ہولت نہیں کر سکا۔

ہم کا سیلاب دکھائیں رہے تھے۔ میں یوں سمجھ لیا کہ مجھے ہنی  
متر تیلنے کی خوشی ہے اور اس خوشی کے باعث میں کوئی رکاوٹ نہیں  
ہو سکتی۔ "سندھ نے جواب دیا۔ میں میرے رو گیا تھا۔ سفر جلد  
گئے۔ لیکن اس سلسلہ اب تقریباً ختم ہو گیا تھا۔ دراب خلد خاں وزیر  
نظر آ رہے تھے۔ ہرگزیک بہت ہی ستارہ خورد میں جیل ہمارے ساتھ  
آئی۔ وہ وہی ہے جیل وہی کہ ہمارے چہرے خوشی سے کھلے تھے  
مزدور و سنے تو جیل کی جانب خورد نگاہی کی لیکن فریسی نے انہیں  
روکا اور وہ ٹک گئے۔

• کوئی خطرہ نہ ہو؟ - فرازی نے کہا۔  
• خطرات تو ہر جگہ ہیں۔ ایسا کہ وہ ہم میں سے دو آدمی وہاں  
جلدے میں اور اسے دیکھتے ہیں یا تو رشتہ میں تیار رہیں مگر  
بچے کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے۔  
• مگر مگر، اسے دیکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ - فیکان  
نے کہا اور ہمارے جو تلوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔  
• زائر صاحب بہن ملا تو وہ اس آئے میں تو انہیں نظر انداز  
کرنا کسی حرج ممکن نہیں ہے۔ - میں نے کہا۔



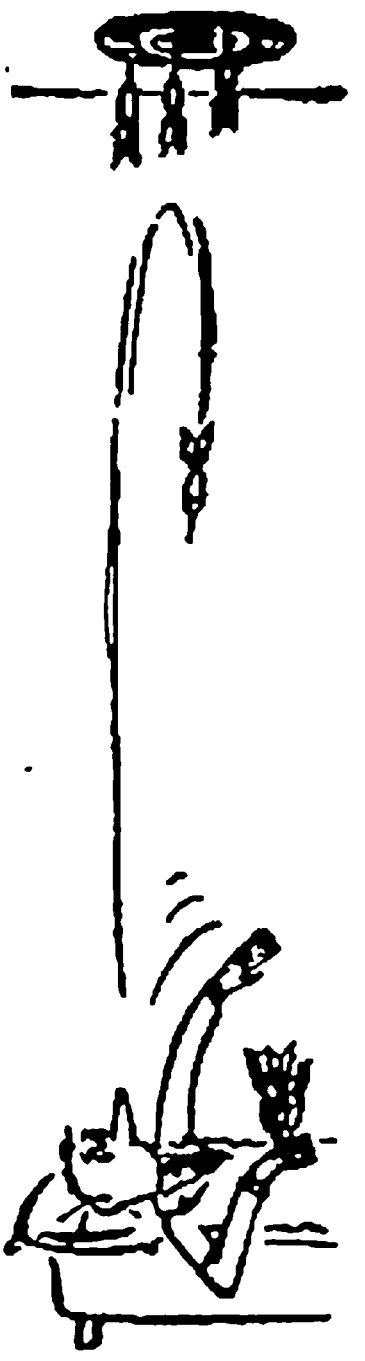


لوگوں کے ہوشوں پر مسکراہٹ تھی۔  
 "اب کرنی خطر نہیں ہے؟" وہ پوچھا۔ "میں نے انہیں صورت حال سے آگاہ کر دیا ہے۔ ہم خاموشی سے نہیں دیکھتے رہے۔ ان کی آنکھیں وہ ٹکڑی دل جہاز سے پاس پہنچ گئی تھیں۔ پھر وہ اسٹریٹ پر گھر کے گرد جمع ہو گیا۔ ایک فوجی ہیکل بڑھا شخص روٹا ہوا تو لوگوں سے لپٹ گیا۔ وہ اسے بڑی طرح چوم رہا تھا۔  
 ان لوگوں کے جوش میں ہم لوگوں سے دور سو گئے۔ پھر محل پہان کی کارروائیاں دیکھتے رہے۔ پھر فوجیوں کے اسٹریٹ پر کود رہے تو کوئی نہ سنبھل لیا اور برقی رفتار سے آگے بڑھنے لگے۔ البتہ وہ پوٹھا شخص جلد سے قریب آ گیا تھا۔  
 "مجھے علم ہے کہ تم لوگ جلد ہی جان جانتے ہو؟"  
 "ہاں۔ میں نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔  
 "تم نے جو فکا پراخان کیا ہے۔ جو فکا سیر بٹا ہے۔ میرا نام ماروٹکا ہے۔ میں اس قبیلے کا سردار ہوں۔" اس نے کہا۔  
 "میں خوشی ہے سردار۔ یہ بچے کی جان بچ گئی؟"  
 "جی ہاں۔ یہ بچہ صدمہ کے لئے ہمارے جہان میں کر رہا ہے۔  
 اور احسان کرو گئے؟"  
 "خوشی سے سردار۔" میں نے کہا اور پوٹھا اٹھ اٹھا۔  
 "کرسی طرح چھٹنے لگا۔ جس طرح جواڑا جھانپتا تھا۔ بہت سے افسر اور قریب آئے۔ اور ہم سے ہمارے سلاخان جہاز سے اٹھوڑے لئے۔ کرسیوں پر لٹکے۔ لیا سردار کے انکار سے پرہیز آگے بڑھ گئے۔  
 پہاڑیوں کے دوسری سمت ایک بستی آباد تھی۔ کسی قدر تہذیب یافتہ بستی۔ وہ لوگ درخند کی چھاؤں سے بنے ہوئے تھے۔ اس پتے پر بنے تھے۔ کچھ کے لباس کھالوں سے بنے تھے۔ ایک مخصوص طرز کے چھوٹے بٹے بنائے ہوئے تھے۔ انہوں نے اور ہتھیار بنائے جو بڑے بڑے پر قسم کے تھے۔ ایک بہت بڑے چھوٹے بٹے میں جہاز سے قیام کا بندوبست کر گیا۔ جہاز سلاخانوں والی دھڑ دھڑاتی تھی۔ چھوٹے بٹے کے سامنے بہت وسیع احاطہ تھا۔ جہاں درخت آگے پورے اور درختوں کے نیچے چھوٹے بٹے بنائے تھے۔ جو بٹے کے پورے احاطہ میں تھے۔  
 پہاڑی پہلی نواضع گوشت اور دودھ سے کئی تھی

پہاڑی سرخ کر کے سکون ہوا۔  
 "کی خیال ہے چچا جان۔ آسانوں کا دور شروع ہو گیا۔" سلمان پوچھا۔  
 "وقت ہے سلمان۔" میں نے کہا۔  
 "ہاں چچا جان۔ ہر حال سندھ بدستگرت کے بعد یہ سب کچھ ہوا ہے۔"  
 "سنا ہے۔" میں نے منع کر کہا۔  
 "آپ مجھ سے متفق نہیں ہیں شاید۔"  
 "نہیں میں بات بھی نہیں ہے۔"  
 "اب دیکھئے نا۔ کشتی کی نیاسی۔ یہ آدم خورد و مشہور سے علامات اس کے بعد پھر خطر جھلک کیا وہ مشکوک نہیں تھیں؟"  
 "بینک تھیں۔"  
 "اور اس کے بعد یہ آرام؟"  
 "وقت ہے سلمان۔"  
 "جھیک ہے مگر ہے تو سہی۔" وہ بولا۔  
 "ہاں اس سے میں نے کب فکا کر کہا۔"  
 "ان حالات میں سکھ کے جو حملت مل جائیں۔ وہ غنیمت ہیں۔"  
 "میں۔ لیکن ان حملت کو مستقل تو نہیں کہا جاسکتا۔"  
 "بہر حال میں مطمئن ہوں۔"  
 "مما بھی مطمئن ہوں سلمان۔ سلاخان لوگوں کا یہ۔"  
 "میں نے دوسروں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔  
 "ہاں۔ ان کے بارے میں۔ میں سمجھتا ہوں تو مجھے واقعی پریشان ہوتا ہے۔"  
 "مجھے خوف ہے سلمان کہیں ان کی قوت برداشت جواب دے دے۔ وہ اور وہ بد دل نہ ہو جائیں۔"  
 "اپنا ہی نقصان کر رہے گے۔"  
 "وہ کیوں؟"  
 "دیکھئے نا۔ یہ حالات ناگزیر تھے۔ ہم خود جھلک گئے ہیں۔ سب کچھ ہمارے بس میں نہیں تھا۔"  
 "سندھ اس لئے سامان نہیں ہیں۔"  
 "خاموشی ہی ان کے حق میں بہتر ہے اگر بد دل ہو گئے تو ہم انہیں دایہ کی موت دے دیں گے۔ بہر حال انہیں ملنا دینا ہے جو چھوٹے کر چکے ہیں۔ اور ان کے لئے وہ بھی پرا نہیں ہے۔" میں نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

قبیلے والے جلدی بڑی خاطر کر رہے تھے۔ رات کو جہاز سے لئے سالم کیرے جھون کر لئے تھے۔ اور پہاڑی بکریں کا یہ گوشت ہمیں بے حد لذیذ محسوس ہوا۔ وہ دھاتوں کو ہمارے ضروریات کے لئے مختص کر لیا گیا تھا۔  
 خوب رات گئے پوٹھا سردار پہلے سے پاس آیا۔ اور اس نے بتایا کہ جواڑا اب تنگ ہے۔ اس نے بڑی رحمان مندی کا اظہار کیا تھا۔ سچ اس نے اپنے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔  
 "میرے قبیلے کا نام ترونگا ہے۔ جواڑا ایک مشن پر قبیلہ بولا سا گیا ہوا تھا۔ لیکن پوٹھا سادھالوں نے بددیانتی کی اور ترونگا کو گرفتار کر کے ترونگا سے جنگ مول لئے لی۔ اور اب پوٹھا سا ترونگا کے تہرے نہ بچ سکے گا۔ اس جواڑا کے سمیت ترونگا کا انتظار ہے۔" سردار کوئی گھنٹہ پہلے پاس پہنچا ہوا۔ وہ اپنے قبیلے کے بارے میں بہت کچھ بتا رہا تھا۔ اور میں میری تھی۔ قطعی، فلزائی اور فیکاں بھی نزدیک بیٹھے ہوئے تھے۔ اور سلمان ہمیں اس گھنٹہ کا ترجمہ کر کے سنا جا رہا تھا۔ پوٹھا سردار نے بتایا۔  
 "ترونگا اور بولا سا کی دشمنی ازلی ہے۔ اور یہ دشمنی ایک جہاز سے رہے گی۔ یہ جادو گروں کی پیش گوئی ہے۔ کیونکہ اس دشمنی کی بنیادیں بہت گہری ہیں۔ یہ بنیادیں اس وقت پڑیں۔ جبکہ دلدلوں کی دوسری جانب زمین کی گہرائیوں میں ایک شخص پیدا ہوا۔ گہرائیوں دلدلوں سے پر سے آج بھی موجود ہیں۔ سردار کے بتائے اس شخص کے پاس ایک گائے تھی۔ اس سے بے بیابان کھجی کوئی لکائے پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس شخص کے بار دو بیٹے پیدا ہوئے، ایک کا نام ترونگا اور دوسرے کا بولا سا تھا۔ یہ دونوں قبیلے اسی نسل سے ہیں۔ دلدل سے پیدا ہونے اس سلسلے آدمی کے پاس ایک گائے تھی۔ پھر اس گائے نے ایک بچہ پیدا دیا۔ اور اس شخص نے بیکانے اور جھڑ اپنے دونوں بیٹوں کو دے دیا۔ وہ بچہ پوٹھا ترونگا کے بڑے بھائی بولا سائے تھیں۔ پھر جھڑ نے جھان کو اس پر سخت غصہ آیا اور اس نے اپنے باپ سے شکایت کر لی۔ باپ نے بولا سا کو سمجھا کہ ترونگا کو اس کا بچہ ادا نہیں کر دے مگر بولا سا کے ان بچوں نے نہ رنجی۔ شک کر اس نے کہا۔  
 "بیٹے ترونگا۔ میں اس کا بچہ دے کے پیچھے جھانگا۔"

قرآن مجید کے پڑھنے میں ثواب لکھ کر پڑھنے میں دی گھا ثواب ہوتا ہے۔ قرآن کو سمجھنے کے لئے اس کو پڑھا اور اس میں کلام پاک کا ترجمہ روشن چسپاں کا مطالعہ کیجئے اور خالق کائنات کے احکامات کو اپنی زبان میں سمجھ کر دین دنیا کی برکتیں سمیٹ لیجئے۔  
 ہر طرف ہر طرف ۵ روپے۔ منگالے کے لئے کس روپے کا پیشگی منی آرڈر کریں۔



تھا۔ اور جس طرح کہ وہ کسی کشتی میں گرفتار ہو گیا۔ اس وقت  
 ہے کہ اس کا ساتھ نہ دیا جاتا۔ جو برہمنوں کے لیے اور ان کی عورتوں اور اس  
 ان کے چارے ہیں۔ اور ان کے لیے وہاں کے لوگوں نے ان کی  
 اور ان کے چارے کا سہارا دیا ہے۔ اور ان کے چارے  
 وہی فعل و حادثہ ہے جو ان کے لیے ہے۔ اور ان کے لیے وہی  
 کے چارے کے لیے ہے۔ اور ان کے لیے وہی  
 چارے کے لیے ہے۔ اور ان کے لیے وہی  
 بغیر اس کے کہ ان کے لیے وہی  
 چارے کے لیے ہے۔ اور ان کے لیے وہی  
 رسم و رواج اور وہاں کے رسم و رواج ہیں۔ ایک ایک  
 مرد کی کئی کئی جہانیں ہوتی ہیں۔ اور ایک ایک مرد کے  
 کئی کئی مرد شادی کر سکتے ہیں۔ ان کا کتنا ہے کہ ہر شخص کا  
 مرنے سے پہلے ایک یا اس سے زیادہ جہان ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب  
 کوئی شخص مرنے کا ہے تو اس کا جہان یا کوئی قریبی رشتہ  
 دار اس رشتہ سے مل کر لیتا ہے۔ اور جو نہ لے سکتا ہے تو  
 میں ان کی اولاد سے مرنے والے سے خوب کمال  
 ہے۔ اور ان کا نام بھی اس شخص کے نام پر رکھا جاتا ہے  
 اگر کسی شخص کے کئی جہان نہ ہوں تو اس کا  
 فرض ہے کہ اپنی شادی کرے۔ پہلے اپنے ہر جہان کے  
 لئے ایک جہان کرے۔ تاکہ اس کا سلسلہ اور نام چلتا

• سوہو پہ پہاڑ ناچے کہ یہ ان سے کیا فائدہ حاصل کر  
سکتے ہیں۔ لڑائی ہو۔  
• صرف ایک • جھگڑے کا۔  
• وہ کیا •

میرے یہ نیکل میں ستر غازی ہیں چند روز پہلے  
 میرے گزرتے تھا میں اس کو دیکھتا ہوں کہ اس طرح اور  
 تھکا دینے والی مہم کے دوران میں پہلا موقع ہے کہ میرے ایک  
 غلط فہم کام پر میرے دوست نے اور آزاد کرنے کے اس  
 موقع کو اچھے سے گنوٹا فائدہ سمجھیں گے کہ اس کے بعد  
 میں جو مسئلہ گزارا دوسروں کے سفر میں چل چکا ہے۔

وعدہ بنو لعل باہر و اندازہ اسم ہر جنہ میں اگر ہم  
 ہر اسم کے ساتھ ہر جملہ ہر نسبتیہ اسم کے یہی مندرجہ  
 ہر اسم کے ساتھ ہر جملہ ہر نسبتیہ اسم کے یہی مندرجہ

[illegible]

فرزانی ان میں ہیں سب کچھ جڑا ہے  
 "اں کچھ اکلڑا ہے"۔

نمبر سے دن براد کا اپنے قدموں سے چلا کر جاوے  
 افسانہ اک، ٹراٹار عوامان خدا وہ جاوے لئے مخالف لایا  
 تھا اور یہ مخالف میں نہت ہزاروں سونے کے سہنے  
 زبر زات، مجھے اس کے یہ مخالف ہم لوگوں میں تقسیم کر دیئے  
 اور تمام چہروں پر زندگی کا گہرہ رو کر کئی، اندسہ دیا میں یہ پتھر  
 دکھوں رو بہ کجالت کے مجھے بدل جانے والے  
 زندگی سے محروم ہو گئے، چہروں پر خوشی کی حکومت تھی  
 یہیں سکون ہوا تھا، کم از کم ان بے جا روں کے کہہ نہ انکو  
 خدائی ہوئے

کھڑے ہو چکے اور خون آشام لعل لعل کر رہے تھے۔ وہ ہمارے خیمہ کھارٹے اور پھر سے بے گھر  
وہیں چوک میں جمع ہو رہے تھے ہر طرف شور و غوغا  
پا بڑھا تھا۔ ٹپے ٹپے کرتا ہوا غبار میں چوک میں جمع کر  
وے لگے گئے اور ان میں پھسلنے کی کھراپ جبرون گئی۔ شراب  
حام جو کھن تھی۔ سب سے پہلا جام لوجوں کے سلاور  
نئے لیا۔ ہر ایک دلو لاسٹ سیاہ نام تھا۔ جس کے جلن  
پر حالوں کی کھوٹاں سبھی پوئی نہیں۔ اس کے بعد  
شرب حام بر کھن۔ ہر ایک کے لئے صبح کا احسان چینا  
ضروری تھا۔

[illegible]

سید ہمدان۔ جو کہ جس کے گریہ و زاری سے کھم بکھر جائے اور  
حور زیب ہمارے ساتھ چلیں گی، ہم ان کی سوسیلیٹیوں کے  
مجھے لگے تھے پتا لگائی تھی کہ جن میں ٹیپیں بہت کم ہمسار  
فنا کارو کے اب جانی احاطہ دو ۔

---

۴

اس وقت تو جیوں ان درگزی کے ساتھ جنگ میں شرکت کر رہا تھا۔ یہی غلط فہمی تھی کہ یہاں ان کا انتظار کر رہے تھے۔

روح پر غور فرمائیے کیا ہے؟ غرضی کو لا۔  
 - فہرہ کا دوسرا نسخہ -۔ سلطان نے پوچھا۔  
 - ہاں اگر آپ ہی ملک میں حکومت جبری کو کیا۔

میرزا: ابھی کہیں کسی اجنبی کے لئے جو جہاز کے لئے  
میں سے کچھ روٹے گئے۔



ابیس بہر حال صوفیا اور علماء و نول کے لیے باعث حیرت و  
تغیب و غیظ رہتی ہے۔ وہ ہر وقت موجود اور بے پناہ قدرت کا مالک  
ہے۔ سبھی کو آسانی سے ہر کام لیتا ہے۔ جتنا کہ جنت میں آدم اور حوا کو  
بھی ہر کام میں کامیاب ہو گیا۔ شاعرانہ اور فلسفویانہ مضمرات  
مذہبوں، صوفیوں، دانشوروں، عالمانہ، زبانوں اور لغتوں کو اس  
نے جس طرح اپنے دامن تکبیر میں چھپایا ہے اس کی شکل وادلو  
مانفہ اور انصاف و ملامت میں جوڑی نے اپنی کتاب تکبیر ابیس میں لکھ  
دی ہے جو واقعی عالمانہ بھی ہے اور دلی چسپ بھی، لیکن زیادہ  
دل چسپ مضمرات کی وہ تحقیقات ہیں جو انھوں نے ابیس کے گہرے  
محلات و محلات کے ہاسے میں کی ہیں۔ سورہ کف کی آیت یسوی  
اور انچاسویں آیات میں ابیس اور اولاد ابیس کا ذکر آیا ہے۔ نو زبان کی  
دستی سے منع کیا گیا ہے کہ ان کی دستی زبان و ذلت و حقارت کیا باعث  
ہے۔ اولاد کے ذکر پر مضمرات کو ابیس کی بڑی کاخیل آتا لڑی تھا۔  
چنانچہ بعض نے کہا کہ ابیس کی اولاد اس کی بڑی کے طبع سے پیدا  
ہوئی ہے لیکن بعض دوسرے مضمرات نے اس طرح کا تولد اولاد و نیم نہیں  
کیا۔ ان کی تحقیق کے مطابق ابیس کی بڑی پرندوں کی طرح اٹھنے جی

ہے اور ابیس کے بچے انھی انڈوں سے نکلتے ہیں۔ یہ خیال انھیں اس  
لیے آیا کہ ابیس اور اولاد ابیس شریعت کے ساتھ ایک جگہ سے  
دوسری جگہ پہنچنے پر قادر ہے۔ پہاڑ اور دریاؤں کے راستے کی کاوش  
نہیں ہوتی اور ایسا پروں کے بغیر ممکن نہیں ہے لہذا وہ پرندے قسم  
کی مخلوق ہیں۔  
تولد از جن کے مقابل مضمرات نے ابیس کے نو بیٹوں کے نام بھی  
معلوم کر لیے ہیں۔ پہلے لڑکے کا نام لافیس ہے، دوسرے کا والسان  
تیسرے کا خاف جو تھے کامرو، چارویں کا زلن پور، چھٹے کا زور تون  
کا اور آٹھویں کا مسطوس اور نویں کا داسم۔ ان نو لڑکوں نے اولاد  
آدم آپس میں تقسیم کر لی ہے اور ہر ایک اپنے اپنے ملحقے کے امور  
کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔  
ابیس کی بڑی کا نام ابیت کوئی معلوم نہ کر سکا۔ دوسرے مضمرات  
اولاد ابیس کی تعداد کو تک محدود نہیں سمجھتے۔ ان کے خیال میں آدم  
کے ہر بیٹے پر ابیس کا ایک ایک بیٹا وجود ہے جو آدم کے بیٹے کے  
ساتھ زندگی بھر لگا رہتا ہے اور اسے مرنے تک جین چھوڑتا۔

۱۸۸

فراری نے جو کہہ کیا تھا اسکی حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا  
تھا۔ ان محلات میں ہم مصیبت میں پھنس سکتے تھے۔ جو اٹھنے  
بہیں جیتی تھانے دیتے تھے۔ سیاہ خام لڑوہ دل کے لیے تو یہ  
تھانے اس قدر قیمتی تھے کہ وہ جن کی حفاظت کے خیال سے راتوں  
کو سو کی نہیں پاتے تھے۔ دوسرے لوگ بھی ابیس پر گورنری تھے  
بے نیاز تھے تو اس اور سلطان کو ہمیں بن پڑوں سے چننا وہ ابھی  
نہیں تھی۔  
کیا خیال ہے قرانی۔ جس کو طوفان ہلنا چاہیے سلطان نے  
کہہ دیا کہ سو ہتھیاروں کے بعد سوال کیا  
"ابتدائی طور پر تو اس طرف کے لوگوں کو کوئی کارڈ دوسری  
طرف ہے۔ اس طرف ان کے مذہب پر اثر نہیں ہوگا۔ اس کے بعد  
ہم نقشہ کے مطابق اپنی منزل کا تعین کر رہے ہیں۔ قرانی نے جواب دیا  
"میں نے نہیں کی اور مجھ  
قرآپ کا کیا خیال ہے سزا نہیں؟  
"اصل اور ہمیں سزا دینی سے قطع ہوں اس کا دورہ  
چہ کہ ہم ان جگہوں کی حالت کے لیے نہیں آئے ہیں بلکہ

خواہش ہے کہ ہم اپنی طلب میں کامیاب ہو کر جلد از جلد اپنی دنیا میں  
واپس آجائیں۔ اس طرف اس قبیلے میں ان لوگوں کا انتظار کرنے  
سے کما فائدہ۔  
"مگر سب کی یہی رائے ہے تو کیا ہے۔۔۔ بعد ازاں ہم نے  
ہے۔۔۔ میں نے کہا اور اس کے بعد ان کو موضوع پر گفتگو کی گنجائش  
نہیں رہی۔ مگر ہم سب متفقہ طور پر اس بات پر تیار ہو گئے تھے  
کہ موقع ہانے ہی یہاں سے نکل جائیں۔ اس فیصلے کے بعد میرے  
دل میں ایک ذرا سی غلش پیدا ہو گئی تھی، یہ لوگ کہہ چکے ہیں لیکن  
جو انکا اور اس کے اپنے ہمارے ساتھ بہت کم تر ملکہ کیا تھا۔ اور  
وہ ہمیں اس امید پر مجبور کر گئے تھے کہ وہ ابھی میں ہیں یہاں بائیں  
گے لیکن یہاں کی اپنی سوز گئی، اتنی لوگوں کا کہنا بھی درست تھا مگر اس  
فلکت ہو گئی اور اس کے بعد ان کے دشمن بن کا بھی کون سے ہونے  
بہلے پہنچنے پر تیار نہیں تھا۔ یہاں سے ملکہ اس کے بعد یہ نہیں کہا  
جاسکتا تھا کہ وہ جتنی جگہ پہلے ساتھ کیا ملکہ کر رہی۔ ہم نہیں  
مگروں شامل ہوتے ہر فلکت خود وہ ہوتی تھی۔ جن کے  
ساتھ۔۔۔ جلی بہتر ملکہ نہ کر سکتے تھے۔ مگر یہ کہہ کر انکا اور اس

کا باپ یہ کہہ کر چلے گئے کہ وہ ابھی میں وہ مردوں کے سر اور ٹوکری  
نے کر آئے تھے۔ تو کیا یہ ممکن نہ ہوگا کہ وہ شکست کھا جائیں اور  
ان کے دشمن اس قبیلے کا رہا کریں تو پھر یہاں سے وہ سرحد  
عورتیں نے بائیں لہجہ میں سولہ میں ہمارے سر کی شامل ہو کر  
ملے یہ کیا گیا کہ تیسری رات موقع پا کر پہلے سے اپنے مت  
دریائی دلدل علاقے کی جانب سفر کرتے ہوئے دلدل کا چار پہلے  
اتنی دور کہ یہ لوگ ہمارے نہ پاسکیں، اور اس کے بعد جب ہم حاصبا  
جگہ پہنچے جہاں تو پھر پھر راستہ غائب کر لیں۔

سرخام ہی آسمان بادلوں سے ڈھک گیا تھا، فضا میں نمی  
گلی ہوئی تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ بارش کسی بھی وقت ہو سکتی  
ہے، لیکن ابھی تک بارش کا کوئی دھڑ نہیں تھا، رات کے تقریباً  
بلکہ بج گئے اور تاریکی گھور ہوئی گئی، قبیلے کی عورتیں اور وہ لوگ  
جو پہلی خداستہ ہمارے گئے تھے، تیس رات کا کہنا ہے گئے تھے  
اس کے علاوہ ہمارے لیے آگ روشن کر دی گئی تھی تاکہ پھر وہ لوگوں  
سے بچاؤ ہو سکے۔ یہاں پھر بہت تھکے اور کافی بڑے بڑے تھکے  
آگ ہم نے دشمن رہنے دی، ایک بنگہ ہم سب تیار ہو گئے،  
بتی کے گھر تو پہنچے پر سہرہ رات سے اور بے سہارے لیے ہوئے  
ہن بیگلوں بدقیاسات تھے ہر باہر سے آنے والے راستوں کی سمت  
میں تھیں، لیکن ہم نے جتنی راستے کا انتخاب کیا تھا چنانچہ صبح  
وقت ہم سب تیار ہو کر اس راستے کی جانب چل پڑے۔ دلدل  
کی تہاڑیں ہم لوگ آگے بڑھے تھے تاکہ کسی کو شہ نہ ہو سکے اور  
ہمارا انداز بھی اس طرح کا تھا جیسے ہم پہلے ہی کسی کرسے ہوں، ہمارے  
رات کے اس پہر پہلے ہی کسی طور سب جہیں تھی لیکن پہر ٹوٹ  
اس کے علاوہ کوئی پہلے کا بھی نہیں تھا، یہ اتفاق کی بات تھی کہ پھر  
بادلوں کی وجہ رات کا پہر کہہ سکتے تھے۔ ہمیں دیکھا اور ہم سب  
باتا تو اس جگہ پہنچے ہوئے تھے جہاں سے ہمیں آگے کی جانب سفر کرنا تھا،  
تاریقی اتنی شدید تھی کہ ہمارے ہاتھ بھلائی نہ پاتا تھا، لیکن یہی موقع  
ہمارے لیے بہتر تھی۔ اس تاریکی سے فائدہ اٹھا کر ہم جتنی دور  
نکل جاتے اس میں ہمارا فائدہ تھا، اور نہ دن کی روشنی ہمارے فرائض کے  
نے بہتر ثابت نہ ہوئی۔

ہم آگے بڑھتے رہے، اس گھوڑا ساری کی وجہ سے سفر کا ذکر  
اتنی تیز تھی جتنی پہلے تھی، جگہ جگہ ٹوکریں پڑ رہی تھیں اور  
ہمیں کہا جاتا تھا کہ ہمارا گھوڑا ہمیں کہاں سے ہانکا۔ ہوتے  
نہیں، ہمارے گھوڑا پہلے ہی تھیں، جگہ کہاں اختتام تھا یا  
کے بارے میں کوئی کہہ نہیں سکتا تھا۔ دلدل کی سرخ تھی۔

اور شربت اور من بھی، درندوں کا بھی خطرہ تھا لیکن ہر طور ان  
تمام خطروں کے ساتھ ہم آگے بڑھ رہے تھے اور ہماری بڑی کوشش  
تھی کہ جس طور بھی ممکن ہو سکے، قبیلے سے دور نکل جائیں۔

راستہ چٹائی تھا اور شکر یہ تھا کہ ابھی جنگلوں کا راستہ نہیں  
شروع ہوا تھا، ویسے بھی اس بات کا یقین نہیں کیا جاسکتا تھا کہ جس  
راستہ کی طرف ہم بڑھ رہے ہیں، وہاں آگے چل کر ہمیں کتنے ناپے  
پر چھٹیں ملیں گے۔ لیکن جو کہہ بھی تھا اب تو یہ سفر طے کرنا ہی تھا۔  
ہم اہمڑوں کی طرح سو کر رہے تھے، ہونے کے بڑے بڑے رہے  
اور ہماری رات یہ سفر ہماری را، شکر تھا کہ کوئی ایسا حادثہ پیش نہیں  
آیا جو ہمارے لیے تکلیف دے رہا ہو، جہز ہم صبح کے اٹھنے پہنچے  
تو ہم نے دیکھا کہ جنگل ہمارے بائیں سمت دو رنگ پھیل رہا ہے،  
گورابہم جنگل کے کنارے کنارے سفر کرتے رہے تھے اور جنگل بہت  
پہلے آگیا تھا۔

جنگل کے اس حصے سے جنگلی درندوں کی آوازیں بھی آ رہی  
تھیں، جنہد ہم نے پہلے غور نہیں کیا تھا، مان آواز طی کو سن کر  
ہم کانپ کر رہ گئے۔

سلمان میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، قرانی اور ڈاکٹر  
فیضان نے جنگلوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔  
"خدا کی پناہ، اس کا مقصد ہے کہ جنگلوں کا سلسلہ بہت دور  
سے شروع ہو گیا تھا۔"

"ہاں، رات اتنی تاریک تھی کہ ہم جنگلوں کے بارے میں کوئی  
اندازہ دلا سکتے۔"

میرے خیال میں میرے انہم میں داخل ہونے کے بعد ہم نے  
اپنی زندگی کا سب سے خطرناک سفر کیا ہے۔ فیضان بولا۔ اور میں  
ہنسنے لگا۔

"کیا کہا جاسکتا ہے ڈاکٹر فیضان، ہم تو ہر لوگ کسی کسی خطرے  
سے دوچار رہے ہیں۔"

"لیکن کیا اندازہ ہے، ہم کسی دور نکل آئے، قرانی نے  
سوال کیا۔"

"میرا خیال ہے کہ رات بھر کا یہ سفر ہمیں ان سے دس یا بار  
میل دور سے آیا ہوگا کیونکہ سفر کا ذکر زیادہ تیز نہیں تھی۔ اس  
نے اس سے زیادہ فاصلے کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔  
"ہر طور پر یہی طرح ممکن ہو گئی ہے، کیا خیال ہے بھو ویر  
ازم کا جلتے۔۔۔ ڈاکٹر فیضان نے کہا۔  
"نہیں ڈاکٹر، یہاں اس وقت قرآن تعنی مناسب نہیں



آج۔

بھائی، ڈیر۔

یہ بالکل پختہ ہے کہ جس پر وہ سزا ملے گی وہ سزا ملے گی۔  
یہ سزا ملے گی وہ سزا ملے گی۔ یہ سزا ملے گی وہ سزا ملے گی۔  
یہ سزا ملے گی وہ سزا ملے گی۔ یہ سزا ملے گی وہ سزا ملے گی۔  
یہ سزا ملے گی وہ سزا ملے گی۔ یہ سزا ملے گی وہ سزا ملے گی۔

قبول ہے کیا۔

مگر حق۔

جو کہہ رہی ہے۔ یہ تو ہمارا ہی ہے۔ قبیلے نے کہا اور اگر  
قبیلے نے کہا اور اگر۔

قبیلے کا کہنا بھی درست ہے۔ ان سامانوں جیسوں کے  
باسے یہ کہہ سکتی ہیں کہ یہ سزا ملے گی وہ سزا ملے گی۔  
یہ سزا ملے گی وہ سزا ملے گی۔ یہ سزا ملے گی وہ سزا ملے گی۔  
یہ سزا ملے گی وہ سزا ملے گی۔ یہ سزا ملے گی وہ سزا ملے گی۔

خانی دیکھتے ہی سب رنگ بے خبر ہو گئے۔ انہیں قبیلے نے  
جلد سے سب کو روک دیا۔

”گل پھٹکی کو شمشاد کو اس دران جیل میں تالا بک  
دروہ سے نہ کہ چیز ہے۔“

”بکوں۔“ خانی جو کہہ کر رہا۔

”اس نے کہہ سنا سنایا۔“ خانی نے دوسرے ہی ہائی  
پہنکے لیے آئے ہیں۔

”وہ تو یہ کہ ہے لیکن خانی۔“ ہر مطلب ہے۔ اس وقت  
ہماری شہر تریں خود رہتے ہیں اگر ہم جیل کو جانتے ہو بندہ  
کئے ہیں۔

”خانی یہ کہہ سکتا ہے کہ چند رنگ جوتیوں کے بہرہ وری  
اور چند رنگ مشن۔“ یہ کہہ رہی تھی کہ اس طرح کریں اور  
اگر جیل میں اس طرف تریں تو یہ اور یہاں ہمارے شہر کو ہی  
ہلے۔

”میں نے یہ کہہ کر دیا لیکن تالا بک کے کنا سے قیام کسی طور  
ماسب نہیں ہو گا۔“

”ماسب۔“

پھر ہی ہوا پہلے ہم لوگوں نے منی کہا اور مرد اور جوتی  
نے قرب و جوار ہمارے ہمارے ہمارے رہے لیکن اتفاقاً ہی  
نہی کہ کوئی ہمارے نہیں پہنچا اس کی وجہ یہ کہ ہر کسی کو ہی کہہ دیا

آج خانی اور وہ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔

خانی نے کہا۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔

تلا بک سے آگے نہ گئے کہ ہمارے کہہ دیا کہ خانی نے منی شہر کو ہی  
خانی نے کہا۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔

خانی نے کہا۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔

خانی نے کہا۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔

خانی نے کہا۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔

خانی نے کہا۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔

خانی نے کہا۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔

خانی نے کہا۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔

خانی نے کہا۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔

خانی نے کہا۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔

خانی نے کہا۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔

خانی نے کہا۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔

خانی نے کہا۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔  
ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔ ہم سب کے سامنے تھے۔

اب تو انہیں گامہاں اور کھنڈے دینے کے علاوہ اور کچھ کیا  
ہی نہیں پاسکتا۔ ظاہر ہے کہ انہیں خاص کرنے میں کوئی نرا وقت  
نہی نہیں کر سکتے۔

”یہ تو بہت بدلی ہو گیا ہوں، اس سفر سے بناؤ وہ پہلا  
مہینہ ہی ملے گا۔ کھنڈے پہنے کی چیزیں ہی ہیں، ان تھیلوں میں دیا  
سب کچھ ملے گا۔“

”اگرچہ کچھ بدلی ہے دیکھو، تھیلی بڑا اور سہلے کھول ڈالے  
تھیلے مردوں میں سے کھات سے کام لیا تھا، انہوں نے ان تھیلوں  
سے چیزیں ہی نکالیں تھیں اور ہند تھیلے کے کوڑے ہو گئے گویا  
وہ زندہ رہنا چاہتے تھے۔“

”ہم لوگ دررنگ اس واقعہ پر دیکھ کر غم کا اظہار کر رہے ہیں  
قبیلے کے لوگوں کی ہر طرف حالت یہ ہے کہ ان کا پس  
انہیں چلتا تھا مگر وہ درمل ہلے تو وہ انہیں گریو سے بھرنے لگے  
پان کا نہ تھیلی بیلے لیکن بے بسی تھی ظاہر ہے کہ وہ پس نہیں ہا کتے  
تھے کہ کوئی دیکھ لے اور اس تھیلی کے باوجود میں بھیج دے  
فیصلہ کیا گیا تھا کہ اس رستے سے گزرنے کے بعد ہم کسی صاحب  
ہو کر پہنچ جائیں گے۔“

اس واقعہ کے بعد ہم لوگوں میں خامی بدلی سی ہو گئی تھی  
میں نے کچھ دیکھا تھا کہ انہیں کوئی تھیلی تھی لیکن انہیں کچھ نہیں  
کا ڈالنے کے لیے تھا جیسے وہ بھی آگے سفر کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو کیا  
دوسرے بد تھیلی نے اس کا اعلان بھی کر دیا۔

”ہم لوگ اس وقت سفر نہیں کریں گے، بلکہ رات بھی نہیں  
گئے تری جلد ہی اور ہم لوگ کچھ جیسے اپنے سفر کا آغاز کریں گے۔“

”یہ سفر اس لیے اس سفر میں کوئی سفر نہیں کیا، ہم  
ان کے دھکے، راز کے شرکت کا اظہار کر رہے تھے، وہ پہلے یہ  
میتے تھے کہ کوئی کو ان مردوں کے بھاگ جلتے ہیں بھی  
تھوڑی سی الجھن ہو گئی تھی۔ لیکن تو ہم شدت سے ان کی ضرورت  
میں کو رہتے تھے۔“

”شام بکھری اس وقت تک جب تک رات نہ ہو گئی۔ خامی  
ہوئی کا دور دورہ رہا، سب پہلے طور پر خاموش تھے۔ کسی نے  
کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ پھر میں نے ہی قبیلے کو طلب  
کیا۔“

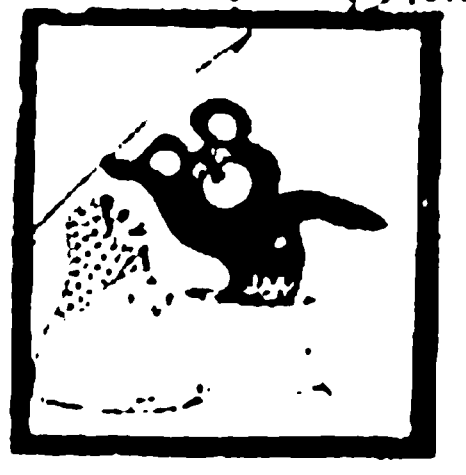
”ہمیں اس چھوٹی سی بات سے اس طرح سے بد دل نہیں ہوا  
پہلے سے سفر نہیں، اب تو جلتے جلتے بہت سے معاملے ہیں۔“  
”ہی، مردوں کوئی شک نہیں ہے، لیکن ان کم بختوں سے

ایسی چیز نہیں تھی۔  
 "سوائے ان باتوں سے کہ قلعے، آتما تھی، سوائے ان باتوں کو  
 مت سمجھو۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ کسی چمکے بغیر دھبی کا ستر  
 کے لئے نہیں گئے۔"  
 "میرے خیال میں نا ممکن ہے۔ اس دن کم بہت کتوں کا  
 مرنا ہی بہتر ہوگا، اگر مجھے اس سے کہنے کی نظر آئے، اس دن  
 کسی گھنٹہ کا شمار ہو تو میں دو گریاں تو اس کے چہنے میں آتا ہوں  
 لگتا ہوں اس کی مدد میں کر سکتا۔"  
 "میک کہتے ہو قلعے، لیکن اب کیا کیا جائے، مجھ سے کہ  
 لوگ نے جہت نہیں اتنی ہلکی کہیں دلوں پر گئے، مگر کھانگی  
 ملک کو نہیں کڑا دیا تو فکاک واقعہ کی پیش نہیں آیا محمدوں زندگی  
 کے قلم پر جانتے ہیں کہ اس کے حالات اور طریقہ کیسے ہو سکتے ہیں  
 اچھے سرائیکی، سرائیکی اور فیکان، اب ہم اپنے افراد کو گئے  
 ہیں اور وہاں بھی میں آپ کو ایک بار پھر حالات سے آگاہ کر  
 دینا مناسب سمجھتا ہوں، اچھی طرح سمجھنے کے بعد فیصلہ  
 کریں کہ آپ لوگ اپنے طور پر چلیں گے تو نہیں، بدولت کو اپنی  
 ہر جہت میں گئے۔ سبھی اب شکوک کا آغاز ہلکا ہوا ہے، ہمدردانہ  
 زندگی اور موت سے بھلا کر جو کچھ گنا اس وقت آپ لوگ  
 بے دامن کو زندہ قرار دے کر دیکھیں وہ کچھ کہہ کر کہہ دیا اور  
 ناگہانی ہم پر ہوا ہے کہ وہی "اد میں سے ہمیشہ کئی  
 آپ لوگوں کو کہہ رہے ہیں وہ اس وقت میں بھول کر رہی ہوں  
 اب آپ لوگ اس وقت میں دیکھیں کہ کئی تو ہاں کتنے ہی ہیں  
 پیش کش آپ کے پاس ملتی ہے اسلئے آپ لوگ اس سے فائدہ  
 اٹھا سکتے ہیں۔"  
 "میں میری دوست، ہم بہت سے خطرناک مراحل سے  
 گزرتے ہیں، اس کے بعد یہ الفاظ اس لئے مناسب نہیں  
 ہیں۔ وہ کہہ سکتے تھے۔ "مک گئے، میں چھٹنہ الفاظ  
 کی تصدیق اپنے دوست فیکان اور فیکان سے ہی کرتا ہوں،  
 میں نے اس مسئلہ کو غلط سمجھا ہے۔"  
 "میں سب قلعے، اگر کہہ دیا اس سے بھی بدلہ فرما  
 کر دیا ہے، لیکن ہم اس کو زندہ رکھنے کی خاطر قرار نہیں  
 دے سکتے، سوائے اس کے کہ مزدوروں کا انتخاب میں غلطی  
 کی گئی۔"  
 "مزدوروں کا انتخاب میں نے کیا تھا اس میں ہرگز شبہ نہ تھا  
 میرا کہہ سکتا ہوں کہ وہ بھی ملے تو تم دیکھو گے کہ میں ان

کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں، لیکن ہر طور پر ہم سب انسان ہیں  
 اور کہیں کسی مرحلے پر کسی سے بھی کوئی غلطی ہو سکتی ہے۔ کیا آپ  
 لوگ اس بات سے متفق نہیں ہیں۔ قلعے نے نرم انداز میں کہا اور  
 اس کے بچے کی نرمی نے فرازی اور فیکان کو غصہ ڈال دیا۔  
 "ان تم ٹھیک کہتے ہو اس میں کوئی شک نہیں، انہوں  
 نے جانتا تھا۔ اس کے بعد بات ختم ہو گئی اور ہم نے آگے بڑھنا  
 کر دیا۔ لیکن اس طبیعت میں ہماری ہی نشاوت اور ہنجالی نہیں  
 رہی تھی۔ سارا دن سفر کیا کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں پیش آیا سوائے  
 اس کے کہ علاقہ بدل جانے سے موسم کی تبدیلیاں رونما ہو رہی  
 تھیں۔ سرد ہوا کے جھوکے دن سے ٹھنڈے دن تھے اور ہوں لگتا  
 تھا کہ آگے موسم بدلتا رہے سرد ہوتا چلا جائے گا۔  
 قلعے نے اس بارے میں ہر قسم پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا  
 "میں لگتا ہے جیسے آگے کا علاقہ بر فانی ہو۔"  
 "اتنے مختصر سفر میں اتنا بدلا ہوا موسم مل سکتا ہے۔ کیا یہ میرے  
 انجیز بات نہیں ہے۔ فرازی بولا۔  
 "سرد زمین افریقہ، حیرتوں کی سرزمین ہے۔ وہاں کسی بات  
 پر صبر و صفاقت کے مترادف ہے۔ نہ جانے کیسے کیسے حالات  
 سے واسطہ پڑے۔ قلعے نے جواب دیا۔ سفر جاری رہا۔ اندازہ  
 تھا۔ جنگل ختم ہوتے جا رہے تھے اور وسیع میدان نظر آنے لگے تھے۔  
 پہاڑی پلے نامزد گھاہ بکھرے ہوئے تھے اور ان کے اقتدار پر پر  
 ہوش پر تیاں نظر آ رہی تھیں۔ اس لیے سفر کی سانسوں رات ہم ایک  
 بر فانی علاقہ میں گھر رہے تھے۔  
 "اگر فیکان سب سے زیادہ پریشان تھا۔ اس رات اس  
 کی طبیعت کے خراب بھی ایک جیسے کے، اس میں ہم نے ٹاڈا لائے  
 ضرورت زندگی سے فارغ ہو کر سرجر ڈر کر بیٹھ گئے۔ قلعے نے کہا  
 "ابھی تک ہم اپنی منزل کی علامات نہیں پاسکے۔ یہ اندازہ  
 تو کیا ہوا ہے ہم سب سمجھتے ہو کہ یہ ہیں یا منزل سے بیک  
 ہو رہے ہیں۔ میرا کہہ سکتا ہوں کہ اگر گھر کا آنا اس بلکہ بہت  
 جانیں گے کہ یہیں مطلوب ہے۔  
 "ہم سب سے ناخوش رہیں۔ سامان نے سکون سے کہا۔ وہ اپنے  
 اقتدار پر دلالت کرتا تھا۔  
 "میں خود سے ہے بات کیسے کہہ رہے ہو۔ قلعے نے  
 سوال کیا لیکن سامان نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ "میں  
 نے تم سے سوال کیا ہے سامان۔  
 "امی۔ سامان چونک پڑا۔

"تم اس دعوے سے ہے بات کیسے کہہ رہے ہو۔"  
 "کوئی بات۔ سامان حیرت سے بولا۔  
 "جی کہ ہم سب سمجھتے ہیں۔"  
 "میں نے کی ہے بات۔ سامان نے جواب دیا۔  
 "ہماری شکلیں دیکھنے لگا۔ میں کہہ رہا تھا سامان کی کیفیت سے آگے  
 تھا۔ وہ ابھی گشت کرنے لگتا تھا لیکن دوسرے لوگ اس کیفیت  
 سے واقف نہیں تھے۔  
 "کیا تم نے بھی یہ جگہ نہیں سمجھی۔"  
 "جگہ نام نہیں۔ وہ دھندلی سانس لے کر بولا۔  
 قلعے فرازی اور فیکان مجیب کی شکایتوں سے سامان کو  
 دیکھنے لگے، پھر قلعے نے کہا۔  
 "اگر تم خفا کر رہے ہو بیٹے تو میرا خیال ہے یہ وقت ذرا  
 کیلئے موزوں نہیں ہے۔ ہم لوگ اتنے عجیب و غریب حالات کا  
 شکار ہیں کہ کچھ کہہ نہیں سکتے دیہات سے واپس کا تصور بھی بڑا  
 پریشان کن ہے۔ اگر ہم تینوں تو ہمارا ساتھ ہو کر جا رہے ہیں  
 تو یہ ہمارے لئے ممکن نہیں، لیکن اگر وہ بت جائے کہ وہی اور ہم  
 اور حاضر کرتے رہے تو پھر شاید ہم یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں  
 کہ ہم اپنی منزل نہیں پاسکیں گے۔ قلعے نے کہا۔  
 "ابھی ہر قلعے نے اپنی باتوں کے لئے کی ضرورت نہیں، یہاں اپنے  
 کے بعد ہمیں اپنی تمام حالات سے دوچار ہونا تھا، ظاہر ہے سفر  
 اظہر کا سفر معمولی بات نہیں تھی۔  
 "وہ تو ٹھیک ہے، لیکن صورت حال اب ہمارے لئے کچھ  
 عجیب سی ہو گئی ہے۔ آپ لوگ میں خاموشی اور سکون کے ساتھ  
 سفر کر رہے ہیں وہی میرے انجیز ہے جبکہ منزل کا کوئی جوش نہیں  
 ہے۔  
 "تو پھر کیا کیا جا سکتا ہے بہتر قلعے نے میں نے پوچھا۔  
 "کہ نہیں، میں سب سے پہلے اس بات کا یقین چاہتا ہوں  
 کہ ہم میں سے کس پر سفر کر رہے ہیں وہ سب سے پہلے ہے۔  
 "میں نے کہا نا ہم سب سب راستوں کی سمت سفر کر رہے ہوں  
 سامان پھر بول اٹھا اور قلعہ کو کہہ کر دیکھنے لگا۔  
 "ابھی تم نے اس بات کی تردید کی تھی۔  
 "لیکن اب میں کہتا ہوں کہ ہماری سمت درست ہے سامان  
 نے کہا۔  
 "میں نے اپنے کے مطابق تم اس بات کی تصدیق کر سکتے ہو کہ ہماری  
 سمت درست ہے۔" قلعے نے وہ دھندلے سامنے بھینے ہوئے

پھیلے چند سالوں سے اردو زبان میں کھینک کھینک  
 کا قلم چلایا تھا۔ اگر کوئی کتاب ملتی تھی تو بہت پرانی  
 کھینک پر ہوتی تھی جو آج کے دور میں کسی کام نہیں آ سکتی  
 تھی ہم اظہر حسین راہی کے بے مدد محنون و مشکور ہیں جنہوں  
 نے ہمارے حاضر پر موجودہ دور کی ضرورت کو پورا کرنے  
 والی کھینکی کتابیں چھاپنے کا بیڑہ اٹھایا خدا کے فضل اور  
 کرم سے وہ اب تک ذیل کی کتابیں چھاپ چکے ہیں:  
 (۱) جدید الیکٹرونک گائیڈ (۲) جدید الیکٹرونک ڈائرینگ  
 (۳) جدید ریڈیو گائیڈ (۴) جدید موٹر وائیڈنگ (۵)  
 جدید الیکٹرونک و گیس ویلنگ (۶) کپیڈ ریڈیو گائیڈ (۷)  
 جدید صابن سازی (۸) پریکٹیکل ٹرانسفارمر گائیڈ (۹)  
 جدید گھڑی سازی (۱۰) پریکٹیکل ایپلی ٹرانزسٹور گائیڈ (۱۱)  
 ڈیزل انجن گائیڈ (۱۲) پٹرول انجن گائیڈ (۱۳) T.V.  
 ریسیور گائیڈ (۱۴) کلر T.V. گائیڈ (۱۵) مرم جی وکھلنے  
 بانا (۱۶) آئینہ سازی (۱۷) V.C.R. سروس گائیڈ  
 اور (۱۸) ٹیپ ریکارڈ گائیڈ۔  
 یہ تمام کتابیں قابل اور سند یافتہ مغرب نے بھی  
 ہیں ان کتابوں کی مدد سے J.I. کو درس کرنے والے  
 اور کم پڑھے لکھے بزرگ و جوان پورا اچھا فائدہ اٹھا سکتے  
 ہیں ہر لحاظ سے مکمل، انتہائی آسانی سے سمجھائے گئے  
 طریقے، نوٹو آفیسٹ پر چھاپی گئی ہیں۔ ہم ان  
 نوجوانوں سے اپیل کریں گے جو بے روزگار ہیں کہ اگر ہمارے  
 آدھ وقت بزنس کرنے سے بہتر ہے کہ کتابوں کی مدد  
 سے کسی بھی بزنس کو اپنا کر روزی پیدا کریں۔



کہا جو ہم لوگوں نے ترتیب دیا تھا۔  
 ہاں ہم سید کی تواریخوں میں سحر کر رہے تھے اس کے چلنے  
 کرے پہاڑوں کی مانند ہر جگہ جس کے دوسری طرف چلنے  
 کے راستے موقوف ہو گئے۔ لیکن ان میں راستے کی اور انہی  
 راستوں سے گزرتے ہوئے پہاڑوں کی دیوار کے دوسری طرف جاسکیں  
 تھے اور اس طرف پہنچ کر شاید اس طرف پہنچ کر۔۔۔ سلمان  
 نے خودی کے عالم میں کہہ رکھا تھا اور میری حالت خواب تھی۔ وہ  
 لوگ اس سلسلے میں سوال کر سکتے تھے جس کا میرے مسلمان کے  
 پاس کوئی جواب نہ ہوتا۔  
 لیکن نقشے میں تو اس دیوار کی کوئی نشانہ ہی نہیں ہے۔  
 نہ ہمیں جو کہہ رہا ہوں۔ مسلمان نے کہا۔  
 تم اتنے دقت سے کیسے کہہ سکتے ہو یہ بات۔  
 میں جرم میں نے کہا اور تو آپ لوگوں نے سنا وہ شکل  
 ہے۔ یہ کسی جگہ کی سوال کی گنجائش نہیں مسلمان کے لیے جس  
 ایک عجیب سی سائنس تھی۔ قطعی حجازی اور یگانہ اسے دیکھنے پر  
 لیکن ان کے چہروں کے تاثرات خوشگوار نہیں تھے۔  
 یہ مطلق انسانی ہم میں سے کسی کو بھی پسند نہیں آسکتی  
 قطعی نے کہا۔  
 دانتے مجھے اس سے کوئی فرض نہیں مسلمان نے بڑا سار  
 بنا کر کہا اور ہر سے پاس سے ہٹ گیا۔  
 "بھول بار صاحب آپ کا ان کے اس رویے کے بارے میں  
 کیا کہتے ہیں۔ قطعی نے مجھ سے سوال کیا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر قطعی  
 کو خاموش رہنے کے لیے کہا اور پھر دیکھ لے لیا۔  
 "لوگوں میں ہے اس بلا تھی تو جرم نہ۔  
 "توجہ دینا ضروری ہے آپ خود کو چھیں سڑا ہوا زندگی  
 اتنی سولی چیز تو نہیں ہے جسے منوعات پر قربان کر دیا جائے۔  
 "گر مسٹر قطعی ان تمام باتوں کے بارے میں تو آپ پہلے بھی  
 سوچ چکے تھے۔ یہ باتیں نئی نہیں ہیں۔ میں نے کسی قدر  
 سر دھڑکایا۔  
 "اں مگر ہمیں ایسے حالات کا علم نہیں تھا۔  
 "ہمیں بھی نہیں تھا۔  
 "اگر مسلمان دیکھنے کے واسطے میں اتنے ہنگاموں میں تو  
 ہمیں مسلمان کرنے کے لیے بھی کچھ کہیں۔  
 "میں اسے مجبور نہیں کر سکتا۔  
 "یہ کچھ حکم تھان کی بات ہوئی۔ قطعی نے جوت پر سے

کر کے کہا۔  
 "نہیں ہے آپ کو ایسا محسوس ہو رہا ہو۔ لیکن حقیقت میں  
 یہ نہیں ہے۔ میری گزندش ہے کہ آپ پر کون سا نہیں۔ یہ نے کہا اور  
 قطعی چند لمحوں میں صدمت و کھٹار ہوا پھر توجہ سے اس کے رخ پر  
 ہو گیا۔ میں نے اس کے پیچھے پہنچا۔ لیکن اس کے پاس کچھ بھی  
 اس رات کے قیام میں نہیں رہے۔ موت پر اس کے مسلمان سے کھٹو  
 کی۔ مجھے غمزدہ سے دیکھ رہے تھے اس نے مسلمان۔ اور مسلمان پر کھ  
 کر بچے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔  
 "میں نہیں سمجھا تھا جان۔  
 "حقیقت سے صرف میں اور تم دقت میں جبکہ دوسرے  
 لوگوں کو ہم ایک جھوٹی کہانی بنا کر دے رہے ہیں۔  
 "ہاں۔ یہ درست ہے۔  
 "ان لوگوں کا اطمینان بھی ضروری ہے۔  
 "جبکہ عرض کر رہا تھا جان آپ بڑا تو نہیں مانیں گے۔  
 "کبھی۔  
 "ان لوگوں کی موجودگی اب مجھے حیران گذر رہی ہے۔  
 "بہر حال ہم اپنی اس ہم کا آفاقی اور کسی اور طرح کیستے۔  
 "کیا مطلب؟  
 "مطلب یہ کہ ان لوگوں کا ساتھ صرف اس حد تک ہوتا کہ  
 یہ ہمیں مقبول ماحول کے لیے یہاں پہنچائے اور اس کے بعد ہمارا  
 ان سے کوئی واسطہ نہ رہتا۔ مجھے ان کے سوالات گراں گذرتے ہیں۔  
 "وہ تو تمہیک سے مسلمان، لیکن یہ ممکن نہ ہوتا۔ اس طرف  
 کوئی ہمارے ساتھ یہاں تک آتا۔  
 "ان لوگوں کو اور بڑے سوار سے کسی کس کڑی جاتی۔  
 "خیر اب یہ بعد از وقت کی باتیں ہیں۔ ویسے میں محسوس کرتا  
 ہوں کہ ان لوگوں کی موجودگی قیمت ہے۔  
 "ہاں اس شکل میں خواہ مخواہ کے سوالات کر کے ذہن کو  
 پریشان نہ کریں۔  
 "تم ایک ایسی ہنس پٹکتے ہو مسلمان جو تمہارے لئے عبادت  
 کا درجہ رکھتی ہے۔ تمہیں دماغ ٹھنڈا رکھنا چاہیے کہ ان لوگوں کو  
 یہاں تک لے آئے ہو کہ وہ بدامنت نہ ہو کوئی ایسی بات مت کر  
 جو ان کے لیے شبہ کا باعث ہو۔  
 "آپ یقین کریں میں جان بوجھ کر کوئی ایسی بات نہیں کرتا  
 اگر وہ کوئی ایسی بات کر دیتے ہیں جو صحیح نہیں ہوتی تو میری ذہن  
 خود بخود بول پڑتی ہے مسلمان نے جواب دیا۔

"تمہارے خیال میں ہم صحیح راستہ پر ہیں۔  
 "وہ وقت سے کیسے کہہ رہے ہیں۔  
 "یہ بات آپ جانتے ہیں چچا جان۔ میری رائے ان کی جلدی  
 ہے۔ بہت سی نادیدہ قوتیں میری ہنس پٹکتے ہیں۔ یہ میرے ابدوں  
 کی رو میں ہیں جن کی نگاہ مجھ پر ہے۔  
 "ملو۔ میں خاموش ہو گیا۔ اس فلسفی حقیقت سے کم از کم  
 میں انحراف نہیں کر سکتا تھا۔  
 "میراؤں۔ سفر دوسرے روز شروع ہو گیا۔ پہاڑا جھیل  
 دیکھیں۔ حجاز۔ ذاتی جنگی جالور۔ اس وقت ہم نے ایک ایسے جگہ  
 قیام کیا۔ جہاں۔ بدھ چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ پتھر ایک چٹان  
 دور تھا۔ جس کی کہیں کہیں درخت اگے ہوئے تھے۔  
 "رات ہو گئی تھی۔ ہر آرام کی غرض سے لیٹ گئے۔ قطعی  
 فزنی اور فیکان کا۔ وہ اب کچھ بدل گیا تھا۔ وہ بدول ہو گئے تھے  
 تینوں نے ہم سے اور آرام۔ بے جگہ بنائی تھی۔  
 "دفعہ فزنی کے حلق سے ایک آواز نکلی گئی۔ وہ۔ وہ۔  
 "کیا ہے۔ غصہ کونئی نہیں تھا۔ لیکن ہم سب اٹھ کر بیٹھ گئے۔  
 "بہت دور سے میں ہم نے ایک جگہ ایک روشن دیکھی تھی۔ آگ کے  
 شعلے رات کی تاریکی میں چمک رہے تھے۔ ان سے مسند منور ہو  
 بلند ہو رہا تھا۔ قطعی فزنی اور فیکان نے اب بھی ہم سے اس سلسلے میں  
 کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ میں اور مسلمان بھی کھڑے ہوئے آگ کو دیکھتے  
 رہے۔ جب میں نے میری سانس لے کر کہا۔  
 "نہیں ہے یہ معافی لوگ۔ بول یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں  
 کی کوئی پانی۔ میری اس بات کا مسلمان نے کوئی جواب نہیں دیا۔  
 "قطعی فزنی نے ان دنوں آپس میں کچھ گفتگو کر رہے تھے پھر قطعی نے  
 میری طرف رخ کر کے کہا۔  
 "کیا خیال ہے مسٹر بار۔ کیا دیاں چل کے دیکھا جائے۔  
 "مناسب تو نہیں ہے اگر وہ معافی لوگ ہوں تو ہم ان کے  
 بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں کہ کس قسم کے لوگ ہیں اور ہمارے ساتھ  
 کیا سلوک کریں۔  
 "اور اگر غیر معافی ہوئے تو۔؟ قطعی نے سوال کیا۔  
 "نہیں یہ نہیں کہہ جا سکتا کہ وہ لوگ کون ہیں ان کا اندازہ  
 ہمارے ساتھ کیا ہوگا۔  
 "ہم یہ خطرہ مول دینا چاہتے ہیں۔ قطعی بولا۔  
 "کیا مطلب؟  
 "مطلب یہ کہ ہم تینوں اس طرف جا رہے ہیں۔ دیکھتے ہیں

وہ کون ہیں انہوں نے کیا کر رہے ہیں۔؟  
 "اصول طور پر یہ مناسب نہیں ہوگا۔ مسٹر قطعی۔  
 "میں کسی اصول کو نہیں مانتا۔ لیکن اور فزنی بھی اس سلسلے  
 میں میرے ساتھ ہیں۔ اصول کی بات آپ نے تو زور دی ہے مسٹر  
 بار۔ یوں سمجھئے کہ اب ہمارے درمیان وہ مناسبت نہیں رہی  
 جو اب سے کچھ عرصے قبل تھی۔  
 "اس کی وجہ جان سکتا ہوں۔ مسٹر قطعی؟  
 "غصہ ہے آپ سمجھا رہا ہیں جو کہ یہ بات کر رہے ہیں۔  
 "اگر میں صرف سیاہ فام فلوئوں کی حیثیت دے دی جائے تو کیا  
 ہم میں سے کوئی اسے قبول کرے گا۔ قطعی بولا۔  
 "نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ آپ غلط فہمی کا شکار ہیں یہ سیاہ  
 فام فلوئوں کی حیثیت کچھ اور ہے۔ آپ ہمارے دست دبانہ ہیں۔  
 "نہیں مسٹر بار۔ مسلمان صاحب کا رویہ اس بات کا مظہر نہیں  
 ہے کہ وہ ہمیں اپنا ہم کہہ سکتے ہیں۔  
 "بہر حال میں آپ کا اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے  
 مناسب انداز نہیں مانتا۔ لیکن میری رائے ہے کہ کم از کم رات کی  
 ٹیکہ میں آپ حلق تک پہنچنے کی کوشش نہ کریں۔  
 "یہ صرف رائے ہے یا حکم۔ قطعی نے پوچھا۔  
 "میں نے کہا۔ صرف رائے۔ میں نے بھی کسی قدر خشک  
 دیکھی ہے جواب دیا۔ قطعی کے دیکھنے سے میں خود بھی جھنجھو سا گیا تھا۔  
 "تو تمہیک سے رائے مانتا یا نہ مانتا جلدی اپنی مرضی پر منحصر  
 ہے۔ ہم تو خود بھر جا رہے ہیں دیکھتے ہیں کیا صورت حال ہے آپ  
 اگر چلنے چاہیں تو ہمارے ساتھ چلیں ورنہ جیسا آپ پسند کریں۔  
 "جب آپ فیصلہ کریں پھر میں آپ کو ہمیں ہر روئے کا حق نہیں  
 رکھتا۔  
 "ہم یہ ہتھیار ساتھ لئے جا رہے ہیں ممکن ہے ہمیں ان کی  
 ضرورت پیش آجائے۔  
 "تمہیک سے۔ جیسا آپ مناسب سمجھیں۔ میں نے زبردستی  
 سے کہا اور وہ تینوں نے ہتھیار اٹھا کر دوسری طرف چل پڑے۔  
 "مسلمان خاموشی سے انہیں دیکھ رہا تھا پھر اس نے سرگوشی کے  
 انداز میں کہا۔  
 "کوئی حرج نہیں ہے کوئی حرج نہیں ہے جو دور ہے۔  
 "میں نے تو کچھ کہ مسلمان کی طرف دیکھا۔ وہ  
 جیسے سولی دھڑلے۔ مام میں بول رہا تھا۔ میں نے اس کے شانے  
 پر ہاتھ رکھا تو وہ ہونک پڑا۔

وہ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔ اس نے سوال کیا۔  
 "میرے پاس ہے۔ یہ لوگ بے بیچارے ہیں۔ وہ انہیں خود ہی دیکھیں  
 تو بائیں ہاتھ میں نے جواب دیا اور سامنے غار میں چلا گیا۔  
 قلعہ افرازی اور فیکان کا رنگ بھی تم پر چڑھے۔ قلعہ اب بھی  
 نظر آ رہا ہے۔ لیکن اس کے طرف میں کیا تھا۔ اس کا انداز وہاں سے  
 نہیں ہو رہا تھا۔ میں تو پیش رو تھا۔ مجھ سے اور دیکھتا رہا یہاں  
 بھی میرے پاس ہی غار میں بیٹھا ہوا تھا۔ بہت درگزر کی غلط  
 امی تھا کہ اب تک وہ لوگ اسے لے کر چکے ہوں گے۔ میری جگہ میں  
 نہیں گیا کہ وہ لوگ کون ہیں۔ مگر قلعہ افرازی اور فیکان کا انداز  
 نہ ہوتا تو شاید خود ہی ان کے ساتھ اس کو لے کر پہنچنے کا کوشش  
 میں کیا۔ لیکن وہ لوگ میری گرفتار کر رہے تھے تو میرے ذہن میں بھی  
 یہ خیال آیا کہ یہ کونساں لوگ اس عورت اور بچہ کو لے کر یہاں  
 بھیج کر گئے۔ ہم لوگ انتظار کرتے رہے۔ رات گزرتی گزرتی  
 قلعہ افرازی اور فیکان دیکھ نہیں آئے۔ پھر غار میں آ کر رات گزرتی  
 نہ دیکھنا ان لوگوں کو کہ کونسی دیکھنے غار تک پہنچے۔ وہاں سے آواز سنائی نہیں  
 دی تھی۔ رات کے تھانے میں اگر چھپنے پہنچنے کی آواز میں پیدا ہو تھی تو  
 یہاں تک پہنچ جاتیں۔ مجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا ہوا لیکن اب اس  
 سے زیادہ قاتل کی مناسب نہیں تھی۔ میں نے سلمان سے کہنے کے لیے  
 کہا اور وہ اچانک سے لیٹ گیا۔ وہ پہلے نگر نگران تھا اور اسے کسی  
 چیز کی نگرانی تھی۔ رات گزرتی گزرتی اور دیکھتے ہی دیکھتے میں بھی نیند  
 کی ہیبت میں آ گیا۔  
 صبح کو اس وقت تک کہ قلعہ افرازی اور فیکان کے چھوڑ دیا تھا  
 میں نے فرنگ کو لے کر گھا اور پھر گری ماس کے کر رہا تھا۔ ہمارے  
 اطراف میں مذبح مولانا کو لے کر چلے گئے تھے۔ یہ مذبح جدید لہا ہوا  
 جس پر کھڑے تھے۔ البتہ ان کے پاس ہتھیار نہیں تھے۔ ہمارے بھی تھے  
 پہلے پہلے اور بعد میں چلے گئے تھے جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہاں  
 قلعہ سے میرا لشکر اعظم کا سرگرم رہا ہے اور غار میں رہنے والی  
 کے عالم میں سرگرم رہے ہیں۔ ان کی ڈانڈیاں بڑی بڑی ہوتی تھیں  
 ہاں پہلے چلے گئے تھے۔ انھوں نے کسی قدر وحشت اور شہنشاہی  
 مٹی لیکن ہوش و حواس میں دی تھے۔ ان میں سے ایک سرور  
 شانوں والے شخص نے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔  
 "مجھے ایلڈرک کہتے ہیں۔ ہمدردی وفاق ایلڈرک جو میں  
 ہوں اور سامان کی حیثیت سے میرے لشکر میں آیا تھا۔"  
 "آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔ میرا ایلڈرک۔" میں نے بھی خوشی  
 سے ہاتھ دلاتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد سلمان نے بھی ہاتھ میں  
 مصافحہ کیا۔ انھیں ایک شاک بھی نہیں ہوا۔ کوئی ایسی بات نہیں تھی

جس سے ہم لوگوں کو کسی پریشانی سے دوچار ہونا پڑا۔  
 "میرا قلعہ نے آپ کے پاس میں تفصیلات بتائی ہیں۔ میں  
 آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔" ایلڈرک نے کہا۔  
 "شکریہ۔ شکریہ۔"  
 "دیکھتے ہیں اس نیم کا سربراہ ہوں اور میری ہاں سربراہی میں  
 یہ تمام لوگ میرے لشکر کے سفر پر نکلے تھے۔ ہم لوگ اپنی دولت کی  
 تلاش میں یہاں آئے تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی کچھ چیزیں ہیں جو  
 علم میں نہیں۔" ایلڈرک نے دانت میں بھی خاصی مقدار میں گلے  
 لیکن اس کی بار برداری ہمارے لئے بڑی مشکل ہو گئی تھی۔ بڑا  
 سست سفر ہو رہا ہے ہمارا۔ اس سفر میں خاصی مشکلات پیش  
 آ رہی ہیں۔ بڑا دیر میں کی ضرورت تھی تاکہ ہماری افرازی قوت پر  
 ہاں۔ یہ کیفیت دیکھ کر ہمارے ہاں اس کی دانت آپ نے دیکھ  
 کر کیا ہے۔"  
 "بہت کافی ہے۔ ہم نے صرف آٹھ گھنٹے ساتھ لیا جتنا ہمار  
 کر سکتے تھے۔ ہاں ایک بہت بڑا ذخیرہ ہم بھی چھوڑ آئے ہیں۔"  
 "ہاں۔ اس قسم کی چیزوں کو لے کر لے جانا ایک بہت بڑا  
 مسئلہ ہے۔ لیکن آپ نے اس بارے میں پہلے نہیں سوچا تھا۔"  
 "سوچا تھا اور بہت سارے انتظامات کر کے چلے گئے لیکن  
 میرے لشکر کا اپنا ایک مزاج ہو گیا اور ہماری وہ سولہاں ہزار  
 ساتھ نہیں دے سکیں جن کو ہم پر اس اعتماد سے لے کر ساتھ لے  
 تھے اور اس کے بعد بالآخر ان ہی دو ہزاروں پر تکیہ کرنا پڑا۔  
 ایلڈرک نے کہا۔ خوش اخلاق اور تسار آدمی سلوم ہوتا تھا۔ بھی  
 گفتگو کر رہا تھا۔ قلعہ افرازی اور فیکان کی خوش نظر آ رہے  
 تھے۔ یعنی اب ان کے چہرے پر وہ کیفیت نہیں تھی جو پہلے تھی۔  
 اور وہی بات مجھے بھی میں بتا کر رہی تھی۔ میں نے ان تمام  
 افراد کو دیکھا کچھ برس تھے اور کچھ یورپ اور دوسرے علاقوں کے  
 باشندے۔ ایک چوتھے شانوں والا پستہ قد بڑھا تھا جس  
 کے خدوخال مجھے کسی قدر اشرافی نظر آئے تھے لیکن بہر حال وہ بھی  
 یورپی ہی سلوم تھا۔ نیلی آنکھوں اور مخصوص رنگ کی وجہ سے  
 سے اسے یورپیوں ہی سمجھا جاسکتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور  
 چھوٹی سی ٹم کا نوجوان آدمی تھا جس کے بال لیے لیے اور خردی  
 تھے اور بڑی طرح بکھرے ہوئے تھے لیکن اس کا چہرہ نرم اور  
 عظیم تھا۔ بدن پر بہت سارے ہاس لادے ہوئے تھے۔  
 غائبانہ سردی کا مزاج تھا۔ اس کا اگلا سرخ ہو رہا تھا۔ لیکن  
 خدوخال میں بچہ جاذبیت اور کشش تھی۔ یہ تمام افراد ہماری  
 جانب نکلتے تھے۔ میں نے انہیں پیشے کی پیش کش کی اور  
 سکرانے کوئے کہا۔

میرا نہیں جانتا کہ آپ کے پاس رسد کے کیا امکانات ہیں۔  
 لیکن ہمارے پاس جو کچھ موجود ہے ہم بطور مہمان نوازی اسے آپ کے لئے  
 میں پیش کر سکتے ہیں۔  
 "اگر کوئی برقرار رہے تو اس کا فائدہ بھی ہو سکتا ہے۔"  
 ایلڈرک نے کہا اور میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دیکھنے لگا۔  
 "اس مسئلے میں افرازی قلعہ اور فیکان کی آپ کے دیکھ سکتے ہیں۔  
 میں نے جواب دیا۔ قلعہ اور فیکان کے گرد ہاں اور دو ستارہ انداز میں  
 کافی ناکر کے لئے مجھے حیرت کن لوگوں کا سوا کھلا ہے۔ کیسے بدل گیا ہے۔  
 اس سے بڑا زوردار ہمارے ملک میں شادوں کا دھڑلے لیکن سب لوگوں کے سامنے  
 میں نے دیکھے ہیں۔ یہاں قلعہ افرازی قلعہ افرازی قلعہ افرازی قلعہ افرازی  
 غار میں چھپے ہیں۔  
 ایلڈرک نے کافی کی نہیں دیا۔ اپنی پیش پیش کافی سمجھا۔ ایک ہی  
 دوسری غار میں بھی کچھ نہیں دیکھا۔ لیکن اس کی مدد میں کچھ چیزیں تھیں۔ ان  
 لوگوں نے بڑی سہارے دیے۔ کچھ ایسا اور میرے دل میں خوشی کے  
 آثار پیدا ہوئے تھے۔ ایلڈرک نے کہا۔ ہاں تو کچھ نہیں تھا۔ اگر ہاں ان کا  
 سستور ہاں تو دوسرے دن کے میں جو لوگ ہمارے سامنے تھے اور اس کے  
 بعد وہ بڑی جنگی ہونے لگے اور ہمارے سپر کی لیکن بہر حال کچھ نہ سکتا  
 تھا۔ البتہ قلعہ افرازی اور فیکان کا انداز میرے لیے اب بھی پریشانی کا  
 تھا۔ میں ان لوگوں کے اچانک بدل جانے سے حیرت کے ہاتھ میں  
 ہو نہیں سکتا تھا۔  
 میں نے اس مسئلے میں بھی کچھ سے کوئی سوال نہیں کیا لیکن میں  
 جانتا تھا کہ ان لوگوں کا اپنا مزاج کیا ہو گا۔ ہم نے تمام ضروریات سے  
 فارغ ہونے کے بعد ایلڈرک کے پاس سے نزدیک بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔  
 "آپ کے دوست نے مجھے اپنی ہم کے ہاتھ میں تفصیلات  
 بتائی ہیں۔ انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ آپ کے ساتھی مزدور افراد  
 ہونگے اور آپ کو کافی سامان ملے گا۔ بہر حال اگرچہ علم میں ہے  
 ذرا سے ہونے ہی ہے۔ میں کو لوگوں سے پوچھنے میں ایک طویل عرصہ  
 ان باتوں میں گزارا ہے۔ کیسے کہیں ایک واقعات سے دوبارہ  
 ہونا پڑا ہے۔ بہر حال میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ میرا بڑا  
 ہاں ہاں دیکھتے ہیں۔ میں نے عرض اخلاقی سے کہا۔  
 "اگر آپ کے دین میں کوئی ایسا منسوب ہے جس کے ہاتھ میں آپ  
 کو نہیں ہے تو کچھ کامیاب ہو جائیں گے تو آپ کو زیادہ سامانوں کی خوش  
 پیش نہیں آئے گی۔ میرا مطلب ہے کہ اگر وہ لوگوں کی جگہ ہمارے ہونگے ہیں۔  
 اگر اس بات کا انکار کریں تو میرا۔" میں نے سوال کیا۔  
 "ہم آپ سے دعا کرتے ہیں کہ آپ کے لیے تیار ہاں ہاں مزدوروں کی حیثیت  
 سے ہمارے بہتر سامانوں کی حیثیت سے ہوں۔"

لیکن آپ کا اپنا مشن تو یہاں پر کچھ ہے۔ میرا ایلڈرک۔  
 نہیں۔ حسب ذیل نہیں۔ آپ ہمارے ساتھ شریف سے چلیں۔  
 میں نے جو کچھ کہا تھا اسے دیکھ لیں۔ چونکہ یہ نہ ہونے سے بہتر ہے  
 لیکن ہماری درخواست ہے کہ زیادہ کامیابی ہو۔  
 "لیجئے اس کی کوئی خاطر میں نہ ہوگا۔ میرے ایلڈرک کی دولت کسی ایک  
 شخص کی ملکیت نہیں ہے۔ میں میں تقریباً ایک لاکھ روپے لکھ رہا ہے  
 آپ لوگوں کا ساتھ میرے لیے بہتر ہے۔"  
 "اگر بات ہے تو اسے چلا جائے۔ مجھ سے اور وہاں چلیں۔ ہاں ہم  
 نے اپنی دولت وغیرہ رکھ رکھا ہے۔"  
 "ہاں۔ ہاں۔ ہاں۔ میں نے جواب دیا۔ سلمان اس دوران کچھ  
 غار میں رہا تھا۔ بہت کچھ سے معاملات میں مداخلت کرتا تھا۔  
 ایسے میں جانتا تھا کہ اسے مداخلت کرنی چوتی تو دوسرے تمام ان ہوں  
 پڑتا۔ چنانچہ میں ان لوگوں کے ساتھ چلا ہوا۔ قلعہ افرازی اور فیکان  
 میں ان کے ساتھ تھے۔ ہم سب دیکھ کر کچھ سستور ہوئے۔ ہاں تو اس جگہ  
 پہنچنے میں ہم نے چھوٹی چھوٹی چیزیں دیکھیں۔ ہاں تو اس جگہ  
 بہتر ہاں تو اس دانت تھا۔ یہ چیزیں کچھ سے فائدہ کر سکتے تھے۔ کچھ  
 ہوں تو چھوٹی ڈھیر ہاں ہاں تھیں اور تقریباً وہ ان دھیروں کو اپنے  
 شانوں پر لے کر چلے ہوئے۔  
 "دیکھتے ہیں وہ ذخیرہ جس کی قوت بہت زیادہ ہے۔ ہاں تو اس کا  
 لی لیکن اتنی بھی نہیں کہ ہم اسے اپنی زندگی پر تقسیم کر سکیں۔ ہم یہاں سے  
 کوئی بھی ایسی چیز نکال نہیں کر سکتے جس کو کچھ بہت زیادہ نہیں ہو  
 ہوا۔ اپنا ایک ایک مقام ہاں ہے۔ ہم اپنے اس سفر کو ناکام سمجھتے ہیں  
 ہیں سب بابر۔ چنانچہ اگر آپ کی دوسرے ہمارے سفر مکمل ہو جائے تو اس  
 سے بڑھ کر خوشی کی بات کیا ہوگی۔"  
 "لیکن آپ لوگ کیا مزید سامان نہیں اخلاقی کے لیے تیار ہیں۔ بابر  
 مطلب ہے کہ۔ جو سفر کر کے کہیں یہاں تک پہنچے ہیں اسے بھر دیا  
 لے کر سنے کے لیے تیار ہوں گے۔"  
 "یقیناً ہمارے ہمارے مقصد یہ تھا اور اس کا اس کا مقصد  
 ہاں تو وہ بدل ہوا ہے۔ ہاں تو اسے ہاں سب بدل دیں۔"  
 "آپ کے تمام سامان اس کے لیے تیار ہیں۔"  
 "سو فیصدی۔ ہم میں سے کوئی بھی اس سے خوف نہیں ہے۔"  
 "مگر اس ذخیرے کا کیا کیا جائے گا۔"  
 "اسے میں کہیں کسی بیانی غار میں باندھ کر دیں گے اور  
 اگر کوئی ایسا شخص دریافت کرنے میں کامیاب ہو گئے جو اس ذخیرہ  
 سے کچھ زیادہ دیکھتا ہو تو ہم اس طرف کھڑے نہیں کریں گے بلکہ یہاں  
 سے ہٹا دیا جائے گا۔ لیکن اس کے بعد اس کا کیا ہوگا تو ہماری



قاضی کر کے احمد وہیں پہنچ کر اس زنجیر سے کواٹھا لیے گئے۔  
 "جبکہ وہ جیلے آپ آگروں کو اپنے ساتھ سلوکیت پر کھڑا تو فرما  
 نہیں ہے۔" جیسا کہ وہ پہلے اعلان شدہ کے خلاف سنا تھا۔ اس  
 کے دوسرے ساتھی بھی تختے سے چلے جا بیٹھے تھے۔ ہر مہینے دوبارہ  
 ایسے ہی اندر کے اندر لٹکا رکھا گیا۔ گرام کے لوگوں نے  
 وہ نقشہ دیکھا جو سید علی مسعود تھا۔ اس کی صورت پر ہر آدمی ہر کسی  
 پر ایسی باتیں سے گزار کر آئے۔ "جو بشر کہہ کر گیل میں بھیج دیتے  
 ہیں۔" وہ مسلمان کے ہونے پر اس کو کہتے ہیں کہ "اس نے فاسقہ نکال کر  
 سے لیکن اس کو دھڑلے کر دیکھا اور بولا۔  
 "میں دیکھتا تھا کہ آپ رنگ ٹھہرے تھے نہیں تھے۔ کسی نے کہا  
 "جیل نہیں دے گا۔" پھر اندر کے اندر لٹکا کر دیکھا۔

کہ جانتے ہیں کہ پہلا اصل مقصد کیا ہے اب جب اس قسم کے کدھمکا دین پر  
کمر بند ہو چکی ہے تو ہر جو ہر کاد و بیکار مانے کا۔ مسلمان سسک کر فرخا تو شش  
ہر گید آہستہ آہستہ تاریکیاں زمین پر اترنے لگیں اور تصویر دیر کے بعد  
صحرائے عظم بدلت چلائی وہ جگہ کافی محفوظ تھی اور ہم اس جگہ کافی وقت  
حوار چکے تھے اس لیے قرب و حور اسکے ماحول سے بھی واقف ہو گئے تھے۔  
موسم کی تاثیر کو ذرا نہیں تھا۔ رات کو ہم نوبدات سے فارغ ہو کر سو سنے  
کے لیے بیٹھ گئے۔ لیکن میرے ذہن میں ہی شورشیں تھیں کہ غور و فکر کا کیا  
ہو گا۔

نشانہ بننے پہ پہر یوں کہ گھنٹہ میاں سر سرائٹ ٹٹنی اور ہم چو تک پیسے۔  
یوں نے خدا کی گردن اٹھا کر دیکھا اور وہ نور ان جوامہ کو گروں میں سب  
سے زیادہ دیکھتا تھا۔ مجھے اپنی طرف کیسکتا ہوا نظر آیا، زمین پر ہاتھ جاکر  
آجڑا آہستہ اور کھسک رہا تھا۔ ہاتھ سے پردوں کے نزدیک پہنچ کر اس نے  
میرے اور میاں کے پردوں کو اُتار دیا اور اصر کیے اور اس کے دیکھنے سے  
دیکھنے لگا۔ بڑی خوب چیز نہایت تھی۔ نہادیاں ہم کو گروں سے لوہے کی بڑی کمان لے کر  
بہر طور میں نہاد میاں نے اس کی بیکر کش ٹٹنی کو اس کی اور ہم کو گروں سے  
کیسک گئے۔

- ہیں اور یہ چیزیں۔ اس مضمون کے کتب خانوں کا باعث بنیں گی۔  
 ری عجیب غریب گفتگو کی ہے انہوں نے۔ میں تیار ہی نہ ہو گیا پرانا چاہتا  
 ہوں۔ لہذا کہہ چکا ہوں کہ میرا زمانہ اس سے وابستہ ہے۔  
 - تم تیار کیا مفاد وابستہ ہے؟ میں نے سوال کیا۔  
 - میں تم لوگوں کے ساتھ مل جانا چاہتا ہوں۔  
 - مگر اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم جو کہہ رہے ہو درست کہتے ہو؟  
 - میں نہیں جانتا ہوں اس کے بعد تم خود قید کر لینا۔ تو بڑا  
 شہسار کی بات پر پریشان ہونے لگے۔  
 - بتاؤ کیا بتانا چاہتے ہو؟  
 - تم لوگ مرز میں محصور آئے ہو؟ تو بڑا بے پروا۔  
 - ہاں :-

\_\_\_\_\_

90

تشیخ و کتب، ان لوگوں نے ہیں اپنا فلم بنایا ہے۔

۹۱

تو آپ کے علم میں اسکا ہے۔ جب وہ لوگ تھک رہے تو سیر میں آئیں اور  
 کرنے میں کیا کار ہو سکتا ہے؟  
 • اچھا! چھانیکہ کسے، ہتھیار بھ جان کر میں سمجھے۔ چلے تم یہ میلہ کر  
 لو کہ میں کیا کر سکتا ہے۔  
 • جب آپ انہیں نقل نہیں کر سکتے ہیں تو چلے جی ہاں! تو پھر ایک ہی  
 ترکیب اللہ پر مکتوم اس کے ہتھیار اپنے پیٹھے میں لے کر یہاں سے نکل  
 چلیں۔ مشہور نزل کو سامنے لیں اور پھر ویرانہ کو گھومنے کے واسطے  
 میں مشہور نزل سے یہاں بتا رہا ہوں۔  
 • چھانیکہ سہہ لیکن یہاں سے کتنی دھڑاؤ لگے۔ میرا مقصد ہے  
 یہ لوگ ہلکا سب کر کے ہم لوگ بہت زیادہ دیر سفر تو نہیں کر سکتے۔  
 • میرے دو ہاتھوں میں ایک تجویز ہے۔ مشہور نزل سے لے کر۔

وہ کیا؟ ہمیں نے سوال کیا۔  
 یہاں سے بہت زیادہ دور نہیں رہا میں گئے ہم لوگ میں جگہ ہم  
 نے قیام کیا تھا وہاں سے بائیس صمت بہت مختصر سے قلعہ پر بلند و بالا ایک  
 مسلحہ بیڑہ ہوا ہے۔ یہ پڑا تھا جو اس نے نکال کر رہا ہے۔ اس کے کچھ حشون  
 میں نادر گل بھی ہیں جو اس کے خدایں بتا دیئے ہیں نادر گل راہ پر تو اس نے  
 کے لیے ہم کو اپنے نشانہات محمور دیئے گئے جن سے انہیں ہر اس جگہ  
 کہ ہم اس صمت نکل گئے ہیں لیکن درحقیقت ان نادر گل میں پناہ ہمیں  
 گئے اور منتظر کر رہے گے کہ روک جلاں سے عدل نکل جائیں۔

بہار کی تجویز کافی محکمہ درست ہے۔ میرے خیال میں جس پر تجویز  
 چھٹکے چلائیے۔ میں نے کہا۔ ملتان خاکوٹس پر چلا گیا۔ وہاں لوگوں کو نکل  
 کونے کے منہ پر تھا۔ زوجوں کی تھا مکیں میں کم از کم بے گندہ لوگوں کو  
 صحت کے گمانے نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اندر چھوڑ گیا پھر ہی سچا۔ وہ ہم  
 سے ملنے ہی آئے تھے۔ لیکن کیا خود ہی تھا کہ ہم کی ہی حرکت دہراتے۔  
 ہم اپنے صوبہ پر بھی لوگوں کو نظر انداز کر کے اپنے کام کے لیے نکل سکتے ہیں۔  
 ہر طرح پر میرے گلاں کیا ہم نہیں بننا۔ اس لیے براہ کمال والی کے لیے  
 تیار بنیں۔ خانا، سلاکھ کدو، سبزی، بات کھو۔ وہ جندہائی تو برابر تھا کہ اس  
 باشندے بہت زیادہ محنت لگایا تھا کہ اس کو روک رہے تھے۔ غلام کو کلا  
 مانہ کر کے۔

[illegible]

92

یوسفیہ لڑکی بھی اٹھ کر بیٹھ جاتا تھا۔ وہ رنگ بھی کبھی کبھار میڈیکل سوسائٹی سے ملتا تھا۔  
 بیٹھنا تو بہت سے لڑکا۔

۱۰۰ کے ہیں مگر ان کے لئے بھی گھر میں مہنگیوں کے لئے ہاؤسوں کے  
ذرائع کی کوشش کرنا تو بخیر ضروری ہو جاگے جانتے ہیں۔ چنانچہ جربا اس  
سلسلے میں کیا کرے؟

سب سے پہلے یہ کہیں گے کہ ان کے لئے کیا ہے؟

”ابھی بات ہے، پہلا اثر تو یہ کہ وہ آہستہ آہستہ جیسے جیسے  
اس فن سے بچے اترے گا۔ پھر آہستہ آہستہ یہ کہ اس جگہ پہنچ جائیں

۴۔ "معتز کہ ہے لیکن خوبیاں کا اسلام"

ہو اگرچہ اسی فراں کا کھٹا باجی اسی طرح خشک ہے جس فراں ہستون کا مکمل نہیں کیجے جا سکتے۔ یہی برسوں پہلے ہوں کہ پہلے نمر کوکوں کے ساتھ چلن یا سہل و آسہل ہوں اور ان کے غم سے وہ نکل نکلا ہوا مسنون پہلے ہوں :

میرزا قلی کے کہہ کر ہم پہلے یہ نشان بنائے ہیں۔ اس کے بعد گھومنے  
 ہوئے ہی جگہ پہنچ جائیں گے۔ ہیرلی کے ٹھوس عمارتوں میں سے اس کے  
 اس ٹھورے سے بھی اتفاق کیا۔ اس کے بعد ہم نے سامان کے متعلق اپنے

جسوں سے ملنے سے اندر پر آ رہا ہے اپنی جگہ سے نیچے مٹھوان میں اترنے لگی۔ ہماری احتیاط سے نہ مٹھوان سے اترے کہ اسے پاؤں کے نیچے سے کھٹا پڑا رہی ہو چکنے۔ پیاسے بکری رنگ ہوشیار ہو رہا ہیں۔ ۱۰۔ ۱۱۔

کسی کو مل کر نہ تنگ نہیں تھا۔ ویسے میں نے ہزاروں اور ہوسیر رازنی کو سب ایک ایک باغیوں اور کارروں کی بیٹی سے دی تھی۔ ایک باغیوں بہانے چاہے کیا تھی جسے سلائی نہ لے پے دوسرے شائع سے

مکمل کیا جاتا ہے۔  
ہم لوگ نیچے اترتے ہیں اور ستوری درجہ کے بعد آتے ہیں  
پچھلے کروڑوں سے بدی باتوں کی وارنڈ سنی جلتے ہیں۔ اس کے بعد

بنوے اور ایک آدھ چرب اور پینے لڑائی، قصص ہی خاک کو روکے  
 ادا ستر پر مل نہیں لوں سو پائیں کہ ہم نے لعل و سحر کی سیبہ سے

چوتھے چھ گھنٹے پہلے ہی ان کے نشانات مل گئے تھے اور پھر وہ پتھر پر

93

ہم کہہ کر نکلے اور آہستہ آہستہ اپنے گھر کی طرف چلے گئے۔  
آگے بڑھتے ہوئے ان کے دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی۔

نیکو۔ دینیت رکھتے۔ جہاندار شیخ مسند میں  
نے لکھا تھا کہ یہی خلیفہ تیسرا ہے جو مکران پر گئے تھے  
جہانگیر نے کہا۔ یہاں پر جو ایک لکھنوی مسند ہیں۔ وہ  
لکھنوی نہیں بلکہ کسی اور کے ہیں۔ لکھنوی کے کہہ کر لکھنوی  
یہ تو ہے کہ یہ لکھنوی ہی ہیں۔ جہانگیر نے کہا۔ یہی خلیفہ  
تیسرا ہے جو مکران پر گئے تھے۔ لکھنوی کے کہہ کر لکھنوی

میں ہر کوئی بہت نڈبہ ہو۔ جو اس کے حکمت کو جانتا  
تو نہ مرنے سے پہلے ہی کہتے ہیں کہ اس کے  
تیمت نہ ہو کہ خیر ہو۔

میں نے جیسے اب اس قدر دیر سے بیجا بیجا کیا ہے



لاہ: انی ملٹر میں تکڑے میں کہہ بیچہ ہو سکتی ۔

خاص نظر کر رہے ہیں۔ اگرچہ اس سے فائدہ کم ہے۔ یہی اس کے

96

تجربیں۔ پھر نکلے کے دوسرے مسائل سے بہرہ رست بنیں گے۔

97

میں نے غلاموں کو بھیج دیا کہ تیرا ہیبت اختیار کر کے مجھے لے کر

98

وہ لوگ ان کا کریں کہ کہے بیجا لڑائی و جد نہ لیتے ہیں۔ اور

99

100

\_\_\_\_\_

نہ ہونے کے آئی ہو۔ کوئی جرم کیوں کہ نہ چریاں ۹۰

[illegible]

• حوزہ: اگر مہاسبہ سمجھو تو اہل سرائے! سوائے میں سمجھ کر اور تفصیل بتاؤ۔

کیا: ہاں ہرگز نہیں۔  
 بہت ہی حیرت انگیز بہت ہی شگفتہ چیز۔ ایک ایسی جڑ یا پرن  
 کہ تم لوگ اس کا کشیدہ رہاؤ گے۔ اس کو علم ہی نہ تھا کہ اس سے یہی  
 سے نکلے یہ صاحت مکتہ تہذیبیں دنیا میں کی۔ ایسی تہذیبیں جو ہرگز ان  
 سال سے مل ہی نہیں آئیں؟ ہرگز نہیں۔ کب ہم نے شوق تہذیب و تمدن  
 سے ہرگز نہیں دیکھا۔





میں نے اور اسی نے جلدی سے لئے بغیر کر دھیر  
 رازی کو اٹھایا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جھپٹتے تھے۔ اس کو دل  
 تیز رفتاری سے دھڑکنے لگا۔ اور اس وقت اس کی کیفیت  
 جسم پر دھکی سی تھی۔  
 پیر و فیروز پر دھیر :۔ ہر شے ہی کیسے گھبراہٹ کی بات ہے  
 کوئی کسی کو لے گیا :۔ میں نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا  
 "۔۔۔ وہ میری کچی کھال لے گیا۔ تم لوگ نہیں جانتے  
 تم کو نہیں جانتے۔ کوئی نہیں دیکھ سکتا وہ میری زندگی کا لمحہ تھی  
 میں نے اسے اپنی اولاد کی طرح پالنا ہے۔ اس کے کوہیل اور بیاباں  
 ہے ہاں کوئی :۔ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔"

ہم اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے سولی سے کہا اور وہ گردن جھکا کر مل دی۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سب کا اندھا آگئی۔ اس کی آنکھوں میں نری کے آنسو تھے۔ وہ بدلیسر کے سامنے آئی۔ جبکہ گزریں سے نئی آغائی اور اسے افسے سے نکالیا۔ حوالے سیری بہت بڑی پریشانی کو کر دی سارے سیرا پڑا اب بالکل ٹھیک ہے۔

لیکن تیرا اس تیرے قبیلے میں ہم کا شمار ہو گیا سمجھا۔

مکہ۔ کیا ہوا۔ کیا بات ہے؟ سب تو جھک کر بولی۔

اس کی میری آنکھیں ہم سب کا ہاتھ لے رہی تھیں۔ ہم دھچک کر بولی۔ آہ۔ تم میں سے ایک کہہ رہے۔ کہاں ہے وہ؟

پروڈیسک بیٹی۔ اس سامنے کی بیٹی رات کو اس سے حسین لی گئی ہے۔ میں نے کہا۔

”میں اس کا پتہ نمازوں کو نہ دے رہا ہوں اور ہر امانی کیلئے ہے۔ میں اس کو صبر و بردباری کی تعلیم دے رہا ہوں۔ یہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ آپ نے کہا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہاں کے لوگ اس سے بڑی کی بڑی سزا دیتے ہیں۔ یہی سزا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر بھی کر دی ہے۔“

حصہ لے اور سلیماں کو پرفیسر رازی سے بیعت پھردی تھی۔  
 خاصہ دلیل شرط کرنا پڑا لکھنؤی مغر کے دور میں جہنماں  
 بستی کو بھی من و بھجوا۔ پوری بستی حالت جنگ میں تھی۔ جنگ بڑ  
 بنوایا۔ ان کے دھمکے ہونے لگے۔ گویہ تہجد صفا سے نکلے  
 اڑنے لگے ہونے لگے۔ جو کھانہ وہ۔ تھوڑی ادنیٰ چیزوں پر  
 مشتعل تھے۔ لکھنؤی بیہوش تھے۔ ان تباہیوں سے پتہ چلتا تھا کہ اگر  
 قلعہ دھم کو شکست ہوئی اور دشمن اس طرف متلہ آور ہوا تو  
 یہ غارتگی آخری وقت تک جنگ کر رہی۔

اور میں کے درمیان ہوگی۔ نہ نہیں کسی جہاز کی کھڑکی تھی۔  
 جہاز کی کھڑکی کی نیکی بنو دیکھنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ تادہ تیروں  
 کی کھڑکی نہیں تھیں۔ کسی اور جہاز کی۔ وہ بندروں کی کھڑکیوں  
 تھیں۔ ان کھڑکیوں کے درمیان چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں تھیں۔  
 ہوائی تھیں۔ ایک عجیب سا بال جھپٹا ہوا تھا۔ ان کھڑکیوں  
 اور کھڑکیوں کا ہوتا دوزخا ہوا کریمو تھی۔  
 تو جانتی ہے سو تھا۔ تیرا علم جانتا ہے کہ ہم کس لیے آئے  
 ہیں۔ ہمارے یہ بات پر سے دوزخ کے ساتھ کھڑکی ہوں کہ  
 تھے علم ہے کہ کھڑکیوں پر سے ساتھ کھڑکیوں کی صبح تعداد  
 بتائی تھی۔ سو تھانے پہلی بار ہم تیروں کو دیکھا۔ اور پھر ہوتا کی  
 طرف دیکھ کر مسکراتے تھے۔  
 ہاں، مجھے ہی کی آمد کا علم تھا۔ میں جانتی تھی کہ اجنبی  
 ہمارے قبیلے میں آئے ہیں۔  
 اور کھڑکیوں کی معلوم ہوا کہ سو تھا کہ تیرے نہیں چار تھے۔  
 نہیں مجھے یہ معلوم تھا۔ سو تھانے جواب دیا۔  
 تو میں سو تھا۔ یہ چار تھے۔ میں ہر اور ایک عورت۔  
 لیکن عورت کی کے درمیان سے غائب کر دی گئی۔ رات کو  
 کوئی ایسے اٹھائے گیا۔ ہوتا تھے بتایا اور بڑی عورت کے  
 چہرے پر غور و فکر کے آثار پھیل گئے۔ اس نے کھڑکیوں  
 اندر بیروں کی جگہ میں تبدیلی شروع کر دی۔  
 عجیب ایک کھڑکی اٹھا کر اس کی جگہ بدل دی تھی اور  
 بیاں اس کے درمیان رکھتی جا رہی تھی۔ چہرہ بلی بلی بیروں  
 سے ہی کھڑکیوں کو دیکھتے تھے۔ مختلف آوازیں ابھر رہی تھیں۔  
 کہیں جھپٹا ہوا کہیں کھٹک دلا۔ وہاں کھڑکیوں کے درمیان  
 تبدیلیاں کرتی تھیں اور کئی دیر کے بعد اس نے گردن اٹھالی۔  
 "اوہ: اوہ: یہ کیا وہ بیزبانی کی کمال میں ملے ہوئے تھا؟"  
 اس نے پروخیہ رازی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ یہ بات بھی اس  
 کے علم کو ظاہر کرتی تھی۔ کہ وہ جانتی تھی کہ پروخیہ رازی ہی اسے  
 صحیح بات بتا سکتا ہے۔  
 ہاں، وہ کسی کمال ہی میں تھا۔ تاریکی کی وجہ سے میں  
 اس کا اندازہ نہیں لگا سکا کہ وہ کون سے علاقہ کی کمال ہے۔  
 کیا اس کے سر پر دو بیگ ابھرے ہوئے تھے؟  
 ہاں، ہاں۔ تیرا علم درست کہتا ہے سو تھا۔  
 تو پھر میں ہی پریشانی کی کیا بات ہے؟  
 دیکھا۔  
 "ہاں، وہ کسی کمال ہی میں تھا۔ تاریکی کی وجہ سے میں  
 اس کا اندازہ نہیں لگا سکا کہ وہ کون سے علاقہ کی کمال ہے۔  
 کیا اس کے سر پر دو بیگ ابھرے ہوئے تھے؟  
 ہاں، ہاں۔ تیرا علم درست کہتا ہے سو تھا۔  
 تو پھر میں ہی پریشانی کی کیا بات ہے؟  
 دیکھا۔"

جو آدمی تیری جی کو لے گیا۔ وہ بڑا آدمی نہیں ہے جانتا  
 ہے۔ اس کا نام کیا ہے؟  
 میں نام ہے سو تھا۔ "سو تھانے پوچھا۔  
 "ماکا زونگا۔ اس ہفتے کا سب سے بڑا جادوگر۔ اپنی  
 کے مقابل آنے والا اس کا دشمن۔ سو تھانے بتایا اور ہم سب  
 کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ سو تھا بھی بروکھلہ ہٹ کے  
 عالم میں دو دنہ کیے ہٹ گئی۔  
 "ماکا زونگا۔ لیکن۔ لیکن وہ۔ لیکن وہ۔"  
 یہ وہی ہٹ گئے کا۔ اس نے اپنے گرد جو خول چڑھا دیا  
 ہے۔ اس کے بار دیکھنا ناممکن ہے۔ کیسے اس کے دل میں  
 یہ وہی جانتے۔ ہاں یہ وہی جانتے۔ ہاں یہ وہی جانتے۔  
 بڑی گردن کرنے تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ تب  
 سو تھانے چاری طرف دیکھا اور گردن ہٹانے لگی۔  
 یہ حقیقت سب کو ماکا زونگا بڑا آدمی نہیں ہے۔  
 وہ دوسروں کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ اس کا دشمن صرف اپنا  
 کے لیے ہے۔ جہانے کیوں اس نے حرکت کی۔  
 لیکن۔ لیکن ہمارے ساتھ یہ سب کی تھانے قبیلے  
 میں ہر اسے ہوتا۔ میں اپنی بیٹی کو مائل کرنا چاہتا ہوں۔ تو  
 اپنی بات نہیں کہ وہ ہم میں سے کسی کو اٹھا کر لے گیا۔ چار  
 اس سے کیا ملتا ہے؟  
 اس میں کوئی معلومت ہوگی۔ یقیناً اس میں کوئی معلومت  
 ہوگی۔ لیکن سو تھا: کیا تو بتا سکتی ہے کہ ماکا زونگا اسے لے  
 کر کہاں گیا ہے؟  
 یہ معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ سفید جھیل اس کا  
 مسکن ہے۔ اور ان دلاں وہ وہیں مقیم ہے تو اگر چاہو تو  
 اسے وہاں تلاش کر سکتے ہو۔ میں میری بات ختم۔ سو تھانے  
 کہا اور آنکھیں بند کر دیں۔ اس کی گردن ایک طرف ٹھٹھک  
 گئی تھی۔ سو تھانے اٹھتے ہوئے کہا۔  
 سب ہوتا کہ: جہانے کی جو کہ اسے بتانا تھا بتا چکی۔ ہم  
 سب ہوتا کے ساتھ باہر نکل آئے سب ہی کے چہروں سے پریشانی  
 جھٹکتی تھی۔ پھر میں نے پوچھا۔  
 "سفید جھیل کہاں ہے سو تھانے؟"  
 "میں سے سب کی سمت پہلے جادوگر ہمارے راستوں اور  
 چوڑی دروں سے گزرنے کے بعد تمہیں ایک نخلستان ملے گا۔  
 یہ نخلستان سفید جھیل ہی کا ہے۔ اور ماکا زونگا اس کے آس پاس  
 ہے۔"

ہی نظر آتا ہے۔ اگر تم اس کے علاقے میں پہنچ جاؤ گے تو وہ یقیناً  
 تم سے ملاقات کرنے کی کوشش کرے گا لیکن مجھے تجب ہے۔  
 مجھے حیرت ہے۔ میں نے پروخیہ رازی کی طرف دیکھا اور رازی  
 جلدی سے ہلے۔  
 "میں جاؤں گا۔ میں جاؤں گا۔ میں تم دونوں کو پریشان  
 نہیں کروں گا۔ ایک بار ہمیں تم سے کہتا ہوں کہ میری الجھنوں میں  
 میں نہ پھنسوں۔ تمہارا اپنا مسئلہ اٹک ہے۔ میں اپنی بیٹی کو تلاش کروں  
 گا۔ میں ان جھگڑوں کی خاک چھڑوں گا۔ کہیں بھی نکل جانے کی  
 کوشش کروں گا۔ لیکن۔ لیکن میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ وہی  
 تو میری زندگی ہے۔"  
 "نہیں پروخیہ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم سب  
 آپ کے ساتھ ملیں گے۔ میں نے سیمان کی بات کی تو یہ نہیں  
 کی تھی۔ پروخیہ خاموش ہو گیا۔ سو تھانے تھی۔  
 "مجھے اندیشہ ہے کہ یہاں تھانے ساتھ یہ سب کچھ ہوا ہے؟  
 تم نے ہم پر احسان کیا ہے۔ جتنا ہم تمہاری کیا دکر سکتے ہیں؟"  
 "نہیں نہیں میں تمہارا شکر۔"  
 "پھر مجھے یہ خیال ہے کہ یہاں سے کھلنے پہنچنے کی چیزیں ملے  
 جاؤ۔ ان ہتھیاروں میں سے جو چاہو لے لو۔ مجھے تمہارے پاس  
 آتشیں ہتھیار ہیں۔ ان کی بہ نسبت زیادہ بہتر اور موثر۔"  
 "نہیں سب سے بہت بہت شکر۔ رازی نے کہا۔  
 اور اس کے بعد ہم وہاں بیٹھ سکے۔ سو تھانے جیسا بستی کی سرحد  
 تک چھڑا تھا اور اس کے بعد ہم وہاں سے آگے نکل گئے۔  
 صحرانے اٹھ کر ایک اور ویران علاقے سے گزرتے تھے۔  
 ہوا تو خیال تھا کہ اس بستی میں کچھ عرصہ رک کر عورت کا جائزہ  
 میں گئے اور اندازہ لگائیں گے کہ اب یہیں کیا قدم اٹھا چکے ہیں۔  
 لیکن یہ حق انکار پڑی تھی اور پروخیہ رازی کا رد ملتا بھی تھی  
 بجا نہ تھا۔ اس نے درحقیقت اپنی زندگی لڑکی کے لیے ختم  
 کر لی تھی۔ چنانچہ وہ اسے کیسے چھوڑ سکتا تھا؟ سزجاری رہا  
 سے شام ہو گئی اور پھر رات کو ہم نے ایک جگہ پر ڈال ڈال دیا۔ ہم  
 ابھی تک اپنی سمت سے نہیں جھٹکتے۔  
 دوسرے دن جیسا ہی ہم نے اپنے سفر کا آغاز کر دیا تھا  
 اور جب دوپہر ہوئی تو ناہموار دروں اور کھائیوں کا سلسلہ  
 ایک نخلستان پر ختم ہو گیا۔ نخلستان کے اطراف میں چھوٹے  
 چھوٹے پیاز کی بیٹے بھی پھیلے ہوئے تھے۔ اور بیٹے عجیب سی

سفیدی اختیار کیے ہوئے تھے۔ درختوں کے تنوں میں بھی عجیب  
 طرح کی سفیدی نظر آرہی تھی اور شاید یہ سفیدی اس گھاس کی  
 تھی۔ اس رنگ کی گھاس میں ہم نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔  
 بہر حال اس گھاس کے درمیان ایک جھیل بھی موجود تھی لیکن وہیں  
 کوئی رہائش گاہ نہیں تھی۔ بہر حال ہم جھیل کے نزدیک  
 پہنچ گئے۔ شام کے تقریباً چار بجے تھے۔ اطراف میں نخلستان اور  
 خاموش چھائی ہوئی تھی۔  
 درختوں پر بندے بھی خاموش تھے کبھی کبھی ان کے  
 اڑنے سے پردوں کی چھڑاڑا ہٹ سناؤ دیتی اور ہم پر ہلکے  
 کرادھر دھبے پڑتے۔  
 "یہاں تو کسی کا وجود نہیں ہے۔ پروخیہ رازی کی  
 غماں آواز ابھری۔  
 "نہیں۔ تمہارا خیال غلط ہے۔ ایک آواز ابھری۔ یہ  
 آواز ایک بہت بڑے درخت کے کھڑکے سے آئی تھی۔  
 اور پھر درخت کے کھڑکے سے ایک آدمی باہر نکل آیا۔ یہ  
 عجیب الکلفت آدمی تھا۔ بڑے جسم پر جادو کی کمال منڈی  
 ہوئی تھی۔ سر پر ایک کتوپ ساجپا ہوا تھا جس میں جادو کے  
 سیگ ابھرے ہوئے تھے۔ لیکن اس کتوپ کے نیچے جو بیونٹ  
 آ رہا تھا۔ وہ ہارے تھے۔ تب غور تھا۔ یقیناً یہ کسی یورپی نسل کا  
 ہی باشندہ تھا۔ گہری بڑا آنکھیں دسوا ہوا لہجہ تھا۔ جوں اٹھ  
 پتے پتے ہونٹ جیسے ہونٹ تھے اور ایک عجیب سی شان پر  
 پر چھائی ہوئی تھی۔ دوزخا تھا اور رحمت و چٹک نظر  
 تھا۔ چہرہ نہایت مدول تھا۔ اگر وہ یہ بھلی قسم کا لباس نہ  
 دیتا تو بڑا سارٹ اور خوبصورت جوان نظر آتا۔ پروخیہ کے  
 حلق سے بے اختیار آواز نکل گئی۔  
 "یہی تھا۔ آو ہی تھا۔ یقیناً یہی تھا۔ آنے والے کے  
 ہر نڑی پر سکواہٹ تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ہمارے نزدیک  
 پہنچ گیا۔  
 "ہاں۔ میں ہی تھا وہ ہی تھا۔ اس نے آہستہ سے  
 کہا میں کڑی حلقوں سے اسے گھور رہا تھا۔ پھر میں نے ہماری  
 آواز میں پوچھا۔  
 "تم بیزل کو اٹھا لے جاؤ۔"  
 ہاں۔"

میرا نام ملاز ونگہ ہے۔ میں اس لڑکی کو ایک خاص مقصد کے تحت شکار کر رہا ہوں۔ تم میری مدد کر دے گی اس کی از حد ضرورت تھی۔ اب تم یہاں آئی جے جو تو دوستوں کی طرف گفتگو کر دے ایسے جیسے دیکھو جو ہمارے لئے تباہی دہانہ کرتے کا باعث بنیں۔

• لیکن تم نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے۔

• میں نے کہا اگر میں اس کے لیے مجبور تھا۔

• کیا مجبور ہی تھی؟

• اوہ۔ اتنی جلدی۔ سب کچھ نہیں معلوم نہیں ہو سکتا۔

• از میں تہا ہے قیام کا بندوبست کروں۔ یہاں تہا ہے لیے کچھ دیر ٹھہراؤ۔ یہاں سے۔ ان کے کہنا۔ یہ مسلمان کی طرف دیکھئے۔ اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ سکڑ گئی۔ اس کے بدن کو جھٹکا سا لگا اور وہ دو قدم آگے بڑھ گیا اور مسلمان کے باطن سے خرابی سی اٹھ اٹھی۔

• نہیں۔ نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہاں اس سے کیا تعلق ہے۔ تہا اس سے کیا تعلق ہے؟

• کس سے؟

• مسلمان کے بجائے میں نے اس سے سوال کیا لیکن ملاز ونگہ نے میری بات کو کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

• یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے ملنے سے خرابی اٹھ اٹھی۔ اس نے ہاتھ دھو کر دیکھا اور اس کی گردن مسلمان کے تہوں میں جا پڑی۔

• مجھے صاف کر دے۔ شہنشاہوں کے شہنشاہ۔ راہب کے دست دست مجھے صاف کر دے، مجھے صاف کر دے۔ صبر کے فراز و ابجے صاف کر دے۔ مجھ سے غلطی ہوئی، مجھ سے غلطی ہوئی۔ اب جلدی میراں ہونے کی باری تھی۔ ملاز ونگہ نے مسلمان کو عجیب سے انداز میں پکارا۔ ہمارے مسلمان کو کہا ہوا وہ جھٹکا اور اس نے ہاتھ لگا کر اس کے سر پر رکھ دیا۔

• کھڑا ہو جا۔ کھڑا ہو جا۔ میں تجھ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ مسلمان کے لیے میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

• ملاز ونگہ نے گردن اٹھائی اور ہر طرف انداز میں گھوم رہا اور دو قدم پیچے پیٹ گیا۔

• مجھے افسوس ہے۔ مجھے بہت افسوس ہے۔ مجھے تو تیرا انتظار تھا۔ تیری تو ہے جو ان نظروں کی تقدیر بد سے لگا۔ تو ہی تو ہے جو مسلمان ثابت ہو گا۔ ان ہم دونوں کا شکیب

میں گفتگو کر رہے ہوں تو لوگ مجھے بھی بتاؤ۔ یہ تو جڑی عجیب بات ہو گئی۔ تم تو میرے ساتھی تھے۔ یہ کیا ہو گیا؟ یہ آدمی۔ یہ آدمی اس نے میری منزل کی انکار کیا ہے؟

• ملاز ونگہ: ہیزل کو بتاؤ۔ میں نے کہا اور اس نے ایک بار پھر گردن جھٹکا دی پھر وہ درخت کے اسی کھوکھلے تنے کی طرف مدد کر کے۔

• سو باہا، سو باہا، باہر آؤ۔

• ہم نے اس سے نام پر چونک کر درخت کی طرف دیکھا تھا۔ لیکن چند ہی لمحات کے بعد ہیزل درخت کے کھوکھلے تنے سے برآمد ہوئی۔ وہ انتہائی خوبصورت لباس میں ملبوس تھی جس میں جگہ جگہ باریک پتھر طے ہوئے تھے۔ سر پر ایک عجیب سا تاج پہنے ہوئی تھی۔ جس میں میرے جگہ جگہ تھے۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور چہرے پر ایک عجیب سی گفتگو تھی۔ وہ بڑے کھنکھراتے ہوئے ہونٹوں پر آگئی۔ رازی دو قدم پیچے پیٹ گیا۔

• نہیں۔ نہیں۔ نامکون۔ نامکون۔ یہ اتنی مٹھنی ہے، کیسے آخر کیسے؟

• وہ سحرانہ انداز میں بڑبڑاتا ہوا ہوا۔ ہیزل اسی ہر قدر انداز میں چلتی ہوئی۔ ہر دھیر رازی کے سامنے پہنچ گئی۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی پرسکون مسکراہٹ تھی۔

• ہیزل۔ ہیزل۔ تو ٹھیک ہے۔ تو ٹھیک ہے۔ بیٹی۔ میری بیٹی تو ٹھیک ہے نا؟

• ہاں بابا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔

• لیکن۔ لیکن کسا تو۔ کیا تو اس شخص کو جانتی ہے؟

• جانتی نہیں تھی لیکن اب جانتی ہوں۔

• کیسے کیسے؟ میرا مطلب ہے تو۔ تو یہاں خوش ہے؟

• رازی سب سے پہلے انداز میں اپنا سوال دہرایا تھا۔ ہیزل نے ملاز ونگہ کی جانب دیکھا۔ ملاز ونگہ نے گردن جھٹکا دی۔

• سو باہا، اگر تو میرے ساتھ مٹھنی ہے اگر تو میرے مقصد سے مشتاق ہے تو ان لوگوں کو اٹھانے کا تیرا کام ہے۔ لیکن غور۔

• میرا خیال ہے کہ یہاں اس کھلی جگہ کھڑے رہنا مناسب نہیں ہے۔

• آؤ میرے سترز مہانوں، میرے ساتھ آؤ۔ میرے ساتھ آؤ۔

• ملاز ونگہ نے کہا اور رازی کیسے ہٹ گیا۔

• نہیں۔ تو جادو گر ہے تو نے اس پر بھی جادو کر دیا ہے۔

• ہم تیرے ساتھ کہیں بھی نہیں جانیں گے۔ بس میں ہیزل کو لے جا رہی ہوں۔

• سنو! سترز بڑی تھی۔ تم ضرور اسے جاسکتے ہو لیکن

اب تہا ہے بے مذہب بن جائے گی۔ یہ میرے عزیز ایک لڑکی زندہ نہیں رہ سکتی۔ یہ میری ہے۔ مجھے چاہی ہے۔ مجھ سے محبت کرتی ہے۔

• نہیں۔ نہیں۔ یہ صرف تیرا جادو ہے جس نے اسے سحر کر دیا ہے۔

• اگر یہ جی ہے تو پھر تم یہ کھوکھلے تنے دنیا کے کسی ختے میں بھی لے جاؤ گے لیکن یہ میری ہی جانب جھاگے گی۔ تم اسے کھوکھلے تنے سے لے کر گئے لیکن یہ مجھے کھوکھلائی ہے گی۔ اس کو کشش میں اس کی جان بھی جاسکتی ہے۔

• نہیں۔ نہیں۔ رازی مذہب الیہ میں ہیں ہوا۔ میں نے رازی کے کاغذ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

• ہر دھیر اگر ہیزل خوش ہے تو پھر نہیں اعتراض نہیں ہونا چاہیے ماس کی زندگی کے لیے یوں لگتا ہے یہی سب کچھ ضروری ہے۔

• کیا ہو گیا؟ کیا ہو گیا؟ اس کا مقصد ہے کہ ہیزل انہی پہاڑوں میں جھٹکتی ہے گی اور اسی طرح اس کی زندگی ختم ہو جائے گی؟

• نہیں۔ میرا علم کہتا ہے ایسا نہیں ہو گا۔ تم آؤ تو میں۔

• ملاز ونگہ نے کہا اور ہم سب درخت کے اسی کھوکھلے تنے کی جانب بڑھ گئے تھانہ وسیع بھی نہیں تھا کہ ہم سب اس میں سما جاتے۔ نقیب کی بات ہے کہ یہیں کہاں جا رہا ہے؟ لیکن تنے میں داخل ہوتے ہی ہیں ایک اور حیرت سے دور پار ہونا پڑا۔ تنے کے سوراخ کے بعد بیڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ ہم ان سے اترتے ہوئے بالآخر ایک بہت ہی کشادہ جگہ میں پہنچ گئے۔ ایک بہت بڑے ہال کی شکل تھی ہر کور ہال تھا۔ دیواریں پتھر کی تھیں اور یہ یقیناً انسانی ہاتھوں کا کارنامہ تھا۔ اس کمرے میں دنیا جہاں کی آوازیں تھیں۔ عمدہ قسم کے خیال کے دھیر رکھنے کے برتن لگے ہوئے تھے۔ جیسے کہ بے پتروں کو تراشا تھا اور ان پر جانوروں کی کھال منڈھادی گئی تھی۔ مجھے تو تیرے ایک ایسی جگہ تھی جس کا اس دربان ملتے میں تصور نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ملاز ونگہ نے ہمیں بیٹھنے کے لیے کہا اور ہم سب بیٹھ گئے۔ تب وہ مسلمان کی طرف رخ کر کے بولے۔

• میرے آقا، یہ ہے مالک، آپ ہی میرے مقصد کی تشریح کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ آپ کے سر پرست ہیں آپ



کرمیاں نے کر آئے ہیں اس لیے میرے لیے جس قدر بھی قابل احترام ہوں کم ہے۔ لیکن اپنے راجن آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ آپ ہی انہیں مطمئن کیجئے۔ یہ مسلمان ہماری طرف رخ کر کے بولے۔

ماکار دنگا مرز میں مصرت ہی تعلق رکھتا ہے۔ رانیں اور راجا کے خاص غلاموں میں اس کا خاندان شمار کیا جاتا تھا۔ اس وقت جبکہ ہمارے اجداد کی کہانی شروع ہوئی۔ جاگزا دنگا ہمارے ساتھ ہی ہمارے اہل علم میں آیا۔ یہاں کچھ ایسے ہوتے تو اسے تکریم کیا گیا۔ آساؤں سے اس کے لیے کیا گیا کہ میرے اہل علم میں سے کچھ اور اس پر لگا دیکھے گا۔ سو یہی ہوا۔ یہاں آباد ہو گیا لیکن اسے قائم رہنے کے لیے کچھ اور لوازمات بھی درکار تھے۔ اپنی نسل نہیں بڑھا سکتا تھا۔ اس کے لیے میرے مکرانے اہل علم سے باہر کی عورت سے شادی کی۔ ضرورت تھی۔ سو یوں ہوا کہ ایک بیٹی سوداگر اس جانب سے گزر رہا میرے اہل علم ازبک میں بھٹکتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا وہاں ماکار دنگا کا قیام تھا۔ یہاں حالات نے اتنی غلطیوں کی شکل اختیار کی کہ اس نے اپنی بیٹی ماکار دنگا کے حوالے کر دی اور ماکار دنگا نے اس سے شادی کر لی اس کے بعد سے ایک لاکھ پیدا ہوا جو ماکار دنگا کا جانشین تھا۔ ہاں یہ ابدیت نہیں رکھتے۔ ان کی زندگی ایک مخصوص مدت تک ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد ایک عام آدمی کی طرح اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن ایک کالم بیٹے کے سینے میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور وہ اپنے طور پر دہی سب کچھ محسوس کرتا ہے اور بن جاتا ہے۔ حواس کا باپ ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ قدم ماکار دنگا کی نسل کا نواں آدمی ہے۔ اور انہی تک

یہ اپنا سامی منتخب نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اسے بیرونی دنیا ہی سے آنا تھا۔ ہیزل اس شخص کو نظر آئی اور اس نے اپنی زندگی کا مقصد پایا۔

لیکن۔ لیکن اسے کیا حق پہنچتا ہے کسی کی مرضی کے بغیر اس کی بیٹی پر قبضہ کر لے۔ ماری نے کہا۔

مہتمم! اول تو ہیزل آپ کی بیٹی ہیں سب۔ دوسری بات یہ کہ ہیزل کا مقصد تھا۔ تقدیر اسے اس سمت اسی لیے والی تھی

ہیزل سے پوچھئے۔ اس نے تو حقیقت پائی

ہے۔ اور اسے اب اس بات سے قطعی انکار نہ ہو گا کہ ماکار دنگا کی کوئی کہلائے۔ آپ یہ سوال ہیزل سے کر سکتے ہیں۔ ہاں بابا! ماکار دنگا کے بغیر میری زندگی ناممکن ہو گی۔ آپ کا جہاں دل چاہے چلے جائیے۔ آپ کی دنیا آپ کو مبارک۔ میں نے اپنی منزل پائی ہے۔ ہیزل نے جواب دیا۔ اور پروفیسر رازی اس کی شکل دیکھنے لگا۔ وہ بظاہر کسی کمرے زیر اثر نہیں تھی۔ یہ بھی سب سے اختیار مسکرا دیا کیونکہ رازی کو مسلمان ہونے سے اس پریشانی کا اظہار کر چکا تھا کہ ہیزل اس پر شفقت ہے ماس طرح مسلمان کی جان بھی چھوٹ گئی تھی۔ لیکن پروفیسر رازی تذبذب کے عالم میں تھا۔ وہ بار بار ہیزل کی شکل دیکھنے لگتا دنگا ماکار دنگا سے کہا۔ سو بالاپنے عزیزوں کا خیر مقدم کرو۔ ان کی خاطر مدارات کا بندوبست کرو۔ یہاں سے یہاں رہیں گے۔ بہت تھوڑا وقت ہے۔ جب یہ میرا مقصد تک نہیں گئے اور جو سے تعاون کریں گے۔ ہیزل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے اٹھی اور اس جیسے کی طرف چلی گئی۔ جہاں کھانے پینے کی چیزوں کے انبار سنگھ بوسے تھے۔ اس نے ان میں سے چند چیزوں کا انتخاب کیا۔ اور انہیں ہمارے سلسلے ہمارا دستام ہیزل کی تر و تازہ تھیں۔ عمدہ تمام کھانے۔ خشک میوے اور ایسی دیکھ بھری اور ہیزل کے دھیر گھر بوسے تھے۔ ہیزل نے ماکار دنگا سے یہ سب کہاں سے ہب کیا تھا۔ میرے اہل علم کے اسی غلطی میں ان تمام چیزوں کا وجود خوب فیز تھا لیکن تو بہت خیر تو خود ماکار دنگا کی اپنی ذات بھی تھی۔ شکل و صورت سے پوری نظر آئے والے شخص بڑے غصے سے کہنے میں گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے پروفیسر رازی کو بھی مجبور کر دیا کہ وہ ان چیزوں میں سے کچھ کھائے

بہت عرصے بعد میں ایسے لوازمات مہیا ہوئے تھے۔ میرے کچھ شے سے پروفیسر رازی بھی کھانے میں شریک ہو گیا۔ ماکار دنگا مسلمان کی وجہ بہت متاثر نظر آ رہا تھا۔ ایسے میرے لیے یہ بڑی حیرت انگیز بات تھی میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ قدرت نے جو کچھ کیا بہتر کیا۔

لیجے اور مسلمان کو تو ہیزل سے بھی کسی قدر دلچسپی تھی کہ وہ پروفیسر رازی کے ساتھ تھی اور۔ چچا نامی ہوتی تھی۔ پروفیسر رازی کا مسئلہ بھی کس حد تک جواز تھا۔ اس نے

باؤنڈ ہیزل کو اپنی بیٹی کی حیثیت سے پرورش کیا تھا اور اس کے مستقبل کے لیے اس نے میرے اہل علم میں اپنی طویل زندگی وقف کر دی تھی اور بڑے آرام سے ایک قبیلے میں ایک معزز آدمی کی حیثیت سے رہ رہا تھا۔ مگر اس کی زندگی گزر جاتی۔ لیکن اس نے اپنے آپ کو ہیزل کے لیے مہذب دنیا میں لے جانے کے لیے آمادہ کیا تھا۔

اب اگر اس کے سامنے یہ بات آئی تھی کہ اس وحشی دنیا کا ہی ایک فرد ہیزل پر اپنا تسلط بجا کھائے یہیں تصور رکھتا تھا کہ اسے تو اس کا بے چین ہونا قدرتی بات تھی۔ لیکن موجودہ صورت حال کو کیا کیا جانا۔

یہاں کی پراسرار دنیا کی پراسرار کہانیاں ہماری بکھرنے باہر تھیں لیکن بیرون کی ایک حقیقت تھی۔ خاص طور سے میں مسلمان کے مسئلے میں ایک بار پھر متحیر ہو گیا تھا۔

ماکار دنگا جیسا جاو و گرسلمان کو اپنا آقا کہہ رہا تھا۔ اور مسلمان نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا تھا۔ بڑی حیرت انگیز بات تھی۔ پتہ نہیں مسلمان کا یہ جھگڑا کہاں تک طویل اختیار کرے۔ بہر طور میں تو اس میں طوٹ تھا ہی۔ خود میری اپنی زندگی کیا تھی! اپنی تمام معاملات میں طوٹ ہو کر رہ گیا تھا۔ میرا پانا تمام مسئلہ بھی نظر باندھ ہو رہا تھا۔ اور جس طرح پروفیسر رازی کو ہیزل سے دلچسپی تھی۔ اسی طرح مجھے مسلمان سے شفقت تھی۔ میں مسلمان کو اپنی اولاد کی طرف بھٹتا تھا۔ اس کے

معدود میری زندگی میں غمازی کیا ہے

بہر طور اس عجیب غریب کہیں گاہ میں رات ہو گئی۔ ہیزل نے صوبہ ہموں ہلنے کے لیے کھانے پینے کا بندوبست کیا۔ بوسے محسوس ہوتا تھا جیسے ہیزل اس غار کے تمام رازوں سے بخوبی آگاہ ہو۔ اور یہ ایک حیرت انگیز بات تھی۔ یہ شخص جو پروفیسر کی جیسی شکل رکھتا تھا بے حد پراسرار معلوم ہوتا تھا۔ اس کی آنکھوں کی ہیزل تک بات کی تار کیوں میں اتنی گہری ہو گئی کہ ہم اس سے نکالیں نہ سکا پائے۔ ہیزل البتہ بے حد خوش نظر آدمی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اندھوں لگتا تھا جیسے وہ یہاں آکر بے حد خوش اور مطمئن ہو۔

رات کے گھر سے ہونے کے ساتھ ساتھ ماکار دنگا میں حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا ہوتی گئیں۔ وہ ہمارے ساتھ آ بیٹھا۔

معزز دو مسکوا میں اسے آٹکے ساتھ تعاون پر آپ کا شکرا ادا کرتا ہوں۔ اور سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ سوا بلا مجھے آپ ہی کے ذریعے ملی۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ وہ میری زندگی میں کیا اہمیت رکھتی ہے۔

ہے آپ لوگ اس طویل کہانی سے واقف ہوں۔ اگر نہیں ہیں تب بھی میری یہ جرات نہیں کریں کہ یہ کہانی آپ لوگوں کو سننے کی کوشش کروں۔ کیونکہ میرا آقا سب جانتا ہے۔ میرے اہل علم آٹکے سے میرے پشت کی میری نسل کو شاید یہ اعزاز بخشا تھا کہ وہ اہل علم کے خلاف اپنے آقا کی مدد کر سکتے لیکن پروفیسر میری پشت کے اتنی میری نسل کے شخص کو کاروان عطا نہ کر سکی۔ وہ علم میرے سینے میں منتقل ہو گیا۔ جس کے تحت مجھے کام کرنا تھا۔ میں نے اپنے آقا اجداد کی کاوشوں کا جائزہ دیا۔ اور ایک فیصلہ کیا۔ میں نے سوچا کہ اہل علم کے خلاف براہ راست کوششیں اب تک ناکام ہو رہی ہیں۔ تہرہ مضرب کی وہ دہریہ بے پناہ پراسرار قوتوں کی مالک ہے۔ اس کا جادو عظیم ہے۔ بلاشبہ وہ سب کچھ کر سکتی ہے اور میرے اہل علم میں اس کے مقابل کوئی جادوگر ہی موجود نہیں ہے۔ چونکہ وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور شاید ہمیشہ زندہ رہے گی۔ اس لیے اس کے تجربات بے حد وسیع ہیں۔ اور اس کی نسبت ہم لوگ بے حد کم تجربہ کے حامل ہیں۔ براہ راست کوششوں سے وہ واقف ہو جاتی ہے۔ اور اپنا بندوبست کر لیتی ہے۔ میرے علم نے مجھے میرے آٹکے کے بارے میں بتایا اور کہا کہ بہت جلد شاید میری زندگی میں ہی وہ مجھ تک پہنچنے والا ہے۔ چنانچہ طویل عرصے سے میں نے اہل علم کے خلاف صف آرائی شروع کر دی تھی۔ میں نے قرب و جوار کے قبیلوں میں چھپتی پیدا کی۔ ان کا انتخاب کیا۔ اور ایسے لوگوں کو منتخب کی جو اس بے چینی کے نتیجے میں اہل علم کے خلاف صف آرا ہو سکتے تھے۔ ایسے آٹکے قبیلے میرے ہمارے ہونے واسطوں پر چل پڑے۔ اور یہ ایک حیرت انگیز اتفاق ہی نہیں بلکہ میرے لیے ایک خوش خبری ہے کہ اگر دو میں ان قبیلوں کا بڑھگ کیا جب میرا آقا مجھ تک پہنچا۔ میں پیش گوئی کرتا ہوں آقا کو وقت کتنا بھی لگ جائے۔ لیکن اس کا اختتام بالآخر میرے آٹکے ہی ہاتھوں ہو گا جو اسے موت کی اس منزل میں۔

پہنچا ہے کہ جسے وہ بھول چکی ہے اور میں کے پاس سے میرے  
 پیچھے ہے کہ وہ کسی نہیں آئے گی۔ اہل میرا علم کہتا ہے  
 کہ صدیوں پرانی انعام کی اس کہانی کو انعام پر آقا ہی سے  
 لیا۔ ماکاز ونگا ونگا ونگا کے عالم میں بول رہا تھا۔ اور سلمان کی  
 آنکھیں شیشے کی گولیوں کی مانند تھیں۔  
 ان آنکھوں میں خون کی شرعی لہر اڑ رہی تھی اور اس کے  
 چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔  
 سلمان نے کہہ دیا کہ وہ پراسرار قوتیں اس کا ساتھ  
 چھوڑ چکی ہیں جو ان تک اس کی پہنائی کرتی رہی ہیں۔  
 اس کی بات میں کچھ کسی حد تک پریشان ہو گیا تھا۔  
 کرملان کو ملنے والی مدد ختم ہو چکی ہے اور اب وہ کہیں  
 شکست کا شکار نہ ہو جائے گا۔  
 لیکن ماکاز ونگا جیسے آدمی کو دیکھ کر مجھے کسی قدر دلینا  
 ہو گیا تھا۔ عجیب و غریب انسان تجربے پنا و ملا جلتوں کا مالک  
 ہے۔ بیٹھا سلمان کا بہترین دست راست ثابت ہو سکتا ہے۔  
 پھر ماکاز ونگا نے کہا۔  
 وہ آٹھ فیصد جو میری وجہ سے اس کے شدید غصہ  
 ہو گئے۔ جنگ کرنے کی کڑے ہوئے ہیں۔ اور اس کے  
 لافوں کے قریب و جوار میں پہلے ہوئے قبائل پر مغرباری  
 لگا ہے۔ یہی نتیجہ کیا ہو گا؟ میں اس کا علم نہیں رکھتا، لیکن  
 یہ تمام چیزیں قبیلہ کی اور اس کے لئے دے دیں گے۔  
 صلاحیتیں پر غور کریں۔ لیکن آقا ہی نے پھر اگر شہید ہو جی  
 کا شکار کر دیا ہے۔ اس نے آج تک یہی حال پسید یا ہوا تھا۔  
 کو اپنی مادہ کی قوتوں کو بڑھنے کا۔ فکر کو قبائل کو مراعات بخش  
 دی تھیں۔ کہہ کر اس نے ہنسنے لگا۔ وہ قبائل کو مراعات بخش  
 اس نے مراعات بخش دی تھیں۔ وہ ہنسنے لگا۔ قبیلہ پر مادی  
 نے اور ہنسنے لگا۔ قبیلہ ان کے ظلم و ستم کے جو بوجھ تلے سسک  
 رہے تھے۔  
 میں نے ان ہنسنے والے قبیلوں کو اچھا دیا اور انہیں ان قبیلوں  
 کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کر دیا ہے۔ اب یہ جنگ دوم  
 دور تک چلی ہوئی ہے۔ اس سے میرا پہلو کی وہ مغرباری قوتیں  
 توڑا جاتا تھا۔ جن کی وجہ سے آج تک کوئی کامیابی نصیب  
 نہ ہوئی۔  
 ہائی۔ ہائی۔ کی اپنی طاقت۔ تو اس کی بہت بڑی طاقت  
 اس کے لئے ہر طرف ہے۔ اور اب وقت ہے کہ ہم اس تک

پہنچ سکیں۔  
 سلمان نے غصہ کیا کہ ہر گز اس تک پہنچنا چاہتا  
 ہوں ماکاز ونگا۔ وہاں تک میری پہنچائی کر۔  
 آقا۔ میں نے تیرے لیے ایک دوسرا طریقہ تیار کیا ہے۔  
 اور وہ وقت دور نہیں۔ شب میں تجھے اس کے پاس۔ وا۔  
 کر دوں گا۔  
 میں اور پروفیسر رازی ان دونوں کے درمیان بہت  
 دانی گفتگو کر کے تھیں۔ ماکاز ونگا نے کہا۔  
 اس کا ظلم محدود ہے۔ وہ بیٹھتا ہے۔ ظلم کی قوتوں سے  
 یہ پتہ چلے گا کہ کون سا ہے اور اس کے بعد وہ میرے خلاف  
 صفت آ رہی گی۔ لیکن آقا اس کی فکر نہ کرنا۔ صدیوں سے عظیم  
 قوتیں میری مخالفت ہیں۔ اور وہ یہاں لیے تیار ہو رہی ہیں۔  
 ماکاز ونگا کا ظلم میرے ساتھ ہے۔ میں نے ایک ایسی چیز دیکھی  
 جس سے قریب ہاں کے قبائل میں ہنسنے لگے۔ اور پھر وہاں  
 بھی کچھ بڑی قوتیں اڑ رہی ہیں۔ وہ ہنسنے لگے۔  
 لیے استقامت نہیں کر سکتا تھا آقا۔ کیونکہ مجھے اس کی اجازت نہ  
 تھی۔ نہ صرف تیری ملکیت ہے اور تیرے لیے محفوظ رکھی گئی۔  
 راستہ کو جب سب لوگ سو گئے۔ تو رازی نے میرے  
 کان میں ہر گز کی کڑے ہوئے کہا۔  
 مجھے تو یہ آدمی غلط معلوم ہوتا ہے۔  
 دیکھو رازی۔ میں نے پوچھا۔  
 میں اس کی کرتیں پر کچھ مشتبہ نظر آتی ہیں۔ سلمان جوان ہے  
 اور اس کے ذہن و دل میں انعام کا سودا سا ہوا ہے۔ کوئی  
 بھی با علم شخص اپنی قوتوں سے کام لے کر کسی بھی شخص کے  
 پاس سے اس کو سنبھال کر سنبھالے جس طرح سو تھانے ہائے بلے میں  
 معلوم کر دیا تھا۔ ماکاز ونگا جو کچھ خود بھی اپنے سر سے ڈھکنے لگا  
 ہے۔ اس لیے اگر مادی کے دور سے اس نے سلمان کا مقصد  
 معلوم کر لیا تو یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہوگی۔ ایسی بات  
 میں تم سوچ لو کہ کہیں تمہارا یہ ساتھی جو جوان کسی نصیب کا شکار  
 نہ ہو جائے۔  
 نہیں پروفیسر رازی۔ میں صرف اس کا دست راست  
 ہوں۔ اسے دیا ہے۔ شیشے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ مجھے جو  
 کچھ دیکھا ہے اس کے تحت میں اسے روک نہیں سکتا۔ وہ جو کچھ  
 کر رہا ہے وہ بہتر ہے۔ آگے اس کی قدریر۔ ابھی تمہارے لیے  
 میری پیش کش ابھی تک برقرار ہے۔

ساتھ ساتھ نرس جہاز کی سیر کی ہے۔ میں نے اس کے ساتھ  
 وہ دنیا دہی سے جوتا ہوا۔ دیکھا ہے اور مجھے اس کے پاس  
 میں بڑی بڑی عجیب باتیں معلوم ہوئی ہیں۔  
 تو کیا؟ پروفیسر رازی نے پوچھا۔  
 اہا! وہ دنیا میرے لیے بڑی اچھی ہوگی۔ میں باقی  
 ہوں۔ میں اسے شہر نہیں کر سکتا۔ اور مجھے اتنی عجیب دیکھ  
 کر شاید میں اچھی ہی ہو جاؤں۔ لیکن بہر طور مجھے اس دنیا کو دیکھنے  
 کا شوق تھا اور اگر وہ دنیا مجھے دیکھنے کو مل جائے تو میں اپنے  
 آپ کو بے مدد قوتیں نصیب کر لوں گی۔ تیرے لیے فکر نہ کرنا  
 ہو یا۔ میں سمجھتی ہوں کہ مجھے سیری منڈل مل گئی ہے اور یہی  
 میرے لیے صحیح ہے۔  
 اور اگر تو اپنی خوشی سے تو پھر مجھے بڑے پروفیسر کو  
 اس دنیا کا افسر اعلیٰ ہو سکتا ہے۔ میں تو خدا کے حکم پر ہوں۔  
 لیکن یہ پروفیسر میری بچی مجھے دوسرے خداست کرنا۔ یعنی میری  
 عمر وہ گئی ہے وہ میرے ساتھ گوارا نہ جاتا ہوں۔  
 اہا! ہم اس زندگی میں جدا نہیں ہوں گے۔ تم بے فکر  
 رہو۔ یہاں نے جواب دیا۔  
 پروفیسر رازی اب اچھا خاصا بدلا بدلا سا نظر آ رہا تھا۔  
 ماکاز ونگا کوئی اس نے عزت کی دکھاوت دیکھا جب کہ اس  
 سے قبل ہمیشہ اسے عقارت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔  
 آج اس کی برکت خوش گوار رہا۔ شام کو سب  
 سول کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ماکاز ونگا نے  
 اپنی اسکیمر کا دوسرا حصہ میں بتایا۔  
 مکمل کچھ چیزیں سلمان اور عظیم زندگی تمہاری رہائش گاہ  
 کی جانب واہ ہو جاؤ گے۔ میں بتاؤں گی کہ اسے میں جو کچھ  
 بتاؤں گا اسے ذہن نشین کر لینا۔ میں واہوں اور راستوں سے  
 گزر کر تمہارے وہ پڑچ اور دشوار گزار ہیں۔ لیکن تمہاری  
 رہنمائی قدم قدم پر ہوگی اور پڑا سار قوتیں ہمیشہ تمہارا تحفظ کرتی  
 رہیں گی۔ چنانچہ کسی بھی مسئلے پر مجھ کے اس کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ  
 پہنچ سکے گا۔ وہ حالات کے تحت ہو گا۔  
 میں عظیم آقا۔ اچھوٹی نہیں دیتا ہوں۔ بندہ کے نشانی  
 والی۔ اچھوٹی جیسے اباؤ اباؤ کی مانند ہے۔ جو کچھ  
 پہنچتی ہے اس کے ذہن سے تم بہت سے راز ہائے دنیا  
 منکشف ہو جائیں گے۔ اس کے ذہن سے جس بہت مدد ملے گی۔  
 ماکاز ونگا نے ایک اچھوٹی نکال کر اسے دی۔

نہ دے توئی کی باتیں مت کر۔ مجھے بار بار کہہ رہا ہے  
 نہ دے توئی کی باتیں نہیں سہ۔ میں نے اپنی ایک  
 ایک سانس کو بیزل کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اور میری سانس  
 بہتر کی سانس ہے۔ میں مذہب تو کیا کافر کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہاں  
 جوت میں گئی۔ اب میں کیا کروں گا۔ کس طرح جیوں گا۔ مذہب  
 دنیا میں ہر کچھ کا۔ وہ کچھ میں ترشا ہوں۔ وہاں نہیں جاسکتا۔ نیز کیا  
 اپنے جہاز کو چھوڑ دوں۔ پروفیسر رازی نے اسے کہہ دیا۔  
 تو پھر؟  
 میری تو کچھ بھی ہوگی۔ نہیں آقا۔ جس کے لیے جتن پناہ  
 دلا۔ وہی جوت ملے ہوئے ہے۔ اب کیا کروں گا؟ یہ بات  
 ہنسنے لگا۔  
 حالات ہم لوگوں کو جس سمت لیے جا رہے ہیں پروفیسر  
 میری دلی خواہش ہے کہ تم بھی اپنی کاساتھ دو۔ میں نے کہا۔  
 ٹھیک ہے۔ اب یہاں اس کے علاوہ کیا کر سکتا ہوں؟  
 پروفیسر رازی بولا۔  
 دوسری صبح حسب معمول یہ مدد تر شاہی، ماکاز ونگا  
 اور بیزل ہائے ساتھ فارم میں نہیں رہے تھے۔ وہ کہیں باہر  
 نکل گئے تھے۔ پروفیسر رازی صبح جاگا۔ تب ہی اسے معلوم ہوا  
 کہ بیزل فارم میں نہیں ہے۔  
 وہ بے چین ہو کر کھڑا ہو گیا اور پھر باہر نکل گیا۔ پروفیسر رازی  
 کے بعد وہ بیزل کے ساتھ واپس آیا تھا۔ بیزل سلاکتی ہوئی آ  
 رہی تھی اور پروفیسر رازی کسی قدر مطمئن تھا۔ اس نے بدلے میں  
 انداز میں کہہ دیا۔  
 یہ لڑکی۔ یہ لڑکی تو بہت کمزور گئی ہے سسر بار۔  
 داؤخان۔  
 دیکھو کیا ہوا؟ میں نے سسراہتے ہوئے پوچھا۔  
 سوچو تو سہی۔ اب وہ ماکاز ونگا کا دم بھرتی ہے۔  
 جب کہ اس سے قبل اس کی نگاہ میں میرے ملاہ اور کوئی  
 نہیں تھا۔  
 نہیں بابا۔ اب بھی تمہارا وہی مقام میرے ذہن میں  
 ہے۔ لیکن میں چاہوں کہ میں اس کی سیری منزل تک شاید  
 تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں نے کئی بار خوابوں میں ایک شخص  
 کو دیکھا ہے۔ اہا! میں نے اسے عجیب انداز میں دیکھا ہے۔  
 میں کچھ نہیں سکتی تھی کہ اسے چاہئے لگی ہوں یا وہ صوفی  
 خواہ ہے۔ لیکن میں اسے دیکھتی رہی ہوں۔ مجھے اس کے

میں نے

میں نے کئی گویا ایسی ہی مٹی پر تراشی ہوئی تھی۔  
 میں نے اس کا گہرا اور اس پر بنا ہوا سوراخ کی ایک ہی گولائی  
 سے تراشا تھا۔ اور اس کو بصورت اور بارک کام سے منقش تھا  
 کہ دیکھنے والے کو بہت ہنسی تھی۔  
 ایک گھڑی دیکھنے سے اس پر اسرار و معجزی کی حیثیت معلوم  
 ہو جاتی تھی۔ مسلمان نے اسے بڑے احترام سے لے کر اپنے گھر  
 لائے۔ کہ درمیان انکلی میں بہن یا اور سا کا زونگا مسکراتے  
 ہوئے بولے۔  
 "تم کل صبح روانہ کی گئی تھی۔ یہ تیار بنا۔ میں، ہنرل یا  
 ہنرل کے مکتب پر وینس رازی تمہارے ساتھ نہیں جاسکیں گے۔  
 اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر تم غور کرنے کو۔ ملاقات  
 بھی یہی کہتے ہیں اور زودت بھی اسی بات کی ہے۔"  
 "لیکن یہ ہے کہ خود کی اپنے شہر پر تیار ہی تھکے تھے۔  
 مالا کا زونگا، چند لڑکوں کے ساتھ بے تھے اور انہیں دھوکا لگے  
 کر رہا تھا۔ مالا کے گھر نے انہیں ان کی کاوشوں کا  
 مناسب معاوضہ دیا تھا۔ لیکن بہر طور وہ بے ایمان تھے۔  
 انہوں نے ہماری ملاقات سازشیں شروع کر دیں جس کی وجہ  
 سے ہم نے انہیں چھوڑ دیا۔ لیکن بہر طور ہم یہ بات اچھی طرح  
 جانتے تھے کہ ہمیں آخری منزل پر تیار ہونے کی ضرورت تھی۔ اور اس  
 کے لیے میں مکمل طور سے تیار ہوں۔ مسلمان نے جواب دیا۔  
 "تم فکر نہ کرو۔ میرے آگے تیار ہونے کے ساتھ ایک نوجوان  
 قوت اور طاقت کی ایک طرح جو بہر طور نہیں ختم ہوا۔  
 پہنچنے سے گی۔ اب تم آرام کرو۔ تاکہ کل صبح سفر کی تیاریوں  
 کے لیے تیار ہو جاؤ۔ مالا کا زونگا نے کہا اور حسب  
 مولیٰ منزل کو لے کر باہر چلا گیا۔  
 ہندو تیسرا رازی دیر تک مجھ سے بات چیت کرتا رہا۔ مسلمان  
 اپنی ساری باتیں کہتا رہا۔ پھر اس نے کئی سوال بھی کیا تھا۔ پھر جب  
 ہم نے سفر کیا تو وہ سوچا تھا۔  
 بہر طور وہ وینس رازی کے گھر سے بہت سے دھکے لے  
 اور کہا۔  
 "ہندو تیسرا رازی تو منزل ہی پہنچ گیا۔ اگر وہ مسوس  
 کو کہے کہ ہم لوگ اسے چاہتے ہیں اور اس کی زندگی میں بے گھر  
 ہو رہے ہیں۔ تو وہ اپنے گھر کو لے آئے۔ مالا نے کہا۔  
 "میں نے کہا۔  
 "ہندو تیسرا رازی غمناک آنکھوں سے مجھ کو دیکھتا ہوا اپنی

آرام گاہ میں واپس چلا گیا تھا۔  
 علی الصبح ہم لوگ جاگے تو رازی، ہنرل اور سا کا زونگا  
 بھی جاگ چکے تھے۔ انہوں نے ہاتھ دے رخت سفر میں باڑھ  
 دیا اور گراہم روانہ کی گئی۔ بے باکل تیار تھے۔ نقشے کی تمام  
 سہولتیں اس کے لیے اور مسلمان کو کھادی تھیں۔ اور بالآخر ہم  
 اس عجیب و غریب فارسیہ جبل کی شمالی سیدھی میں چل پڑے۔  
 گویا اب ہمارا سفر پسران کی وادی کی جانب تھا۔  
 مسلمان بہت غلطی تھا اور ہرگز نہ کیا کہ ہم بہت  
 چاق و چوبند ہو گئے تھے۔ اور ہمارے پاس خوراک کا بہترین  
 ذخیرہ موجود تھا اس لیے ہمیں کوئی فکر نہیں تھی۔  
 دو آدمیوں کا یہ قافلہ گھنٹہ بھر میں اس پہاڑی علاقے  
 سے باہر نکلا اور دوسری پہاڑی بلندیوں تک پہنچ گیا۔ تقریباً  
 نو یا دس میل آگے و لدل کی جھیل نظر آئی تھی جس پر سورج کی  
 روشنی پڑ رہی تھی۔ اور اس کی شعاعیں و لدل کو چاند کی طرح  
 جگمگاتی تھیں۔ اس کے گرد میلوں تک سبزہ چھایا ہوا تھا۔  
 دو پہر کو ہم و لدل کے کنارے پہنچ گئے۔ وہاں کھانا کھایا  
 اور پھر اس و لدل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ غورازی در  
 تک تو یہ راستہ بہت خوبصورت نظر آتا رہا لیکن آگے بڑھ کر  
 اس میں کچھ دشواریاں پیدا ہوئیں۔ گویا دشواریاں بہت زیادہ  
 پریشان کن تھیں۔ مثلاً بعض جگہوں پر و لدل نرم تھی اور اس  
 پر سفر کرنا ذرا مشکل تھا لیکن ہم نے احتیاط کرتی۔ ہر قدم پر ہونک  
 ہونک کر کھانا اور ہم آگے بڑھتے رہے۔  
 لیکن ابھی تک کچھ سفر سخت یا ناخوشگوار نہیں ہوئی  
 ہوا تھا۔ میرے جہاں تک نظر کام کرتی تھی۔ یا تو یہی و لدل تھی  
 یا پھر بڑے بڑے مینڈک اچھلتے ہوئے نظر آتے تھے یا پھر  
 وہ چڑیاں جی جی کسی اثراتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ لیکن ایک طرح  
 سے کہہ جاسکے کہ یہ چڑیاں پتلی و لدل کی رہنمائی تھیں تو غلط  
 نہ ہو گا۔  
 کبھی کبھی سبز بلبل بھیلی ہوئی تھیں۔ لیکن کنگے چل  
 کر ہر پریشان کن چیز ہمیں ملی وہ و لدل سے اٹھنے والے پر پتے  
 انکارات تھے جو غصے پر بار ڈال رہے تھے۔ خدا خدا کہ  
 شام کے قریب ایک سطح زمین ملی۔ اس علاقے میں کافی لڑکی  
 تھیں۔ چھوٹی اور مینڈکوں کی وجہ سے ہم اسے آرام دہ جگہ  
 نہیں کہہ سکتے تھے۔ لیکن و لدل کے پریشان کن سفر کے بعد  
 قدرتی فرشی جس میں بہت غنیمت محسوس ہوا۔ یہاں ہم نے

رات کا کھانا کھایا۔  
 مسلمان حسب معمول غنائیں رات کو اسے سڑی  
 ملی اور بخار ہو گیا۔  
 میں نے جانوروں کی کھالیں جو سا کا زونگا نے ہمارے  
 پر ڈال دی تھیں۔ مسلمان پر ڈال دیں۔ اس کے چہرے پر زندگی  
 پیدا ہو گئی تھی۔  
 بہر طور رات کو میں نے اس کی تیار وادی کی۔ پر وینس  
 رازی کے ہیں کچھ بوٹیاں بھی دی تھیں۔ جن کے پاس میں  
 اس نے کہا تھا کہ یہ برکت ضرورت کام آئیں گی۔ انہی میں  
 سے ایک بوٹی اس نے بنا کر بھی دی تھی۔ میں نے یہی بوٹی  
 مسلمان کو ساتھ لے کر لی۔  
 آسمان پر ستارے جگمگاتے تھے اور زمین پر خاموش  
 شام تسلط تھی۔ مسلمان سرگیا تھا۔ میں بہت ہیلا ستاروں  
 سے آنکھیں پڑا رہا۔  
 و لدل زیادہ دور نہیں تھی۔ اور یہی اجڑا  
 اٹھ کر کھانے کو دوڑ رہے تھے۔ خدا خدا کہ کسے نیند آئی  
 اور ان پریشان خیالات کا خاتمہ ہوا۔  
 صبح کو آنکھ کھلی۔ سورج نکل آیا تھا۔ میری نگاہ  
 بے اختیار مسلمان کی طرف اٹھ گئی۔ مسلمان بیٹھا ہوا قریب جوار  
 کے ماحول کو دیکھ رہا تھا۔ اور شل سے کافی غلغلہ نظر آ  
 رہا تھا۔ گویا کھیر رازی نے جو وادی تھی وہ بڑی کارگر ثابت  
 ہوئی۔ میں نے اس کی خوبصورتی پر حیرت ہوئی تو اس نے مسکرا کر دون  
 ہاڑی  
 "میں عجیب ہوں۔ لیکن عجیب بہار تھا۔ ذرا سی دیر  
 میں زبردست کڑوری محسوس ہو رہی ہے۔"  
 "بہتر یہ ہے کہ ہم یہاں سے غوراً سام آگے بڑھیں اور  
 کوئی ایسی جگہ تلاش کریں۔ جہاں ہم مکمل طور پر آرام کر سکیں۔ سفر  
 ایک آدمی دن میں شروع ہو جائے گا۔"  
 "نہیں چچا جان! یہ مناسب نہیں ہے۔ میں اتنا کمزور  
 بھی نہیں ہوں کہ اس موٹی سے ہمارے تھک کر بیٹھ جاؤں۔"  
 "لیکن مسلمان! میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں مزید بیمار لے۔  
 یہ علاقہ میرے ہی کچھ ناخوشگوار ہے۔"  
 "نہیں چچا جان! ہم سفر کر رہے ہیں۔ میں جلد از جلد اپنی  
 منزل تک پہنچ جانا چاہتا ہوں۔"  
 مسلمان نے مجھے مجبور کر دیا۔ بہر طور ہم آگے چل پڑے

نہیں گھنٹے تک کوئی غیر معمولی بات نہ ہوئی اور ہم اس و لدل  
 علاقے سے دور نکل آئے۔ گویا اب اس و لدل سے چھاپا ہو  
 گیا تھا۔  
 اب ہمارے پھر کسی قدر خوش گوار ہوتا جا رہا تھا۔ دو پہر  
 سے پہلے ہم ایک انتہائی پُر غنا مقام پر پہنچ گئے۔ کوسوں تک  
 سبزہ زار پھیلا ہوا تھا۔ جس میں جا بجا چھوٹے بچھڑے ہوئے  
 تھے۔ ایسے جہاں اور ایسے دلکش کوس نکلاہ شہلے۔ چھوٹوں  
 کے تھے اس طرح نظر آ رہے تھے۔ جیسے انسانی ہاتھوں کا کارخانہ  
 ہوں۔  
 سامنے کی سمت ایک پہاڑ تھا۔ جس میں سبزہ زاروں سے  
 لدا کھڑا ہوا تھا۔ اس پر چھوٹے چھوٹے درخت مہول سہلے  
 تھے۔ شاید کوئی پندرہ سو فٹ کی بلندی پر تھے کسی فیصل  
 نظر آتی تھی۔ جوا نہ از بارہ تیرہ سو فٹ بلند ہوئی لیکن بعد  
 میں یہ چاہا کہ یہ فیصل نہیں تھی۔ بلکہ شہر کی چٹانیں تھیں جنہوں  
 نے مل کر ایک دیوار قائم کر دی تھی۔  
 بے پناہ حسین خطہ تھا۔ یہاں آکر طبیعت پر ایک نوازا  
 سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ ہم پہاڑ کی جانب چل پڑے۔  
 سامنے ہی ایک سرگرم نظر آ رہی تھی جو سیدھی پہاڑ پر  
 جاتی تھی۔ لیکن اس سڑک کے دونوں پہلوؤں پر کھائے  
 بنے ہوئے تھے۔ جو جگہ جگہ سے ٹوٹ گئے تھے۔  
 اس سڑک کو دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔ اگر یہ انسانی  
 ہاتھوں کا کارخانہ ہے تو پھر ان پہاڑوں کو توڑنے کا ذریعہ  
 کیا ہوا ہو گا۔ زمانہ قدیم میں ڈانٹا سیٹ وغیرہ کا بھی وجود  
 نہیں تھا۔ اور اس کے سبز پہاڑوں کو اس طرح کاٹ کر ہمار  
 کر دینا نا قابل یقین سی بات تھی۔ لیکن یہ منظر ہمارے سامنے  
 تھا۔ قریب و جوار میں وہی سبزہ زار حسین ترن نظر آ رہے تھے  
 کر رہا تھا۔ دل ان نظاروں کو دیکھ کر مجھ میں جھوم جانا تھا۔  
 کبھی کبھی سبز چمن کے درخت اور کبھی جیسے جیسے کھیتوں  
 کے درخت تھے۔ جو سو فٹ سے کم اونچے نہ ہوتے تھے۔ ان  
 میں سے ہر ایک درخت پر شہید کی مکھیوں کے چمٹے لگے پتے  
 تھے۔  
 خرگوش، بارہ سنگے اور ہرن اس طرح نظر آ رہے تھے۔  
 جیسے یہ علاقہ بلا شکت فیرے ان کی ملکیت ہے۔ اس میں  
 گھومتے ہوئے تھے کہ وہ کبجہ کر جیت ہوئی تھی۔ اننا شکار  
 کر ہم دونوں کے منہ پانی بھر آیا۔







یہ کہہ بھی خاصا وسیع دکشا رہ تھا، یہاں بھی وہ بارہ  
 غرضی صورتوں میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ خاموشی سے چاروی  
 جانب دیکھ رہی تھیں، البتہ میں نے محسوس کیا کہ سماں کو دیکھ  
 کر ان کی کیفیت عجیب ہو جاتی تھی۔

پھر ان میں سے ایک عورت اعلیٰ اور اس نے ایک ادا  
 کے ساتھ اپنے نازک ہاتھوں سے سلسلے والا پردہ ہٹا دیا۔  
 اس کہنے سے گزر کر ایک اور کمرے میں پہنچا ہوا، ہم تو تنگ  
 آگئے تھے۔ اس تہذیب پر تہذیبوں کے سفر سے۔ آخر ہم ایک ایسے  
 درمیان والی ٹاکہ میں پہنچ گئے۔

اس کمرے کا طول و عرض بے حد وسیع تھا۔ پر سے لے  
 صحن سے لے کر سب دیکھتے رہے۔ البتہ یہاں کوئی بہرہ بردار مرد  
 یا عورت موجود نہیں تھا۔

ہم نے ساتھ آنے والے سب پیچھے رک گئے تھے اور  
 اب ہم دونوں اس وسیع کمرے میں تنہا تھے۔ کوئی اور دروازہ  
 نظر نہیں آتا تھا۔ اگلے مقصد تھا کہ یہ کمرہ وہ آخری جگہ ہے۔  
 جہاں ہمیں ملے سکے و برپائی ہونا ہے۔

وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا پھر داخلی دروازے  
 کے کھولنے سے حرکت ہوئی اور ہم دونوں تجسس لگا ہوں سے  
 دروازے کی سمت دیکھنے لگے۔

ایک نہایت ہی خوبصورت گورے ہاتھ کی انگلیوں نے  
 پردہ ہٹایا، اسی کے ساتھ ہی ایک انتہائی دلکش آواز  
 سنائی دی۔

تہذیب کی دنیا سے آنے والے اجنبی لوگوں کو ہم کون  
 پر اور جہاں اور جو میرے علم سے پرشیدہ کیوں ہے۔ کوئی سی  
 ایسی شے ہے نہایت ہی دلچسپ جو ہمیں مٹھو ف کیے  
 ہوئے ہے؟

پردہ ہٹانے والی ہمارے سامنے نہیں آئی تھی لیکن  
 اس کی آواز کا سحر ہمارے ذہن و دماغ پر حاوی ہوتا جا رہا تھا۔  
 ایسی سین آواز کہ گناہا بہت سے جلتے رنگ بیک وقت  
 بجی لگے ہوں۔

ہماری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر وہ اندر داخل  
 ہو گئی، ایک کے ہاتھ میں بیک میں بیک سے ہاتھ لگاتے ہوئے  
 ہوئی ایک عجیب و غریب تہذیب ہمارے نظروں کے سامنے  
 کھڑی ہوئی تھی جس کی آنکھوں کی — جگہ صرف  
 دو سو لگے تھے، انتہائی حسین طرز کے اس برقعہ نما لباس میں

میں نے ان میں سے ان کا انتخاب کیا جنہیں یہاں سے واپس  
 جانا پڑا۔ اور جہاں سے جانے کے قابل نہ ہوں انہیں میں  
 محفوظ کر لیتی ہوں۔

اس انتخاب کی نوعیت کیا ہوتی ہے ملکہ عالیہ؟  
 جو کچھ مجھے ہو سکتا ہے بتائی رہیں جاسکتی ہیں صرف یہ  
 چاہتی ہوں کہ تمہاری اپنی شخصیت کیلئے ہے۔ کیا تم مادہ دگر  
 سے واقف ہو؟ کیا تم اپنے آپ کو عام نگاہوں سے بھی پوشیدہ  
 رکھ سکتے ہو؟

ہم نہیں کہہ سکتے ملکہ عالیہ! کہہ دیا کیوں ہوا۔ ہم عام  
 قسم کے تیاج ہیں اور آپ کا یہ خیال درست ہے کہ ہم چھکدار  
 پتھروں کی تلاش میں آگئے ہیں۔

اور یہ نوجوان شخص کیا بول رہا ہے جو حسن و جمال میں  
 بے مثال ہے اور جسے دیکھ کر ہمارا ذہن جھٹکتے جھٹکتے  
 نے سلمان کی جانب اشارہ کیا کہ کہا۔

میں اسی کا ترجمان ہوں۔ یہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ مختصر  
 الفاظ میں کہے لیکن میرے ہی مذہب کی ترجمانی کیے کہہ رہا  
 ہے۔ گو تاہم ان کے ترجمان ہو۔ صحن ملکہ میں کا سہا ایچی  
 ہماری نگاہوں سے داخل تھا لیکن اس کی ایک ایک جھلک  
 اظہار کرتی تھی کہ اگر یہ سفید پردہ اس کے چہرے سے ہٹ جائے  
 تو شاید ہم اس کے جمال کی تاب نہ لاسکیں۔ بڑی شان سے  
 اپنے تئیں اور مترنم جیسے میں کہا۔

ہاں۔ کیونکہ میرا سامتی بہت لگ رہا ہے اس لیے میں اس  
 کا بھی ترجمان ہوں۔

لیکن جو لوگ ہماری قلم رو میں آجاتے ہیں اور ہمارے  
 لیے اجنبی نہ ہوتے ہیں۔ انہیں سزا دی جاتی ہے کسی کو اس  
 کی اجازت نہیں ہے کہ ہماری اجازت کے بغیر یہاں داخل  
 ہو اور تم بھی انہیں لوگوں میں سے ہو۔ ملکہ نے کہا۔

اگر یہ ملکہ عالیہ کا قانون ہے تو کیا ہے۔ ہم دو آدمی  
 دو کمرہ انسان جیلا اس عظیم ملک کے قانون کو کس طرح توڑ  
 سکتے ہیں؟ ہلکے سے جو بھی سزا تجویز ہو۔ ہم اسے قبول کرنے  
 کو تیار ہیں۔ میرے ان الفاظ پر آنکھیں سکرائیں، ہونٹوں  
 کی مسکراہٹ کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وہ خید  
 پردہ میں چھپے ہوئے تھے۔

ملکہ نے ایک ہاتھ اٹھایا اور پھر ان سلمان کو ایک  
 طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ قرینہ سے ایک ہاتھ بچھا ہوا

تھا۔ سامنے ہی میز پر کوئی اجنبی جلیبی چڑھ کر رکھی ہوئی تھی۔ چنگ  
 کے باغی سنگ پر ہر کے ایک بہت ہی خوشگوار پیلے میں ہانی  
 ہوا ہوا تھا جس کے اطراف میں تین چراغ جل رہے تھے۔  
 تمام کمرہ خوشبو سے ملبہ ہوا تھا۔ خدا جانے وہ خوشبو ملک  
 کے بالوں اور کپڑوں سے نکل رہی تھی۔ یا کہیں پھول لگے  
 ہوئے تھے۔ لیکن یہ نہیں چلی سکدا غرض ہم اس کے شکستے  
 پر ہنگامہ نہ کر رہے تھے۔

ہوں، ہر چند کہ ہمارا قانون یہی ہے کہ ہم اجنبی لوگوں  
 کو ختم کر دیں۔ لیکن تم تعادلی کرنے والے ہو، میٹری بیانی  
 ہو اور پھر یہ شخص، بنانے کیوں رہی کے واسطے اثر کر  
 دل کی گہرائیوں تک پہنچ جاتا ہے۔ میں تم لوگوں کو زندہ  
 رکھنا چاہتی ہوں لیکن شرط یہی ہوگی کہ میری مصلوات  
 میں اضافہ کرو۔

ملکہ عالیہ، ہم تیرے ہر حکم کی تعمیل کرنے کے لیے  
 تیار ہیں۔

تمہاری دنیا، جسے تم تہذیب کی دنیا کہتے ہو۔  
 کیسی ہے؟

بہت عمدہ، بہت دلکش، بہت حسین جدید  
 ترین طرز زندگی سے آراستہ۔

سلسلے وہاں کی زندگی بہت تیز ہو گئی ہے۔ ان  
 نے سائنس کے نام پر ایسا جادو ایجاد کر لیا ہے جو قدیم جادو  
 سے قدسے مختلف ہیں۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں ملکہ عالیہ! یہ سب ہنر کا  
 جادو ہے طاسی نغفوں سے حالات کو دسترس میں نہیں  
 لیا جاسکا۔ بلکہ علم کے ہاتھ پاؤں اس جادو کو حاصل کرنے  
 میں مدد مل چکے ہیں۔

خوب بہت خوب۔ گویا اب جادو اتنا عام ہو گیا  
 ہے کہ ہر شخص اسے حاصل کر سکتا ہے۔

ہاں۔ ہماری دنیا میں جو ہاں دوسرے وہ یہی ہے۔ ہم  
 ہنر سیکھتے ہیں۔ اس ہنر سے ہم سمندر کی گہرائیوں میں سفر کر  
 سکتے ہیں۔ ہواؤں کے دوش پر اڑ سکتے ہیں۔ اپنی آواز  
 جیوں دور پہنچا سکتے ہیں اور دوسرے کی سن سکتے ہیں۔  
 غرض ضروریات زندگی کی تمام سہولتیں اور آسائشیں اس  
 جادو سے ہیں مہیا کر دی ہیں۔ اور اسی ہنر کو ہم نئی تہذیب  
 کا جادو کہتے ہیں۔

لیکن یہ ہرگز سمجھنے کے لیے تو بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔  
ایک انسان تمام ہنر میں طاق ہو سکتا ہے۔  
" نہیں ہر شخص ایک الگ ہنر کا حامل ہوتا ہے اور وہ  
جو کچھ جانتا ہے وہی کرتا ہے۔ دوسرا جادوگر دوسرے ہنر سے  
کام لیتا ہے۔ اس طرح ہر ہنر کے جادوگر مشترک طور پر اپنا وقت  
گزار رہے ہیں۔

" فیصلے یہ بات مجھے پسند آئی۔ بنجانے کیوں بار بار میرے  
دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی کہ میں تہذیب کی نئی دنیا دیکھوں  
لیکن کیا کروں۔ یہاں اپنے ماحول میں اپنے حالات میں اس طرح  
بکھری ہوئی ہوں کہ یہاں سے نکلنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ " حکم  
نے کہا۔

" تہذیب کی دنیا کا ہنر بہت عظیم ہے مگر اگر آپ سے  
دیکھیں گی تو آپ کا دل باغ باغ ہو جائے گا۔ "

" مگر کیسے؟ یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ آہ! یہ  
میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ میں ان جہازوں کی تعمیر انہوں  
لیکن اگر تم یقین کرو تو شاید میں یہ کھتا ہوں۔ بھانجہ کبھی  
ہوں گی کہ میں ان جہازوں کی قیدی ہوں۔ میں یہاں اس طرح  
سے محصور ہوں کہ یہاں سے نکلنے کے تمام راستے بند ہو چکے  
ہیں۔ حالانکہ میں آزاد ہوں اگر میں چاہوں تو یہ سب کچھ جوڑ  
کے جاسکتی ہوں لیکن یہ بھی میرے لیے ناممکن ہے۔ "

" حکم کی آواز میں ایک لمبی سی اداسی پیدا ہو گئی تھی۔ میں اور  
مسلمان مسمیٰ خیر مٹا ہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔  
بنجانے مسلمان کو کیا سوچھی، وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر چند  
قدم بڑھے اور اس کے درمیان گئے۔ لکڑی آنکھوں میں ایک  
عجیب سی کیفیت لہرائی تھی۔ وہ مسلمان کو برقی پاشی لگا ہوں  
سے دیکھ رہی تھی۔ اور پھر شاید ان کی آنکھوں میں مسکراہٹ  
پھیل گئی۔

" کیا بات ہے جوان! تم کھلے کیوں ہو گئے؟  
" میں نہیں پیش کش کرتا چاہتا ہوں، اگلا عالمیہ، رقم اگر  
چاہو تو میرے ساتھ میری دنیا کا سیر کرو میں وہاں نہیں اپنے  
سفر زمیان کی حیثیت سے خوش آمدید کہوں گا۔ " حکم کے  
ہنروں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے کہا۔

" صدیوں کے بڑے بڑے مجھے یہ بتایا ہے کہ کبھی کسی  
انسان پر ہر دور کا دنیا کی سب سے بڑی محنت ہے۔ مجھے  
کیا معلوم کہ تو کون ہے؟ یہاں کیسے آیا؟ ہر چند کہ تیرا ہنر

یہ بتانا ہے کہ تو دل کا وسیع اور بات کا دھنی ہے لیکن ہر طور  
میں اپنی اسی دنیا میں زیادہ مضبوط اور مطمئن ہوں۔ اور پھر  
میری زندگی میری طویل ترین زندگی کے لیے کچھ ایسی چیزوں کی  
موجودت ہے جو یہاں کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتیں یا مل  
سکتی ہیں تو انہیں تعمیر کرنے میں بہت ہی وقت و کار ہو گا۔  
پھر بھلا یہ دنیا میں کیسے چھوڑ سکتی ہوں؟ "

" میرے ہنروں پر ہر دور کا جس چیز کی بھی تمہیں ضرورت  
ہوگی۔ وہ تمہیں یہاں کی بجائے گی۔ مسلمان نے کہا اور میرے  
ہنروں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ مسلمان اپنی منزل تک پہنچ چکا تھا۔  
لیکن وہ مذہبی نہیں ہوا تھا اور اپنے غافلانہ انتقام کر لینے کے  
لیے بے چین نہیں ہوا تھا۔ اگر وہ ایک ہندو جہاز پر تیرا  
حقن و غرق سے ماری ہوتا تو خوشی لکڑی کہتے ہی اس پر لوٹ  
پڑتا۔ اور حکم کے تہہ کا شکار ہوتا لیکن مسلمان چاہا کہ اس سے کام  
لے رہا تھا۔ وہ اپنے چہرے پر بھی ایسے آثار پیدا کر رہا تھا جیسے  
وہ حکم کے لیے دروازہ ہو گیا ہو۔ اور شاید حکم جس بات کو  
خوشی کو ہی سمجھتا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" بے شک، تیری یہ پیش کش غلط فہمی سے اور اس کا جواب  
دینا ناممکن ہے لیکن تو نہیں جانتا کہ میرے لیے مسائل کیا  
ہیں؟ میں تجھے بتاؤں گی۔ \_\_\_\_\_ اس نے کہا اور  
دفعتاً وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی پھر وہ اس پیلے کے پاس جا کھڑی  
ہوئی پھر پانی سے بھرا ہوا بھتا۔ اس نے اپنے ہاتھ کا سارہ اس  
پانی پر ڈالا اور ایک بال پر ایک سیاری سی درگئی پھر وہ  
صاف ہو گیا۔ ہم دوری سے دیکھ سکتے تھے کہ اس پانی میں مٹی کی  
تصویری نظر آتے گئے۔ پھر لپٹا لپٹا شہر اُس نے لگا اور ہادی  
آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ میدان کا دروازہ تھا۔ وحشی  
قبیلے ایک دوسرے سے جنگ آڑے تھے۔ بیتابانہ رہی نہیں۔  
آگ کے شعلے آسمان سے بائیں کر رہے تھے۔ جنگ و پیکار ابھر  
رہی تھی۔ اور عجیب شور شرابا ہو رہا تھا۔ جنگ کے اس منظر  
کو ہم دم بخود دیکھ رہے تھے۔

" یہ کیسا ہے؟ مسلمان نے سوال کیا۔ لکڑی آنکھوں میں  
تفکر کی لہری نظر آرہی تھی۔ وہ غور سے اس جنگ کو دیکھتی  
رہی پھر بولی۔

" وہ ناقابل انتہائی خوبصورت میری تباہی کا خواب دیکھتے  
ہے میں۔ اب انہوں نے میرے خلاف ہتھیار اٹھائے ہیں۔  
اور میں ان لوگوں کو چھوٹ دے گی ہوں میں جانتی ہوں نتیجہ

جنگ کریں گے تباہ ہو جائیں گے۔ ان میں سے چند بچیں گے تو میں  
انہیں آسانی سے قید کر لوں گی۔ اور ایک بار پھر وہ میرے ہی  
مبادرت گزار ہوں گے۔ موت آتی ہے اب سب کی۔ اپنی قوت  
کم کر رہے ہیں۔ تو اس سے کہہ کر کیا فرق پڑ سکتا ہے۔ میں تو یہی کہتی رہی  
رہوں گی اور یوں ہی زندہ رہنا چاہتی ہوں۔

" آہ! یہ سب تمہارے لیے جنگ کر رہے ہیں۔  
" ہاں، کچھ میرے لیے اور کچھ میرے خلاف یہ چند ایسے  
ناقابل انتہائی کی کارروائی ہے جو صرف ان قبائل کو تباہ  
کرنا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ میرے جادو کے سامنے وہ  
نہیں دیکھ سکتے اور بالکل غائب ہو کر کاشکار ہونا پڑے گا۔  
مسلمان چند لمحات سوچتا رہا۔ پھر وہ گہری سانس لے کر بولا۔  
" لیکن انہوں نے یہ نہیں جانتے کہ اس مذہب دنیا میں نہ جاسکتی  
تو پھر ہم کچھ وہاں نہیں جائیں گے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تم اپنی فلم  
اپنی اس عظیم دنیا میں ہمیں بھی متورسی سی جگہ سے دو۔ " حکم  
سکڑی۔ اس نے آہستہ سے آگے بڑھ کر مسلمان کا ہاتھ پکڑا اور  
دھیمے لہجے میں بولی۔

" کیا کرے گا تو یہاں رہ کر، تو انہیں یہ کہہ کر دیکھ کر  
پیارا آجائے۔ ہم اگر اپنی منزل سے ہٹک گئے تو۔ تو ہمارے  
بے تکلیف نہ ہو سکتا ہے۔ "

" نہیں۔ میں اپنے دل کی بات ازراہ احترام تم سے نہیں  
کہہ سکتا۔ لیکن میری آرزو وہ ہے کہ میں تمہارا اصلی چہرہ دیکھوں۔  
مجھے اس سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ دم کے دم میں تو بچل  
جائے گا اور اس کے بعد اگر میرے اور تیرے درمیان فرتی  
ہوتے بڑھ گئے تو پھر میں پریشان رہوں گی۔ میں نہیں چاہتی  
کہ۔ کہ خود پریشان رہوں۔ یا تمہیں پریشان کروں۔ " حکم  
کے ہاتھ میں عجیب سا اضطراب پیدا ہو گیا تھا۔ مسلمان اسے  
دیکھتا رہا پھر وہ مایوسی کے عالم میں بولا۔

" یہ میری آرزو تھی۔ میرے دل میں یہ خواہش بیدار  
ہوئی تھی۔ اگر یہ پوری نہ ہو سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں  
ہے۔ ظاہر ہے میری حیثیت یہاں سترز نہان کی سی نہیں  
ہے۔ مسلمان کے الفاظ سن کر حکم کے ہنروں پر مسکراہٹ  
پھیل گئی۔ وہ آہستہ سے بولی۔

" نہیں۔ تیرے حسن و جمال نے مجھے ایک سترز نہان کی  
حیثیت بخش دی ہے۔ ہم تجھے اپنی فلم درمیان خوش آمدید کہتے  
ہیں۔ لیکن میں ہم ایک بات سے پریشان ہیں۔ "

کیا؟ مسلمان نے سوال کیا۔

" تمہارا جادو ہمیں ہر آنے والے ہر لمحے کے ہاتھ میں بتا دیا  
کر رہا ہے۔ ہم دور سے انہیں دیکھ لیتے ہیں جس کے ہاتھ میں  
جانتا ہے اسے نہیں دیکھیں جب بھی ہم نے چہرے ہاتھ میں اپنے پاس  
جادو کو آواز دی اس میں کچھ نہیں ہوتا۔ آؤ ہم تمہیں ہاتھ کا  
عملی مظاہرہ کر کے بتائیں کہ مسلمان کو پانی کے اس پانی  
کے پاس بلایا اور پھر وہ اس پر طعن طعن کے مناظر مسلمان کو  
دکھائی دے رہی پھر بولی۔

" یہ وہ خیالات ہیں جو ہمارے ذہن میں بہتے ہیں اور ہمارا  
علم اس کا جواب اس تصویر کی شکل میں اس پانی میں پیش کر دیتا  
ہے لیکن ہم تیرے ہاتھ میں سمجھتے ہیں تو کون ہے! کہاں سے  
آیا ہے؟ اور دیکھ اس ہاتھ میں کوئی تحریریک پیدا نہیں  
ہوئی۔ تیرے اندر کون سا فلسفہ ہے؟ جو ہمارے علم کو سناٹ  
کر دیتا ہے۔ ہم تجھے اس میں تلاش نہیں کر پاتے اور یہی  
احساس ہمارے ذہن میں ہے۔ "

" میں خود تیرے حضور موجود ہوں حکم! میرے ہاتھ  
میں جو سوال کر رہا ہے مجھ سے کہ میں نہیں جانتا کہ تیرا علم میرے  
ہاتھ میں خاموشی کیوں ہے لیکن میری زبان تو تیرے سینے  
خاموشی نہیں ہے۔ "

" مسلمان کے الفاظ پر حکم پھر سکڑا دی۔ اس نے ایک گہری  
سانس لی اور ہاتھ کیسے کر کے اپنے سر کا تھمن کھولا اور  
دم کے دم میں نقاب یادہ پر رابرتہ بنے آگیا۔ کبھی سی ہٹک  
گئی تھی۔ چلیں جب تک کئی تھمن من و جمال کا ایسا پیکر جو قصور  
بھی کسی نے نہ دیکھا ہو گا۔ وہ اس زمین کی سب سے حسین تر  
خلوق تھی۔ عورت کے حسن کا تصور یہاں تک انسانی ذہن کی  
کائنات میں پوشیدہ ہو سکتا ہے وہ سب محترم تھا۔ عضو عضو لازم  
کے ملنے نہیں ڈھلا ہوا حسن و جمال کے اس پیکر کا کوئی نقش ایسا  
نہ تھا جو اپنی جگہ سے مثال نہ ہو۔

" مسلمان بہت ہو گئے تھے اور میں جو حکم کی اس منزل میں  
پہنچ چکا تھا۔ جہاں اب پیکر نہایت مجھے شکست نہیں دے  
سکتے تھے۔ سناکت و بامد کہہ اسے نہ دیکھ۔ " حکم نے نہیں  
آ رہا تھا کہ اس کے حسن و جمال کی شرافت کی بجائے باخاموشی  
اعتنائی جائے۔

" مسلمان بے خودی کے عالم میں دو نرم آگے بڑھے اور  
اس کے درمیان پہنچ گئے۔ حسین لکڑی آنکھوں میں مسکراہٹ مچی

میں نے کہا خاک و تر لوگ میرے مہمان ہیں وہاں کی تاب نہ  
 لا سکتے تھے تاہم خود کو سمجھا کہ سب کچھ میں نے تمہاری فرمائش  
 اور تمہاری خواہش پر ہی کیا ہے کہ ایسا ہی کسی کے سامنے نہیں  
 کرتی میں جانتی ہوں کہ چشم انسانی میرے مہمان کی تاب  
 لانے سے قاصر ہے۔  
 اور تیرا جس ہزار ہا برس سے قافلہ ہے؟ مسلمان نے  
 سوال کیا۔  
 ہاں میں سوچتی ہوں۔ سورج سے براہ راست  
 زندگی حاصل کرتی ہوں۔ اور زندگی حاصل کرنے کا یہ نسخہ  
 مجھے میرے علم نے دیا۔ تم لوگ خود کائنات پر غور کرو چاند  
 ستارے ہوائیں، ابل، پانی، سورج یہ سب کچھ ہر انسان کی  
 شکل و صورت اختیار کر گئے ہیں۔ حیات و موت کا سلسلہ انہیں  
 سے منسلک ہے۔ اگر ہم انسانی بدن کو زندگی سے ان  
 تمام چیزوں کے حصول کا عادی بنائیں تو ہم انسانی جسم و فانی  
 ہونا۔ ہر چیز کے یہ تصور دنیا کے تمام قوتوں کے لیے باطل ہے۔  
 لیکن چونکہ اس کا تجربہ کسی کوئی نہ کر سکا اور تجربہ نہ کر سکا  
 مگر وہ بلا دن چاہیے جب انسان نے اس دنیا میں قدم  
 رکھا تب سے کس طرح ان تمام چیزوں کا عادی بنایا گیا اور  
 کس دین سے بے کیا تو کیا گیا؟ یہ ایک طویل کہانی ہے اور  
 اس کا تعلق تم لوگوں سے نہیں ہے۔ اور نہ ہی تمہیں اس  
 سے کوئی دلچسپی ہوگی لیکن یہ سب ہوا اور میں یہ جانتی ہوں۔  
 اور اب بھی جب مجھے کوئی کی کوئی خاموشی ہے بدن میں  
 محسوس ہونے لگتی ہے تو ایک ماہ تک میں یہ علم دہرائی ہوں  
 اور پھر ایک طویل زندگی بھر تک ہر کاب ہو جاتی ہے۔  
 اسی دوران آپ کی زندگی گونا گوں واقعات سے  
 دوچار ہوتی رہی ہوگی۔  
 نہ ہوتی تو شاید مجھے زندگی کی اس طوالت میں دلچسپی  
 نہ محسوس ہوتی۔ بلکہ ہر نئے حالات ہی تو انسان تک زندگی  
 کو تڑپکھینچتے ہیں۔ اور یہ تڑپکھینچنے سے زندگی حلا کرتی ہے۔  
 میں نے یہ سب کچھ نہیں بڑا دیکھا ہے اس سے کوئی خطرہ  
 نہیں ہے۔ میری زندگی اور موت میری اپنی قوت میں ہے۔  
 میں جب تک چاہوں زندہ رہ سکتی ہوں اور جب میں موت  
 کو اپنا چاہوں تو میری ہر سہلے میں موت ہے۔ گویا یہ کہا جاتا  
 تو غلط ہے کہ کہیں نے زندگی اور موت دونوں پر قابو  
 پایا ہے۔ یہ سب کچھ خدا کا ہاتھ ہے اس کا ہاتھ نہیں گھٹتی۔

تو ابابو وہ اس کے سہمے نکل گیا تھا اور اپنے اس مشن کے  
 بارے میں سوچ رہا تھا جو اس کی زندگی کا سب سے اہم مشن تھا۔  
 اسی مشن کے لیے تو اس نے آباؤ اجداد اسے یہ دیکھ کر گئے تھے  
 تھے اور انہوں نے اس کی بیاں تک رہنمائی کی تھی۔ جب تک  
 نہ کہا۔  
 بہر حال عمر بھر ہوا تو اس نے اپنی زندگی کے لیے سرت ہوتی  
 میں چاہتی ہوں کہ تمہیں اس وسیع کائنات کا ایک چمک چمکواؤں  
 میں بناؤں کہ میں نے اپنی زندگی کو یہ طول لینے کے لیے کیا کیا ذرا  
 اختیار کیے ہیں۔ کیا تم یہ دیکھنا پسند کرو گے؟  
 دل دہانی سے۔ یہی تمہاری اس دنیا میں اگر ایک  
 عجیب سا احساس ہو رہا ہے۔ لگتا ہی نہیں کہ اس دنیا کا تعلق  
 ہماری دنیا سے ہے۔ مسلمان نے سنبھل کر کہا اور ہلکے مسکراتے  
 لگی ہوئی۔  
 میں نے جواب میں نے بھی اپنی زندگی میں بہت کچھ لوگوں  
 کو پایا ہے۔ میں نے خود کو خواہشات کی ان ناپاک ریتوں سے  
 آزاد رکھا ہے جو انسانی بدن کو بھوکا دیتی ہیں اور پھر وہ کھانا  
 کا شکار ہو جاتا ہے لیکن ایسا نہیں کہ میرے دل میں آرزو رہی  
 نہ پیدا ہوئی ہو۔ صدیاں پہلے میرے دل میں — کوئی آواز  
 بیٹھا تھا لیکن اس کی کیفیت ایسی تھی کہ میں اسے اپنا نہیں مانتی  
 تھی اور میں نے اس کے بدن کو فنا کر دیا۔ اس فنا کے بعد سے  
 آج تک میں دکھوں کا شکار ہوں۔ وہ مجھے کتنی یاد آ رہا ہے۔  
 لیکن جیسے جیسے مجھے کے بعد میرے دل کو ایک احساس ہو رہا ہے۔  
 کہ شاید یہی پوری ہو سکے۔ مسلمان نے گردن جھکا لی مگر چونکہ  
 کر بولی۔  
 اب میں تمہارے کرامات کا انتظار کر دوں۔ میں تمہیں اپنی  
 کائنات کی میر کے لیے بے جاؤں گی سکون سے رہا اور یہ سمجھو  
 کہ تم چھ چیزوں کے دریاہوں میں نہ نہیں پسند کر لیتے۔  
 جس تمہاری تقدیر کی غریب کے لیے تمہاری کافی ہے۔ وہ اپنی  
 جگہ سے اٹھی۔ اس نے ایک نالی کی نالی۔ نالی بکھلنے سے قبل  
 اس نے وہ برقرار اپنے بدن پر پہنچا تھا۔ اور پھر چند عادات میں  
 عاجز ہو گئیں اور ملنے انہیں چند عادات دی دی اور انہوں نے  
 گردن تم کو دی۔ تمہاری دیر کے بعد جس ایک خوبصورت اور  
 بڑے سکون میں گاہ میں مستقل کر دیا۔ جہاں زندگی کی آسائشیں  
 گونا گوں بھری ہوئی تھیں۔ ایک بہت ہی وسیع و عریض غار  
 تھا جس کی دنیا کی زمین تری چیزوں سے بجا بجا تھا۔ اور انہوں

میں نے اس کی طلب دنیا والے خواہشات کے عالم میں کر سکتے ہیں۔  
 اور انہیں پائیں سکتے۔  
 تمام ضروریات سے فارغ ہو کر میں اور مسلمان سر جوڑ کر  
 بیٹھ گئے۔ مسلمان نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔  
 چچا جان! کیا دیکھا؟ کیا سوچا اور کیا محسوس کیا؟  
 کہانیوں کی باتیں ہیں اب تو میں یہاں! اس سے  
 قبل اپنی دنیا میں، اپنے وطن میں، اپنے کہیں میں اور پھر موت  
 و حراس کے عالم میں بھی میں نے ایسی کہانیاں سنیں تھیں اور  
 انہیں اپنے تجربے کو سمجھنے کا سامان سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔  
 ظاہر ہے۔ جیسے ہی ایسی پر لطف کہانیوں سے لطف اندوز  
 ہو سکتے ہیں۔ جی ہر عمر ہونے کے بعد ان تمام چیزوں کا تصور  
 ذہن سے نکل جاتا ہے۔ لیکن آج یہ محسوس ہوا کہ کون چیز  
 کو نظر انداز کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور ہر چیز کا وزن ہوتا  
 ہے۔ سو میں نے کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔  
 وہ تو عجیب ہے چچا جان! لیکن میں اب اپنے دشمن  
 کے سامنے پہنچ چکا ہوں اور میرے سامنے کوئی لا کھڑا  
 نہیں ہے۔  
 میں تو خوف زدہ تھا تمہاری طرف سے مسلمان!۔  
 کیوں چچا جان؟ مسلمان نے پوچھا۔  
 صاف کرنا مسلمان! میرے ان حفاظ کو اپنی قوت میں نہ  
 محسوس کرنا۔ جو ان کی ہر تمام جذباتی بندھنوں سے آزاد  
 ہوتی ہے۔ ایک نئے تجربے کو ماری زندگی میرا میں ہلکا  
 سکتی ہے۔ ایک نظر بڑا دے کے بے زندگی کا آخری پیمانہ  
 لے آتی ہے۔ جس میں ایسی ہی چیز ہے۔ ایسی ہی بے مثال  
 شے ہے۔ یہ نامور انسان کو بھلا دیتا ہے۔ مجھے خوف تھا  
 کہ جب کہیں اس لکھ کی باتوں میں آکر ہلکا نہ جاتا۔



اس میں کوئی شک نہیں ہے چچا جان! کہ وہ کسی  
 جہاں میں کیٹا ہے اور اگر وہ یہ سب کچھ نہ ہوتی تو میں شاید  
 اس کی آرزو میں زندگی کا آخری سانس صرف کو دیتا یعنی یہ  
 اس بات کو نہیں سمجھتا کہ میرے آباؤ اجداد کی دوسری ایک طرف  
 میری منتظر ہیں۔ وہ میری کارروائیوں کا انتظار کر رہی ہیں۔  
 اور میں جو اس سے ہوں اور جو مجھ سے ہیں اور جنہوں  
 نے میری منتظر ہیں ہر طرح کا ملکہ۔ وہ میرے لیے زیادہ قریبی

ہی میری اپنی خواہشات سے میری خواہشات تو یہی کہتی  
 ہیں کہ میں دنیا کی ہر شے بھول کر اس کے قدموں میں زندگی کے  
 آخری سانس تک گزار دوں۔ لیکن یہ آخر میں کہتا ہے کہ وہ  
 ان کی دشمن ہے جو میرے اپنے تھے اور جس کے ذریعے انہیں  
 شدید اذیت و تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ اور زندگی سے ہوتے  
 دمرنا پڑا۔ بلکہ ان کا انتقام لینا ہے۔ چنانچہ چچا جان! میں نے  
 فیصلہ کیا کہ میں اس سے انتقام لوں گا۔ اب جب کہ تقدیر نے  
 مجھے اس تک پہنچا ہی دیا ہے تو پھر کیا تھا میرے کہ ہم اس کو فنا  
 کر کے بیاں سے چلیں۔  
 گویا تم اپنے ارادے میں مضبوط ہو؟  
 چنانچہ میں نے زیادہ دیر کے تزلزل کرنے کے لیے اس  
 وہ چند لمحات کافی تھے۔ جب میں نے پہلی بار اس کی شکل دیکھی  
 تھی۔ لیکن اب جب کہ میں ان لمحات سے گزر چکا ہوں اور  
 اپنے فیصلے پر اٹھ چکا ہوں تو میں نے اس کو اب دنیا کی کوئی طاقت  
 مجھے میرے اس فیصلے سے نہیں ہٹا سکتی۔  
 زندہ باد مسلمان! زندہ باد۔ میں نے غلط فیصلہ نہیں  
 کیا تھا۔ ہاں اگر تم اس کے حق و جمال کا شکار ہو کر اپنا سانس بھولنا  
 جاتے تو یقیناً کہہ دے کہ مجھے بیاں تک کہنے اور اپنی زندگی ضائع  
 کرنے کا شدید رجحان ہوتا۔ مسلمان مسکراتے ہوئے پلہ پلہ  
 نے کہا۔  
 سوال یہ ہے چچا جان! کہ اب میں کیا؟ اچھا ہے؟  
 وہ تم سے بہت متاثر ہو گئی ہے۔ وہ تمہیں اپنا سانس  
 کھو بیٹا جاتا ہے۔ اسے یہی راستہ دکھاتے رہا اور خود کو  
 اس کے بے ذمہ کرنا دیا۔ پھر جس وقت وہ تمہیں یہاں سے لے  
 کر اپنے وطن لے کرے۔ میں بلکہ جہاں وہ زندگی پاتی ہے  
 تو تمہیں ہی اپنے ساتھ لے گا۔ اس بات کی خواہش اس سے  
 ظاہر کرنا کہ مجھے تمہارے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ وہاں پہل  
 کر ہم وہ تمام چیزیں دیکھیں گے اور پھر اپنی میں سے اپنے  
 لیے کوئی صحیح راستہ منتخب کر لیں گے۔ میں نے کہا اور  
 مسلمان نے گروہ چلا دی۔  
 اس وقت کو آتے میں زیادہ دیر نہیں لگتی تھی۔ ان  
 غاروں میں ہماری خاطر و مدارات میں کوئی فرد گمراہ  
 نہ تھا کہ جس کی موت ہو۔ ہر طرح کی آسائیاں ہمیں فراہم کر دی تھیں۔  
 اسی لیے اس دوران ہم سے دوبار ملاقات کی گئی۔ ہم ہر  
 بہت ہر بار اپنی ادنیٰ خاص طور پر سلام پر۔ وہ جب بھی  
 اس کی جانب دیکھتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں محبت کے آثار اُبھرتے



کہتے تھے اور مسلمان بھی اس کی محبت کا جواب محبت سے  
 دیکھ رہے تھے۔ میں جانتا تھا کہ وہ اجسرا کے ساتھ منافقت  
 رست ہے۔ لیکن یہ ضرورت یہ ضروری تھا کہ مسلمان سے اپنے  
 معترفیہ کیجئے میں بکرا دیا۔ باؤ کو ایک صبح اپنے لئے لے گیا۔  
 کہ آج وہ اپنی اس پیش گوئی کی جانب سفر کرنے والی ہے جہاں  
 سے دو زندہ گی اپنی ہے۔ مسلمان کو وہ اپنی اس پیش گوئی میں لے  
 جا کر پہنچانے کیا دیتا چاہتی تھی۔ یہ ہر طور اس کے لیے اس نے مسلمان  
 سے خصوصی شہر کی خوشنودی تھی جسے بتاتے ہوئے بعد میں مسلمان  
 نے کہہ دیا تھا۔





لاکھا دیا۔  
پتھر ہوتا تھا کھجور کے ساتھ نیچے جا رہا تھا لیکن پھر اس کی رفتار اس کے گھسنے کی رفتار سے زیادہ تیز تھی۔ وہ اب کراچی پر بھی ہوا دوڑی جا رہی تھی جیسے سلی زمین پر۔  
"نہیں جی جان! میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔" مسلمان نے کہا اور پھر اپنے پکڑ کر لے کر آئے۔  
"وہ تو مسلمان! اگر تو روک جاؤ۔ تم نیچے کے پاسے میں۔" کہہ کر وہ بھاگنے لگا۔

آئیے جی جان! میری زندگی کا اہم ترین لمحہ ہے اگر میں نے اپنے گھسائے ہوتے تو پھر ہماری کوشش اور وقت سب برباد ہو جاتا۔" مسلمان نے کہا۔ چار و بچار میں بھی اس کے ساتھ دوڑنے لگا۔

جیسے غریب گھبراہٹ میں جن کا کوئی قلعہ نہیں تھی۔ جتنے ہی کہاں لے جاتے۔ لیکن مسلمان کی خدشہ کے سامنے میں بھروسہ ہو گیا تھا۔ اندیشہ امتیاز اس کے ساتھ دوڑنے لگا تھا۔ اب نیچے کا سٹپر ختم نہیں آ رہا تھا۔ اپنا کارڈ مارا ہوا لاکر ہر دوڑ رہی جا رہا تھا۔ وہ انسان تھی کہ قیامت اس کی طرف سے دوڑ رہی تھی کہ قوتور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن بات گھبراہٹ دل میں تھی کہ وہ جاوے گی ہے۔ یہ شہر فلسفی قوتوں کی مانند ہر چیز کو بے بسی کا قلم کہہ دیتا ہے۔ لیکن یہ ضرورت وہ اب بھی پھانسیا دے رہا تھا تو میں رکھتی تھی۔ ہم دوڑتے ہوئے۔ اپنا کارڈ مارا اب آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ لیکن ہمیں ہرگز بھی کب ہم سلی زمین پر دوڑ رہے تھے۔ وہ مسلمان ختم ہو چکے تھے۔ اوپر دیکھتے تو زمین آگ آگ ہو رہی تھی کہ وہ مسلمان لے گئے ہیں۔ پھر انہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ البتہ وہ دیکھ رہی تھی کہ غصے پر نہ تھی پھر میں نے موت سے مسلمان کو دیکھا کیونکہ وہ درخت کے کھوکھلے تنے میں مالا مال ڈنگا ہوا اور رازی لکھ جاتے مسلمان ہی تھا۔

ابھی ہم ہی سوچ رہے تھے کہ درخت کے کھوکھلے تنے سے مالا مال ڈنگا ہوا مسلمان کیسے پھیلے اور پھر رازی ہی گئے۔ وہ اس طرح ابھر آئے جیسے انہیں ہماری آدمی اٹھا کر لے گئی ہو۔ آؤ غصہ کیا؟ عزیز دوست آؤ۔ دل چاہو رہے کہ تمہاری کھال ٹوٹی ہوئی ہے۔ آؤ میرے قاتل اعظم تم نے صدمہ لے کے بعد وہ قلم توڑ دیا ہے جس نے انہیں ہلاک کر رکھا تھا۔ پھر وہ رازی نے اس کے بڑھ کر میرا بازو تھام لیا تھا۔ ہم خاموشی سے ان لوگوں کے ساتھ غامضی و اطمینان پر

گئے۔ یہاں ہمارے لیے کھانے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ یہاں میں ایک گرم سیال پانی کی لکڑی۔  
"اسے پیو میرے آقا! اور آقا کے دوست تمہارے بدن سے ساری خشکی بڑھ جائے گی۔ تم سکون کی گہری نیند سو جاؤ۔" گھر اور جب ہر گھر کے قوتور ہوتے تھے وہ بوجھ ہر چسکا ہوا۔ جو اس وقت جاری ہے۔" مالا مال ڈنگے کہلا رہے اور ہم نے وہ ہلے لے لیے، خشک ہوئے کھانے اور ہمارے میں موجود گرم سیال کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ سیچے ہوئے ہوئے۔  
"بڑوں! جلدیے جیسے تم لوگ ہماری آمد کے منتظر تھے۔ جیسے نہیں یقین تھا کہ جس ہم لوگ چند ہی لمحات میں پہنچنے والے ہوں؟"

یہ درست ہے۔" پھر وہ رازی نے میرے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔  
"لیکن کیسے؟"

"یہ بڑا سراسر شخص جس کا نام مالا مال ڈنگا ہے۔ بڑی عجیب قوتوں کا مالک ہے۔ میں نہیں سمجھتی کہ اس کی تفصیل بتاتا چاہتا ہوں۔" پھر وہ رازی نے کہا مالا مال ڈنگا میرا مسکرا رہا تھا۔

"کیسی تفصیل؟" میں نے سوال کیا۔  
"سنو! اس بات کا صحیح کبھی جواب دو کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ درست ہے۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔  
"تمہارے جلنے کے بعد اس شخص نے زچہ بنایا کیونکہ مالا مال ڈنگا اس نے من کے درمیان دیکھتے ہوئے مسلسل جھونکے عادت سے آگاہ رکھا۔ اس نے بتایا کہ اب تم دوڑیں غلامانہ ہتھیار کے جوڑم ایسے ملے سے گوار ہے ہر پھر اس نے بتایا کہ اب تمہیں اپنا اس کے ہر کارڈ ملنے والی ٹوٹی ہوئی میں لے لیا ہے پھر اس نے بتایا کہ اب تمہیں اپنا اس کے حضور پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ کہنے لگا کہ پھر مسلمان کی جانب راغب ہے۔ اس کی حسی موت کا شکار ہو گئے ہیں۔ پہلے تو من کے پاسے میں تذبذب کا شکار رہی۔ جو کہ اس ناگوار طبع کی وجہ سے ان کی طبیعت بہت سے غصے و غلاظتوں میں جا چکی ہے۔ وہ نہیں مسلم کر سکی کہ وہ کہے لیکن مسلمان کی خشک کرنے اس کی کوئی صورت نہ تھی اسے سزا کر دیا اور وہ اس کے پاسے میں قیامت جیسے انداز میں سوچنے لگی۔ اس نے سوچا کہ اب اسے زندگی کا سامنا کرنا ہے گی۔ اور ابدیت

نے کہتے پہلے ساتھ لگے گی۔ پھر اس کے لیے اس نے طویل سفر کیا۔ غاروں اور سرنگوں کا سفر بہت دشوار گزار تھا۔ تم لوگوں کو ایسی ایسی سرنگوں سے گزرنا پڑا۔" پھر وہ رازی نے سرنگوں کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"پھر اس نے بتایا کہ اب پھر انہیں لے کر قلم کے سے میں داخل ہو گئی ہے۔ اس نے کہہ کر قلم کے سے میں تباہا بازہ کھل گیا ہے اور اب اپنا اس کے دل میں اتھا کی آگ بھڑک اٹھی ہے اور وہ نہیں بھروسہ کر دینا چاہتی ہے۔ پھر اس نے عادت سے غرض وہ بڑے بڑے کہا۔ کہ تم اس وقت نہایت غور و فکر عادت کا شکار ہو رہے ہو۔ اس نے اپنے غرض سے بڑھ کر ہتھاری جان کہنے لگے ہیں۔ پھر اس نے اپنے طور پر انہیں بتایا کہ تمہیں یہ بھی کہنا ہے کہ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے زمین پر ایک چھوٹے سے جڑے جڑے کو بدل جائے۔ یہ ہر پھر اس نے کہے بتایا کہ تم ہر قوتور سے اس کو بیل راستے کے بجائے ایک ایسی جگہ آگے ہو جہاں سے اگر تم قوتور کی قیامت کو تو اس درخت کے تنے تک پہنچ سکتے ہو۔ یہ راستہ اس نے بتا دیا تھا۔ سب گھیس اڑانے کے بعد ہر کارڈ والی ہوئی تھی۔ وہ یہ تھی۔ اور اس کے بعد اس نے کہا کہ تم اس کے پیدا کردہ راستوں پر چل پڑو۔ پھر وہ قوتور کی دیر کے بعد اپنی منزل تک پہنچنے والے ہو۔ وہ تمہارے گھسنے والی کیفیت کو تار پھر اس نے ہم سب کو دعوت دی کہ باہر آئیں اور تمہارے آنے کا منتظر رہیں۔ تاکہ باہر داؤخان! کیا یہ سچ ہے؟"

میں حیران تھا ہوں سے مالا مال ڈنگا کو دیکھ رہا تھا۔ مسلمان کے چہرے پر بھی حیرت کے نقوش نمایاں تھے۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں! یہ سچ ہے۔" مسلمان کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا تھا۔

"اوہ! اس کا مقصد ہے کہ باطل شخص یا شرابی بڑی بڑا سراسر قوتوں کا مالک ہے۔ لیکن پھر اپنا پھر اکیلا گئی ہے۔" اس کا جواب میں ہی دوں گا سزا آقا۔ وہ زخم ہے۔ لیکن اس کا صدمہ یوں کا قلم خازن ٹوٹ چکا ہے۔ وہ اب اس قلم خازن میں جا کر اب ابدیت حاصل نہیں کر سکتی۔ اسے گہری ہوا اور تیز دھوپ دکا رہے۔ ورنہ اس کا بدن جھٹکا جھٹکا ہے۔ اور باقی تو ایک دن وہ راکھ کا ڈھیر بن کر رہ جائے گی۔ وہ سزا کر رہی ہے۔ بے اختیار راز سفر کر رہی ہے۔ اس کی کوئی منزل نہیں ہے۔ جس دن وہ ان علاقوں

سے دور چل جاتا چاہتی ہے۔ قیاموں کی تعداد بدل گئی ہے۔ وہ لڑنے میں اور لڑنے میں تھی۔ یہاں تک اس میں کہیں کوئی بونگ اور کسی کو شکست ہوگی۔ اور اس کے بعد جب وہ اپنا کرکٹ کھلا کر کرے گی تو وہ انہیں نہیں لے گی اور باقی وہ ہر سکون ہو جائے گی۔ کہ اگر کم اپنا کارڈ اب ختم ہو گیا ہے۔ ان علاقوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لیکن ہمارا سن انہیں پڑا نہیں ہوا آقا! ہمارا سن پڑا نہیں ہوا۔ وہ جب تک زندہ ہے ہم ہمارے سینوں پر نامور بنے ہوئے ہیں۔" تم درست کہتے ہو۔ مسلمان نے کہا۔ "ہم اسے قاتل کر لیں گے۔ جب تک ہم ہی کی موت کا منتظر ہیں انہیں اس سے نزدیک نہیں ہونے دے گا۔" وہ اپنی بات دہرائی آقا! میں تو اس کا خالق نہیں بنا رہا ہے۔ دیکھنا ہے کہ اب وہ کس سمت کا رخ کر لے گا۔" سزا کیا؟ کیا اس کی جاوے گی تو میں باطل ختم نہ رہتا ہوں؟ میں نے پوچھا۔

"نہیں آقا! اس کے اندر تو ابی بہت کچھ ہے۔ وہ بنائے گیا تھا کہ اپنے سینے میں چھپائے ہوئے ہے۔ اگر اس کا ہوتا تو مالا مال ڈنگا سے شریک ہو چکا ہوتا لیکن وہ شیطان کی دھڑکی ہے۔ شیطان سے براو راست تعلق رکھتی ہے تم لوگ ایک گہری نیند لے لو تو اس کے بعد ہم اس کا قاتل بن کر رہیں گے۔"

"لیکن کس سمت کہاں؟" مسلمان نے کہا۔  
"اس کا فیصلہ آپ کو پھر پڑے گی آقا! اس نے کہا۔  
"اے مسلمان خاموش ہو گیا۔  
"ہاں! اس کا خیال اثر دکھا رہا تھا۔ قوتور کی دیر کے بعد ہم گہری نیند کو گئے پھر جب جگہ کے قوتور ہو چکی تھی۔ راست گزاری اور اس کے بعد دوسری سچ مالا مال ڈنگا نے کو مسلمان باندھا اور ہمارے ساتھ چل پڑا۔ ہم اس کی رہنمائی میں آگے بڑھ رہے تھے۔ اس نے اپنا وہ غصہ اس کی آواز دیا تھا۔ گودہ اب بھی کھال کے لباس میں تھا۔ لیکن پہلے سے کسی تڑپ نہ تھک رہا تھا۔

وہ انہ پانچوں تک پہنچ چکا تھا۔ جس سے گزرا کہ ہم یہاں آگئے تھے۔ وہاں سے اس نے زمین کو سونگھنا شروع کر دی۔ وہ تھکی تھکی جھک جھک کر زمین کو سونگھ رہا تھا۔ اور اس کے بڑھ رہا تھا۔ تقریباً ایک میل مانے کے بعد وہ رکا اور اس نے سمت کا تعین کر سکا ہوئے کہا۔  
"آقا! وہ ان درختوں کی بیداری میں گئی ہے۔ کتنا سہل



کرے گی اور کہیں جلے گی۔ اس کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔  
لیکن ہر طور پر اس کا بچا کر لے۔

مطلب ہے ہم اس کا بچا کر لیں گے۔ مسلمان نے  
جواب دیا۔ ماکازو دھڑکیا تو غصہ ہوا اس کے بڑھاپے پر۔  
سب اس کے رحم و کرم پر تھے۔ بعد میں وہ بڑھاپے پر  
بھی ہنس پڑے۔ یہ تو بڑھاپے کی طبیعت تھی کہ زمین  
سرخ کرسمت کا اندازہ کر سکیں۔ لیکن ماکازو دھڑکیا اس فحش  
میں کوئی حق مسموم نہ تھا۔ وہ ستر کا تار بیاں تک کہ  
پہلو دن تک ہوا۔ افسوس کہ اس کوئی نشان نہیں مل سکا تھا۔  
تا جلد وہ ویران جنگل ہو گیا۔ غصہ اس کی ناک کی کر  
دل کھینچنے پر رات ٹھیک ٹھیک سب سے غمگین  
رات تھی۔ سارے وحشی احساس کی گڑبگڑ تھی۔ ہم چلے گئے۔  
خاموش تھے۔ ہر طرف ہلچل تھی۔ ہلچل تھی۔ ہلچل تھی۔  
سے بہت خوفزدہ تھی۔

ہم سب کو ایک دوسرے کے بارے میں معلوم تھا کہ ہم سب  
لیکن ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
تھا۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ساکت تھیں۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
یا جیسے کہ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
جس میں ہم نے اپنا دل ڈال دیا تھا۔ ہمارے دل کی حالت  
دعا کر کے ہم نے ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
اس کی کیفیت تھی۔

دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
نظر آئے۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
کو سنبھلایا۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
نہری طرف سے ہی کہیں تھے۔

ابتر ماکازو دھڑکیا کے بارے میں ہم نے نہیں کر سکا تھا۔ ہمارے دل کو  
تھیں۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
یہ تو ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
کافی دیر کی طرح گزرتی تھی۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہم نے ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
جگ رہے۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
چین دیا۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
کچھ نہ ہو۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

مگر۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
میں نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ دیکھ دیا۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
"ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میں نے جو کہہ دیا اس کی بجائے اس کے  
تحت کی بجائے اس کی توتیں بھی نہیں مائل ہو سکتیں۔  
میں نے نہیں کیا۔ کیوں نہیں کیا؟ ہم تو ہماری ان توتوں کو مان  
گئے ہیں۔

شکر ہے۔ دیکھیں ہمارے بار بار اس بات کا اظہار کرتا رہا۔ ہمارے دل کو  
میں نے ان توتوں کی قوم کے آخری دن کی سیر سے ہمارے دل کو  
کو اس طرح اپنی سرزمین پر گھر بنا کر اپنا گھر بنا دیا۔ ہمارے دل کو  
توتوں کے ساتھ اس کے بڑے بڑے مائیں وہ ان سب کو فدا کر دیں۔ ہمارے دل کو  
کی توتیں یہ ہیں۔ لیکن اس کا ظہور ہمارے دل کو  
تباہ ہو چکا ہے۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
اور اس کے ساتھ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
"لیکن یہ تو ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

آقا ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
وہ ہی ہیں۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
کتابوں کا میں اس وقت کا تین تین کر سکتا تھا۔ ہمارے دل کو  
ہو اس میں شک نہیں ہے کہ وہ بڑی طرف سے ہی ہمارے دل کو  
پھنس گئی ہے۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
واقعات پیش آتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود قاعدہ بڑی عجیب  
غریب توتوں کی ایک ہے۔ اور ہر طرف اس کی توتیں غور کرتی ہے کہ اگر  
اس کی جان پر ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
میں نے اس کے ہاتھ قریب نہیں کیا۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
چاہتا ہوں۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
تھک جاتے۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
میں نے اور آقا ہی وقت اور کجاہ تم اپنا نامانی انتقام  
اس سے کہہ گئے۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
کوئی جواب نہیں دیا۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
خاموش تھے۔

رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔  
اور ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

دوسری جگہ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
مناسبت نہیں تھا۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
توتیں ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
نے اس کے ہاتھ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
گوشہ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
اس سلسلے میں ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
مگر۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

میرا تمام ان حالت سے مطمئن ہو سکتا ہے۔ میرے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
اس کے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
مگر۔ ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو  
ہمارے دل کی حالت اس طرح تھی کہ ہمارے دل کو

۴۔ نہیں جانتی: نہ دیکھ رہی تھی نہ سن رہی تھی۔

”ہاں ہاں میں کوئی شک نہیں۔“

بہارِ سرائیوں کی رہنے والی اور سارے ملک کے سکھ بھائیوں کا دنیا  
کے شہر و دیہات کے ہر کونے پر ان کے بعد ہم جہاں تک پہنچے

ہے اور کس وقت ہماری اسی کا نشانہ ہے۔  
 رات کے چار بجے وہ خفیہ بل ٹھیکہ میں آئے۔

۱۰ ہاں۔ یقیناً ایسا کسی کے سامان۔ لیکن کس وقت جبکہ  
منہار مقصد حیات نہیں حاصل ہو سکا ہو گا یا  
۱۱ خدا کو یہ میری اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاؤں ؟  
مسلمان نے اپنی سائنس کے کرکٹ پر ہر گز۔

مالی سن۔ میری چھری بیڑ۔ میری چھری بیڑ۔  
مالی سن۔ میری چھری بیڑ۔ میری چھری بیڑ۔

۱۰۔ اجماع حاصل تھا کہ میرے کچھ شہنشاہ سائب بھی مہم  
ہیں۔ لڑنے میں کافی عمر گزری، تنگ چلی، دل ہلکا کر ان سے ملوں

۱۴۱

جنہیں میں سلطان ہوں میرا نام بابر و خاں ہے۔  
 - بڑی سرت پوئی آپ سے مل کر۔ مجھے احمد سلطنت ہے اب بادار  
 یہ بڑی بڑی رشیدہ ہیں یہ لوگوں نے شکوہ ہوئے کہ جسے آجہو یا  
 - میں نے کہہ دیا کہ تم کو آپ کا خلع ہی دے دے، اسی وقت سے  
 اور اگر کوئی دشمن سے دراپنے ملے گا وہی مل جائے تو بڑی سرت  
 ہوتی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟  
 - یقیناً۔ یقیناً۔

نہیں۔ ہم دونوں ہی اہم۔ انگریزی کی کیا خاصیت؟ نسبتاً؛  
میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ (جو ان نے کہیں کا دروازہ کھلا اور اندر  
داخل ہو گیا۔) یہاں کہہ دوںی تمنا سنے، سامان کے فرق کے پتلے یہاں پر  
ایکے فقیر، سامان دیکھا تھا میں نے لیکن اب یہاں کئی رنگت، حوث  
کیس نکلا ہے، یہ جو بہت خوبصورت اور نرسے، بستر بھی  
نور بصورت کی جاوے۔ اور انیس ہی جس پر میں نے بوڑھی سونا ناگ کیا  
تھا۔ میری آکھیں کتب سے چل گئیں۔ کھڑکی میں انیس آدمی تھک  
معا کر کیا ہے ہوا کہ سلیم نے یہ لانی پر حیران تھا اس نے دلچسپ  
نگاہوں سے لہجہ بچتے ہوئے کہا۔

”آپہلک حیرانی کی وجہ یہی کہ میں ہندوستانی ہوں؟“  
”محکم ہے آپ میری بات کو افساد طرازی سمجھیں؟“  
”لیکن کیا آپ اس بات پر یقین کریں گے کہ ان میں سے کسی میں بھی  
آیا تھا؟“  
”سمان اللہ۔ واقعی دلچسپ بات ہے احمد سلیم نے ہنستے ہوئے  
کہا تھا۔

سے جسے ہاتھ ملاوا اور پس پیا تو حیرت کی انتہا نہیں تھی بلکہ پھر  
راؤنی، بیزلی اور مارا لونڈا کو بتا کر اس حیرت ناک واقعے کا ذکر کیا  
اور کسی کو کوئی احساس نہ ہوا۔ لیکن مارا لونڈا بڑی طرح چونک  
پڑا تھا۔

انگوٹھیں نبرچ، وہیں بازو دوست نہ بنے جاتے کہیں کبھی جس بارے میں دیتا ہی نہیں۔ تم خود سچ بھلا اس معمولی سی بات کا ذکر کرنا کیسا ہی رکھنا سچا۔



”اس کا کہہ سوتے تو لگ بڑھنے سے تباہی اٹھائیں گی“

کون ہے اندر کون ہے دوزخ کو لو ۱۵ اس کے بعد کہ اندر  
دری حالت غیر ہو گئی جو مسجد شمال اچانک سے شیش آگنی مٹی

میں اب سمندر کے کنارے لڑائی میں دو کمیاں کھارہا تھا اور  
ہست سے تھکے ہوئے نوں میری نگاہوں کے سامنے بہت  
جہازوں کی بوندی سے سمندر میں جھلک رہی تھیں ان کا بے غم لہجہ نہیں  
تھم کر میں کس طرح جہاز کے ایک کونے پر پہنچا اس کتنے  
لڑک اور آؤں پہلے سے سوار تھا۔ ہم دونوں اس کتنے سے جھٹ  
وئے دھڑک چلے گئے اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے جہاز میں آگ  
لگ گئی جس نے چشم زدن میں سارے جہاز کی پٹی پٹیش میں  
پہلے خدا کی پناہ ایسا جیسا ایک نظریں نے اپنی زندگی میں پہلے  
ہی نہیں دیکھا تھا اس کے شعلے آسمان کو چھو لینا چاہتے تھے اور  
رگھو سگھوں کی آوازوں کا گون کہہ رہے تھے جہاز کی ہستی اصل بات  
اور جہاز بہت آہستہ آہستہ ہانی کے اندر غائب ہوتا جا رہا تھا اور بہت  
دیر تک جواب بھی آکر نہ سوجھتا تھا کہ ان کے آوازوں کو کہہ رہا

خوب نمائندہ دیکھا جاسکتا تھا کہ لوگ اس میں کس طرح سہلے گئے۔ اکثر لوگ ایک دم سے چور لہے ہوئے تھے۔ بعض پشت

کر رہا تھا وہ آج ہی کسی۔ اور ذرا آگے دیکھ کر وہ گراں میں سے کوئی نیا  
 بچہ لے کر اس کی آواز پر چند مسافر تھے جن میں سے ایک بڑا بچہ  
 ہوں تو یقیناً یہ لوگ میری تھکے ہوئی کمر باندھے ہوئے ہوں گے۔  
 تھک کر سب کھنت البیڑا کی جاوے تو کوئی اور چارہ نہ رہے گا۔  
 افسوس میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس وقت دیکھ کر یہ صاحب اس قدر  
 شیعہ طائفہ توڑنے کے ساتھ عمل پیرا تھی۔ اس کے بعد وہ اس کے  
 کی کوٹھنوں سے ناگرم ہو گئی تھی۔ اس کے کام میں نہ تھی۔ وہی  
 صرف تھوڑی دیر سے ہزاروں تھکے ہوئے لوگ پہلے کی آپس کی چپقلش کو  
 اور اس وقت یہ سب دیکھ کر لوگ پہلے کی آپس کی چپقلش کو  
 تھے لیکن ان میں سے کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس وقت ان سب  
 کے دلوں میں ہمدردی تھی جس میں ہمارا تھا اپنے ساتھیوں کے  
 ہوا تھا۔

نصف ہونے پر زبان پھیرتے بہت سی بڑی بڑی آدمی اور بڑی  
 لڑکے لڑکیاں غائب ہو کر لوگ گئے دن اس کی برقی کھینچے جہاں  
 ہونے لگا، طوفان طوفان کے کھینچے اور چھٹی سی لکھی ہوئی  
 کے لڑکے کسی بھی کو سندھ پر دم کو کھینچتی تھی۔ بڑی ڈپائید کر مینیت  
 دیکھتی تھی۔  
 میری دلچسپی کے لیے ان سب لوگوں کے چہروں کو غور  
 دیکھا اب دل میں ان تمام لوگوں کا احساس ہوا تھا کہ اس وقت  
 بڑی اور ماکاڑنگ۔  
 لیکن کتنی کے تمام آدمیوں کی شکل دیکھنے کے باوجود ان میں  
 سے ایک سب سے زیادہ دلچسپ آیا اور اس کے نزدیک وہ مجھے پہلی کر  
 اور میری کششیاں اس طرح سمجھیں گے کہ میں یا نہیں جہاں کو  
 سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا تو ہم لوگ کوئی سکون کی تین سو رہے تھے



بڑے نہیں وہ اب تک زندہ رہی ہیں یا انہیوں کے پیٹ میں  
 پھنس چکے ہیں۔ میرے دل سے ایک شہداء کو نکال گئی اس وقت  
 میں نے ہانکے لگائے اور آواز کو دیکھا ان میں سے ایک شہداء  
 انیس سالہ اور دوسرا ساڑھے تین برس کا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں  
 آفتاب ایک سڑ سے جوڑت تھا اور ان کے ہاتھوں میں ایک  
 چھوٹی ڈاڑھی تھی اور ان کے ہاتھوں میں ایک۔ وہی میں وہ اب بھی بہت ہی  
 خوبصورت لڑکا رہا تھا اور عام لوگوں کی نسبت اس کے چہرے پر  
 خوف کے آثار نہیں تھے اس طرح نکلے ہی ایک کرشت جیسے وہ  
 اور چھٹی چھٹی آنکھوں والا تھا۔ اس کا ہاتھ کسی بیٹھان کے ہاتھ  
 کی طرح کھینچتا تھا اور وہ غلامیوں کی دہائی میں جیسے غلاموں  
 افراد کشتی کے کشتے پر ہاتھ پیرے ہوئے اور کھینچتا تھا۔ انیس سالہ  
 جاتے ہوئے کرنا سے بکا کر سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ پھر اس نے  
 باوقار اور غنا وار میں کہا۔

وہ تمام لوگ جہاں اس وقت ملے ہیں ہاؤس بنگے ہیں۔ میرے  
 اس کے سامنے غور سے تھیں۔ میری ذمہ داری یہ ہے کہ میں اس کشتی میں  
 کوئی گن تر نہ ہونے دوں اور میں آپ سے بھی درخواست کروں گا کہ  
 جب تک میں کسی طرف سے مدد نہیں ملتی آپ لوگ ایک سو سے  
 سے تعداد میں کریں اور جی الٹا کہ کسی کو تکلیف نہ ہونے دیں۔  
 وقت بھائی چارہ کا ہے۔ ہمارے پاس پانی اور خوراک کی بہت  
 کمزوری کی مقدار موجود ہے ہم اسے جس طرح سے استعمال کریں گے  
 خدا ہم پر رحم کرے۔ میں آپ لوگوں کی حفاظت اور تحفظ کے لئے  
 یہ ذمہ داری سنبھال رہا ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ  
 آپ مجھ سے مکمل تعاون کریں۔ خشک دودھ اور پانی کا ایک گیلون  
 اور ایک چمچ شام کو تقسیم ہوا کرے گا۔ اور اس کے علاوہ ہمارے  
 پاس گوشت کے چند ٹکڑے بھی موجود ہیں۔ بڑی بڑی بارہ اور اس  
 گوشت موجود ہے حساب کے مطابق ہر گز بارہ آدمیوں میں تقسیم  
 کر دینے کا یہ تمام لوگ خاموشی سے میری چپ آنکھوں سے اس کے  
 الفاظ کو رہتے جہاز کے حادثہ اور اپنے دوستوں اور رالی بچوں  
 سے کچھ ملنے سے۔ سب خوں سے چہرہ چمکے۔

بہر حال فائدہ کشتی اور تھکے ہی کا ایک ہیپ ہر شروع ہو  
 چکا تھا کشتی میں سوار افراد میں سے بیشتر زخمی ہی تھے کسی کے ٹرسٹ  
 زخم تھا تو کسی کے سینے میں چند لوگوں کے بازوؤں اور چہروں پر بھی  
 خراشوں کے نشان تھے مگر ان کے لئے ہمیں آرام کرنے کی جگہ تھی  
 سورہ کی صفت سے محفوظ رہنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اپنے گوند پانی  
 تھا اور نہ کھانے کو خوراک ان سب پر پانی کی کی کیفیت تھوڑی  
 تھی۔ بہت سوں کے آنسو بہ رہے تھے۔



دو پہر کے وقت جب ہمارا کشتی سمندر کی پھری ہوئی بڑی  
 کے نیچے کھائی کسی نامعلوم منزل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ایک  
 اور آدمی ہیں سمندر کی ہر طرف بڑھ رہا ہے۔ وہ اپنے ٹرسٹ  
 سنانے کے لئے کشتی کا تعاقب کر رہا تھا۔ ہر طرف سے کشتی کی گھنٹ  
 رہا تھا۔ اس نے کشتی پر پتہ لپٹنے کے بعد اپنی کھائی سنانی۔  
 خوش قسمتی سے ہمارے ہاتھ ایک لمبا تھک لگ گیا جس نے  
 اس پر پتہ لپٹا۔ میرے قریب ہی ایک عورت سمندر میں ڈبکیاں  
 سے لڑ رہی تھی۔ میں نے شکل تمام سے نکالا اور گتے پر سوار کر رہا تھا  
 جب پھلے تو عورت کی ایک ٹانگ ہی اس ملوڑ میں مداح  
 ہو گئی تھی۔ وہ اس وقت سرخوئی دو گھنٹے تک وہ میرے ساتھ  
 اسی تھک رہی اور اس میں پچھٹی کے علم میں اس کی حرکت تھک بند  
 ہو گئی۔ میرے اوپر وہ سمندر میں بے شمار عورتیں مرد اور بچے بچہ

کمار چلے بہت کی لڑائی تھی انھوں نے میرا بھی ذمہ  
لو لیا۔ جتنے چاہا۔ رات میں میری ہوش کی طرف سے کہہ سکتا رہا  
مجھے اسے معلوم تھا کہ ایک دفعہ میں نے اس کو کہا کہ کئی ہے۔  
مجھ سے کہیں جب میرے پاس کہہ گاں ہرے تو کہیں

سیکند انیسویں صدی کے خاندان کی لباس آمار اور صرف اور صرف  
میں سمندر میں چھوٹ گیا تھا۔ غلامی بنی اسی کے ساتھ تھا۔ اسی  
کی دیکھا دیکھی چند اور آدمی جن کے اعلیٰ عصاب انہی حضور کے قریب  
پر تھے جو سنے اور سنتوں کو کہیں کر کشی کے قریب سے اسے پر  
انتہائی مدد و جہد اور استقلال سے اُن سنتوں کو جو بڑے ہی دھمپن اور  
رتوں سے ایک دوسرے سے جوڑ دیا گیا اور کشی کے پیچھے چلا دیا  
گیا اور ہر ایک ایک کر کے جس آدمی اس تختے پر آ رہے تھے  
اچانک آدمیوں میں غلامی میں شامل تھا۔ اسی طرح کشی کے اندر  
جنگل کی آواز اور دو لوگ جو دو دن اور تین دن سے مسلسل ایک ہی  
جگہ کھڑے تھے اپنی اپنی جگہ ایک دوسرے سے لگ کر بیٹھ گئے لیکن  
سب ہی ایک دوسرے سے بیزار تھے کڑواہٹ تھی۔ یہ بات کو سن  
نے تو وہیں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ایک ایک ہی جگہ پر جگہ پر  
لگے تھا تیسروں بھی اسی طرح تڑپ رہا۔ آدمی رات کو سب کشتی سے  
لوگ سب بے خبر پڑے کوشش کے ایک سینہ باندھ کر اور  
ظہور ہوا کر کشی کے پیچھے بندہ ہوئے تھے۔ جن میں رہیں اور  
پڑوں کی دیکھ کر بندہ ہوئے تھے دو کوئی نہیں اور  
ان پر سوار میں آدمیوں کو سمندر کی لہریں بہا رہی تھیں پستی  
سے اعلیٰ کوئی بھی تیز نہیں جاتا تھا۔ عوام نے غلامی کے دور  
ان کا مدد کے لیے کشی سے کوئی پہنچا نہ پہنچا۔ سب کے سب  
جیسے جیسے غلامی ہو گیا۔

پتا تھا۔ آخر خبر ہوئی نکلا کہ خود لوگ سمندر کا پانی پی رہے تھے وہ ایک بعد  
دوسرے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے اور پھلیوں کی خوراگ پھینک دیے  
سمندر میں چھینک لیے گئے۔ بہت سے لوگوں کا ذہن کا تواریخ عجیب  
گیا تھا اور ان کے دماغ جو بڑے تھے۔ لیکن وہ پانی پیا نکلا۔  
تھے۔ بے کاری کی حالت میں دو عجیب و غریب خواب دیکھ کر ایک  
دوسرے سے اپنے اپنے خواب بیان کر رہے تھے۔  
میکنہ آفتابہ خبر دینے کی کیفیت کا نکلا۔ سوچا تھا پھر اس کی  
وہ بیک وقت ایک آدمی سمندر کے طرف بھٹکا اور ٹھہر رہا تھا۔  
تھے نکلا۔

یہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اس طرح اُچھلنے سے دو کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ پیراس کی جھپٹک آواز اُجری اور اس نے غریباً بھرپور بلے جانو کی سرسری آنکھوں کے سامنے لہرایا۔ دندتا وقت سے سکھنے انفس کی آواز سنائی دی۔

نہی۔ میرے ہونے کا جیسے یہ چنانچہ میری بے بسی و تہمتی نگاہ ہی ہوں۔  
 جرت انگریزیت کی کوئی جزیرہ ہے کوئی جانور کوئی پرندہ۔  
 میں نے کوئی عورت کی نظر نہیں کی تھی۔ ایک مقام پر گہرے  
 پتھر کے گڑھوں کے اندر میں نے بارش کا پانی میرا ہوا دیکھا اور اس  
 کی جانب بڑھ گیا۔ مجھے شدید پیاس لگ رہی تھی۔  
 گڑھوں کے نزدیک پہنچا تو ان میں سے قابل برداشت بدبو  
 اٹھ رہی تھی اور میرے ہی ان میں ریت کی اتنی آمیزش تھی کہ میں خوش  
 اور پیاس کے باوجود اس پانی کو چھو نہ سکا میری جڑوں کے تھک  
 حشرات میں گھومنا رہا اور سرورنا چھپ گیا۔ میں نے سوچا کہ رات  
 کی تاریکی چھاننے سے پہلے کوئی مناسب جگہ نہ ملے گی۔  
 چنانچہ شکل تمام لاکھڑے قدموں سے ایک چٹان کی جانب بڑھ گیا۔  
 اس کے چاروں طرف اونچی نیچی چٹانیں اور ریتی زمین سجیلی ہوئی تھیں  
 سوزی دیکھ کر میری چٹان کے قدرتی قادی۔ اصل ہو گیا۔  
 ناز و آواز نہ تھا۔ نہیں تھا لیکن میں نے بہت براؤں سے محفوظ  
 تھا جو جھک کر زمینی کر رہی تھیں۔ سڑکی سے جیسے کا اور کوئی ذریعہ  
 میرے پاس نہیں تھا۔ میری حالت میری ہی قرار دینا تھا اس کی  
 نہ سہارا تھا۔ اپنے سوز کی ہلکی گت جڑوں پر چڑھ کر تھوڑا سا  
 جتا کھٹا ہوا خاک کے کھائے تک آیا اور اپنی خوشی ہوئی  
 آنکھوں سے ناز کا جائزہ لیتے گا۔  
 جڑوں کے ساتھ ساتھ چڑھ کر اونچی چٹانوں سے گھرا  
 رہی تھیں اور سفید سفید جلی تھا جس میں وہ سوز تک چھل بیٹھے تھے۔  
 میں نے سوچنا تھا کہ میں نے اس جیسے چٹانوں کا زندہ رہنا  
 نہیں چاہتا۔ اس لیے یہاں سے تھوڑا سا مائل نہیں کی جا سکتی۔  
 اس لیے چھپ چاپ اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دینا چاہیے۔  
 وہ کہانی تو گھٹنا دناؤں کی حوالی سے شروع ہوئی تھی اس  
 دوران جڑوں سے پر ہلا ختم ہو جائے گی۔  
 کہانی نہیں ہے شمع ہوں کہیں نہ کہیں تم ہو جاتی ہیں۔  
 وہ پر کوئی خاموشی ہے ہر شکل آواز اور سوز کا جو کہ جڑوں سے کا پڑ  
 چڑھ دیکھنا چاہیے۔ شاید کھائے پئے کی کوئی چیز مل جائے۔  
 چنانچہ جھمت کر کے ایک جانب چل پڑا اور پھر چڑھ کر تقریباً  
 جڑوں کے ایک ایک گوشے کو دیکھ ڈالا۔ عرواں میں ہوئی  
 ریت اور چٹان پڑنے لگے۔ سوچ رہی تھی۔ میری ایسی ابلتا  
 کو اپنی رہی تھی۔ ہلکا ہلکا ایک عجیب و غریب حالات میں  
 اپنے اور چٹان آئی۔ جیسا ہی دریا جڑوں سے پہلے سینے اور ریت  
 کے گوشے کو بیان تکلیف دینے کی کیا ضرورت تھی؟  
 خدا کے کام کی دالے میں کیا میری روح کسی دار و درجہ

لے کے بعد میں سنبھل گیا اور دوسرے لے میں برن پر لوٹ  
 پڑا تھا۔  
 میرے جڑوں کا ایک ایک ٹکڑا ایک ٹکڑا حقیقت تھی۔  
 کسی نے ہون چاہا تھا اور کہیں چلا گیا تھا۔ شاید یہ سب کچھ  
 میرے ہی لے تھا۔  
 برن کا گوشہ کھنسنے سے نہ لے میں وہ طمانت لمسوس  
 ہون کر بیان نہیں کر سکتا۔ جیسے دیکھا تو ایک ناقابل یقین نظر  
 نظر آیا۔ باقی میں میری جڑوں تھا۔ ان کا گوشہ اور باقی انسان کی  
 سب سے اہم ضرورت۔ اس کے بعد گوشہ کی آجائے تو جہ  
 قسم کا وہ دیکھائی نہ رہتا۔ اتنا گوشہ تھا کہ اس کے سر پر گیا۔ غرض  
 سامان میں بیا اور صبح میں کرنا ہوں کہ نہ مل میں اس سے تیار  
 تو خوف و سانس کی نہیں ہوا تھا۔  
 جڑوں کے ہونے کے بعد اس سلسلے میں سوچنے کی زحمت  
 میں گواہ دیکر وہ کوئی تھا۔ وہ کوئی ایک نفس بند تھا۔  
 جس نے میری شکل سمجھ لی تھی۔ شاید یہ میرے لیے کوئی فیصلہ  
 تھا۔ برن میں کانی پر اڑا تھا اور میں انکی سیالیت ہونے کے  
 نو میں تو رہتا تھا۔ کیونکہ حلوں کی ہیئت سے بہر حال اگر کسی  
 پر ہی تھی۔ نہ انھوں کی کوئی شکل تھی کسی نہ کسی صورت میں تھی۔  
 برن ایک ہی کیفیت کا تھا۔ ہر جگہ تھا۔ چنانچہ میں آگ کے  
 بالکل قریب بیٹھ گیا۔ دل چاہتا تھا کہ وہاں سے ہٹ کر  
 لاؤت نہیں تھا۔ لیکن میری جڑوں آگ کے نزدیک ہی بیٹھ  
 تھی اور اس کی لطیف حرارت سے ملنا اندھیرے ہوئے تھا۔  
 کانی کے بعد میرے جڑوں کوئی کچھ نہیں  
 تھی۔ شخصیت کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔ جڑوں کا ایک  
 یہاں نہیں چھٹی تھی۔ میری دل آواز تھی کہ کوئی ہوا آجائے  
 جس جڑوں سے میں تنہا کی ہو رہی تھی۔ اچھی تک  
 تو میری ایک حسد تھا کہ میں بیٹھ میرے بعد اس  
 جس شہرت سے سزا کھانے تھا میں نے سہارا لیا کہ اس  
 میں کچھ تو کر رہا تھا۔ میری یہ شکل مل کی ہے۔ میں اس  
 چٹان پر چڑھ گیا۔ اس کے عقب سے بھڑکے آگ نظر آنے لگی۔  
 میری نگاہیں میری جڑوں تک پہنچنے لگیں لیکن میں نے  
 وجوہ کا شائبہ نہیں تھا۔ یہاں پر جڑوں سے سب کچھ  
 کہیں سے آیا تھا۔ جیسی شخص نے میری کانی پر ہر صورت  
 مسلمان تھے اور فیصلہ تھا کہ اس کا خال تھا۔ گن سے میری جڑوں  
 میں کی سو اور میری دلوں میرے سزا آگیا ہو۔ مل سے کچھ  
 منظر کے جذبات ابھرائے۔ اس میں اپنی عقبتی کے لیے جس نے



[illegible][illegible][illegible]

گواہت کہ انہیں غازی بد سے پہلے مسلمان ہو گئے ہوں اور انہیں  
 ظہری مہینہ ہے۔ وہ کوئی میری زبان کو اٹھاؤ۔ ہر  
 ایک سے اسے دانت کو لے کر لے کر لے کر لے کر  
 میری انہیں دانتوں سے پہلے نہیں کہ وہ ایک  
 ناکہ وہ نہیں سوائے وہ خدائی کے پیسہ ۱۰۰ گلاب پتی  
 جو فی جہان ایک قوم کے نہیں سوائے امانت و عطا  
 میں نہ ہوتے تو ان کے دل کے وہ دوسرے دیکھیں کہ  
 انہیں دانتوں کے سبب انہیں کو دانتوں کو انہیں دانتوں  
 نہیں پڑھتے کہ انہیں دانتوں کو دانتوں کے دانتوں  
 انہیں کو دانتوں کے دانتوں کے دانتوں کے دانتوں

تم سے ملنے رہیں گی۔  
 "نہیں بنناؤں گے اپنا۔"  
 "نہیں۔ تم پر پہنچنے کی کوشش ہی نہ کرو۔ یہ تبار سے تھی  
 میں پیڑ ہو گا۔"  
 "لیکن میری سسٹم میں اپنی عمر کے بارے میں کچھ ترجیحات  
 چاہتا ہوں۔"  
 "نہیں یہی جان لو کہ میں ایک انسانی وجود میں نہ ہوں۔  
 سامنے جو چیز ہوں۔"  
 "ماورجی نہیں بتاؤ گا کہ ہرگز گشت کہاں سے آیا؟"  
 "کہیں سے ہی آیا ہوں تہذیبی ضرورت تو پروردی کرنے کا  
 باعث بنا ہے۔"  
 "ہاں، اس کا کوئی شک نہیں ہے اگر تم واقعی وہی شخصیت  
 ہو جو مجھے مذہبی رہی ہو تو میں کہنے میں کوئی دیر نہ محسوس نہیں  
 کروں گا کہ تم نے مجھے زندہ رکھا ہے۔"  
 "اس زندہ رکھنے کا ایک خاص مقصد بھی ہے۔"  
 "مقصد؟ میں نے تیرے تیرے لیے ہی پوچھا۔"  
 "ہاں۔"  
 "کیا مقصد ہے مجھے بتاؤ؟ میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کے  
 لیے حاضر ہوں۔" منہ نہ کہا۔  
 "میں نے تم سے ایک بات کہی۔ وقت پر جب ضرورت  
 ہوگی میں تمہیں بتا دوں گا۔"  
 "اے! میرے ذہن میں بے شمار سوالات ہیں ایک طویل  
 عمر کے بعد جب میں انسانی شکلیں بھول گیا تھا۔ میں نے  
 ایک انسانی لڑکے کو دیکھا ہے اور یہ میری اتنا شین ہے کہ دل  
 بہنا بنا جائے لیکن تم نے اپنے اوپر بلا اثریت کے باوجود  
 اوندھ نگے ہیں۔ مجھے بتا دو تم کون ہو؟ میں تمہارے لیے بھی  
 بھی ضرور رہاں ثابت نہیں چڑوں گا۔" جواب میں چروہی سننے  
 سنائی دی اور ہر مزدور کی طرح میں کہا گیا۔  
 "مجھے کوئی حزن نہیں پہنچا سکا۔ مجھے۔ میں نے ایک نازیب  
 دعا دیا ہے۔ مجھے ایک نئی دنیا میں آئی ہوں اور اس نئی دنیا کے لیے  
 تیار ہوں کہ ہر ہون۔ یہ تبار کی دنیا ہے۔ اسی دنیا میں مجھے رہبر  
 کی ضرورت پڑے گی جو میرا ساتھ دے سکے جو مجھے اس دنیا سے  
 روشناس کرانے اور رہبر میں نے نہیں منتخب کیا ہے۔ ہر چند  
 کہ میں جانتی ہوں کہ تم کوئی ہو؟ اور کی توڑوں کا ساتھ دے رہے  
 ہو؟ لیکن میں نے کہا کہ جو میں نے نہیں اپنے لیے منتخب کر لیا ہے۔  
 اور اب نہیں وہی سب کچھ کرنا ہو گا جو میری چاہ میں گی۔ جو کہ تم

کہاتے رہے بروہ میرا علیہ تھا۔ تبار سے لیے اور اب تم مجھ سے  
 عزت نہیں کر سکتے۔ اگر اکڑت کر دیتے تو نہیں ایک ایسا احساس  
 ہو گا کہ تم موت کی آواز دکنے کو گئے اور اگر تم نے مجھ سے تعاون  
 کیا تو میری دوستی اور محبت پاؤ گے اور اپنی دنیا میں وہ سب  
 کچھ حاصل کر رہے جو نہیں کسی نہیں مل سکتا تھا۔"  
 "میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔  
 پروردی رات کے لیے زندہ نہیں آئی تھی۔ یہ کون کی؟ کون کی؟  
 مجھے اس کی شخصیت سے احساس ہو گیا تھا کہ کوئی اور الٹی قوت  
 ہے۔ کوئی ایسی قوت جو اس جزیرے پر شکلیں ہو کر چھو۔ میں اس  
 سے قبل اسے نہیں دیکھ سکا تھا۔ میں تو۔ میں تو یہاں انسانی شکل  
 کو توڑ گیا تھا اور وہ۔ وہ مجھ سے اس قدر قریب ہو کر رہی تھی۔ اس  
 نے جو کچھ کہا تھا پتہ نہیں اس کی اصل کی کیا ہے۔ یہاں سے  
 واپسی کا تصور میرے لیے بڑا ہی دلکش اور بڑا ہی سحر انگیز تھا  
 کیا میں یہاں سے واپس جا سکوں گا؟ کیا وہ مجھ کو کبھی پہچنے  
 ہے رست ثابت ہو گا؟ رات میرا ہی خیالات میں غلطی  
 دوپہاں رہا۔  
 دوسری صبح میں نے دیواروں پر اسے کھینچ کر ناشر کر دیا۔  
 جزیرے کا ایک ایک جزیرہ جہاں مارا۔ لیکن کسی انسانی وجود کا  
 پتہ نہیں تھا۔ میں نے سوچا کہ ممکن ہے وہ پناہوں کے نیچے کسی جگہ  
 میں رہتی ہو۔ چنانچہ ساری پناہوں اور غاروں کو جہاں مارا۔  
 لیکن اس کا کوئی پتہ نہ پلا۔ اور جب میں واپس اپنے غار میں  
 پہنچا تو میں نے اسے وہی پایا۔  
 آج موسم صاف تھا۔ تین دو گئے دھندلی دھندلی سی نظر آ رہی  
 تھی۔ مجھے یہ محسوس ہوا تھا جیسے وہ کسی شے کے نیچے کھڑی ہو۔  
 شے کی بہت موٹی چلائے کے نیچے جہاں انسانی جسم ہوتا ہو  
 نظر آ رہا تھا۔  
 وہ میری نگاہوں میں واضح نہیں تھی اور یہ بھی اس کی کوئی  
 طبعی قوت تھی۔ میں نے بے سہارہ کر دیا تھا۔  
 میں اسے دیکھتا رہا۔ اس کے قدم خالی اب بھی نظر نہیں آ  
 رہے تھے۔ چہرے پر وہی تاریکی سی نقاب بند کی ہوئی تھی اور  
 زمین آگے ہی اسی نقاب کے عقب سے جھانک رہی تھی۔  
 ان آنکھوں میں سکڑا ہوا تھا اور مجھے میں انکھوں کی بجائے  
 پرورچہرہ سکھاتا ہوا نظر آ رہا تھا۔  
 "کیسے ہو؟" پوچھا گیا۔  
 "خاکسروں۔" میں نے جواب دیا۔ ہر بولا۔ ایک بات  
 کا یقین کروں گی۔"

"اور جان، تمہاری تہا! ان کا یقین کر لوں گی! باہر دانا تھا۔  
 تم کہو تو سہی۔"  
 اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ انداز میں ڈرامی سرد مہری نہیں  
 تھی۔ میں ساری رات نہیں سو سکا۔ تبار سے ہی بارے میں  
 سوچتا رہا۔  
 "کیا سوچ رہے ہو؟"  
 "ہم۔ میں۔ میں کچھ نہ بول سکا۔  
 "ہاں جی کہو۔ کیا تم نے دشمن کی باتیں سوتے ہو؟  
 اس نے بے بالی سے کہا۔  
 "نہیں نہیں۔ میں تہا کی پرتو شخصیت کے  
 بارے میں غور کرتا ہوں۔"  
 "ہاں۔ لیکن تمہارے لیے بہتر ہے۔ میرے لیے کوئی غلط  
 نظریہ مست قائم کرنا۔ اس نے جواب دیا۔ اور میں کچھ شرمند  
 سا ہر گیا۔  
 "نہیں۔ مگر میرے لیے افسوسناک بات یہ ہے کہ میں،  
 نہیں کسی نام سے پکاروں؟"  
 "نئی اہل اس سے باز ہو۔ ایک مناسب وقت کے  
 کامیاب میں اپنے بارے میں تمہیں تفصیل بتاؤں گی۔ لیکن یہ  
 میں ابھی دیر ہے گی۔ نہیں میرے لیے اپنی تہذیب دنیا میں پہنچ  
 کر وہ سب کچھ کرنا ہو گا جو اس قوت کہوں اور اگر تم نے کسی  
 سے پہچو تو مجھے تو تمہارے ہی میں بہتر نہیں ہو گا۔"  
 "وہ کیا ہے؟" وہ کیا ہے؟  
 "تم نے بھی تو میرے اور پناہات کیے ہیں۔"  
 "ان احساسات کو جانے دو۔ تم لوگ بہت ہی نامیاس  
 ہوتے ہو۔ جب کو کہنے پر آئے ہو تو کسی کے احساس کو نہیں  
 مانتے۔ تم کیا کہتے ہو؟ کیا میں تہا کی نعمت سے ناواقف  
 ہوں؟"  
 "اگر ہم انسانوں کی ذات کو یہی پرتو تھیک ہے۔ میں نے  
 لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ میرے اس جواب پر وہ سستہ  
 انداز میں نہیں پڑی تھی۔  
 "پھر تو جی بابت ہے۔ تم نے لوگوں میں سے نہیں ہو۔  
 مجھے خوشی ہوئی۔ لیکن اب ایک بات اپنی طرف سے کہو۔"  
 "وہ کیا؟"  
 "اب تہا کی تہا محبت۔ تمام انسانیت اور ساری  
 دنیا میں میرے لیے وقت ہے۔ کسی اور کے ہنسنے میں ہنر  
 تم نے سوچا تو میں تو انسان انہا کے۔ تبیں اس کے کوئی

طرح سے رہی تھی۔ خود کیا کرے گی؟ خود کس طرح جہاز پر پہنچے گی؟ کوئی بات میری کہ میں نہیں آتی تھی۔ بہر حال میں نے اپنا ذہن جو تک دیا۔ رات کو بھی اچھی طرح نیند نہیں آئی تھی حالانکہ کچھ رات کا جاگنا ہوا تھا۔ بہر صورت دوسری صبح میں نے تیار ہاں کہیں۔ دل میں خوف و دہشت تھی کہ اگر میں سمندر میں دوڑتے ہوئے جہاز پر اٹھ جاؤں تو کہیں سمندر کا شکار نہ ہو جاؤں۔ پتہ نہیں جہاز کسے لگا بھی یا نہیں اور جہاز آگے بڑھنے اور میں اس جگہ تک نہ پہنچ سکوں جہاں کی نشاندہی کی گئی ہے تو جہاز پر اٹھ جانے کا اور میری ہی ہاں نہ ہو جائے گا۔ بچنے کے لئے یہ جہاز تو بڑے بڑے کڑاں پر آگیا ہے۔ ہم جہازوں کی گڑگڑاہٹ یہ نہیں تھی۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ کوئی جہاز یہی نہیں لے گا پھر میں نے سوچا۔ ویران جزیرے پر زندگی گزارنے سے تو بہتر یہی ہے کہ زندگی کے لیے جہاز پر چڑھ کر جائے۔ اگر میں زندہ ہوں، جس وجہ سے دنیا پر آج ہوں، اتنے مستحق ہوں اور یہ یقین ہے کہ وہ گوشت کھائے اسی پر مارا دھوکہ فرما دیا جائے گا۔ یہ ہے۔ تو پھر مجھے اس کی اس بات پر بھی یقین کر لینا چاہیے کہ سمندر سے ایک جہاز گزرنے کا چھانچہ میری ہی سمجھ میں ہے یا نہیں۔ یہاں شروع کر دیں اور پھر اٹھ کا نام لے کر پانی میں ڈال دیا۔

بہر صورت جہازوں کا یہ جزیرہ آہستہ آہستہ بچے جا رہا تھا۔ اور میں جہاز پر اٹھ کر میری کمر باندھ کر رہا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اندر میری اذانہ نہیں لگا رہا تھا تاکہ میں جزیرے سے کتنی دور نکل گیا ہوں۔

زہن میں طرح طرح کے دوسرے آئینے تھے۔ دل ڈوب رہا تھا لیکن ترالیا دکھانے کے معذرتی اپنا زندگی کی جہد جہد کے لیے سب کچھ کر رہا تھا اور ان اچھے برے نیاں کو بھلنے کا طریقہ یہی تھا کہ میں سوچنا چھوڑ دوں۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ جہاز دیا تو کیا میں وہاں پر جیسے تک پہنچ سکوں گا۔ سمندر کی ہڑتال میں اب یہاں کتنی فتنے ہو چکے تھے اور ان کے دھبے تیرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ لیکن میرے بطن کی قوت حیرت انگیز تھی۔ اس سے پہلے میں نے خود کو کہیں اتنا توانا محسوس نہیں کیا تھا۔ بہر صورت میں بہت فتنہ نسل آیا۔ وقت بچانے کا یہ رہا تھا۔ سوچ خوب چمکنے لگا تھا۔ تب میں نے آنکھیں کھول لی اور دفعتاً دیکھنے لگا۔

وہ جہاز جسے زیادہ دیر پہلے میں نے نہیں تھا۔ جہاز کے کمرے بہت سے لوگ کمرے میں تھے۔ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔

مجھے دیکھ لیا گیا تھا۔ میں تو آنکھیں بند کر کے تیر رہا تھا۔ اس لیے میں نے اذانہ نہیں لگا سکا تھا اور ویسے یہ اچھا ہی ہوا تھا۔ میری قوت میں۔ چونکہ جہازوں سے کہیں ہے اگر دوسرے بچے دیکھیں تو کوئی غلط فہمی نہ پڑے۔ وہ پہلے ہی سمندریوں کا شکار ہو چکے تھے۔

میں آہستہ آہستہ جہاز کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ پھر جہاز سے کچھ پر ایک ترچہ پھیل گیا۔ رتہ کیا پڑی تھی ایک باقاعدہ۔ میں نے اسے بڑھایا۔ اور آہستہ آہستہ مجھے کھینچا جانے لگا۔ میرا دل حسرت سے لرز رہا تھا اور میں اچھڑک کر ایک کھالی نشانہ کے لیے آہستہ آہستہ خود کو تیار کر رہا تھا۔ ویسے یہ کیا حسرت! آخر بات تھی کہ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ صرف حرفت راست تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں جہاز کے کمرے پر پہنچ گیا۔ کئی باتوں نے مجھے سہارا دینے کیلئے کہا اور میں کمرے پر اٹھ کر کمرے کے کمرے میں بیٹھ گیا۔ لیکن تو یہی گئی تھی اور میری حالت بھی زیادہ بہتر نہیں تھی۔

جہاز کا پیشین جو ایک طویل اقامت اور شروع و سیرا گزرتھا۔ میرے بالکل نزدیک کھینچ گیا اور مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے میرا لاندہ صاف پتہ لکھ دیا۔

”مگر منہ نہ ہو۔ اب تم بالکل غلط ہو۔ شاید تم سمندر میں کھینچے گئے۔ کس جہاز سے؟ یا پھر ممکن ہے کہ کسی تباہ شدہ جہاز کے شکار ہو؟“

مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔ سر پر کچھ جھک رہا تھا۔ اس لیے آنکھیں اس کی جھک جھک سے دھبانے بند ہو گئیں۔ تب کیپٹن کی آواز سنائی دی۔

”اسے کیپٹن میں نے جہاز، اچھا ہاؤس کی ناش کرو۔ وہ ہم پر ڈال۔ اس کی حالت بہتر ہو جائے گی۔ تو آؤ آؤ یہ ریل فریال ہے۔ برداشت کر جائے گا۔“

”اوہ کے چیٹ۔“ جواب ملا اور تھوڑی دیر کے بعد کچھ لوگ مجھے اٹھانے کیپٹن میں لے گئے۔

گرم کہیں تھا۔ وہاں وہ لوگ میرے ہاتھ پر ہاؤس کی ناش کرنے لگے۔ پیٹ کو بھی سہلایا گیا۔ میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ میری اتنی خراب حالت نہیں تھی۔ جتنی وہ لوگ کہہ رہے تھے۔ بہر صورت گرم گرم دودھ کا ایک گلاس پیئے۔ بعد میں نے خود کو کھانے پر تیار کیا۔ ابتر طور پر اس کا حال رہتا ہو رہی تھا۔ درخت پر نہیں یہ لوگ میرے ساتھ کیا سلوک کرتے۔؟

”کیا تم ہیں اپنے باپ سے میں بتا دیتا کہ لگے؟“

”ہاں۔ میں ایک تباہ شدہ جہاز کا شکار ہوں۔ میں نے اپنے جہاز کا نام پتے پر لکھا۔ میں پر میں نے سفر کیا تھا اور وہ لوگ میرا نام لکھ گئے۔“

”اور تو تم اس جہاز کا شکار ہو گئے تھے؟“

”ہاں۔“

”کیا تمہیں اس کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟“

”ہاں۔ وہ مکمل طور پر تباہ ہو گیا تھا۔ پتہ نہیں کیا ہوا تھا۔“

”تفصیلات بھی نہ ہو سکتی۔“

”اس میں سوچو مسافر؟“

”کچھ ہی سمجھنے تھے۔ لیکن کوئی فوری اقدام وہاں نہیں پہنچ سکتی تھی۔ میں قرب وجوار کے جزیروں سے انہیں پکارتا رہا تھا۔ زمین کشیاں تھیں۔ جنہیں نہایت دور جا کر سمندر میں پکڑا گیا۔ اور اس میں سے کچھ آدمی بچے گئے۔ آہ۔ آہ۔ میں اس جہاز کا مسافر ہوں جس کے بے شمار افراد سمندر پر ڈوب گئے۔“

”اس میں تمہارے دوست اور عزیز و احباب بھی ہوں گے؟“

”ہاں۔“

”لیکن اس دوران تم کہاں رہے؟“

”دور بہت دور۔ تم سمندر پر وہ سیاہ کچر دیکھ رہے ہو۔ وہ ایک جزیرہ ہے۔ آدھا میل لمبا اور اتنا ہی چوڑا۔ اب آج گیارہ جزیرہ ویران، یہاں کچیلوں کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ یہاں کچیلوں کا کھانا کر زندگی گزار رہا ہوں۔ تقدیر تھی کہ بچ گیا۔“

”کیا تم نے خود ہی سے پاس سے جہاز کو دیکھ لیا تھا؟“

”ہاں۔ میں نے جواب دیا۔“

”جہاز کیپٹن کو اطلاع دو کہ وہ ہڑش دھواں میں ہے۔ اور صحیح انداز ہے۔ وہ اپنے جہاز کی تباہی کی داستان سناتا ہے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا۔ غائب یا تو کٹر تھا، دوسرا آدمی باہر چلا گیا۔“

”تھوڑی دیر کے بعد کہتا ہے کہ میرے لیے ایک باپ بھولا اذانہ سے ہے۔ باپس بیٹا گیا تھا۔ لیکن میرے بدلے پر بالکل صحیح فہم میں نہ تھی تو گویا سے ہیڈ رت کی اور پھر وہ دیکھنے کے علاوہ ایک سرخیز میں پہنچا جو کہتا ہے کہ لگاؤ غایت میرے لیے بیٹھا تھا۔ نیچے ہاؤس تھا۔ چنانچہ ایک عام اچھل کی چلیں تھی مجھے غلام کر دی گئی تھی۔“

”یہ باپس ہیں کہ مجھے کس قدر حسرت ہو رہی تھی۔ میں بتا

نہیں سکتا۔ میں تو زندگی سے ہی باپس ہو چکا تھا۔ لیکن میری سزا نے مجھے نئی زندگی دی تھی۔ میں اس کا محسوس کر رہا تھا۔ جہاز کا نام پکڑ لیا تھا اور اس کا کچیل چاہیے تھا۔ لیکن اس نے اپنی نفسی آدمی تھا۔ مجھے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اس نے ہر سہولت مہیا کر دی تھی۔ یہ بات بھی درست نکل تھی کہ وہ ہمدردی ہی جا رہا تھا۔

میں نے اپنے اپنے اپنے میں تفصیلات بتائیں تو اس نے کہا۔ ”کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ بتائے گا کہ میں اس کا شکار ہو رہا ہوں۔“

بہر صورت جہاز میں سفر جاری رہا۔ دوران سفر ایک بار مجھے اس کی آواز نہیں سنائی دی تھی اور نہ ہی مجھے کوئی شکل نظر آئی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میری وہ کمر کس طرح مجھے ہڈستان تک لے گی۔ میری کمر میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ بہر حال جب کچھ کمر میں رکھے تو خاموشی اختیار کرنا ہی زیادہ بہتر ہو رہا ہے۔ جہاز کے کمرے کے کمرے سے بہت بہتر ہو کر رہ گئے تھے۔ ویسے یہ مسافر روادار جہاز نہیں تھا۔ بلکہ کارگو شپ تھا اور سامان لے کر جا رہا تھا۔

جہاز کا سفر جاری رہا اور پھر وہ بھی کی زندگی سے جا ملے۔ جہاز کے کپتان نے مجھے اپنے ساتھ رکھا تھا۔

پچھلے وہاں سے سامان اتر رہا تھا۔ میری شان تھا کہ دیکھو۔ بنائے یہاں مجھے کئی کن مشکلات سے گزرنا پڑا ہے۔ بہر صورت جس کیپٹن میں مجھے اپنے لیے کہا گیا تھا میں اس میں بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتاً مجھے اپنے عقب میں سرسبز لہٹ محسوس ہوئی۔

میں نے فٹ کر دیکھا اور ششدر رہ گیا تھا۔ وہ ایک انسانی پیکر ہی تھا لیکن ہلکا اور لکڑی کی شکل میں۔ میں ایک ہیور تھا۔ مدھن آؤٹ آؤٹ اور اس کے اندر تاریکی۔ اس آؤٹ آؤٹ سے مجھے ایک آواز سنائی دی۔

”بابر دا خان! تم فریٹ سے تو رہو؟“

”تم تم۔ یہ تمہاری کتنی شکل ہے؟“

”ہاں، ابھی مجھے اپنی اصل ہیئت حاصل کرنے میں ایک طویل عرصہ درکار ہو گا۔ سمندر میں نہ جانے کتنے بچے جو قوتیں حاصل کی تھیں، وہ بھی فنا ہو گئیں۔ مجھے ایک طویل زمانہ گزرا ہے بابر دا خان! اور تم اس میں میرے معاون ہو گئے۔“

اس نے کہا۔

”میں تیار ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”ویسے کسی بھی طرح پر تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں تمہارے لیے کرنل شکل درپیش نہیں ہو گی۔ تم جہاز سے

نکل کر اپنی سہیلی دنیا میں جانے کے لئے میں سوچ رہی تھی۔  
جہاز کے کپتان نے مجھے اس مسئلے میں بہت سے وعدے کیے  
ہیں۔ میں تمام چیزوں کو کوئی اُمید نہ تھی۔ میں تمہیں اپنے  
ساتھ لے جاؤں گی اور بارہ سو پونڈ دوں گی۔ نہیں کوئی مشکل پیش  
نہیں آئے گی۔ لیکن ایک بات کان کھول کر سن لو۔  
”وہ کیا؟“

تہیں ہر حالت میں میرے احکامات پر عمل کرنا ہوتا تھا۔ میں نے تباری زندگی خوفِ اسی لیے برپا کی ہے کہ تم میرے ساتھ تعاون کرو۔ اگر کسی تعاون نہ کرنے کی سوچی یا۔ میرے ساتھ فداکاری کی کوشش کی تو ایسی جبرِ ناک سزا پاؤ گے جس کا تصور تم نے کبھی خواہیں بھی نہ کیا ہوگا۔ جبکہ کبھی میں کہوں اس پر آنکھیں بند کر کے عمل کرنا۔

۱۰۔ مگر تم مجھ سے کیا کام لینا چاہتی ہو؟ اگر بات ہے تو میں تم سے اور بھی بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔  
 ۱۱۔ ہاں ہاں ضرور کرنا۔ ابھی میں تمہیں صرف یہ بتانے آئی تھی کہ تم پریشان نہ ہو، آؤ میں تمہیں باہر لے چلوں۔  
 ۱۲۔ اب کسٹھ حرکت کرو۔

و کیوں کہ سب کچھ کی غزورت نہیں۔ نیز انا تھو کہو  
کہ چمکدار ہونے نے اپنا ہاتھ اگے رکھا یا۔ بس مجھے ہی غم  
ہوا تھا جیسے میرا ہاتھ رول کے نرم نرم لالے میں جا دیا ہو۔ میں  
اس کے ساتھ اگے بڑھنے لگا۔

میرے قہر میں اس کی لڑکی ملی۔  
 ہمارے گھر سے مسلمان اتار جا رہا تھا۔ اس کی سہیلی کی کھانک  
 لیے اپنے کاتوں میں سنائی دی۔ اس وقت کرن ایک بہت بڑی  
 سی بولی اٹھا رہی تھی۔ اس نے مجھے اچھکاکے اس بیٹی پر بٹھا دیا۔  
 میرے حواس جواب دینے لگے تھے یہی آہستہ آہستہ اور  
 آخر رہا تھی۔ پھر وہ اتنی ادھر اٹھ گئی کہ اگر میں یہاں سے  
 گراؤں تو اس کے ساتھ ساتھ گراؤں۔

بجائے خوف تھا کہ دوسرے لوگوں نے مجھے دیکھا ہو گا اور  
بجائے قیاس و حد ہے ہوں گے میرے بے بس ہیں۔ کہیں آہستہ  
آہستہ اپنا جگر کھم رہی تھی اور پھر خود کی زد و یکسر پہنچ گئی۔  
پہلی پھاڑی اور میں اچھلی کر زمین پر آ گیا۔ خرب و جوار میں  
بہت سے زرد رہسوار زاد و دوسرے لوگ کھڑے ہوئے  
تھے۔ ان میں سے کئی کھڑکے بیٹھو گئے تھے لیکن کسی نے مجھ پر تو تیر نہیں  
دی۔ میں جیسا کہ مشہور وہاں کھڑا ہوا اور سچا رہا کہ یہ لوگ  
مجھ سے کچھ کہیں گے۔ لیکن رفتا وہی رہی مجھے اپنے ہاتھ پر مٹا دیا۔

”کہو کس نامہ سے حاصل کروں؟“

یابروادوغھاس کے نام سے ۔  
 - عمل لیکن ۔ میں ۔ میں ہی کہ اور اپنی کہاں سے کروں گا ۔  
 میں نے پڑھا اور جواب میں لکھے وہی کہ کھانے اور سننے سنانا دینی ۔  
 نہلی کی اور اپنی بھی برجائے گی ۔ فکر کیوں کرتے ہو نہ پڑھو گے  
 برص اور بونٹ چل کر کر رہا مل کر رہا ۔

میں ہماری قدروں سے ہر عمل کی عمارت میں داخل ہو کر کاؤنٹر کے پاس پہنچ گیا۔ کاؤنٹر کلرک نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔  
 ”کمرہ چاہیے؟“ میں نے کہا۔ اور اسی نے روم نمبر دیکھ کر سامنے دیکھا۔

اس میں اپنا نام اور پتہ لکھ دیجئے۔  
میں نے اپنا نام پتہ اس کی ہدایت کے مطابق اصل ہی  
لکھا تھا۔ تاہم سرکار کے نے چاہی میری طرف برعادی۔  
پانچ سو روپے ادا کر لیجئے جناب : یاں پیسے بعد میں  
دے دیجئے گا۔

جیب - پانچ سو روپے۔ میں نے ہر کھلا سٹے ہوئے انداز  
میں جیب نکالی۔ جیب میں پھر نوٹوں کی سرسبز لہٹ محسوس  
ہوئی تھی۔ میں نے جیب سے ہاتھ نکالا، میرے ہاتھ میں پورے  
پانچ سو روپے تھے۔ میں نے روٹی جھکی اور نوٹ کاڈ سٹر کاڈ کے  
حوا سے کر دیے۔

لاؤنٹر لکڑی کے نور پور پور کو لیا اور۔ مجھے میرے کہے  
 کے پہچاننے کے لیے کہا میں اپنے کہے میں آگیا۔  
 نورام رہ اور کشادہ کرہ تھا۔ بستر پر بیٹھ کر میں پریشانی سے  
 پریشانی مٹانے لگا۔ جو کہ ہر بات تھا میری بکھر اور توفیق کے باطل  
 خلاف تھا۔

جہاز میں، میں نے شیوہ وغیرہ درست کر لیا تھا۔ ایک بار بر  
نے میرے بال وغیرہ کی کاٹ دیے تھے اور میں ہنسائی تھوٹا ہی کر  
تھا لیکن یہ سب کچھ تھا۔ البتہ میری آنکھ میں یہ تیشی آکر رہا تھا کہ  
زندگیاں اس کی راہوں پر سفر کرے گی؟

آئندہ زندگی میں ایسے کیا کرنا چاہیگا؟ یہ سوال نامکمل تھا۔ اب  
اسی طرحوں کا ہمارا نام لکھ ہی تھا۔ اسی کا وہ نام و نشان میں سٹ چکا  
تھا جن لوگوں کے ساتھ میں زندگی گزار رہا تھا۔ اس عجیب فسفیر  
زندگی کا کوئی اور نمونہ میری کہ میں نہیں آرم تھا۔ سلامتی پیلارہ  
آئندہ زندگی میں کیا کرنا چاہیگا؟ یہ سوال نامکمل تھا۔ اب

چسپو کو چاکر کہنے میں لاکھ بچے تھے۔ اس کا ایک کام بھی وہی چسپو  
تھا کہ اس کے بندہ گناہ چمکا پھوٹا آیا تھا۔ چسپو نے اس سے چسپو کو

مسلمان مزدور پیدا ہوا تھا۔ اسے اپنی صدیوں پرانی ملکیت کو چھوڑ کر باغی بن گیا تھا۔ لیکن ہر صورت ہی کے بعد اس نے مسلمان کو بھی شکلائے بھگادیا تھا۔

یہ دہ لڑی اجڑی طرح یاد تھی جس کی دیر سے پہاڑ میں مسکرا  
پڑا تھا اور پہاڑ تباہ ہو گیا تھا۔ یقیناً وہ جاوولی قوتوں کا ناز تھا  
تھا۔ جس نے بے شمار انسانوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ یہ سب سامان  
کی دیر سے ہوا تھا۔

بیز پروریں کیا کرنا تھا؟ ہرگز بہت جلدی تھی وہ اور بہت ہی  
عجیبی تھی۔ کیسے پریشانی شغل و صورت ملتی تھی اور میں کسی قسم کی  
میں چھینس گیا۔ تھا۔ وہ دیر نہ ہو میرے کیسے اس جزیے  
سے ٹک جاتی تھی۔ اب بالکل قریب ہی تھی۔ اور نہ مانے کر یا کم لینا  
پڑا جاتی تھی۔ نہ مانے وہ کیا چاہا جاتی ہے؛

میں بیڑیا سو ہتھارہ۔ دھنسا بجے اپنے عقب سے ایک ہزار  
سنائی دی اور میں جو تک پڑا۔

مکتفی کی پریشانیوں میں اُلجھے رہو، یہ پریشانیوں تمہاری  
اپنی پیدا کردہ ہیں۔ میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔ تم مجھے بڑھو  
کچھ یا کچھ اور۔ ہر صورت میں تمہارے سوا سے جان کھٹکتی ہو

میں نے کہا، جیسے جو، تمہاری ذات میرے لیے کوئی نہ کوئی نیکیت رکھتی ہے۔

جڑی بوٹی سے تیار ہے برہمچاری اچانک۔ میں نے بے پناہ مسکراتے ہوئے کہیں  
میں قبیلے کے یونان پر ایک نمونے کی حیثیت اختیار کر کے ہمارے ہنگامہ  
ہوئی۔ حالانکہ ایک لمحہ کے لیے تپنے کے خطرے میں ڈال رہا تھا۔

کیا مطلب؟ میں نہیں سمجھا۔ میں نے کہا اور پھر وہی غزل  
 جتنی میرے کانوں میں گونجی۔ اس لیے کوئی بیچارہ وغیرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔  
 البتہ یہ کہہ کر بڑا تھا کہ کمرے میں میں تھا نہیں ہوں۔ تب اس نے کہا۔

میں تھکے سرمی ایک خفا سا کڑا ہن کر رنگ ربی محی  
شاید تم اس کڑے کو چوٹ لگاتے ہو۔ میں اسی طریقے سے یہاں تک تک  
تھی۔ تھکے سر اور دھڑلے کے بال بڑھے ہوئے تھے۔ اسی لیے ہر

نے ان میں بہادری حاصل کی۔ اور اس وقت میں پریشان ہر گز بھی  
 اور جیسے بال کاٹنا تھا۔ یہیں کہ وہ مہنت کرتے بھی تھے۔ اور  
 میری طرف کی کہانی ایک ایسے سولے انسان کے ہاتھوں ختم ہو جاتی  
 کہ وہ ہر قسم کے غم سے کر سکتا تھا۔

۱۰۵۳ء میں اسی کے بعد کیا ہوا؟  
اسی کے بعد کچھ نہیں۔ مگر بے ہرے بعد محفوظ رہا۔



نہیں بلکہ بتاؤ!

نہاچو۔

میں اس وقت تکس کو نہیں دیکھوں گا۔ بنگلے

نہ پڑا جہل جہل کے کہتے ہیں کہ چاہتی ہو۔

وہ میرا بہادر لڑکا تھا۔ ہم نہ تھے کہ چاہتی ہوں اور مجھ میں  
چاہتی ہوں وہ نہیں کرتا ہوا۔ ہر حالت میں ہر وقت پر۔ میں یہ لگاتی  
تھی کہ وہ لڑکا بڑا بہادر تھا۔ وہ اپنی دلی ہے۔ شاید اسے میرے لیے  
بہت سی باتیں سمجھ رہی تھیں۔ شاید اپنا خاندان اسی ملک میں ہے۔  
لیکن اس کے لیے اس کی کوشش مت کرنا۔ اگر تم نے ایسی کوشش کی  
تو اس کے بعد بال جان بجاؤ گے۔ بے پراسرار حاصل کرنے میں  
دو دو تیس بیسے ہے وہ سب کچھ کرنا ہوگا۔ جو کام حالت میں تم  
کچھ نہیں کہتے۔ لیکن اسے نہیں دیکھو۔ میں اس کی طرح اپنی اصل  
زندگی حاصل کروں گی۔ روز میرے ساتھ نہیں آکر رہا ہوا۔

مگر بتاؤ کسی۔ مجھے کیا کہیے؟

نہیں۔ اس کے نہیں بتاؤں گی۔ جن میں وقت گزرتا ہو  
ہائے گا۔ میں نہیں اس بارے میں بتاتی ہوں جہاں آؤں گی۔

لیکن میری زندگی کا جذبہ کیا ہوگا؟

بیمار طلب؟

میرا مطلب ہے کہ میں زندگی کسی طرح گزاروں گا؟

دیکھو۔ اب تک میں نے کسی کی سچائی نہیں دیکھی ہے۔ میں نے  
نہیں جانا کہ پہنچا۔ جہاں کے لیے یہ سڑک کے لیے یہاں تکس پہنچے  
تم میں ہی اس کا شک ہے۔ میں شہر میں اس کی سادگی میں ہی گئی۔  
مجھے نہیں پڑا کہ تباری دنیا میں زندگی گزارنے کے کیا طریق کار ہوتے  
ہیں۔ لیکن میں نے اپنی زندگی سے کام لے کر کہیں وہ مشکلات کا  
شکار نہیں ہونے دیا۔ کافور کے پکارے جو تباری دنیا میں بہت  
بڑی حیثیت رکھتے ہیں۔ تبار کے لیے کار کا مذہب ہوتے ہیں۔ یہی  
نے دھڑوں کی بیروں سے نکال کر شہر میں جیب تکس پہنچا ہے۔  
میں تم سے سب سے پہلا کام چاہتی ہوں۔ بار بار دہانا۔ کہ تم مجھے  
اپنی دنیا سے روٹناں کرو۔

تم میرے سامنے کیوں نہیں آتی؟ اب تک تو تم میرے  
سامنے ایک ہی شکل میں آتی رہی نہیں۔

بار بار دہانا۔ دیکھو میں تمہیں زیادہ تفصیلات نہیں بتا  
سکتی۔ لیکن یہ بتاؤں کہ تمہارے لیے بڑی کٹھن کیفیت ہو سکتی  
ہے۔ مجھ کو کہہ دو کہ میں اسے اپنے میں اس حد تک کامیاب ہو گئی  
تھی کہ تم میرا ہر لڑکچہ سکو۔ لیکن تمہیں امید کرنے کے بعد میں اپنی  
وقت چھوڑنا چاہتی ہوں۔ اب میں صرف ایک ہی شکل میں نہیں رہتی

میں تو ایک عادی ہوں کہ انسانی وجود میں آجائیں اور اپنی آئندہ  
زندگی اپنی مرضی کے مطابق گزارنے کے لیے میں ہاؤں۔ لیکن اس  
کے لیے مجھے بہت کچھ کرنا ہے۔ اور تم اس کی میرے سادہ زندگی  
خبردار: لہذا اگر تم نے مجھ سے اعلان کیا تو تباری زندگی  
مذہب کا شکار ہو جائے گی۔ اپنے طرز پر تم جس طرح چاہو گراؤ گے۔ ہر  
بیمار خاں نہ ہوگا۔ لیکن مجھ کو میں کہوں، اس سے اعلان نہ کرنا  
بے فکری کا مکتبہ ہے۔ اگر تم اس کی کوشش نہ کرنا۔ اگر تم نے ایسی کوشش کی  
کا باعث بن سکتی ہے۔ تم مجھے اپنی دنیا میں زندگی گزارنے کے گڑبغاؤ۔  
کیا ہوتا ہے یہاں؟ کیا یہ لیکن نہیں بار بار دہانا۔ یہی تبار سے ساتھ  
دہوں اور تم مجھے اس زندگی سے روٹناں کرو۔



کیوں ممکن نہیں ہے۔ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ لیکن سب  
سے پہلے بات ہے میری آئندہ کس کو اس دنیا میں ایک چھوٹا  
گناہ کے لیے اس کی زندگی کی حیرت انگیز کوشش ہے۔ مجھے نہ کہنا۔  
مگر میں کیا ہر روز ہوں؟

وہی وقت جو تم نے میری عزت کے لیے لڑکھڑکھاتے تھے  
انہاں ایک ہے۔ یہ کہ تم میں کہیں سے تباری حیرت  
کے مطابق مل سکتی ہے؟

قاتل اور زانیہ میں اس کے چھری ڈال دینا اور خوار و غریب  
میں آکر بڑھنے؟

نہایت سے طرز پر ہوتے ہیں اس کے۔

مجھے کیا بتاؤ۔

ٹھیک ہے۔ میں نہیں دیکھوں گا۔

جک؟

آج ہی۔ لیکن اس کے لیے نہیں ایک کام کرنا ہوگا۔

وہ کیا؟

تمہیں میری مدد کرنی ہوگی۔ میرا مطلب ہے ایسے ہی قتلے  
سے کوئی نوٹ لینے کے لیے فراہم کرو۔ تاکہ میں اپنی حیثیت بھالوں۔  
مجھے کچھ چینی خریدنی ہے۔ یہ ساری چیزیں بازار سے مل جائیں گی۔ میرا  
مطلب کہ وہ دھڑ سے ہے۔ اپنی حالت درست کرنے کے بعد  
میں باقاعدہ مل زندگی کا آغاز کروں گا۔

ٹھیک ہے۔ تم خود ہی دیکھو۔ میں کوئی نہیں فراہم کروں

میں تو ایک عادی ہوں کہ انسانی وجود میں آجائیں اور اپنی آئندہ

زندگی اپنی مرضی کے مطابق گزارنے کے لیے میں ہاؤں۔ لیکن اس  
کے لیے مجھے بہت کچھ کرنا ہے۔ اور تم اس کی میرے سادہ زندگی  
خبردار: لہذا اگر تم نے مجھ سے اعلان کیا تو تباری زندگی  
مذہب کا شکار ہو جائے گی۔ اپنے طرز پر تم جس طرح چاہو گراؤ گے۔ ہر  
بیمار خاں نہ ہوگا۔ لیکن مجھ کو میں کہوں، اس سے اعلان نہ کرنا  
بے فکری کا مکتبہ ہے۔ اگر تم اس کی کوشش نہ کرنا۔ اگر تم نے ایسی کوشش کی  
کا باعث بن سکتی ہے۔ تم مجھے اپنی دنیا میں زندگی گزارنے کے گڑبغاؤ۔  
کیا ہوتا ہے یہاں؟ کیا یہ لیکن نہیں بار بار دہانا۔ یہی تبار سے ساتھ  
دہوں اور تم مجھے اس زندگی سے روٹناں کرو۔

دروازہ کھلاؤ۔ میری بی بی میرا شکار بننے پر تیار ہے۔ لہذا  
وہ بہت لیکن وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔  
اس کے بعد مجھے اس کی آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔  
اس کے بعد مجھے اس کی آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میں نے سب کچھ دیا۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

میرا شکار بننے کے لیے تیار ہے۔ یہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ میں نے باغیچہ  
ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔ اس کے بعد مجھے اس کی  
آواز سنائی دے گی۔ میں نے باغیچہ ان کا سبب یہ ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں چاہے گی۔

نقد بازی کی بڑی ہنر پہنچا۔ یہاں تک کہ ہزاروں کے تین واؤٹ لگائے۔  
اور وہاں سے بچے ہندو ہزاروں لے گئے۔ گرا آج کی گالی اکیس  
ہزار تھی۔ میں ایک ہفتے کی بڑی بیسی کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس وقت  
میری خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ میں اپنی ہادیہ کسی کی وجہ سے اکیس  
ہزار روپے کا ایک بڑا بڑا گلاب گڑھت مل گیا۔ یہی وہی تو وہ  
وقت زیادہ دور نہیں تھا۔ جب میں بیسی میں نمایاں شخصیت کا  
حامل بن چکا۔

جب میں واپس اپنے گھر سے پہنچا تو میری بہت خوش تھا۔  
میرا کوہدہ من میرے ساتھ تھا۔ میری بچی نکلیں اور میں کہا۔  
"ٹھیک ہے بابو جانوں! تم سنی ہو۔"

"بہت زیادہ سنی، تم نے میری ننگی ہڈی جلا دی۔"  
"میں تم جس طرح جا رہی تھی دھرتی کی ننگی ہڈی کا کتے پر  
میں قبیلے میرے اسکاٹ پر مل کر رہتا تھا۔"

"میں تیار ہوں۔ تمہاری وجہ سے مجھے ننگی کی بہت سی ہنسی  
اور خوشیاں مل گئی ہیں، میں نہیں ہنسی تمہارے نہیں کر سکتا۔ میں نے جواب  
دیا اور میری طرف سے آواز آئے ہو گئی۔

"سنو! میں نے تو میری دیکھ کر ہڈی سے نکل کر ایک ب  
کوئی تو میرے نزدیک نہیں تھی۔ میرا سر تیرے پاس میرے پاس  
ہوئے اور تو کو کمال رہا نہیں گئے۔ اکیس ہزار سات سو بیس پنے  
تھے۔

روم میرے لیے بہت کافی تھی۔ جالا لگا جی بات نہیں تھی  
کے میں نے دولت نہ دیکھی۔ اگر میں میری عمر بچہ جاتا تو کوئی بچہ  
کی دولت کا ایک تھا۔ لیکن اسے میرے ہمارے بچے کی بے سب  
کہ بہت عجیب تھا۔ یہاں دولت کا حصول میرے آسان  
کا نہیں تھا۔ لیکن بہر صورت وہ میرے ہنس کے مطابق حاصل ہو  
رہی تھی۔ میری عمر تو وہ میری بڑی بڑی ہو گئی تھی۔ بھلا کوئی  
اس بات کو تسلیم کرنا کہ میں ہی ہوا تھا۔ میں نے مسلمان کا نام لیا۔  
مجھے علم نہیں تھا کہ کسی دھرم میں وہ ہیں یا نہیں۔ بہر صورت  
مسلمان جو کہ ہوتا تھا اس کی بارگاہ میں ہی تھی۔ میرا دل شکستے  
گناہاں لیکن یہاں کہنا!

بہت سے اصلاحات اور غلطیوں کی تھیں لیکن ننگی میں  
لیکھ سیک ہی تھی۔ یہاں پر کوئی تھی۔ دل چاہتا تھا کہ ہر ایک کو لے  
ہو کہ ملدی ہوگی۔ اپنا دل غلط ہی دیکھ کر وہی گئی میری تو۔  
دلت ہو گئی۔ اسے کہہ میں ہی تھا۔ مگر یہ وہ تھا کہ ان کے  
بہرہ گیری نہ ہو گئی۔ بڑی بڑی زمینیں ان کی تھیں۔ میں نے ان کی دل میں  
نیکو کیا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ زمینیں جو تیری ہیں وہی ہیں۔ اس سے ہوا

پرو خاتمہ ہو۔ اٹھاؤں۔ ایسی زمینیں تو بہت ہی کم تو گورنر کو ملتی  
ہیں۔

دوسری سچا نشانی سے فارغ ہو کر کوہدہ کی بڑی بڑی  
دفتر آئے۔ تمہوں کو چاہ سالی دی۔ اور میں اس طرف متوجہ ہو گیا۔

"تھیلہ۔ تم ہو؟"  
"ہاں۔"

"کیسے مزاج ہیں؟"  
"ٹھیک ہوں۔"

"کوئی خاص بات؟"  
"نہیں کوئی خاص بات نہیں۔ تم یہ بتاؤ آج کے یہ تمہارے  
نیکو کیا؟ کیا میرا دفتر کے لیے نہیں چلو گے؟"

"ہاں ہاں، کیوں نہیں۔ لیکن کیا تم میرے ساتھ جاؤ گے؟ میں  
نے پوچھا۔

"ہاں، میں ہر روز تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ اب میں یہاں کے اول  
کو لے کر آؤں گا۔ تمہاری عمر تو اب بڑی ہو گئی ہے۔ اور کوئی بات میری کہ  
میں نہ آؤں تو تم سے جو بھی جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ چلو۔ میں نے جواب دیا اور میری بات سے ہر  
نکل گیا۔

میں نے پاس تبدیل کر لیا تھا۔ بارگاہ میں نے ایک ٹیسی بڑی  
اور اس میں بڑی بڑی چل پڑا۔ سمندر کے کاسے پہنچ کر وہ آہستہ  
سے بولی۔

"اب کیا تم ای کشتیوں میں بیٹھو گے۔ جو آدمی آدمی ہو رہی ہیں؟  
نہیں نہیں، کیوں نہیں کشتیوں سے ٹھہرنا ہوتا ہے؟"

"ہاں میں سمندر سے سب سے حد تو خیر رہی ہوں۔"  
"تو ٹھیک ہے، بہر صورت یہ دیکھو۔ یہ ننگی ہے۔ وہ آدمی  
کو راجہ کی عمر میں کام کر رہی ہے۔ یہ بے جا رہی ننگی ہوتی ہے۔

اور وہ وہاں زندہ ہو رہے ہیں جو سمندر کے کتے اپنی بہت کم تکمیل  
کے لیے آتے ہیں۔ وہ آہستہ سے ہنسی بڑی۔ ہر لمحہ سے لیے  
میں بولی۔

"تم نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی؟"  
"نہیں۔"

"کیوں؟"  
"میں جو محبت کر جاتی ہے۔ وہ میں نے ذاتی کسی نہیں کی۔

حالانکہ ایک محبت میری زندگی میں آئی تھی۔"  
"میں جانتی ہوں۔ تم میری بات کہہ رہا ہے؟"

"اوہ! تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے چونک کر سوال کیا اور

پھر وہ آہستہ سے ہنسی بڑی۔

"تمہارے پاس میں تو بچے سب ہی کہہ سکتا ہوں۔ آہستہ  
میرے ساتھ جی رہے۔"

مجھے اس کوہدہ کے ساتھ خود بھی بے حد محبت تھا۔ میں نے  
میری محبت بدل کر رکھ دی تھی۔ پھر وہ بولی۔

"رات کو چھوٹا کھیلو گے؟"  
"ہاں۔ سب جیسے تم نے مجھے زندگی کی اس راہ پر گوالی ہی دیا  
ہے۔ وہی چاہتا ہوں کہ میرا ایک گھر ہو۔ ایک خوبصورت کی کوئی  
بناؤں اور خوب دولت حاصل کروں۔"

"تو پھر میں کروں۔ تم روزانہ مختلف ہوٹلوں اور گھروں میں گھروں  
نیکو کرو۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ جس طرح بھی کہو گے کئی رہا  
کر دے گا۔" میں نے گردن ہلا دی۔

پھر میری پوا۔ رات کو چھوٹا کھیلو گے، اکیس ہزار کی رقم میں  
نہ تو میری تنخواہ کی کہے دانی ہو گئی۔ اور ہر آدمی میری  
نقد پر ساتھ ہے۔ اٹھا۔ تنخواہ ہی میری میرے پاس تقریباً اٹھان  
ہزار روپے جمع ہو گئے۔ اکیس ہزار کی رقم کو اٹھاؤں۔

ہزار میں تبدیل کر کے میری محبت کی انتہا نہیں رہی تھی۔ بہر صورت  
میں نے وہی پانچواں فیصلہ کیا اور اس ہوٹل سے مل گیا۔ پھر اس ہوٹل  
سے نکل کر میں ایک دوسرے ہوٹل میں پہنچ گیا اور میں نے اسے اسے ہزار  
روپے کی رقم سکھانا شروع کر دیا۔ اور رات کو جب میں ملنے  
چاہا کہ وہاں سے اٹھا تو میرے پاس ایک لاکھ تھا۔ میں نے ہزار روپے  
تھے۔ میں نے جو کہ نہیں سارا ہاتھ یہ رقم میں نے ایک برٹ کیس میں  
رکھی اور وہاں سے واپس چل پڑا۔ اتنی رقم اپنے پاس رکھنا مناسب  
نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ اسے اگلے دن ایک میں جمع کر دوں گا  
اور یہی ہوا۔

دوسرے دن میں نے اس میں سے ایک لاکھ میں ہزار روپے  
بیک میں چھوڑ کر لیے۔ صرف آٹھ ہزار روپے اپنے پاس لے لیے۔ میری  
ناویدہ محبت میرے ساتھ تھی۔ اب مجھے کس بات کی بدولت ہو سکتی  
تھی۔ میں اسے دیکھ کر ہنس رہی تھی۔

اس طرح ہزار روپے دیکھ کر ہوا اور رات کو چھوٹا کھیلو  
میں پہنچ گیا۔

میں نے کئے ہوئے میرے دل میں محبت ہو چکے تھے۔ کسی نے نہیں  
بلکہ کسی ایسی کو جو دشمنوں میں آسکتی تھی۔ میں کا خیال مجھے  
میں آتی تھا۔ میرے پاس کوئی مدد و مدد نہیں تھا لیکن میری

ناویدہ محبت میرے پاس لاکھوں روپے موجود تھا۔ چنانچہ  
آج میں نے یہاں کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔  
میں چوٹی چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ زندگی جیسے اس قسم کے  
مواقع ہمارے لیے تھے۔ اس سے ہر ماہ ہزار روپے کی آمد ہوتی تھی۔  
چند کم میں مختلف ہزاروں کی رقم سے اسے ادا کرنے کے لیے کوئی خوبصورت  
جگہ تلاش کرنے لگا۔ تقریباً میرے وہ ایک ہزار روپے لے لیے  
ایک جگہ دکھایا۔

بہت ہی خوبصورت جگہ دکھائی۔ مالدار کے محلے میں تھا۔  
میں نے اسے بند کر کے اس کے ایک ایک ٹیسی میں اپنے اس  
نے جیلے میں مستقل ہو گیا تھا۔ لیکن وہاں ایک عجیب سی شرت ہوئی  
تھی کہ یہاں سے باہر جب میں نے میرے زندگی کا آغاز کرنا چاہا  
تھا۔ مالدار نے جیسا سمجھا وہی جیسا ہی اس کے محنتوں کے پاس  
میں اب سوچ رہی تھی کہ اس کا کیا کرنا۔ بدن میں وہی شرت  
ہو رہی تھی۔ طبیعت میں جو وہی آگئی تھی اور میرے سب سے زیادہ  
محنت کی دولت ہوا تھا۔

ہاں میں نے سمجھ ہی نہیں کہ کیوں کہ اس کے بعد ایک بیٹے  
کے بعد اس نے میرے پاس اتنی دولت جمع کر دی کہ میں نے  
ایک چھوٹی سی کار خرید لی، اپنی خدمت کے لیے چند لازم رکھ لیے  
اور مجھے کو بہترین سائنس دان سے آراستہ کر ڈالا۔ اب میں درحقیقت  
ایک آسودہ حال شخص بن چکا تھا۔ میں نے ٹیکس میں اپنے اکاؤنٹس  
کھول لیے تھے۔ پتے پر میری جیب میں کتنے، اتنی ہی میری رسی  
نہ تو میری بل جاتی۔ میں بہت جلد دولت مند ترین شخص بننا چاہتا تھا۔ چنانچہ  
میں ہر رات جو اکھینے نکلتا، میری دوست میرے ساتھ ہوتی اور سب  
کو میری مرضی کے مطابق ہی ہوتا رہتا۔

میں نے جسے خیر میں میری طبیعت ملنے پہنچی ہو گئی  
تھی۔ لیکن میرا بہت بڑا سبب کام کیا تھا کہ میں کس کو میرے اوپر  
خیر نہ ہو سکا۔ میں کسی اپنے ہاتھ کی صفائی نہیں دکھاتا تھا۔

پھر مجھے دامن نامی ایک شخص ملا۔ اچھے خاصے فن و خوش کا ایک  
نوجوان آدمی تھا۔ اس نے مجھ سے دو سو ہزار روپے شروع کر دی۔ میری  
ناویدہ محبت نے اس مسئلے میں کوئی مداخلت نہ کیا تھا۔ میں نے اس سے  
شخص دیا تو وہ ایک سچائی ہنسی کے ساتھ بولی۔

"تم کیا کہتے ہو۔ زیادہ دیکھو ہی نہیں ہے؟ ایک ہے؟"  
"نہیں۔ لیکن تمہاری ہنسی مجھے کہہ رہا تھا۔"

"سوچو! یہاں اب تک تم نے دو سو روپے لے لیے اب نہیں  
اپنا بدلہ لے کر ہو گا۔"

"کیا مطلب؟"

ناویدہ محبت کے فیصلے میرے پاس لاکھوں روپے موجود تھا۔ چنانچہ  
آج میں نے یہاں کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔  
میں چوٹی چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ زندگی جیسے اس قسم کے  
مواقع ہمارے لیے تھے۔ اس سے ہر ماہ ہزار روپے کی آمد ہوتی تھی۔  
چند کم میں مختلف ہزاروں کی رقم سے اسے ادا کرنے کے لیے کوئی خوبصورت  
جگہ تلاش کرنے لگا۔ تقریباً میرے وہ ایک ہزار روپے لے لیے  
ایک جگہ دکھایا۔

بہت ہی خوبصورت جگہ دکھائی۔ مالدار کے محلے میں تھا۔  
میں نے اسے بند کر کے اس کے ایک ایک ٹیسی میں اپنے اس  
نے جیلے میں مستقل ہو گیا تھا۔ لیکن وہاں ایک عجیب سی شرت ہوئی  
تھی کہ یہاں سے باہر جب میں نے میرے زندگی کا آغاز کرنا چاہا  
تھا۔ مالدار نے جیسا سمجھا وہی جیسا ہی اس کے محنتوں کے پاس  
میں اب سوچ رہی تھی کہ اس کا کیا کرنا۔ بدن میں وہی شرت  
ہو رہی تھی۔ طبیعت میں جو وہی آگئی تھی اور میرے سب سے زیادہ  
محنت کی دولت ہوا تھا۔

ہاں میں نے سمجھ ہی نہیں کہ کیوں کہ اس کے بعد ایک بیٹے  
کے بعد اس نے میرے پاس اتنی دولت جمع کر دی کہ میں نے  
ایک چھوٹی سی کار خرید لی، اپنی خدمت کے لیے چند لازم رکھ لیے  
اور مجھے کو بہترین سائنس دان سے آراستہ کر ڈالا۔ اب میں درحقیقت  
ایک آسودہ حال شخص بن چکا تھا۔ میں نے ٹیکس میں اپنے اکاؤنٹس  
کھول لیے تھے۔ پتے پر میری جیب میں کتنے، اتنی ہی میری رسی  
نہ تو میری بل جاتی۔ میں بہت جلد دولت مند ترین شخص بننا چاہتا تھا۔ چنانچہ  
میں ہر رات جو اکھینے نکلتا، میری دوست میرے ساتھ ہوتی اور سب  
کو میری مرضی کے مطابق ہی ہوتا رہتا۔

میں نے جسے خیر میں میری طبیعت ملنے پہنچی ہو گئی  
تھی۔ لیکن میرا بہت بڑا سبب کام کیا تھا کہ میں کس کو میرے اوپر  
خیر نہ ہو سکا۔ میں کسی اپنے ہاتھ کی صفائی نہیں دکھاتا تھا۔

پھر مجھے دامن نامی ایک شخص ملا۔ اچھے خاصے فن و خوش کا ایک  
نوجوان آدمی تھا۔ اس نے مجھ سے دو سو ہزار روپے شروع کر دی۔ میری  
ناویدہ محبت نے اس مسئلے میں کوئی مداخلت نہ کیا تھا۔ میں نے اس سے  
شخص دیا تو وہ ایک سچائی ہنسی کے ساتھ بولی۔

"تم کیا کہتے ہو۔ زیادہ دیکھو ہی نہیں ہے؟ ایک ہے؟"  
"نہیں۔ لیکن تمہاری ہنسی مجھے کہہ رہا تھا۔"

"سوچو! یہاں اب تک تم نے دو سو روپے لے لیے اب نہیں  
اپنا بدلہ لے کر ہو گا۔"

"کیا مطلب؟"

163







کامک اور وارث ہے۔  
 رانا مسعود ان سب میں چھوٹا تھا۔ ایک اس کی کہانی بہت  
 عجیب ہے۔ رانا مسعود ایک لڑکی کو چاہتا تھا جس کا نام گھر خ تھا۔  
 گھر خ کا خاندان کی لڑکی تھی۔ ایک ایسے گھرانے کی جہنم جیہہ راغ  
 جو کہتا تھا۔ یہاں گھرانہ رانا فعلی سے شغف ضرور تھا لیکن رانا  
 فعلی کی تنہائی کے زمانے میں بھی اس کی ساکھ بہت زبردست  
 تھی اور گھر خ کے گھرانے کی لڑکیاں اپنے خاندان کے گھرانوں میں  
 بیاہی گئیں۔

اور خاموشی سے کہیں چلا گیا۔ اس کے بعد اسے سونے کا عمل کا  
 رخ نہیں کیا۔ بہت عرصے تک اسے لاش کا کیا گیا۔ لیکن اس کا کوئی پتہ  
 نہیں چل سکا۔

فرہنگی اور سے، ایسے زیادہ تر میرے آعلق مشکو خانہ پر ہی سے رہتا تھا۔ جو  
نئے بنائیدار کے حسابات و فیروں سمجھا مارا تھا۔ اسے ہنرے مجھے زمینوں  
نئے مسافر اور دوسرے کہنے میں جاتی تھیں میں جبوڑن تمام الجھی ہوتی  
آروز کر سن رہا تھا حالانکہ مجھے من سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

”سورہ ہے میں۔ کیوں کوئی خاص بات؟“  
”میں نہیں۔ ہاں یہی تجویز میں دینے دو۔“ سنہ عالم  
نے کہا۔

نہ کہ ہر کوئی کے در وقت کہہ کر کہنے لگا۔ مگر زرخ کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ جس اور ستہ عالم وہی رنگ گئے تھے۔ مگر زرخ پہلے جندہ دم کے غافل پر ایک زور نکل کر کسی بڑے جھوٹے مٹی۔ وہ صورت جسے شہر کے نام سے پکارا گیا تھا وہ سلیم کے پاس بیٹھ گئی تھی۔ شاہ عالم تھوڑی دیر تک کوسے کے اطراف نگاہیں دوڑاتا رہا۔ اور جب اس نے جامد مل طرف المینان پایا تو وہ لڑکھول کر بہر نکلا گیا جس نے اٹھ کر اس کے ساتھ بہر جانے کی کوشش کی تو اس نے بے یہی مدد دیا اور کہنے لگا۔

آپ یہاں کا خیال رکھیں میں زیادہ دور نہیں جوں کر سے شہر آؤ میرے ساتھ آؤ۔ اس نے دوسری صورت کو آواز دی اور وہ صورت شاہی پر ایک مثال ڈال کر کہے سے باہر نکل گئی۔ اب کرسے میں صرف کونڈ اور میں رہ گئے تھے۔ باہر وہ بچہ جو گہری نیند میں تھا۔ سات سال کا ایک خوبصورت سا بچہ جسے دیکھ کر باہر میں بھر لینے کو مل چاہے۔ ایسے میں بچہ بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ میں نے بخت بھری نکالیں اس سے اسے دیکھا۔ مگر زرخ نے بے گدائی تھی۔ بھری اس سے نکالیں میں تو اس نے آنکھیں جھپکیں اور آہستہ بول۔

کیسے ہو مسودہ؟  
 ٹھیک ہوں۔

میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اس نے شکایت آمیز سیسے میں کہ میں خاص شہر رہا۔ اول تو وہی طور پر میری کس منزل میں تھا۔ جب وہ مانی گفتگو کرنے میں خاصی وقت پیش آتی ہے میں تو ان مراحل سے کبھی کا کر چکا تھا لیکن میری عجیب و غریب غصہ نے کہ انہوں نے زندگی کے بائیس سال کم کر دیے تھے۔ شکل و صورت چہرہ و جسامت سے میں اب مثالیں نکال نہیں سال کا کوئی نوچوں نظر آنے لگا تھا۔

لے اپنی نظرت میں ہی نمایاں تبدیلی محسوس ہونے لگی تھی اور یہ سب کچھ اسی کا سلیقہ تھا۔ ماسہالات میں میری ان باتوں پر کوئی بھی یقین نہیں کرتا لیکن جو کچھ میں دیکھ رہا تھا وہ تو میری نگاہوں کے سامنے تھا۔

میرے بے ہمت میں نہیں کرو گے مسودہ میرا کیا قصور تھا؟ بتائی تم میں طرح لے جو جو کر گئے تھے اس کے بعد میں کس کے سامنے عہد کر رہی کوئی علم تھا مجھے تبار سے بارے میں کچھ کہہ کر گئے تھے تم مجھ سے؟ اس نے سوال کیا اور میں گہری

مخفیہ کرانہ دیکھ گیا۔  
 اب میں باتوں کی یہ ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اب میں ایک مقدس ستو میں کھڑا ہوں۔ اب میں اب کس خطہ انداز میں نہیں سوچ سکتا۔

ان تمام سبب بارے میں کسی خطہ انداز میں نہیں پڑ سکتے لیکن میری زندگی کو جو زخم لگے ہیں انہیں کون بھرتے گا؟ تم جلد ہیوں آگئے آخر تم جانتے تھے مسودہ کی زندگی کی یہ سبب نہیں گویا اب ہے تم میری پہلی اور آخری چاہت تھے۔ میرے سامنے نہ آتے تو میں اپنی زندگی سکون سے گزار دیتی لیکن تم نے یہاں آگئے مجھے بے سکون کر دیا۔ اب ایک بخت ہو گیا۔ میں آتے ہوئے مجھ سے ملنے کی کوششیں کیں۔ کی کہیں کہاں؟ میں نہ دیکھا۔ دنیا کا خیال بھی تھا وہ زرخ خود میں لاش کرتی بولی تم تک پہنچ جاتی۔

کھلی رشتہ۔ اب ان باتوں کی ضرورت نہیں خیال رکھو کہ راہ عمل کی حیثیت پر زور دے تبار کی زبان سے نکلا جو کوئی بھی لفظ نہیں رسوائی کے گڑھوں میں دھکیل دے گا۔ اور بارے وہ دشمن جو سلیم کی جان لینا چاہتے ہیں مسودہ پھر جلد ہی ان باتوں سے ناامید ٹھانیں گے۔

مسودہ میں مانتی ہوں کہ میں ایسی بائیس کر رہی ہوں۔ جو مجھے نہیں کرنا چاہیں۔ لیکن مجھے میری زندگی کے ان مادہ و سال کا حساب تو دے دو جو میں نے اس میں ڈوب کر کاٹے ہیں۔ رات بھر میرے محرم بہت اچھے انسان تھے انہوں نے میری میری دلجوئی کی مجھے کبھی کس تکلیف کا احساس نہیں ہونے دیا۔ لیکن انہیں یہ بات نہیں معلوم تھی کہ میرے اور تبار سے باہر کوئی ایسا سلسلہ چل رہا ہے وہ نہ مجھے یقین ہے کہ وہ کبھی جائے دیہان نہ آئے۔

ٹھیک ہے مگر زرخ۔ لیکن تصور یہ بھی تو نہیں ہے۔ تبار سے غلاموں کی مالک کو دشت میں اس قدر سخت تھیں اس حال میں وہ کرنا ناچار انگریز کی دولت کے بل بوتے پر ہیں نہیں حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ کیا تم اس سلسلے میں میری کوئی مدد نہیں کر سکتی تھیں؟ کیا تم اس وقت جرات سے کام لے کر یہ نہیں کہہ سکتی تھیں کہ تم رانا ناچار انگریز سے نہیں رانا مسودہ سے شادی کرنے کی خواہش مند ہو۔

میں نے کہا تھا۔ میں نے ایک ایک سے پیچ چرخ کرنا تھا لیکن کبھی میری پسنی۔

تو اس میں یہ تصور کیا ہے۔ مجھے جواب دو۔  
 تم چاہتے ہو مجھے یہی ہے۔

میں نہیں سمجھتا کہ میرے جانے کی وجہ کیا تھی۔ اگر یہ میری رائے نہ ہو تو میں قبول کر لیا جاتا۔ تو مجھے جانے کی ضرورت نہ پڑتی اور وہ اپنے میں نہیں ایک حق انسان تھا۔ لیکن وہ کون تھا؟ وہ تھا لیکن غصہ برہم۔ انہوں نے تعلق نہیں سمجھا۔

اب میں اپنی تہا میں اپنی تہا۔ کل رات کی سہ پہر کہ میں کوئی نہیں جھڑپ کر رہی تھی۔

ارے یہ دونوں بیکار پلے گئے۔  
 انہوں نے شہر چلا اور شہر سے۔

اب میں۔  
 شہر میں کون ہے؟

شہر عالم کی جوسی۔ بے چاری میرے پاس ہی رہتی ہے۔ سلیم کی زندگی کی حفاظت کے لئے اس نے بھی خود کو وقف کر دیا ہے۔ وہ دن بھر ہی معاندان رہے ہیں۔ میرے ساتھ نہ ہوتے تو جانے لگے کہ من حالات کا شکار ہو جائے گا۔

سلیم پر اس سے قبل ملے ہو چکے ہیں۔  
 یہ شکار کچھ لوگ اس معصوم کی جان لینے کے خواہاں ہیں۔ ایک بار جب میں اس کے ساتھ باغ میں تھی خدا جانے کہ اس سے سبب نکلا آیا وہ تو خیریت تھی کہ میں نے سانب کو دیکھ لیا اور اس وقت مال نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر سانب کو مار ڈالا۔ سانب بے انتہا ہر طرف تھا اس کی تعذیب بعد میں ہو گئی۔ اس کے بعد ایک روز میں سلیم کو سیر و تفریح کرنے کے لیے جاری تھی کہ کھڑا چائے پوری طرح بجلی کے ایک بجے سے نکلا۔ چارے چوہے اپنی تھیں۔ لیکن زخم معمولی نوعیت کے تھے اور پھر ایک شام سلیم کے اوپر ایک ذرا پیچہ آگرا۔ ایک لمحہ اور وہ صحر ہو جاتا تو اس کا بدن کچلی کر ختم ہو جاتا۔ اس کے علاوہ بھی کئی بار سلیم پر اسی طرح کے حملے ہو چکے ہیں۔ جو بظاہر اتفاقاً ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی نوعیت ایسی ہی ہوتی ہے کہ سلیم کی جان چلی جائے۔ قاتالی کھل کر اس پر حملہ نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن اس طرح کی کوششیں کر رہے ہیں کہ وہ معصوم جان سے اچھوڑ دے۔

میں نہیں سمجھتا کہ کوئی عہد نہیں ہے۔  
 کیا کہہ رہے ہو؟ مسودہ وہ میری لڑا ہے۔ میرا چہرہ ہے۔ لیکن دل کی ایک بات میں نہیں ضرور بتا دینا چاہتی ہوں۔

انہوں ان کہو۔ میں نے اچھا۔  
 اس دولت اس کو تو اس میں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے میری زندگی میں میرا وہ کچھ ملے گا کہ جو میری طلب میں نہ آئے۔ وہ تھا اس کے بعد تو یہ زندگی صرف تھکے کی پہنچ ہے۔ کانس ہولی سلیم کو اپنی غلوں میں نہ لینا اور تھکے سے لڑنا تو آزاد ہے اور آزادی سے زندگی بسر کر سکتے ہیں کس کو گھوڑے کو پانچین اور اپنی زندگی میں نکون سے گزار دینی یقین کرو مجھے اب اس دنیا کی طلب نہیں۔ میں اپنے لئے اب کچھ نہیں حاصل کرنا نہیں چاہتی۔

ٹھیک ہے کل زرخ۔ لیکن تبار بیکار ہے نہیں اس کی زندگی کے لئے سب کچھ نکال دیا۔

میں جانتی ہوں لیکن میں بذات خود مردہ کیفیت میں ہوں۔ رانا مسودہ میں مردہ ہوں۔ کھل زرخ کی سسکیاں ایک بار پھر اُبھرنے لگیں۔ میری کسمپرسی میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا چاہتی ہے؟ ایک کتا چاہتی ہے مجھ سے۔

بہر طور میں نے مجھے کی کوششیں بھی نہ کی تھیں۔ میری دیر کے بعد شہر عالم اندر آ گیا۔

اب حالات بہتر ہیں۔ میں نے چار آدمیوں کو اس کی کمرے کے کمرے میں کر لیا ہے۔ میرے خاص آدمی ہیں اور وہ جاگ کر یہاں کی حفاظت کریں گے۔ آؤ۔ میں شہر عالم کے ساتھ باہر نکلا۔ رانا شہر عالم آہستہ آہستہ اپنا ہوا میری خواب گاہ کی طرف چلا تھا۔

یہ صورت بلاوجہ نہیں ہے۔ میں نے اسے خور و خواص سے اس کے بارے میں سوچا رہا ہوں۔ اکثر کبھی کبھی راتوں کو کسمپرسی کی آوازیں اُبھرتی ہیں اور کسمپرسی کی زبانیں دیکھا جاتا ہے۔ ملازمین ڈر کر اپنے اپنے کمرے میں لوگ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ کچھ کچھ بھی اس صورت سے خون نہ رہے۔

کیا اس نے کوئی ایسی کا دعائی کا جس سے کسی لازم کو کوئی نقصان پہنچا ہو۔

انہوں ایک مرتبہ دو ملازموں نے اسے گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اس کے بدن سے گزرنے سے ہوسٹ چلے گئے۔ اس وقت سے یہ روایت بہت زیادہ ہونا تک ہو گئی ہے اور اب کوئی غلام اس کے راستے میں آئے گا کہ کوشش نہیں کرنا۔

تبار کیا خیال ہے شہر عالم۔ یہ صورت کیا چیز ہو سکتی ہے؟

سو فیصدی۔ کوئی فرار۔ کوئی ایسی معنوی چیز ہے کسی

خاص ذریعے سے مل بھی گھمایا جاتا ہے لیکن میں جانتا ہوں۔ میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ ان لوگوں کا ایک سلاخ ہے۔ عجب وہ اپنے اس طرح کے حملوں میں ناکام رہے تو انہیں نے مجھ کو لای کھیل شروع کر دیا ہے اگر کسی خاص موقع پر سلیم کو کوئی حادثہ پیش آجئے تو اس کا ذمہ دار اس مجھ کو ٹھہرا دیا جائے۔ عجب کسی مجھ کو کار کر گئی ہو تو کیا کر سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس قسم کی کئی سلاخ ہے۔

”تم نے خود کبھی اس کے سلاخ فتنے کا کوئی شے نہیں کی ہے“

”مجھ میں فوولڈس فتنے نہیں ہوں میں بھی محلات سے کسی مذہک متاثر رہتا ہوں، اہم جب بھی مجھے محکمہ ترقی کا دفتر سناں دیتی ہے میں سلیم کو اپنی شہر لے لے لیا ہوں اس سے پہلے شہر اس پر چڑھ کر سنبھالے ہوئے تھی اور فیس اس ساقی بھی لیکن اب میں عیسائی کرنا ہوں کہ تمہارے مضبوط اور جڑا سہارا نہیں گئے۔“

”میںوہ شاہ عالم ایک بات مجھے کھل کر بتاؤ؟“

• نہیں راز و صاحب۔ یہ بھی میرے لبس کی بات  
میں آپ کو اشارہ بھی نہیں دے سکتا۔ اس نے جواب  
میں کسی ٹھہری سوچ میں گم ہو گیا میں سوچ رہا تھا کہ  
شفقت جو سکتی ہے جس کے احکام میں مسلمان سالہا  
ہے آخر کوئی نہ کوئی تو ایسا ہو گا جس پر ہمارا عالم کو مشہد  
وہ زمین آدمی ہے صرف کچھ لاعلم دلوں کا تصور بن اس کے  
اوپر میں نہ ہو گا بلکہ اس نے کسی پونٹ پر غور بھی کیا ہو گا۔  
سوچنے سوچنے دفن میرے ذہن میں ایک شکستہ سی زبان۔  
راتا جا رہا۔ کیا شاہ عالم کو رات جا رہا پر مشرب ہے اور پھر بغیا  
اس کے علاوہ اور کین جو سکتا ہے جس کا ستاد عالم کو اعتراض کرنا  
پڑتا ہو لیکن۔ راتا بنا کر کیا تھے ہے ہاں تو دیکھنا چاہیے  
وہ کوئی نہ نہیں کیوں ہو گیا ہے۔ البس کو کون سا بات ہے۔ ایسی  
نے سوچا۔

میرزا خلیل نے کیا ہر باب میں جاگتے رہنا چاہیے۔  
میرزا خلیل ہے اب آپ آرمی سے سوجائے مکہ سعی کی اور  
تشریف لے کر اسے آج بھی لاکھوں ہوئی ہے اس لئے دو دہائیوں  
خاک میں لٹا اب آپ سو سکتے ہیں۔

دوسری صبح جانا۔ رانا مل کے سہلات میں کوفہ بند لپی نہ بنے۔  
 آئی۔ میں اٹھتے وہی دوسرے فارغ ہو کر سناٹا عالم کے ساتھ تھیں۔  
 گلابت و عالم جیسے ایک نیا جانیہ کے بارے میں کچھ باتیں دسنا  
 ماننا نہیں تھا اس سے قبل۔

۱۰۔ غصہ نہیں ہر

اس کی تعلیم دینی ہو گا یا ہندو مت پر ہو گا۔ اس کا کوئی مفہور  
انتظام میں نہیں ہو سکتا یہی ایک سبب ہے کہ یہ سات سال کا بچہ پکا ہے  
حالات میں ایسے ہیں۔ راہنما صاحب۔ اب آپ ہی بتائیے کہ  
تعلیم دینی ہو گا یا ہندو مت کیسے شروع رکھیا جائے کون ہے جو اس سر  
کے تحفظ کی ذمہ داری نبھائے گا اپنے طور پر چلے نہ تو تعلیم اس  
تعلیم دینی ہیں وہ پڑھنا لکھنا سیکھنا ہے لیکن کس اسکول یا کالج میں  
اسے نہیں داخل کرایا جائیگا۔ چونکہ ہر جگہ اس کے تحفظ کے لئے  
وہ ہندو مت پر نہیں ہو سکتا۔ جو رانا غل میں موجود ہے۔ میں نے  
اپنے طور پر سیمینار کرو معاصر تمام کردہ اب بے لور کرکٹ میں یہ کرتا  
ہوں کہ وہ ایک لمحے کے لئے اپنے نمازوں کی نگاہوں سے اوجھ  
نہ ہونے پائے اس کے باوجود اس پر اتنے تلے جو پکے ہیں کہ  
ایک لمحے پر قدرت اس کی مدد نہ کرتی تو وہ اب تک موت کی  
آغوش میں جا سوا ہوتا۔ بس ایسے حالات ہیں اب آپ ہی بتا  
کہ ہم اس اسکول یا کالج میں کیسے داخل کرا سکتے ہیں؟

۱۰۔ اس مددک جاہلی رہے گا کہ اسے اپنا عہدہ کر لے  
 اور غریب نہیں مل سکے گا لیکن اس کی ضرورت بھی نہیں ہے اس  
 کے پاس اتنی جائیدادیں ہیں کہ وہ ساری زندگی ہمیشہ خوش  
 میں گزار سکتا ہے اس کے علاوہ محل و سرخ بلکھم سے جو تعلیم دے  
 توں وہ بھی خواہت مناسب ہے میں تو کہان ایسے استاد کے جو  
 میں بھی تھا جو اسے گھری تعلیم دے سکے لیکن پھر وہی خیال  
 آجاتا ہے کہ کہیں استاد اس کے دشمنوں سے مل نہ جائے  
 طرح اسے کاسانی ملے گا کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرف نہیں گھسنا ہے کہ شاہ عالم کو قتل کر دیا جائے۔  
 چاہتا ہوں کہ میں ملتان کے زمین میں بہات آگئوں اور دوسرے

سے پہلی کوشش یہی کریں گے کہ مجھے ہلاک کر دیں اور اب تو آپ بھی آگئے ہیں۔ لوہ: "وفاً شاہ عالم چونک پڑا۔  
"کیوں بیکرا ہنستے ہے؟"

”وہاں امام آپ کی زندگی کو بھی یہاں حضراتِ لاحق ہو  
سکتے ہیں۔“

اس لئے کہ آپ بھی وہ ہیں جو دنیا پر جاگیر و مال کے لئے جتنے دباؤ کر سکتے ہیں یعنی ان کے عیال، اس حیثیت سے آپ کو بھی تشویش کن لگتا ہے دیکھا جا رہا ہو گا۔ میرے ذہن میں ایک لمحے کے لئے پہلا فٹریں سی جھوٹا ہے۔ اگر کسی عمل میں میری زندگی خطرے میں ہے تو صبر۔ تو صبر لیکن اس وقت مجھے اپنی نارہمہ غصے کا خیال آگیا جو میرا آنکھوں سے میری حفاظت کرتی تھی اور ایک لمحے کے لئے دل کو دھار دے گی۔

وہ تو شیک ہے مگر آپ کو غماظ میں تو کیا حرج  
میں نے ایک دتا واکر جینٹ سے آپ سے یہ الفاظ  
دئے ہیں۔

ممكن نہیں ہے ویسے آپ کو شش کر دیکھیں۔  
 کیا کچھ کوئلہ اس سلسلے میں مقرر کرنا یا گیا ہے کہ وہ  
 جبار کی رہائش نگاہ سپرد زمین۔

کی ہے کہ وہ اس طرف کی کوئی آنے دیں۔  
 کیا مجھے من اس سلسلے میں روکا جائے گا؟  
 میرا خیال ہے نہیں، کیونکہ آپ ان کے جہان ہیں آپ

جبار سے ہمدردی رکھتا ہوں۔ لیکن یہ لڑائی آپ کو روکے گی۔  
 کوئٹہ میں رہیں۔  
 ٹھیک ہے میں آج رات جبار سے ملاقات کی کوئٹہ میں

دن کو عسکری سائنس کے پیروں کے نیچے سے پھرتے ہوئے





۰ کیونکہ میں ملازمت نہ رہا تھا جس میں دنیا جلتی تھی مگر نزع جو کہ  
جو یہ کہ اس کو اب وہیں تو نہیں لایا جا سکتا انہیں اپنی اولاد کے  
نے خود کو قہر کر دیا چاہیے۔  
۰ کبھی سامانی سے بہات کر رہے ہوں تو خود کوئی غمناکی نہیں  
دے سکتے۔

تھی۔ سلیم کی اہل بیت کی آغوش میں اُن کی دیرینک درد  
میرے ساتھ کھیل رہا۔ یہ خوش نظر آ رہا تھا۔ معصوم بچہ  
مجھ پر سے مجھ سے بڑی پیاری پیاری باتیں کہیں۔ بکھر رہا خانوشتی  
سے ایک جگہ بیٹھی رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سلیم کو لے  
کر اٹھ جائی گی۔

میں بے جاہ سے سلیم کا کیا تصور تھا۔ وہ تو جو میرے دوسروں کی خدمتوں کا  
شکار ہو رہا تھا، اب اس معصوم زندگی میں اس نے دیکھا ہی کیا تھا مجھے  
اس نتیجے پر مجھ پناہ چرس آیا شاہ عالم نے سلیم کے قلب کو زانیہ کی ہولناکیوں نے  
وہ جو فکر میرے سامنے ڈھیر کر دیں اور میں بسب نے کہ سلیم کے پاس  
بہت کچھ تھا۔ اس کا خوش ہوا تھا وہ بچہ، ان تمام چیزوں کو دیکھ کر جیسے اسے  
کائنات کی تمام دولت مل گئی ہو، مگر رخسار کی نگاہوں سے مجھے دیکھ  
رہی تھی میں نے اس کے نگاہوں میں طوفان تو وہ نہیں دیکھا۔

دولت کے شائق تو نظر آتے ہو لیکن دولت کے سامنے جو اور  
لوازمات ہوتے ہیں ان سے من کیوں موڑتے ہو۔؟  
”اور لوازمات سے تمہاری کیا مراد ہے۔؟“

نہیں مگر کسی کسی زمین کا شکر بوجھ کر نہیں دے رہے ہیں۔  
 اس کے علاوہ بعض اوقات میرٹھ کی زمین پر  
 آتے ہیں مگر اس ان پر مل کر نے ہونے کو نہیں دے رہے ہیں۔  
 ایک طرف ایک بات ناگوار گذرتی ہے کہ میرٹھ کی زمین  
 سے اخراجات کو جو کچھ میں کہوں وہ ضرور کرنے رہا کرتے ہیں۔  
 مگر تم نے کہہ کیا تو پھر تکلف باز آگے اس کے علاوہ میرٹھ کی زمین  
 جو کہ آئے وہ کرنے جو ہمارا کوئی مال یا کچھ بھی ذکر کے لئے نہیں  
 نے گہری سانس لے کر گردن بڑا دی تھی یہ انداز میرٹھ کے لئے  
 اہمیت کے حامل تھے۔ اس سے زیادہ دیکھو اور کیا چاہیے تھا  
 اس سے راز کھنڈ اور کیا مل سکتا تھا۔ گویا میرٹھ کے لئے  
 کوئی دھندہ باقی نہیں رہا ہے۔ یہ بہت بڑی بات تھی۔  
 اور اس کا ملکی ثبوت بھی مل گیا۔ شاید عالم کس مل کے  
 تھا۔ اس نے ملنے ہوئے جہ سے درخواست کی تھی کہ اس سلسلہ کا  
 خیال رکھوں اور میں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا۔

میں تیار ہوں۔

اب یہ مل گیا تاؤ گرام اپنی مرضی سے کہہ جاتے جو یا میں تھکے  
 بے جہاد رہے ہوں منتخب کر لیں۔  
 کھجور بے بیج تھکے ہوں اسکا نام کی پابندی کرنا ہے تو  
 پھر تم ہی مجھے بے رحم راستوں کا انتخاب کرنا ہے۔  
 تو مجھ کو کہہ کر کہتی ہوں کہ تم جو۔  
 میں تیار ہوں۔

اور اس سلسلے میں سب کچھ سوچنا چھوڑ دو۔ میں ہزار  
 آنکھوں سے تہدی و فحشاء تہدی کی گھڑیوں میں نہیں کوئی تکلیف  
 نہیں ہوگی اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی میری اس  
 تابعدار فتنہ نے ایک بار پھر مجھے مطمئن کر دیا تھا تو آج میں نے  
 اس سے سوال کیا۔

ایک بات بتاؤ۔  
 پھر میں پوچھ رہی ہوں۔ سوچنا ہی پوچھ رہی ہوں۔ کب تک لکھ لکھ رہی ہو۔  
 اس بات کو تم میری نہیں سمجھتی۔  
 میں میری ہی طرف دیکھ رہی ہوں۔ کبھی بھی ایسا ہوتا ہے کہ میں  
 نہیں ملتی ہوں۔

مگر ایسے لمبے لمبے۔ میں کسی زمین میں پھنس چکی ہوں تو  
 پھر۔  
 تم اس کا براہ راست کہہ میری نگاہیں اندر دیکھ کر بھی نہیں  
 دیکھ رہی ہیں اس سلسلے میں کبھی پریشان ہونے کی ضرورت

ایک صاحب نے ماہر نفسیات سے اپنا مسئلہ بیان  
 کیا۔ میں چنگ پریشنا ہوں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ  
 چنگ کے نیچے کوئی ہے۔ میں تنگ اگر نیچے جا بیٹھا  
 ہوں مگر وہاں یہ خیال ستا رہا ہے کہ کوئی نور ہے جس  
 نے کشش میں ساری رات زندہ نہیں آتی۔  
 ”مسٹر کھیرے“ نفسیات داں بولا۔ غلطی میں دو  
 سینے اور چار ہزار روپے لگیں گے۔  
 وہ صاحب گھر چلے گئے۔ پھر لوٹ کر نہیں آئے چند  
 دنوں بعد ماہر نفسیات نے انھیں ایک بل میں بلادی  
 کر کے دیکھا اس نے پوچھا۔ آپ علاج کے لئے نہیں  
 آئے؟ انھوں نے جواب دیا۔ علاج میں نے کر  
 لیا ہے۔  
 ”کیسے؟“ نفسیات داں نے جانا چاہا۔  
 ”میں نے ایک ٹرکھی کو بٹاکے کے دس منٹ اور چار  
 روپے میں چنگ کے چاروں پائے کٹوا دیے۔“

سلیم اب لوت بیت بنے غفلت پر بیٹھا تھا اس میں کاشٹے پر سیر  
 ساتھ تھا۔ انکس میں نے کہا۔  
 ”کھو بیٹہ کیا بات ہے؟“  
 ”انکل آپ باہر جاتے ہیں؟“  
 ”کیوں باہر؟“  
 ”اس کو سنی سے باہر؟“  
 ”کبھی نہیں۔ مگر تم کہیں پوچھو۔ بتاؤ۔“  
 ”میرا دل بھی باہر جاتے تو بیت چاہتا ہے۔ تو اب میری بھی  
 یاد نہیں۔ بیت کے سیر کرنے اور باہر کیسے ہوتے ہیں؟“  
 ”اور تم کب سے یہ نہیں سمجھتے؟“  
 ”بیت دن ہو گئے انکل امیہ۔ یہ اچھی نہیں ہے۔“  
 ”تم نے کسی سے یہ چاہتے تھے؟“  
 ”نہیں۔ یہ کسی سے نہیں کہتا۔“  
 ”تو تم نے اس سے کیا کہی؟“  
 ”میں نے اس سے کہا کہ اس نے کہا اور وہ اندر دھڑکیا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“

نہیں۔ اس نے کہا۔  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“

نہیں۔ اس نے کہا۔  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“

نہیں۔ اس نے کہا۔  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“

نہیں۔ اس نے کہا۔  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“

نہیں۔ اس نے کہا۔

نہیں۔ اس نے کہا۔  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“

نہیں۔ اس نے کہا۔  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“

نہیں۔ اس نے کہا۔  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“

نہیں۔ اس نے کہا۔  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“

نہیں۔ اس نے کہا۔  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“

نہیں۔ اس نے کہا۔  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“  
 ”نہیں۔ اس نے کہا۔“

پتوں پہنچنے پر ہر نکل آئے۔ یہ سب کچھ لوگ گدگدہ چھپنے  
بھگتے تھے۔

لیکن ابھی وہ چھپ کے قریب پہنچے ہی تھے کہ دفتر بڑی  
گلی پر پستل ان کے ہاتھوں سے نکل کر فضا میں پھینک دی گئی تھی۔  
وہ بدحواس ہو کر پستول کھینچنے کے لیے یکے کے پیچھے پستول فضا میں بکڑ  
رہے تھے۔ جو بھی کسی کا ہاتھ پستول کے قریب پہنچا پستول آگے  
بڑھ جاتا اور چند ہی لمحات کے بعد یوں ٹوکس ہوا جیسے وہ۔  
والی بل کھیل رہے ہوں۔ یہ خطرناک جویشن اچانک مستحکم فزکس  
تھی۔ سارے کے سارے فکاک پوش بدحواسی میں پستول جڑتے  
بھر رہے تھے۔ پھر میں نے پاپا پستول پہنچال لیا۔ اب میں فکاک  
سے لکھ ایک گوشہ نشینا سکتا تھا۔

فکاک نشین کاٹوں میں سرگوشی مٹتی۔ کیا قاتلہ یہ سب کرانے  
کے متو ہیں؟

یہ آواز میری نادیدہ کُند کی تھی۔ میرا ہاتھ رگڑ گیا۔  
"کون ہیں یہ سب میسٹر منڈ سے بے اختیار نکل گیا۔ لیکن  
اس بات کا کوئی جواب نہیں ملتا تھا۔

بدحواس لوگ غمزدی ویرنگ تو پستول کھینچنے کے پتھر تھے  
اور سر سے زخم کھانے رہے اور جب انہیں صورت حال کا احساس  
ہوا تو وہ میری طرف خوف زدہ ہو گئے۔ پھر فکاک سے کوئی نہیں  
ڈکا تھا۔ چند لمحات کے بعد پستول صاف ہو گیا۔

ستم اب بھی سہا ہوا تھا۔ میرا نے اسے ہمدردی کے گواہ  
اٹھایا ہے جو کہ نہیں بتاتا جاسکتا تھا چنانچہ سیدھے ہو کر اس نے  
اسی بولی آواز میں کہا۔

"سیدھ کیا برا اٹکل۔"  
"کچھ نہیں بیٹے۔ جیسے کامیاب ہو گیا تھا۔  
اور وہ گولیاں۔"  
"کوئی گولی نہیں۔"

"بھوت ہو گولیاں برس رہے تھے۔"  
"اے۔ کُن سے بھوت دیکھو میاں مولی بھوت نہیں تھے۔  
گولیاں تو برس رہی تھیں۔ اس نے پلوں میں پھرتے دیکھے  
ہوئے کہا۔

"نہیں غلط فہمی ہوئی۔ یہ تو ہائپر تبدیل کر لیں۔ میں نے  
کہا۔ اے ہمدردی کے گریہ آکر لیا۔ پھر میں نے جیسے کام  
ناتو تبدیل کیا اور اسے اسٹارٹ کر کے چلایا۔ میری موجودہ فکاک  
نے بڑی تیزی سے مدد کی تھی۔ مگر وہ مدد نہ کرتی تو اس وقت فکاک  
بنا ہی تھی مانتے میں سلیم نے مصروفیت سے کہہ۔

"بھائی! ناہنسا اٹکل۔ ایک بھوت میسٹر کچھ لگا رہا ہے  
تم سے کہنے کا۔"

"میں نے خود دیکھا ہے۔"  
"او۔ وہم ہو گا تھرا۔ بھوت خود انسانوں سے ڈرتے ہیں۔  
وہ انسانوں کو دیکھتے ہی بھگ جاتے ہیں اور پھر تم تو خود ایک بندہ  
رہے ہو۔ بھوت تھرا کہ نہیں بگاڑ سکتے۔  
وہاں غلط فہمی تو سب انتشار کر رہے تھے۔ خاص طور پر شہزادہ  
میں دیکھ کر مکمل اٹھا۔

"خوب بریائے ہوئے۔ میں بہت پریشان تھا۔  
کیون۔ سب میں نے سوال کیا۔

تو ایک طرف بیٹہ ذہن میں جیٹھا ہوا ہے لیکن یوں لگتا ہے جیسے  
میں نے شاہ عالم کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور وہ خاموش ہو گیا۔  
سلیم کو اس کی بولی سے کئی تو میں نے اس سے کہا۔

"تم لوگوں نے سلیم کو بہت خوفزدہ کر دیا ہے یہ خوف میں  
کے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے۔  
او۔ لیکن یہ ضروری تھا نا اسادب۔"  
"کیوں۔"

"بہتر ہے اس کے اپنے غم ہی میں اس کی زندگی کو خطرناک  
میں کیا کرنا وہ میری طرف رخ کر کے بے بند کرتا تھا۔ باہر کھینچنے کی کوشش  
کرنا تھا پھر اسے روکنے کے لیے اسے بتانا پڑا کہ اس کی زندگی بے  
میں ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آئندہ اس سے ایسی کوئی  
بات نہ کی جائے۔"

"ہاں یہی لگتا ہے جیسے سلیم کے دشمن آپ کی آمد سے خوفزدہ  
ہو چکے ہیں اس مسئلے کا کوئی حل نکالنا چاہیے ورنہ مسعود بکٹ بکٹ اس  
طرح اس کی حفاظت کریں گے۔"  
"بہت جلد حل نکلی آئے گا تم فکر نہ کرو۔ میرا نے گہری سانس  
لے کر کہا اور شاہ عالم گردن ہلاتے دیکھا۔

"رات کو میں اپنے کھسکے میں بیٹھا دیر تک ان حالات کے  
بارے میں سوچتا رہا تھا۔ اپنی نادیدہ کُند بھی بالبدل میسٹر ذہن  
میں آئی رہی تھی وہ اس علامت سے کیا چاہتی ہے اس نے مجھے  
جھپٹا کیوں بھیجا ہے۔ لیکن کچھ بھی ہے وہ دائمی اپنے قلب کے  
مظاہر میری نگہانی کرتا ہے۔ اس وقت بھی اگر اس کی پکار سزا  
مدد شامل نہ ہوتی تو میسٹر کیسے اُن دشمنوں پر قابو پا سکتا ہوتا۔  
کوئی بھی گڑبڑ ہو سکتی تھی۔

رات کے قریب باد بھگتے تھے۔ سلیم مل کے سارے درپے

باد ارباب سنسان ہو چکی تھیں۔ باہر کی سڑی آوازیں بند ہو گئی تھیں  
میں بھی سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن ابھی اس کوشش میں  
کا ماباب بھی نہیں ہوا تھا کہ دفعتاً جیسے دروازے پر ہلکی ہلکی دھمک  
مسوس ہوئی اور میں چونک پڑا۔

میں نے جلدی سے سر ہانے کا ہاتھ پستول پہنچا لا اور دے  
قدموں صدائے کے قریب پہنچ گیا۔ کون ہے۔ میں نے رگڑتی  
کے اندر میں دیکھا۔

"دروازہ کھولو مسعود۔ پلے دروازہ کھولو میں کل رُخ ہوں۔  
باہر سے اتنی آواز سرگوشی سنائی دی۔ اور میں نے جلدی سے  
دروازہ کھول دیا۔

"نمبریت سے کل رُخ۔"  
"ہاں۔"

"سلیم کہاں ہے۔"  
"خمر کے پاس سو رہا ہے۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہوئے  
کہلا کر پوچھ کر دروازہ بند کر لیا۔ میں نے تیز رفتاری سے کوشش  
کی تو وہ جلدی سے بولی "نہیں مسعود روکنا نہ کرو۔ اور میں رگڑ گیا۔  
وہ میسٹر بہتر پڑا بھی تھی۔

میں اسے دیکھنے لگا۔ وہ خاموشی سے گہری گہری سانسیں لے  
رہی تھی۔

"کوئی انجمن کوئی پریشانی؟" میں نے سوال کیا۔  
"ہاں بہت بڑی انجمن۔ بہت بڑی پریشانی ہے۔"

"کیا بات ہے؟"  
"میسٹر بارے میں غور نہیں کرو گے۔"

"او۔ کیا غور کروں کل رُخ۔"  
"میں کوئی غلط فہم نہ تھا بیٹھوں مسعود۔ تمہیں دیکھ کر

میری روح کی پیاس بجھ گئی ہے مسعود۔ جتنا ہوا ایک ایک  
لو میسٹر ذہن میں زندہ ہو گیا ہے۔ مسعود تم جانتے ہو میں اتنی  
بے باک کبھی نہیں تھی۔ نہیں ضرور یاد ہو گا مسعود۔ کبھی انسان۔  
بکلا بکلا کر مسخ ہو جاتا ہے۔ بھول جاتا ہے اپنی انا اپنی خودی کو  
بکلا ہوا بھول بن جاتا ہے۔ میری حیثیت گر چکی ہے۔ کیونکہ کیونکہ میں  
بائی بھول ہوں تمہارے خیال نہیں رہی۔ لیکن میری روح کوئی  
ہے۔

"نہیں تم میسٹر بھائی کی بڑی بوغل رُخ۔"

"ہوں نہیں سنی۔ سنی نہیں سنائی گئی تھی کیونکہ۔ کیونکہ تم نے مجھے  
حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ گل رُخ جذباتی لہجے میں بولی۔

"جو ہوتا تھا ہو چکا ہے گل رُخ۔"  
"میں جیسے ہستی۔ میسٹر دل نے اب تک نہیں ملا۔"

"دُنیا میں کل ہے گل رُخ۔"  
"میں جانتی ہوں مسعود۔ اب تم مجھے پیار نہیں کرتے۔ تمہارا

دوبارہ وہ نہیں رہا۔"  
"بھوری بے گل رُخ۔"

"کوئی بھوری نہیں ہے مسعود۔ اگر تم چاہو تو کئی بھوری ہیں۔  
تم۔ تم مجھ سے شادی کر سکتے ہو۔"

"شادی۔"  
"ہاں اگر چاہو تو۔ نہ چاہو تو ہزاروں دشواریاں ہیں۔ کوئی

انوکھی بات تو نہیں ہوگی۔ دولت ہے جائیداد ہے۔ سب کچھ ہے اور  
جو سلیم کے خلاف جو کچھ ہو۔ بادہ اس لیے ہو رہا ہے کہ وہ لاوارث  
ہے اگر اسے تمہارا سہارا مل جائے تو۔ تو اس کے دشمن ٹھنڈے  
ہو جائیں گے۔"

"لیکن گل رُخ۔"  
"میں نہیں جانتی ہوں مسعود۔ لیکن بے تمہیں میری باتیں

بسنہ آئیں۔ لیکن میں نے کبھی جہانگیر کو اپنا نہیں سمجھا۔ تم میسٹر  
سامنے نہیں تھے لیکن میں تمہیں یاد کرتی تھی اور اب۔ تمہارا مھول  
میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ جائز یا ناجائز۔ یہ تم سوچتے  
رہو۔ وہ اچھی اور تیز قدموں سے کھسکتے باہر نکل گئی۔

میں خاموشی سے بند دروازے کو دیکھتا رہا تھا دفعتاً میسٹر  
کانوں میں سنگسٹن اُٹھ رہی۔

"باہر۔ یہ کیا حماقت ہے۔"  
"او۔ کیوں۔ کیا حماقت ہو گئی؟"

"پہلے بھی کبھی ہوں۔ زندگی جانی کچھ حاصل کرنے کا نام ہے  
تم نے اسے ایسے لٹا دیا۔

"اور شاید ذہنی طور پر میں بوٹھا بھی ہوں۔"  
"ذہن کو بدلو۔"

"کوشش کروں گا۔ اذلی تو میں ان واقعات میں ہی الجھا ہوا  
ہوں تم اس سلسلے میں میری مدد کیوں نہیں کرتی؟"

"تمہارے ساتھ انتظار کرو۔ صاب ٹھیک ہو جائے گا اور سسٹن خود  
کو بدلو میں تمہارے ذہن کو بھی جو لٹن دیکھنا چاہتی ہوں۔ یہ میسٹر

ریشن۔ کہے لیے بھی ضروری ہے۔"  
"میں نے کہا انوکھی شش کر رہا تھا۔ میں نے کہا اس کے بعد

مجھ کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ ایک سال پھر سونے کے بے یٹ جگہ لیکن





ہے میں اپنی طرح جانتا ہوں کہ رانا مسودہ اگر رانا جہانگیر کو یہ بات معلوم ہوتی کہ تم مجھے روح کو چاہتے ہو اور اس کے حصول کی تلاش دل میں دیکھتے ہو تو وہ جو خوشی تمہارے لیے یہ قربانی دے دیتا لیکن وہ نہیں جانتا تھا۔ تمہاری خود مری نہیں یہاں سے غمزدگی سے نکلی لیکن رانا جہانگیر سے طرح خود دار نہیں تھے وہ اس دولت پر عیش کرتے رہے اور بے جا رہے رانا جہانگیر نے کبھی یہ بات نہیں سنی کہ یہ دولت اس کی ہے اور اس کا جڑ بھائی کسی طرح اسے برباد کرنا ہے یہاں تک کہ رانا جہانگیر موت کی آغوش میں جا سوا اور رانا جہانگیر کو کھلنے کا موقع نہ مل گیا جس کا ایک دن اس میں کہیں شامل نہیں رہا لیکن اس کے بعد میں ہمیشہ تم لوگوں سے متعلق رہا ہوں ایک اور غمزدگی ہے جو تمہارا بڑا دوسرے ہے اور تم لوگوں سے اس کے گھر سے تعلقات تھے جس نے اب رانا جہانگیر کی بات کر رہا ہے اب وہ دوسری بات ہے کہ درمیانی وقت میں جلد سے تعلقات ٹوٹ گئے لیکن میں انہیں پھرتا اس قدر کرنا چاہتا ہوں۔" واحد نے جواب دیا۔

"بھئی میں کیا کر رہے تھے۔"

"تو بڑا آزاد رہا تھا۔ بہت سے ایسے مسائل تھے جن کا تعلق ہمیں سے ہے ہوں سمجھ کہ میں نہ ملنے تو نہیں میری گزارتا ہوں لیکن میں غمزدگیاں ادا کرتا ہوں جب میں اپنی سے بٹ کر کچھ کام کرتا ہوں۔"

"دوسرے برائی نگاہ میں تم بھی بڑا سردار آدمی ہو۔ میں نے شکر ادا کرتے ہوئے کہا۔"

"نہیں رانا مسودہ، میں بہر طور یہی خواہ ہوں ہاں اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ اگر تمہارے تمام مسائل حل ہو گئے تو تم سے کچھ کاموں کا جو میں سمجھ کر میری وہ مانگ ہی میری ان کا دشمن کا ٹوک رہے۔"

"اب اور انہیں ہرگز نہیں دہن میں پیدا کر دی کون سی ایسی چیز ان کے لیے جو وہ چاہتی تھی ہو۔"

"اب اس کا اور مجھے یقین ہے کہ وہ ایسی چیز نہیں ہوگی کہ نہیں اسے اپنے میں سے لے کر دے دیتا ہوں۔"

"ہاں، اچھا اب یہ بنا کر کرنا چاہیے۔"

"یہ سوال بہت پیچیدہ ہے رانا صاحب، تاہم اگر اس کا جواب دینے میں دس سالوں لیکن دینے کی جرات نہیں کر سکتا۔"

"وہ تم مجھے یہاں سے جو اور تمہارے بھی غمزدگی سے بھلا دے گا۔"

"ان دنوں سے وہ بہت ہی کم ہے دو مہینے کا حد چاہتا ہوں جو غمزدگی میں نہیں اپنا غمزدگی سے دھست۔" فیاض نے کہا۔

"نہیں، صاحب جعفر، تو تو غمزدگی میں ایک معیت

بن جاتی ہے۔"

"نہیں کہیے۔" میں نے سوال کیا۔

"مشورہ دینے والے کہیے۔"

"اگر یہ بات ہے واحد، تو تو یہ وعدہ کرنا ہوں کہ تمہارے غمزدگی کبھی بھی ہونے اور مجھے ان سے شدید اختلاف بھی ہو تو تمہارے غمزدگی شک نہیں کروں گا۔"

"رانا صاحب، معیت بڑی بات کہہ رہے ہیں جہاں نہیں پائیں گے۔"

"مکشش کروں جو میرے دوست۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن اگر آپ برداشت نہ کر سکتے تو میری کیا حیثیت ہوگی میں اس بات کو سوچ رہا ہوں۔"

"مگر بات کوئی بہت ہی سخت ہوئی اور ایسی ہوئی جو میرے لیے ناقابل برداشت ہوئی تب بھی میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم اس مسئلے میں کوئی تعرض نہیں کروں گا۔"

"اس کا مقصد ہے کہ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں کہہ دوں۔"

"ہاں یہ سیکر دست۔ تم سب کچھ کہہ سکتے ہو مگر کرنے کی کوئی بات نہیں۔"

"تو سنئے رانا صاحب، چارے ساتھ دو مہینے میں نہیں جانتا کہ رانا جہانگیر کی بڑے دھن میں آپ کہیے کہ رانا جہانگیر آپ ان کو چاہتے تھے آپ ان کو ہمیں کہنے کے خواہش مند تھے تو کیا ان کے دل میں بھی یہی آرزو دہان چڑھ رہی تھی کیا آپ مجھے اس کا جواب دیں گے۔"

"ہاں۔ اس وقت یہی بات تھی۔" میں نے اپنے الفاظ کو ترمیم سے استعمال کرتے ہوئے کہا۔

"اور اب۔" واحد نے مجھے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ بہت چالاک آدمی تھا میں آج سے اس کی فطرت سے واقف ہونا چلا جا۔ ہاتھ اور جو کچھ نظر آتا تھا وہ نہیں تھا بلکہ اندر جہانگیر میں بھی بہت کچھ تھا بہر طور میں نے قیاساً دیکھ لیا تھا۔"

"اب کیا کہا جا سکتا ہے کیا یہ وہ مشاوری شدہ عورت ہے جو وہ چاہتی تھی جو ان کی زندگی بگاڑ رہی ہے اس کے ذہن کی گہرائیوں میں جو کتاب بیٹھ گئی ہے۔"

"لیکن میں وہ مخلص رہا تھا۔" رانا صاحب جہاں آپ کو پوری ہمت سے کام لیتا ہے۔"

"کیا مطلب۔"

"آپ۔" سسر جہانگیر کے ذہن کی گہرائیوں میں جھانک رہے تھے۔

"اس سے نالغہ۔" میں نے بغیر واحد کی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے کہا تھا کہ ایک شکل ہے کہ آپ رانا میں کو بیٹھتے ہیں واحد نے کہا۔"

"مگر کس طرح یہ بات ہو جاؤ۔"

"شہر کے ایک منٹ۔" واحد نے کہا اور دس مہینوں کے ملنے کی جانب بڑھا چلا اس نے پھر قیاس سے وعدہ کیا اور پھر بھانپنے لگا میں اس کی حق حرکت کا دلچسپی کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا اس نے دوسرے اوجھڑا دیکھا اور پھر وہ لڑکے کے معنی انداز میں دیکھنے لگا۔

"آپ کو یہ بات بھی طرح ذہن نشین کر رہی تھی کہ جو کوئی بھی سلیم کو قتل کرنے کا خواہش مند ہے اس کے ذہن میں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے کہ وہ رانا میں کی دولت پر ہاتھ نہیں ڈالے سلیم اس دولت کا جائز اور وعدہ کرتے ہیں کسی کو سلیم کے علاوہ وہ حق نہیں چاہتا کہ وہ اس دولت کو اپنے تصرف میں لے لے کیا آپ اس بات سے متعلق نہیں ہیں۔" میرا خیال ہے کہ آپ بھی انہیں لوگوں میں شمار کریں مگر آپ رانا میں سے کچھ حاصل کرنا چاہیں تو رانا میں پھر نہیں چل کر سکتے۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

"کیا جانتے ہیں آپ۔"

"میں کہہ رہا ہوں کہ رانا جہانگیر کی اپنی ملکیت ہے اس نے اپنے ہاتھوں سے یہ سب کچھ کھلا ہے اور کسی کو اس کا حق نہیں پہنچا گا وہ اس کے حصول کے لیے کوشش کرے۔"

"دوسری بات۔" میں نے کہا چاہتا تھا اور یہی وہ کہہ رہے تھا جو بہت سے راز افشا کر رہا تھا۔ لیکن اب اس بات میں کوئی شک نہیں رہا تھا کہ سلیم کو قتل کرنے کی کوشش کرنے والا رانا میں کی دولت کے حصول کا خواہش مند ہے۔"

"لیکن وہ کون جو سکتا ہے۔"

"کوئی بھی ہو۔" دولت کا لالچ ہر ایک کے ذہن میں پیدا ہو سکتا ہے میں اس سلسلے میں کسی کا نام نہیں لوں گا لیکن جو کوئی بھی ہے ہم اس سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔"

"وہ کس طرح۔"

"رانا سلیم کے متعلق کے لیے اگر ہم مل میں کسی کو ہلاک بھی کر دیں تو ہم یہ کہیں کہ رانا جہانگیر نے ہاتھ نہیں دیا کہ وہاں کے معاملات کی اطلاع پولیس کے کارکنوں تک پہنچ چکی ہے۔"

"کیا مطلب۔" یہ انکشاف میسکے لیے بھی نا تھا۔"

"جی ہاں۔ پولیس اس سلسلے میں ملوث ہو چکی ہے کسی بار پولیس کے حکم کے تحت سے افراد یہاں آکر رہیں گے پھر چکے ہیں۔"

"اتنی گزار چکے ہیں۔" لیکن کمال کی بات ہے مجھے اس سلسلے میں کبھی اطلاع نہیں ملی۔"

"بات خاصی پرانی ہے اتنی پرانی کہ اب لوگوں کے ذہن میں بھی نہیں رہی ہے اس لیے آپ سے اس کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہو گا۔"

"لیکن یہ بات تمہارے علم میں ہے۔"

"ہاں میں نے عرض کیا تھا کہ رانا جہانگیر اس کی رپورٹ موجود ہے پولیس آفیسر ان بیان کے چکر بھی لگا چکے ہیں اور یہاں کے لوگ ان سے اس قدر بد دل ہو چکے تھے کہ اس کے بعد انہوں نے عمل میں ہونے والے واقعات کی اطلاع پولیس کو دینا منسوخ کر دیا کیونکہ پولیس اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔"

"اچھا پھر کبھی سے جلومان کیا کہ پولیس کے کارکنوں میں ان واقعات کی تفصیل موجود ہے تو پھر۔"

"میں نے سوال کیا۔"

"تو پھر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس بھوت کا شکار کر لیا جائے۔"

"بھوت کا شکار۔" میں نے تعجب سے لہجہ میں اسے واحد کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ وہ بھوت جو رانا سلیم کی تک میں ہے اور یقیناً کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی سے چوک ہو ہی جائے گی اور رانا سلیم قتل کر دیا جائے گا۔" واحد نے سسنی خیر لہجے میں کہا۔ میں نے وہی سے ہی اسے جھٹک کر قرائت دیکھ رہا تھا اب واحد بولا۔

"اور اس سے قبل کہ رانا سلیم کے خلاف یہ سازش کا سیلاب ہو جائے ہمیں اس بھوت کو ہلاک کر دینا چاہیے۔"

"لیکن لیکن تمہارے خیال میں وہ بھوت کون ہو سکتا ہے۔"

"میں نے عرض کیا تھا کہ اس سلسلے میں میں اتنی بڑی حقیقت نہیں رکھا کہ حقیقتوں کو سمجھ پاؤں لیکن رانا سلیم کا کوئی بھی دشمن اس قابل نہیں ہے کہ وہ اس عمل میں سے باز نہ رہے۔"

"ہوں کیا اس بھوت کو شکار کرنا اتنا ہی آسان کام ہو گا۔"

"کیا اس سے پہلے اس کی کوشش نہیں کی جا سکتی۔"

"نہیں اس کو ہلاک کرنے کی ایسی کوئی کوشش نہیں کی گئی اگر کبھی اس کے خلاف۔ کوئی شخص کاروائی کی بھی جس کی تو اس کی اطلاع اس بھوت کو جو کہیں اور وہ بھوتوں نظر نہیں آتا آپ نے بھی دیکھا ہو گا کہ آپ کے آنے کے بعد وہ شاید ہی کبھی نظر آیا ہو۔"

"ہوں۔ لیکن واحد ہم اسے ہلاک کیسے کریں گے۔"

"اس سلسلے میں بھی واحد کی خدمات حاضر ہیں ہرگز نہ آپ اس کا بیڑہ اٹھائیں۔"

"میں تم سے اس موضوع پر زور ایک دو دن کے بعد بات

کردوں گا وادہ۔ اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے ہم کو کشش کریں گے کہ  
سلیم کو اس مصیبت سے نجات دلائی جلتے ہر صورت بھوت کو کھل  
کرنے کے بعد کیا ہوگا۔  
ایک دوسری صورت بھی میں آپ کو پیش کرنا چاہتا تھا رانا  
مسعود۔ وادہ بولا۔

وہ کیا۔  
مجھے آیت ہے کہ رانا مسعود اپنی فراخ دلی سے کام لے کر میری  
کسی بات کا اثر اچھیں نہیں لگے رانا صاحب سلیم کے تحفظ کے لئے  
بھی ضروری نہیں ہے کہ صرف ایک بھوت کو ہلاک کر دیا جائے  
ایسے بے پرواوں بھوت رانا محل میں پیدا ہو سکتے ہیں دولت بک  
غریب ہے انسان اس کے بکڑ میں چھس کر ایسی مصیبتوں کا  
شکار ہوتا ہے کہ ان سے نکلنا اس کے لیے ناممکن ہو جاتا ہے لیکن  
اگر سلیم کی زندگی آپ کو عزیز ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ رانا صاحب  
کی نفس و نشان باقی رہے تو پھر آپ کو ایک اور کوشش کرنا ہوگی  
رانا مسعود۔

مکمل کوشش۔؟ میں نے سوال کیا۔  
”مکمل کوشش کو اس کا معنی یاد دلانے کی کوشش اسے ماضی  
میں واپس ہونے کی کوشش۔ یہ کوشش کہ وہ آپ سے دوبارہ شادی  
پر رضامند ہو جائے۔“

یہ تم کیا کہہ رہے ہو وادہ؟ میں نے اسے ٹھوکتے ہوئے  
کہا مالا کہ یہ بات نہیں ہے یعنی آسان معنی وادہ نہیں جانتا شاید  
ایک ٹھوس سی کوشش کو اس کو اپنی زندگی میں شامل کر سکتی تھی  
وہ تو اس بات کا اظہار کر رہی تھی لیکن ظاہر ہے میں کسی دوسرے  
کو اس سلسلے میں کوئی تفصیل نہیں بتا سکتا تھا۔

اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہے رانا مسعود کہ  
آپ دشمنوں کی زبان ہمیشہ جیتنے کے لیے بند کر دیں ان کے زبوں  
پر پانی پھر دیں رانا صاحب کی دولت اس کی بڑی کی ہے اور اس کے  
ساتھ ساتھ اس کے پیشے کی ہے آپ رانا سلیم کو اپنی تحویل میں لے  
لیں گے دولت کے منہ کی شکل اہلک آپ جو منہ کم از کم اس وقت  
تک جب تک رانا سلیم جوان نہیں ہو جاتا اور پھر جوانی ہی سے کیلے  
ظاہر ہے کہ گائیک آپ کی بڑی ہوگی اس کی دولت آپ کی دولت  
ہوگی اس طرح رانا مسعود صاحب سامنے لوگوں کے حوصلے بہت  
بوجھا رہے اور آپ اس دولت کے وادہ ملک ہوں گے آپ  
اس دولت کا زور اٹھ کر ہی رانا صاحب۔ یہ کسی طرح اس دولت  
سے کم نہیں ہے جو کبھی آپ کے خاندان میں تھی۔ آپ کتنے ہی بڑے  
جوہاری ہوں کتنا ہی کامیاب ہوں۔ لیکن انہی دولت آپ کے لیے  
حاصل کرنا مشکل کام ہوگا۔

ہاں۔ میں جانتا ہوں۔  
”ہاں وادہ کی بھی کتنا تعجب مجھے اجازت دیجیے۔“  
”پھر کبھی مذاق سے کہہ دے وادہ۔“  
”آپ کے حکم کا منتظر ہوں گا جب آپ حکم دیں ماضی ہو جاؤں گا۔“  
”تمہارا کوئی فون فیرو فریڈ۔“  
”ہاں۔ بکسوں نہیں۔ آپ فون کر لیجیے۔ وادہ نے کہا اور میں  
پھر اس کا فون فیرو فریڈ نہیں کر لیا تھا۔  
”اس فون پر جیسے ملے جو؟“

ہاں ہوں گا۔ اس وقت تک جب تک آپ دوبارہ طلب نہیں  
کرتے۔  
”ٹھیک ہے میں نہیں فون کر کے مودتوں سے ہمہ گیر ہوں گے۔“  
”فون پر نہیں۔ فون کو شپ بھی کیا جاسکتا ہے۔“ آپ فون کر کے  
صرف لیے طلب کریں جملے اور آپ کے درمیان جو گفتگو بھی ہوگی  
آپ کے سامنے چھ کر ہوگی۔

”ٹھیک ہے۔ وادہ نے جگہ سے اٹھ گیا اس کے جانشین کے بعد  
میں گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ میں  
مکمل کوشش سے شادی کر کے اس محل میں بیٹھ جاؤں یہی نادرہ فٹنگ  
سے نا جائیداد چاہتی تھی ابھی تک تو اس نے اپنے کسی مراد کے اظہار  
نہیں کیا تھا وہ بڑی عجیب، غریب کیفیت تھی وادہ بھی مجھ سے کہہ  
چاہتا تھا وہ میری وہ فٹنگ بھی مجھ سے کہہ چاہتی تھی لیکن یہ کچھ ہی کچھ  
سے باہر تھا۔ کیا کرنا چاہیے؟

منا سوچتا تھا جی حیرتوں میں ڈوبتا چلا جاتا تھا۔ میں  
بہ سب کچھ تو نہیں تھا میں تو زندگی کا ایک طویل سفر ہے کہ کے  
یک شخص میں جتنے کچھ پہنچ چکا تھا اس کے بعد تھی زندگی باقی  
نہ گئی تھی اسے سکون سے گزارنے کا خواہشمند تھا۔  
کہاں سے کہانی شروع ہوئی تھی اور کہاں پہنچ گئی تھی  
سلمان پر اسرار زندگی کا ایک گرا اپنے باقی دشمن سے  
انتقام کے لیے تو یقیناً ہم معر واپس آ جاتے اور بقی زندگی  
میں وہی گزار دیتا۔ لیکن حالت میں ایسی تبدیلی پہنچتی  
تھی کہ ساری سمیت حال مجھ کو کئی تھی سلمان ب  
اس دنیا میں نہیں تھا کیا کیا جاسکتا ہے یا پھر بھی نہیں  
تہ کہ میں طرح میں نکلتا تھا وہ بھی نکلتا تھا مالا مال زندگی کا  
وہ پرامن زندگی پر بدقسمت کی اور میرا بیت کے رہا کرتے  
میرے ذہن میں اگر کچھ اور ماضی میں جلتا تھا تو پھر رانا خاندان  
بھی یاد آتا تھا۔ جو ہر طرح پرستون میں ہی تھا نہ نہیں  
ان کے پاس سے کوئی سوچا ہوگا کہ نہیں لیکن یہ کیا جاسکتا

ہوتا حالات۔ اگر اجازت دیتے تو میں انہیں لاسٹ کرنے کی  
کوشش کر سکتا تھا۔

لیکن... لیکن یہ میری اپنی شخصیت اب ایسی ہے کہ میں  
اپنے گورنر میں جاؤں۔ میں تو ایک لمبییدہ قریب شیش کا ایک  
میں گیا تھا زندگی کے ایک طویل سفر کے بعد پھر اس منزل پر  
لوٹ آنا کوئی معمولی بات نہ تھی لیکن آیت گواہ تھا میرے ساتھ  
پاؤں خواہ سے میرے دل کی انگلیں گواہ تھیں کہ میں نہیں کاؤں  
تھا جب اس سے ملتا تھا جوانی مجھ پر پھر سے واپس آگئی تھی اور  
میرے لئے قابل یقین ہو لیکن دوسروں کے لئے قابل یقین  
تھی نہیں ہو سکتی تھی کوئی۔ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہی باہر زاد  
خان ہوں جواب سے ایک طویل حیرت قبل یہاں سے گیا تھا  
آخر وقت کچھ تو آجے بڑھنا لیکن مجھے وقت میں واپس  
وہ حال رہا تھا یہ سب کچھ میرے لئے ہر ایش تھا اگر کبھی  
اپنا اندکا حاضری لیتا تو محسوس ہوتا کہ زندگی بڑی عجیب سی  
چیز ہے۔

جوانی واپس آ جانے سے بے جتنی مسرت ہوئی تھی  
میرے دل کے لیے اس کا احساس زندگی کا کون بڑھا  
ہونا چاہیے کون مرنا چاہتا ہے حالانکہ جنس انسان کو  
قبول کرتی ہے اب اس تمام حقیقتوں کو قبول کر لیتا کہ  
کر لیتا لیکن اب جب کہ واپس مل گیا تھا تو دل نہیں چاہتا  
تھا کہ اس کو گھروں یا جانے ہاں ذرا میرے غور و برکت تھی

اور اب یہ سب کچھ میری کسی محنت کا نتیجہ تھا۔ میں  
اسے کیے نظر انداز کر سکتا تھا اس کے امکانات پر عمل کر رہی  
تو میں زندگی سے بہتر راستے لاسٹ کر سکتا تھا۔ ہاں وہ  
زندگی ہے میں ابھی دنیا میں مزید گزارنے کا خواہشمند تھا۔  
میری محنت نے مجھے ہر طرح کی آزادی دی تھی اس نے  
مجھ پر کوئی پابندی ماند نہیں کی تھی خواہ میں اخلاق مند سے  
گندہ جاؤں خواہ کچھ مجھ کو ڈوں۔

لیکن میری اپنی نظرت زندگی مختلف تھی میں خود اپنے شان  
مطلوبی رہتا تھا چاہتا تھا مینہ ہی اس کی پابندی کی تھی میں  
نے لیکن اب۔ اس کی رائے چاہیے کل رخ کو میں وہ دھوکا  
نہیں دے سکتا تھا۔ اول تو یہ رانا مسعود نہیں تھا اور اگر  
ہوتا بھی تو یہ سب کچھ میرے پس کی بات نہیں تھی۔

میرے لیے اس نے نبوت کیا تھا۔ ضروری نہیں تھا  
کہ میں وہ سب کچھ اسی انداز میں کر لوں تھا جس بھوت کو وہ دیکھ

لیکن اس سے قبل میں تھوڑی سی گفتگو عالم سے کر لینا  
چاہتا تھا۔

مہتا نے دوسرے دن ناشتہ کے بعد میں نے شاہ عالم کو  
طلب کیا اور اسے کہہ کر ایک تنہا گوشے میں بیٹھ گیا۔  
”شاہ عالم! اب آؤں گے باپ سے میں تمہارے عنایت  
ماننے کا منتہی ہوں۔“  
”میں کیا عرض کر سکتا ہوں رانا مسعود میرے تو آپ کے  
خادموں میں سے ایک ہوں۔“

یہ بتاؤ رانا سلیم کی زندگی کے تحفظ کے لئے قانون سے  
درخواست کی گئی تھی۔  
”باب یہ غامی پانی ہلت ہے جب شاید رانا سلیم پر  
دوسرا یا تیسرا حملہ کیا تھا میں نے خود پولیس میں رپورٹ درج  
کرائی تھی اس پر ترجمہ بھی دی گئی تھی تین ہفتے تک پولیس  
کے سپاہی ہمارے کوٹھی میں بیٹھ دیتے رہے تھے خود پولیس کانسٹیبل  
بھی ہمارے ساتھ گرد و مکر لگاتے رہے لیکن وہ بھوت نظر نہیں  
آیا اس کے بعد تھوڑے دنوں کے بعد وہ ایک کافی عرصہ تک کوشش  
کرتے رہے اور پھر کسی منہ جھٹلا گئے انہوں نے کہا یہ  
سب جارا دہم ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے اس کے بعد بھی  
پولیس والے کئی بار ہمارے ہاں آئے لیکن بھوت کبھی اس  
وقت نظر نہیں آیا جب پولیس کوٹھی میں موجود ہوتی تھی چنانچہ ہم  
مکمل ثبوت پیش کر کے اور اس کے بعد خود ہی شرمندہ ہو کر  
بچھ گئے۔“

ہوں۔ میرے پروردگار پروردگار میں میری سچے کہ رانا سلیم  
کی زندگی کو خطرہ لاحق ہے۔  
”ہاں۔ پولیس نے یہ ناک باندھنا ہے صرف اس نظر ہے  
تک کہ یہ سب کچھ جارا دہم ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔  
اور جو ملے ہوئے۔ رانا پران کی اطلاع پولیس کو دی  
گئی؟“

نہیں۔ حالات کچھ ایسے ہو گئے تھے کہ اس کے بعد اس کی  
گفتگو ہی نہ رہی؟ شاہ عالم نے جواب دیا۔  
”ہوں۔ تم لوگ نے بھی اس بھوت کو کھینچا بلکہ کہنے  
کی کوشش کی؟“

میں نے سوال کیا۔  
”نہیں صاحب۔ یہ میں کوٹھی میں کوئی بھی اتنا دیر نہیں  
ہے یہاں کہ میں بھی نہیں، ہم لوگ بہت فزونیہ میں  
187

ہمسایہ سے بات تو معیت کم نظر آتا ہے لیکن جب بھی نظر آتا تھا ساز و سول کی برکت و رعیت جو باریق فنی کسی کی نہاں تھی کہ اس پر عمل آج جو یا اسے پہلنے کی کہ کشش کرے :

• ہوں • تھیک ہے شاہ عالم اگر کوئی ایسی بات یہی ہو جائے تو میں کوئی اعتراض تو نہ کروں گا ؟

یہ ہے ملک، لیکن ہر کوئی حق بہت منہ سے کہتا دیکھیں عیسا  
ہو نہ منہ ہی آیا رانا صاحب یہ سب کچھ تو فرمایا ہی جا نہ رہے ایسا  
ہر کام بلکہ اس طرح کہنے سننے میں مل جاتا ہے آج کے آپ کو کس  
کا لفظ نہ ہے ؟

موسس کر سکتا تھا اس کا وجہ یہ ہے کہ اس کا احساسِ وطنیتا تھا۔

لیکن جامد نہیں بنایا تھا۔ ستاروں کی چٹانوں میں چاروں طرف  
خاموشی کے ساتھ ایک مدہم سی روشنی پھیل رہی تھی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

میرا کام کیا! حرکت کے اس۔ دوسری طرف۔ میں نے  
 ہنگامی سے ایک مرتبہ ٹھیکہ لیا  
 "جیسے۔" رابرٹ نہیں ہے۔ یہ خیال ہے تو کارپوریٹ  
 قلمروں کی ہے۔  
 "وہ کام ہے۔"

[illegible]

بہارِ شکرِ جاہِ قرین کی کوششیں ہی دیکھ کر اب مجھے پہلے پہل قبول  
پیدا ہوئی تو روزِ سیرِ توبہ کی چمک سے مجھے کچھ غلام ہو سکا تھا۔  
میں نے سب سے صبر سے پردہ اٹھائے اور سب سے پہلے ان کی سبھی  
کمرہ۔ دو ڈیس ہو گیا تھا۔

نہ سترہ دس نے جلدی سے سمجھت کلاؤں کو مسکایا تھا۔  
 سب راجہ مل کے ساتھ خلیفہ میں تجویز دیتے تھے۔ اور  
 اٹھارہ نوے، چھ سو پانچ سو۔ شاہ عالم نے عیار نہ کیے تھے کہ کیا ایک  
 ملازم اس درود سمجھت ہوگا تو دیکھنے کی بہت سچائی کر پائے تھے۔  
 سر راجہ صاحب: ایک بڑی درود پڑھ کر شاہ عالم فوت ہو گئے۔  
 عداس میں نے لڑکی بھوت کی دھڑلہ، ٹھانی اور اندام سے نکلے اور دیکھ  
 سب سرگرم پیشانی تھے۔ چل رشتہ اور شہلا پہنے کسے کے دلزار  
 پر کھڑے ہوئے تھیں۔  
 محل رشتہ نے شہلا سے کہا: شہلا! تو رہاں دیکھو میں بھی آئی  
 اور وہاں سے پاس آئی تھی۔



مکب - ۹  
تقریباً ایک ہفتہ قبل :-  
انہوں نے آپ سے ملاقات کر لی ؟

نہالی کی حیثیت سے بنا سکتے تھے۔ یہ سب کچھ کرنا ضروری نہیں تھا۔

نہالک ہے۔ براؤنزم آپ مجھ کو اپنا صاحب کی رہائش گاہ کی تلاش کی مہارت دیں۔  
پولیس کی کارروائی میں کوئی مداخلت میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا۔

میں اس معاملہ کے لیے شکر گزار ہوں۔ ڈی ایس۔ پی نے کہا پھر مجھے اور شاہ عالم کو بھی ڈی ایس۔ پی کے ساتھ مل کر جانا پڑا۔ رات کے پندرہ بجے میں وہ جگہ بہت پر امن نظر آئی تھی۔ اس وقت دو دنوں کو کچھ بھی بیان کر سکتے تھے۔ تیز رفتاری سے کر کے پولیس افسر اس کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ دو ڈی ڈی اہل سے ایک ایک جگہ کو دیکھ رہا تھا۔

براؤنزم سامان تھا اس کمرے میں۔ مہری، ایک بڑا بڑا چمکریاں، ایک آرم کرسی، مینل پیس آفس خانہ، میٹل پیس پر ایک خانہ نظر آیا جو کمرے میں تھا۔ اس میں ہاتھ ڈالنا تو ایک گول کیسل امبری نظر آئی۔ اسے دیا یا تو ایک سمت کی دیواریں ایک آواز کے ساتھ دو دروازہ نمودار ہو گیا۔

ڈی۔ ایس۔ پی نے مارچ ٹھکرائی اور ہم لوگوں کو ساتھ آگے کا اشارہ کے اندر داخل ہو گیا۔ ایک دلداری کٹی جس کا اختتام ایک اور کمرے پر ہوا تھا۔ یہ کمرہ اصل جگہ سے بہت دور تھا۔ کیونکہ راہداری بھی کالی لمبی تھی۔ اس سارے کمرے میں ایک بڑے صندوق کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ صندوق میں ساز نہیں تھا۔

ڈی۔ ایس۔ پی نے دو کانسٹیبلز کو یہ صندوق کھولنے کا حکم دیا اور انہوں نے ڈھکن کھول دیا۔ ایک انسانی ڈھانچہ رکھا ہوا تھا۔ اس کے پاس اس کا لباس بھی موجود تھا۔ یہ زمانہ جا رہا تھا۔

شاہ عالم نے یہ لباس پہچان لیا۔ یہ اس صورت کا لباس تھا جسے رانا جیہ مری بنا کر لائے تھے۔  
اور۔ اس کا مقصد یہ کہ وہ صورت یہاں سے فرار نہیں ہوتی تھی بلکہ اسے قتل کیا گیا تھا۔

ہاں۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس کمرے میں ایک اور دروازہ دستیاب ہوا۔ اس کے دوسری سمت تھوڑی سی گہرائیوں میں گٹر لائن تھی۔ یہ لائن خشک ڈی ہوئی تھی لیکن اس کا اختتام بلند یوں پر ہوا تھا۔ ان عمارتوں کے قریب جہاں سے وہ بھوت نمودار ہوتا تھا۔

محلہ خانہ موٹو ہوئی۔ میں نے شاہ عالم کو روکے کی خوشی نہیں کی تھی۔ پولیس نے پہلے میں در نہیں لگائی۔ ایک انسپکٹر ڈی۔ ایس۔ پی اور ایک ڈی پولیس کانسٹیبل آگے بڑھے۔ لاق ال کی قوت میں مدد کی گئی۔

ڈی۔ ایس۔ پی نے ابتدائی کارروائی کی اور پھر مجھے اس سے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔ شاہ عالم میرے ساتھ تھے۔ اس نے ڈی۔ ایس۔ پی کو صورت حال بتائی اور پھر میں نے سمجھتے کے اس لئے کوتاہی۔ آپ کو شہر کا وہ کوئی سمجھتے نہیں ہے :-

میں صرف صورت حال جانتا چاہتا تھا جس نے اسے انسان سمجھ کر گولی نہیں چلائی تھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ گولی کا اس پر کیا اثر ہوتا ہے ؟

رانا صاحب۔ ایک خاص سوال کرنا چاہتا ہوں۔ رانا جیہ آپ کے بھائی تھے۔ ان حالات میں ان کا قتل آپ کے لیے کیا حیثیت رکھتا ہے ؟

میں کسی خبردار کا مدد کی حمایت کسی نہیں کر سکتا۔ رانا جیہ آپ کے بھائی تھے۔ اگر رانا صاحب کا کوئی مسئلہ تھا تو وہ مجھ سے

192

تمام صورت حال۔ ماننے تھے۔ رانا جیہ ایک سبب لکھا کھل رہا تھا۔ اس نے اس صورت کو اپنا کرنا چاہا جس نے اس سے تھکوں نہیں کیا تھا۔ اور میں نے رانا جیہ کی اس صورت کو اپن کرنے کے لیے سلیم کرکس کی تیاریاں کھلی کر لی تھیں۔

ڈی۔ ایس۔ پی نے بھی یہی غلطی کیا تھا۔ پولیس کی کارروائی صبح تک جاری رہی۔ سب کے خیالات یہ تھے اور پھر رانا جیہ کی لاش پولیس اسپتال پہنچا دی گئی۔ رانا جیہ کی اس بڑا سر لدا ہاتھ لگاؤ میں پولیس کو ایک آپ کا سامان بھی مل گیا تھا اور میرا ایک مسئلہ حل ہو گیا تھا۔

پولیس پہلی گئی۔ صرف دو جوان اس رہائش گاہ پر متعلق کر دیے گئے تھے۔ شاہ عالم عجیب سنسنی خیز کیفیت میں تھا۔ اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

نہالک کیا ہو گا رانا صاحب :-  
تمام مسئلے حل ہو گئے۔ اب سلیم کو کوئی خطرہ نہیں ہے :-  
آپ رانا جیہ سے ملے تھے :-  
ہاں۔ اور ان کا چہرہ جھلسا ہوا تھا :-  
میک آپ :-

اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے ؟  
میں اب بھی وہی درخواست کر رہا ہوں رانا صاحب !  
آپ گھر سے شادی کر لیں۔ سلیم ابھی بچہ ہے۔ آپ جیسے نیک انسان کے زیر سایہ پرویشش پائے گا تو اس کا مستقبل سنو۔ جائے گا :-

یہ وقت ایسی باتیں کرنے کا نہیں ہے شاہ عالم :-  
معمولی چاہتا ہوں۔ دل کی بات تھی کہے بغیر نہ سکا :-  
میں خاموش ہو گیا۔

تین دن گزر گئے۔ چوتھوں دن دھندلے طے آیا۔  
اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ کیسے مزاج ہیں رانا صاحب :-  
نہالک ہوں :-  
پولیس نے کوئی مسئلہ تو نہیں پیدا کیا :-  
نہیں۔ لیکن کچھ باتیں میرے ذہن میں اب بھی ابھی ہیں

میں دھند :-  
کیا :- ممکن ہے میں ان کا حل پیش کر سکوں :-  
رانا جیہ ماس وقت میک آپ میں کیوں تھے ؟ کیا میری آمد ان کے لیے موقع تھی :-  
ہاں :- دھند نے جواب دیا۔

193

کیا مطلب :-  
وہ آپ کا انتظار کر رہے تھے :-  
خدا کی پناہ ! آپس کیسے پہچان کر میں ان کے پاس آنے کی کوشش کروں گا :-

میں نے انہیں بتایا تھا۔ دھند نے جواب دیا اور بڑے کانوں کے قریب جیسے ہم چپنا۔ میں سہمی سہمی نگاہوں سے دھند کو دیکھتا رہا گیا۔ پھر مشکل میں نے کہا۔  
تم نے۔ تم نے دھند۔ کیا تمہارا رابطہ رانا صاحب سے تھا ؟  
وہ دھند فرودا ہے جسے رانا صاحب کی ایک ایک کارروائی معلوم تھی۔ دھند نے دھند دھند کر کیا۔ یہ شخص میرے حواس خراب کیے دے رہا تھا :-

کیا کہو اس کے بے ہوش :-  
میں صبح عرفی کر رہا ہوں رانا صاحب :- بلکہ بار بار دھند صاحب کیونکہ دھند فرودا ہے جسے ایک اور راز معلوم ہے :- دھند کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔  
کو نہ لڑ :-

یہی کہہ کر رانا مسود نہیں ہیں :- اس نے سرگوشی کی۔  
واحد نے مجھے تیز کیا تھا۔ یہ شخص سب سے ہی زیادہ بڑا لڑ رہا تھا۔ چند لمحات کے لیے میری زبان گنگ ہو کر رہ گئی تھی۔  
دھند شرات میری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

یہی گنگا چلتے ہو :- تھوڑی دیر کے بعد میں نے خود کو سنسنیال کر رکھا۔  
کچھ نہیں حقیقت حال عرفی کر رہا ہوں :-  
تم نے مجھے بار بار دھند خان کے نام سے پکارا تھا :-  
ہاں :-

کیوں :-  
اس سے کہ یہ آپ کا اصل نام ہے :-  
تم پر بات کہہ سے جانتے تھے :-  
میں دھند سے۔ لیکن آپ کی شکل و صورت رانا مسود سے اس قدر ملتی تھی کہ کوئی بھی دھند کو کھا سکتا تھا۔ دھند فرودا صاحب کو جو حقیقتوں سے آگاہ تھا :-

تم بہت جلاک آدمی معلوم ہوتے ہو واحد ایک سازشی ذہن کے مالک۔ مجھے بتاؤ اس سازش سے متبارا مقصد کیا ہے :-  
ڈی۔ ایس۔ پی بار بار دھند خان :- تم مجھے کچھ بھی کہہ دو لیکن امتحان کر دے کہ میں جہاز سے لیے غرضتہ ہی ثابت ہوا۔ اس غلطی

193

یہ کہیں کو لے آئے ہیں نہ کسی کی بیوی بیٹ جلد  
میرا مال بھرتا ہے سب کے لیے میرا دل دیکھی ہو۔  
ایک اکلانہ کر کے رہتا ہے نہ کسی میں بھی تو

موسیٰ کے لئے فراموشی بھاری ہو گئی تھی۔

اس اعلیٰ کے واسطے ہی تھا کہ اسی اعلیٰ سے ہو کر  
برکات الہیہ ہماری روح پر بھیجی جائے۔

مکملہ دین: دین کی حالت کی طرف اشارہ ہے۔  
 کہ جو حالت میں کہ شیعہ دین کی حالت کی طرف اشارہ ہے۔

ہاں، آج سے پورے ایک ہفتہ بعد رانا سلیم پورے  
 فرماں کا چوبیس گھنٹہ۔  
 رانا سلیم؟ میں نے چوبیس گھنٹہ کہا۔ اور اس کا بڑا سا  
 قہقہہ سنائی دیا۔  
 ہاں، رانا سلیم۔  
 مگر اس سے تمہارا کیا کام ہے؟  
 اچھا آرام کرو۔ یہی وقت ہے پہلے تمہیں اس بابے  
 میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ اب چلتی ہوں۔ آواز بند ہو گئی لیکن  
 میرے لیے وہ سینکڑوں الجھنیں چھوڑ گئی تھیں۔ سبھی رانا سلیم  
 جیسے جیسے اس کو کیا کام ہو سکتا ہے؟  
 لیکن اس سوال کا جواب میرے پاس نہیں ہوا۔  
 الجھنوں کے حالات جن کے توں ہے۔ واحد و دون تک  
 ملنے نہیں آیا تھا۔ میرے دل میں بھی اس سے سرسری ملاقات  
 ہوئی۔ کوئی خاص بات نہیں کی اس نے۔ لیکن اسی رات گھر  
 سب کے سو جانے کے بعد میرے کمرے میں آگئی۔ اس کا  
 چہرہ جذبات سے سرخ ہو رہا تھا۔  
 دانا مسودہ! اس نے جذبات بھری آواز میں مجھے مخاطب  
 کرتے ہوئے کہا۔  
 کہو گل رخ؟  
 آپ نے سلیم کی زندگی محفوظ کر دی۔ اسے کہہ سکتے  
 ایک نئی زندگی دے دی۔ اس لیے کہ وہ آپ کا خون ہے۔  
 یہ میرا راز بھی تھا گل رخ؟  
 میرے لیے آپ کے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں بھی تو  
 مظلوم ہوں۔ جتنا توڑ پھوٹا ہے مجھے۔ کیا میں بقیہ زندگی ایسے ہی  
 گزار دوں گی؟  
 اس کے جواب میں میں تم سے صرف ایک بات کہہ  
 سکتا ہوں گل رخ؟  
 کیا؟  
 بہت بندہ نہیں اندازہ ہو جائے گا کہ مجھ سے شک  
 نہ ہو کہ تمہیں فائدہ ملا ہے۔  
 مجھے پتہ نہیں ہے؟  
 نہیں، جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ محض حقیقت ہے۔  
 خیر، مانتی ہوں کہ اب تمہیں نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ  
 میں تمہارے قاتل نہیں ہوں۔ میں تمہیں مجبوراً نہیں کر دوں گی۔  
 مسودہ! آخری بار سے اس لہجے میں غصہ کرنے آئی تھی۔  
 یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ میں نے جواب دیا۔

سلیم کی ساگر و قریب، گئی تھی۔ رانا محل میں ایک عارضہ ہو  
 چکا تھا۔ لیکن یہاں کے کمپنوں نے اسے حادثہ تسلیم نہیں  
 کیا تھا۔ رانا جیاد جو کچھ کہہ سکتے اس کے بعد ان سے ہر روز  
 کوئی مسئلہ نہیں رکھتی تھی۔ چنانچہ ساگر و جیسے ہی کچھ زیادہ  
 دھوم دھماکے منانے کا فیصلہ کیا اور تیاران شروع ہوئے۔  
 ساگر و نے اعلیٰ پائے پر سنائی گئی۔ ساگر و اور رانا  
 رات جگمگا رہا تھا۔ میں بھی اس میں برابر کا شریک رہا تھا۔  
 دوسری رات جب سوئے کے لیے لیٹا تو مجھے میری نرس کی  
 آواز سنائی دی۔  
 بار بار کیا کر رہے ہو؟  
 ادھ! کچھ نہیں۔ تم سناؤ اس وقت کیسے؟  
 میرے کام کا وقت اب قریب آگیا ہے۔  
 خوب! میں تیار ہوں۔ میں نے کہا۔  
 تو سناؤ! یہاں سے بارہ میل دیر دھو راولی کا علاقہ  
 ہے۔ جہاں کھنڈرات رکھ رہے ہوئے ہیں۔ کل دوپہر ٹھیک  
 نیچے تم سلیم کو لے کر یہاں پہنچ جاؤ۔ تمہیں اس میں کوئی دشواری  
 نہیں ہوگی۔  
 کس۔ سلیم کو؟ میں نے چونکی کر کہا۔  
 میں تمہارے انداز میں کوئی چٹا بٹ بٹ برداشت  
 نہیں کر دوں گی۔ میں نے تمہارے لیے پیش و عشرت کے دروازے  
 کھول دیے ہیں، اور تم میرے کام میں الجھن محسوس کر رہے ہو۔  
 کیا نہیں دیا میں نے تمہیں؟ اور کیا چاہتے ہو مجھ سے؟ ایک  
 بار کہو تمہارے قدموں میں دھیر کر دوں۔ اس کے باوجود تم۔  
 لیکن میں تمہارے کام سے انحراف نہیں کرتا۔ میں سلیم  
 محسوس کرتا ہوں۔ اسے نقصان پہنچانا میرے سرک بات نہیں ہے۔  
 کل ٹھیک میں جگہ تم اپنا کام انجام دے گے۔ اس کے  
 پہلے میں حکم تھا۔ اس کے بعد مجھے اس کی آواز سنائی دی۔ برکت  
 پر شاہن جو گیا۔ دل کی حالت کچھ عجیب ہو رہی تھی۔ خود اپنی ذات  
 کے لیے افسوس رہ گیا تھا۔ کس طرح زندگی بدلی تھی۔ کیا تھا کیا ہو گیا تھا۔  
 کوئی بار دل میں اک جھک سی اٹھی تھی۔ یہ میری سز نہیں تھی۔ میرے  
 لیے مجھے یہ پتہ تھا۔ اب رہ جانے کون زندہ ہو۔ کون مر چکا ہو۔  
 اگر نہیں تھا تو شاید کسی کا پتہ چل جائے۔ لیکن میں ایک  
 انوکھے جہان میں پھنس گیا تھا۔  
 اس کے بعد کا وقت سخت پریشانی کے عالم میں گزارا۔  
 کوئی بات کہہ میں نہیں آ رہی تھی۔ لیکن سارا دن اور ساری رات  
 کے سوچ بچار کے بعد یہی فیصلہ لگا اس کی ہدایات پر عمل کیا جائے۔

دوسرے دن میں اپنے اس ارادے میں پختہ تھا۔ البتہ میں نے  
 ایک فیصلہ اور بھی کیا تھا۔ اگر سلیم کی زندگی خطرے میں ہوئی اور  
 اگر اسے کوئی نقصان پہنچا تو میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔  
 دوسرے کے کھانے کے بعد میں نے سلیم سے کہا۔ سلیم  
 نہیں رہا باغ یاد ہے جہاں تم گئے تھے؟  
 ہاں، کیوں نہیں؟  
 ابھی تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں چلیں گے۔  
 پس۔؟ سلیم خوش ہو کر بولا۔  
 ہاں، تمہیں وہ جگہ پسند تھی؟  
 بہت۔  
 تو پھر تیار ہو جاؤ۔ ہم میں تہہ ہیں۔  
 مجھے سلیم کا خیال نظر کھو گیا تھا اور میرے ساتھ اس کے  
 بدلنے پر کوئی غور بھی نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ کسی نے پوچھا کہ میں  
 سلیم کو کہاں سے جا رہا ہوں؟ میں اسے لے کر جیب میں چل پڑا۔  
 دھوڑائی کا علاقہ بارہ میل دور تھا۔ چیلانی دھوپ پڑ  
 رہی تھی۔ اور درود و رنگ دونوں کھنڈر بچھ رہے ہوئے تھے۔  
 جیب میں سے جیب یہاں روکی تو سلیم بولا۔  
 یہ کونسی جگہ ہے؟  
 آؤ تھوڑی دیر تک کھنڈر میں رہیں گے۔ دھوپ  
 بہت تیز ہے۔ ذرا کم ہوجائے تو باغ چلیں گے۔  
 ٹھیک ہے انکل! اس نے کہا۔ میل دل لڑ رہا  
 تھا۔ کھنڈر ویران پڑے تھے۔ دفعتاً مجھے اس کی آواز سنائی دی۔  
 بار بار اٹکے دم۔  
 ہاں، میں آگیا ہوں۔ میں نے کہا۔  
 انکل! یہ کسی کی آواز تھی؟ سلیم نے پوچھا۔  
 تم نے سنی؟  
 ہاں، کوئی کسی بار کو پکار رہا تھا۔ مگر آپ نے اس  
 کا جواب کیوں دیا؟  
 آؤ سلیم! آ جاؤ۔ میں نے کہا اور محسوس پتھر میرے  
 ساتھ آگے بڑھے۔  
 چلے آؤ۔ اس طرف چلے آؤ۔ میری نادیدہ دوست  
 کی آواز ابھی اور میں آگے بڑھ گیا۔  
 یہ آواز کہاں سے آرہی ہے انکل! کوئی نظر نہیں آ  
 رہا۔  
 خاموشی سے چلے آؤ۔ میں نے کسی قدر خفت سے یہی  
 کہا اور وہ ہم کو خاموش ہو گیا۔ آواز میری رہنمائی کر رہی تھی۔

اور کھنڈرات کے دروں میں بول محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی  
 سایہ میرے کنگے آگے چل رہا ہو۔ مجھے یہ بھی محسوس ہو رہا تھا  
 کہ میں اس سایہ کا کھوکھلا ہوں۔ یہی اس کی آواز کے سر  
 میں گزرا ہو گیا ہوں، اور اس کی آواز کی گھول کر میری سرشت  
 بن گئی ہے۔ میں اگر جاہلوں کی تو یہاں سے بھاگ نہ سکوں۔  
 لیکن بھاگنا تو ویسے ہی نہیں جانتا تھا۔ اس آواز نے  
 میری بڑی رہنمائی کی تھی۔ اس آواز نے مجھے اس نے ماحول میں ایک  
 نئی زندگی بخش دی تھی۔ اور سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس  
 نے میری جوانی واپس لوٹا دی تھی۔ ہاں، انسان خواہ کتنا ہی غریب  
 کرے۔ اپنی ذات پر کتنی ہی تہذیب کے قول بڑھا جائے۔  
 لیکن جوانی بڑی دلکش چیز ہوتی ہے اور اس کے جانے کے  
 بعد یہ آرزو دہشت سے ککھاتی ہے۔ یہ لمحات ہر ذرا پس آسکتے ہیں  
 جوانی بھرا سکھتی۔  
 لیکن مجھے تو ایک طویل زندگی مل گئی تھی۔ مجھے اپنی ذات  
 میں جو تبدیلیاں محسوس ہوئی تھیں انہیں میں خود بھی نہیں دیکھ  
 سکتی تھی۔ دیکھتا تھا۔ لیکن بہر طور وہ حقیقت تھی۔ میں طویل اس  
 منزل پر پہنچنے کے باوجود پھر سے اپنی عمر کے بہت سے سال  
 بچے کی طرف لوٹ گیا تھا۔  
 سلیم میرے ساتھ ساتھ آ رہا تھا۔ اب اس کے چہرے  
 پر خوف کے انکار نمودار ہونے لگے۔ شاید میرے  
 کشت پہنچنے سے اسے اور بھی زیادہ خوفزدہ کر دیا تھا۔ آخرت  
 اس کے لیے ابھی ہی تو تھا۔ بہر طور وہ اب تک مجھ پر اعتبار کرتا  
 آیا تھا۔ اس لیے اس وقت بھی افسانہ کر رہا تھا۔ میں نہیں جانتا  
 تھا۔ کہ میری نادیدہ غنہ مجھے کہاں سے جا رہی ہے۔ بہت سے  
 دروں اور بہت سی راہ رازوں سے گزرتا ہوا میں ایک ایسی  
 جگہ پہنچ گیا جسے اس عوالمی یا پراسرار کھنڈر کا حصہ کہا جاسکتا تھا۔  
 یہ محض خاموشی اور عریض تھا۔ چاروں طرف غراہیں  
 جی ہوتی تھیں۔ ایک دیوان بارہ دوری میرے سامنے تھی درمیان  
 میں ایک چھوٹے سے پتھر سے پر ایک جھڑپناہ تھا۔ میں نے  
 اس جھڑپ کوئی توجہ نہیں دی اور وہاں کھڑا ہو کر جا رہا  
 تھا۔ لیکن نگاہ تب ہی اس کی آواز ابھی۔  
 بار بار میرا رخا سکھ رہا ہے۔ اس مجھے کے نزدیک پہنچا  
 اس نے کہا۔  
 اور میں جہاں سی ٹکا ہوں سے اور اصرار دیکھتا ہوں اس  
 مجھے کے پاس پہنچ گیا۔ مجھ پر کسی عورت کا تھا۔ ایک بہتیت  
 اور کردہ عورت، انتہائی گھناؤنا چہرہ۔ خوب صورت





ابو سلیم اب بھی میرا دامن پر کر چکا رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ انکل! وہیں چلے۔ پلٹر چلے۔ یہاں سے چلے۔  
 لیکن میرے چہرے میں اب تبدیلیاں ہوتی جا رہی تھیں۔ میرے سر کے بال ٹھکڑے ہوتے جا رہے تھے۔ میری آنکھوں میں خون اب لہنے لگا تھا۔  
 ہاں خون جس کا رنگ سرخ نہ تھا بلکہ دھواں جی تھا۔ میں نے سلیم کے سر پر ہاتھ رکھا اور اس کے ننھے ریشمی دھڑال بال پر ہاتھ رکھا۔  
 انکل! اس کی ہونٹاں جتنی ابھری لیکن اب میرے دل میں اس کے لیے ہم کا شائبہ نہیں تھا۔ میں نے منبر پر اس کے بال ننھے ہی جکڑے تھے۔ پھر میں نے اسے چھوٹا پاؤں اور طشت پر اس کی گردن۔ کھڑکی۔  
 وہ تڑپ رہا تھا۔ چلا رہا تھا۔ میں نے پناہ گھٹنا اس کے پیٹ پر رکھا۔ طشت میں رکھی ہوئی تیز دھار والی چھری اٹھائی اور دوسرے لمحے یہ چھری سلیم کی گردن پر پھیر دی۔ سلیم کی گردن سے خون اگلنے لگا۔ طشت خاصا وسیع تھا۔ اب اس پر خون تھا اور اس آہستہ ہونے خون کی چند۔ چھینٹیں میرے لباس پر بھی پڑیں۔ لیکن میں اسے دبوچے رہا۔ اس کا زخم گت کیا تھا۔ اور خون کی کھیاں بہہ رہی تھیں۔ خون طشت میں گر رہا تھا۔  
 لیکن میں ایک بے رحم قصائی تھا۔ ایک جانور تھا۔ دزدان تھا۔ پائل ہو گیا تھا۔ میرا داغ اس کی بھت ایس کے زیر اثر تھا اور مجھے اس معلوم ہونے کے بہتے ہوئے خلیق کی ذوق برابر پردہ نہیں تھی۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہ مسکرا رہی ہے خوش ہو رہی ہے۔  
 لیکن اب اب میرے احساسات کچھ بھی نہیں تھے۔ سلیم کا چہرہ کتا ہوا بدن آہستہ آہستہ سو ہو گیا۔ اب اس نے ہاتھ پاؤں گمواں دیے تھے۔  
 تب میں نے اسے طشت سے اٹھایا اور ایک طرف دھکیل دیا۔ طشت خون سے مبرا ہوا تھا۔ اس کے بعد میں ٹپکے ٹپکے سے انداز میں پکے پیٹ گیا۔ چھری میں نے ایک طرف ڈال دی تھی۔ پھر اس کی منگوں آواز ابھری۔  
 شکر یہ بابر داد خان! اب ایک کام اور کرو۔  
 کیا؟  
 اس طشت کو اٹھاؤ اور میرے سر پر ڈال دو۔  
 تمہارے سر پر؟

ہاں، میرے سر پر۔ تمہارے سامنے میرا منبر موجود ہے۔ اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔  
 میں نے اس طشت کو اٹھا لیا۔ سب سے پہلے اس کے نیچے کو خون سے نندا دیا۔ سفید نمبر خون سے تر ہو گیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے اعصاب میں جھٹک ہو رہی ہے۔ اس کے ہونٹوں پر جگ سی مسکراہٹ پیدا ہو گئی۔ میں دو قدم پیچے بٹ کر اس کیسے کو دیکھنے لگا۔ خون کے قطرات سر سے باؤں تک بہہ رہے تھے۔ لیکن ایک بھی قطرہ زمین پر نہیں گرا تھا۔  
 میرے ہاتھ ان قطرات کو بند بک رہا تھا۔ اور اس کے چہرے پر ایک جگہ سی تانگی دوڑتی جا رہی تھی۔ ہاں، یہ میرا دہر نہیں تھا۔ یہ صرف میرا احساس نہیں تھا۔ بلکہ یہ ایک حقیقت تھی۔ سو فیصدی حقیقت تھی کہ اس کے اندر وہاں میں تبدیلی سی پیدا ہوئی جا رہی تھی۔ وہ پورے اور جیسا تک اندر خال جو تھوڑی دیر پہلے نہایت کروہ نظر آ رہے تھے۔ اب قندے بہتر ہو گئے تھے۔ لیکن قندے ان کی گھومت اور کڑھکی اور غوصت اب بھی باقی تھی۔ تب مجھے ایس کی آواز سنائی دی۔  
 تمہیں میرے لیے ایسے بہت سے کام کرنے ہوں گے۔ بابر داد خان! اس کے بعد۔ اس کے بعد میں نئی زندگی نیا جن حاصل کروں گی۔ ہاں، مجھے وہ سب کچھ مل جائے گا۔ جگہ جو میری ملکیت تھا۔ کچھ تم! تم نے ہی یہ سب کچھ مل گیا تھا۔ اور اب تم ہی مجھے میری جوانی اور خوشی واپس دو گے۔  
 یہ میرا فیصلہ تھا، اور اس فیصلے کے تحت میں نے تمہیں ایک نئی زندگی دی۔ ورنہ تم کیا سمجھتے ہو؟ اس دیرانے میں مجھ کو تمہارے پیٹ کی انٹریلیں کھل کر کھا جلتے۔ تمہاری۔  
 آنکھیں کھال لیتے۔ تمہارے وجود کا ایک ایک ذرہ ہڑپ کر جاتے۔ لیکن میں نے تمہیں نئی زندگی دی ہے۔ میرے شکر گزار ہو بابر داد خان! میرے شکر گزار ہو۔ میں نے تمہیں نئی زندگی اور نیا جوانی دی ہے۔  
 میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید میں نے اس کے اثر سے آزاد ہوتا جا رہا تھا۔ وہ زندگی اور وہ وحشت جو تھوڑی دیر پہلے مجھ میں سرایت کر گئی تھی۔ اب ختم ہو چکی تھی۔  
 میرے بدن کو سردی کا احساس ہو رہا تھا۔ ہاں، مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میں نے خلیق کر دیا ہے۔ میں نے وحشیانہ انداز میں ایک معصوم بچے کو قتل کر دیا ہے۔ اس معصوم بچے کی لاش میرے سامنے پڑی ہوئی تھی اور اس کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔

انکل۔ انکل! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے کہیں مار دیا انکل! انکل! میں نے کیا بگاڑا تھا آپ کا؟  
 انکل! انکل!  
 نہیں۔ میں وحشت سے چیخ پڑا۔ میرے چاروں طرف انکل انکل کی پکے رقی ہوئی تھی۔ میں نے اپنے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ دیے۔ آنکھیں سنسنی سے کھلیں اور پھر وحشیانہ انداز میں منہیں منہیں کی گردن کرتا ہوا اوبال سے واپس پلٹ پڑا۔  
 میرے وجود میں جھلپ جھلپ ہوئی تھی۔ کونوں میں سانس سانس کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ میرا دل بھی جمع کر رہا تھا۔ میں نے بہت برا کیا ہے۔ بہت برا کیا ہے۔ آہ بہت برا کیا ہے۔ میں نے۔ بہت ہی برا کیا ہے۔  
 میری کچھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ باہر نکال سامنے ہی نیکیا جیب کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے جیب اشارت کی اور واپس چل پڑا۔  
 اب کسی منزل سے رانا نکل جا رہا تھا۔ رانا نکل بھاڑا غ بھاڑا تھا۔ ہاں، میں نے وہی چاہا تھا۔ بھاڑا تھا جس کی حفاظت کے لیے میں نے رانا بجا کر قتل کر دیا تھا۔ اس وقت میں غصے میں تھا۔ لیکن میں تو اب بھی غصے میں تھا۔ لیکن کون اتنا سیری بات کو۔ اگر میں وہاں جا کر کہتا کہ میں مجبور تھا۔ میں نے کسی سحر کے زیر اثر یہ سب کچھ کیا ہے ہاں، میں نے افریقہ کی خونی ملک کے بادو کے شکنجے میں جکڑ کر سلیم کو قتل کر لیا ہے۔ تو سب میرا مذاق اڑا نہیں گے۔ سب یہی سمجھتے کہ میں مجبور ہوں رہا ہوں۔ سلیم کو قتل کرنے سے میرے کچھ اور مقاصد بھی ہوں گے۔  
 ہاں یہ مقاصد تو کھل کر سامنے بھی آجاتے۔ اگر میں کلرغ سے شادی کر لیتا تو۔ اس کی تمام دولت فی الحال میرے غرق میں ہوتی۔ لیکن یہ غدر ہمیشہ میرے دہن میں رہتا کہ تھوڑے عرصے کے بعد سلیم ہی کا مالک ونگران بن جائے گا۔ یہ اس کے باپ کی جائیداد تھی۔ میرا کچھ نہیں تھا۔  
 اول تو میں رانا مسود کی حیثیت سے ان لوگوں کو سوسکا نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن اگر یہاں دیکھیں یہ سب کچھ میرے قبضہ میں نہ آتا، مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اب میں اس محل کی طرف رخ بھی نہیں کر سکتا تھا۔  
 جیب کا زنجیر شہر سے باہر جانے والی مشرک کی جانب ہو گیا۔ میں جس جیب دوڑ لے جا رہا تھا۔ کافی دور پہنچنے

کے بعد میرے حواس کچھ بحال ہوئے۔ لیڈر اب بھی دکھ رہا تھا۔ میرے پورے اعصاب پر ایسا بوجھ طاری تھا۔ جیسے منوں بوجھ ہوا دیا گیا ہو۔ یا جیسے میں ساری رات اور سارا دن شدید مشقت کرتا رہا ہوں۔  
 کیا سوچیں گے محل دہلے کی سلیم کو قتل کر دیں گے۔ مخرج سے بیاری کا کیا ہوگا؟ وہ بھی بڑی غصہ عورت تھی۔ بڑا منظم بچہ تھا۔ کاش وہ میرے ہاتھوں فنا نہ ہو تا۔ کاش وہ۔  
 میرے ہاتھوں قتل نہ ہو! ہاش۔  
 منہ کی چھین چھین سنیں پڑے رہی تھی۔ معصوم بچہ بار بار شکا ہونے کے سامنے آ رہا تھا۔ لیکن بہ طور مجھے اس سبب کو مانا تھا۔ میری اپنی کوئی کوشش اس میں شامل نہ تھی۔ میں تو مجبور ہو رہا تھا۔ میرے ہاتھوں قتل نہ ہو! میں سحر کر رہا تھا۔ کافی دور چلنے کے بعد پھر دل کے خیر کرنے کا احساس ہوا اور میری نگاہیں پھر دل کی تلاش میں پھرنے لگیں۔ کافی فاصلے پر ایک پھر دل پھپھ نظر آیا تھا۔ میں وہاں پہنچا جیب کی مشکلی غل کرانی اور وارنٹی کر کے آگے بڑھ گیا۔  
 میری کوئی منزل نہیں تھی۔ بس جہاں بھی پہنچ جاتا۔ لیکن اس دیوانگی کے سفر کے بعد میں نے خود کو کوئی بھی نہیں پایا۔  
 میں باقی دو دو بستی پہنچ گیا۔ بستی پہنچنے کے بعد میں تھکا ماندہ اپنی رہائش گاہ میں آ گیا۔ اپنی رہائش گاہ میں داخل ہو کر میں نے اپنے کمرے میں پناہ لی تھی۔  
 فون کی گڈ بڑی حالت تھی کہ الامان المغنیہ۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ کہ کیا کروں۔ فون پر بد دست بوجھ طاری تھا۔ شپے کمرے میں بیٹھے ہوتے تھے ابھی تھوڑی سی دیر گزری تھی کہ جیسے ہم وہی منگوں آواز سنائی دی۔ جیسے سب میں جھپان چکا تھا۔ میں اسے اپنی نادرہ گھنٹہ کہا کرتا تھا۔ لیکن وہ حقیقت وہ میری دشمن تھی۔ میری بدترین دشمن تھی۔ ہاں ایسرا۔  
 ایسرا جس نے مجھے زندگی کی شدید اذیت میں گرفتار کر دیا تھا۔  
 بابر داد خان! کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟  
 ہاں، میں پاگل ہو گیا ہوں۔ تم نے مجھے پاگل کر دیا ہے۔  
 خونی ملک تو سننے لگے پاگل کر دیا ہے۔  
 اگر تم نے یہ غفلت بائیں جاکر رکھیں تو پھر میں تم پر محنت بھیج دوں گی۔ اور اس کے بعد تمہارے ساتھ جو کچھ ہوگا۔ اس کے دست و پاؤں تم خود ہو گے۔  
 ہاں، میں تیار ہوں۔ میں مرنے کے لیے تیار ہوں۔

بلے کچھ پر سے کوئی خوف کسوی نہیں جو تہہ می دور تا بنیمہ صلہ  
 تہہ جو نہ ہو کام جو سے کر ایسے وہ دوسری ساری تنہائی کے  
 بے کافی ہے میں اپنے منہ کی اس عشق کو کسی صاف نہیں کر سکتی  
 جو آفریں سحر میں ہے تہہ کہ ایک جگہ صاف ہو، اور جواب دو۔  
 چنے اس مجسم پر ہے کو تنہائی سے کیوں مر دم کو ویلے میں پڑتی  
 انداز میں کہنے لگا۔

میرے لیے بیت مزدوری ہے۔ اگر میں نے اپنی نئی زندگی نہ  
 اپنی عمریں بھی تہذیبی طرaces موت کی خوشی میں حاصل کی۔  
 بعد از موت کا شکار نہ ہوں گی۔ بے حیات ایسی کے حصول کے  
 لیے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ اور میں کے دستہ دلہن جو کہ تم ہو اسی  
 بے متنبی ہی میری متعدد برائی کے لیے عمل بھی کرنا ہے۔ اس کی  
 نے کہا۔

مخدا کے لیے جو کچھ کر لیا ہے وہی میری نئی

جیلا دو مہینے بائوں کو بھڑا دوپہ و قوف افسانہ  
 زندگی کی مٹانوں سے نطف اندوز ہو۔ میں تجھے بھی پیش کر اٹھ  
 گی۔ دیکھو تینیں اتنا باحوصلہ دشمن ملنا ناممکن ہے۔ تم نے مجھ  
 سے میری حکومت کیوں چھینی۔ کیوں گئے تھے اس بے وقوف  
 فریخت زادے کے پاس میری سرکوبی کے لیے تم نے میرے  
 قتل کے لیے ملہن کا ساتھ دیا اور جب میں قتل ہو گئی تو میرا  
 ساتھ تم نہیں رہے تھے۔ تم نے بلے کیوں تباہ کیا، اس بے گے کی  
 موت کے لیے تم اتنے اندر ہو لو کہ میری جسدِ بول کی کلا نہیں  
 درمید ہیں کہ زندگی تم نے چھینی اس کا کوئی احساس تھا اسے  
 ل میں باقی نہیں ہے۔

۴۰۔ تم فلیط ملک، یاد دگرنی ہو، تم خونی ہو، نہایت  
گروہ غورست ہو۔

فہمیکہ ہے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے ہمیں جو کوئی بھی پہلے  
برہم و عناں ہیں تم میرے دشمن ہیں کیا کیوں آئے؟ تم نے مجھے  
نار کرتے ہوئے یہ کیوں نہیں سوچا کہ تم کسی کو تباہ کر سبھو ہو؟  
میں اپنے لیے نہیں تباہ نہیں کر چکا ہوں۔

نہ کہ کے لیے بھی سہی سلطان تہدار کو مل جاتا ہے  
 بابا کا یہ دھڑکتا تھا: ایک خیر آدمی کو بیٹا، ایک غیر شخص کی اولاد  
 بدنام کیوں ہو! رشتے میری ہیں جو جسے کہ میری تباہی کے لیے  
 لڑے۔ تم اس کی سختی ہو! بدواؤں کا: اور غرور سے کسی

202

میتا ہے۔ لوگ خود کشی بھی کر رہے ہیں مگر وہ صرف ایک  
 جذباتی نفرز برتی ہے۔ اگر سوشل سے نکل کر بھی انہیں  
 سنبھالنے کا مل جائے تو موت کی بجائے زندگی کی آرزو کریں۔  
 چار پندرہ سو کو آنا آسان نہ سمجھو۔ موت بہت ہولناک چیز  
 ہے۔ میں بھی زندگی کی خواہش ہوں۔ رہی مسلمان کی بات تو سوسا  
 یہ کہیں یہ جاکھنڈ کروں گی کہ سلاہ ابھی زندہ ہے۔  
 ”کیا؟“ میں اچھل پڑا۔

ہاں، وہ زخم ہے۔  
جگمگ۔ کہیں ہے وہ؟

یہ سوال غیر ضروری ہے۔ جس قبیلہ سے لے آتا جانتا کافی ہے کہ وہ زعماء ہیں اور دھیسرا نازی لگا نہ ہو۔

برسزلی بھی زندہ ہے اور وہ شخص جس نے میرے خلاف ایک طویل کاغذ پنا یا تھا۔ وہ بھی زندہ ہے۔ وہ سارے کردار بھی موجود ہیں۔ کچھ بکے ان میں سے کسی سے دلچسپی نہیں ہے۔ میں اپنے دشمن ملکدانا سے انتقام تو لوں گی لیکن مناسب وقت آنے پر میں اس کے لیے ایک ایسا جہل بچاؤں گی کہ اس کے بعد وہ کسی کھنچاؤ کی طرح اس میں آ پھنسنے۔ میں نے کسی کو

مسلک نہیں لے سکتے۔ لیکن وہ سچا سچا مسلمان نہیں ہیں۔  
 میں ہے۔ یہاں کی حفاظت کر رہی ہوں تم نہیں جانتے  
 تم نہیں جانتے وہ میرے بیویوں کا پیار ہے۔ ان، بہادر  
 خاں میں ہزاروں سال سے اسے جاہتی ہوں، اب سے  
 بہت پہلے۔ بہت پہلے۔ بہت پہلے وہ ایک بار  
 میرے سامنے آیا تھا۔ یہ ہزاروں سال قبل کی بات ہے  
 میں نے اسے دیکھا اور مجی جان سے کہہ رہی تھی جو غمی ٹیکو  
 وہ میری حکمت نہیں تھا۔ میں نے اس عورت کو قتل کر دیا  
 جس نے مجھ سے پہلے اس پر تسلط قائم کر رکھا تھا اور اس کے  
 مرد وہ مجھ سے نفرت کرنے لگا۔

جب مجھ کو اگلے اسے بھی موت کی نیند ملتا پڑا لیکن وہ  
 بچا ہی نہ کر کہ اسے خود وہ چر دیں اسے محمد اس کی لڑکی  
 میرے تکل کا منصوبہ بن کر جو تک پہنچتی رہیں لیکن یہ وہ نہ  
 مجھے تو یہی کا انتظار تھا اور ایک طویل عرصے کے بعد وہ آیا  
 لیکن یہ وہی اسی جس کی کیفیت سے بار بار ملاقات اب یہ  
 اس دشمن کو دوستی میں بدلتا جا رہی تھی اس نے، مہنے  
 اکوند گلشن بنے

میری ملک سے محروم نگذاں، میری حکومت بحال رہے۔

203

کچھ گھبراہٹ ماکدس کی کیا تھا لیکن اس مسئلے پر بھی

میں بھجے پہنا اپنی گاڑی میں جی کیا کرتا تھا جس کے لئے میں نصیب کیلئے ہمدرد نہ کر سکا تھا آج جب میری گاڑی ریس کورس سپر تو کوٹرل میں گاڑی ہے ٹیکسٹ نے ٹرڈر ایل انٹرفیکس کیا۔

دو خانہ زمینیں کروڑوں لائے منبری کہ تمہاری بیٹیاں دلوں میں  
 جو بس میں تم سے متاثر ہو گئی ہوں مگر ہے تم اس  
 بات کو سبھی گھوڑے میں تمہارے غم سے دولت خنیا چاہتا  
 ہوں ۲

۰ میں نے پہلی تو فتح نہیں دینا کو سنل تم نے ہی تم کو

یہ تو تمہاری اچھائی ہے بہر حال خان تمہاری بڑائی ہے  
 یہ تمہارے لئے؟ رہیں تم ان کے لئے مجبور نہیں؟ کوئل  
 نے کہا۔  
 "مگر میں تو ان میں سے کسی کو بھی اپنے لئے مجبور نہیں  
 سمجھتا تم مجھے بتاؤ کون سی ایسی خواتین ہیں جو صدف سے  
 زیادہ میرے ساتھ دیکھی جاتی ہوں یا جنہیں میں نے خاص  
 اہمیت دی ہو؟  
 میں نے غصہ کیا دیا۔  
 "پارکھی بات تو یہ ہے کہ تم خود ہی ان کے لئے پُر سحر  
 ہو تم ان تمام باتوں کا کوئی خاص مقصد نہ اخذ کرنا یا برعکس میں  
 پہلے جانتے ہیں سب کچھ جاننے کے لئے یہ سوالات کر رہے ہو؟  
 ہاں۔ ہاں کوئی حرج نہیں ہے میں اس بات کو برا نہیں  
 محسوس کرتا میں نے غصہ کیا دیا۔  
 "تم شادی شدہ ہو؟ کوئل نے سوال کیا۔  
 "نہیں۔  
 "اور اہل خانہ ان میں کون کون ہے تمہارے ساتھ؟  
 کوئی نہیں ہے تنہا ہوں۔  
 "اگال ہے ہر چیز ان کی اور تم سے بھر جیے یہ بتاؤ کہ  
 کوئی محبت تمہیں صبح منہ میں ستار کیوں نہیں کر پاتی ہے؟  
 "بس اس پر توجہ نہیں دی ہے۔  
 "اس کی کوئی خاص وجہ ہو گی کوئی گھاؤ ہو گا ہے میں۔  
 کوئی رنگی بات نہ ہو ہے تو تمہارے درجہ میں ایک عجیب سی  
 کیفیت پیدا کیے ہوئے ہے تم اس دنیا سے بے زلزلہ ہزار  
 نکل کر آئے ہو اپنی دلچسپی نہیں لیتے ان سلسلے معاملات میں  
 گھومتے کھیتے ہوا میں کوئی شک نہیں ہوں محسوس ہوتا ہے  
 جیسے گھومتے نہ رہے سلسلے سے پہنچنے ہوں ایسا یہ سب  
 گھومتے بیٹھنے کی کوئی رہیں ہیں کہ تمہاری وجہ سے تم  
 اکہرہ اوڑھ لگاتے ہو تو اس میں ایسی زندگی دوڑ جاتی  
 ہے جیسے وہ نئے سرے سے پیدا ہوا ہو یا ساری باتیں۔  
 میں لیکن نہ کہ اندھ اندھ زندگی اندھ جوالی کیوں نہیں۔  
 ہے جو جوالی کا خاما ہوئی ہے؟  
 "کوئل تم میرے بارے میں غلط فہم ہو رہے ہو ہے جو  
 ایک عام سا آدمی ہوں کوئی اہمیت کوئی خاصیت نہیں ہے  
 مجھ میں اب اس قدر کچھ نہیں کیا کروں کہ وہ گھومتے جیت  
 جاتے ہیں میں کوئی ایسی بات کہہ کر کہتا ہوں اچھا ہوں کرو  
 آج تم جس گھومتے کو کہو میں لگا ہوں۔"

ہوں وعدہ۔ کوئل نے کہا۔  
 "ہاں۔  
 "تو پھر ننگ ننگ پر آج واڈ لگاؤ یہ گھوڑا لوگوں کی  
 توقع کے مطابق بیٹھ جیتا ہے لیکن بدلہ میں میں نلائی  
 کنگ کے ساتھ جو گھوڑے دوڑ رہے ہیں وہ سب ہی نای  
 حرائی گھوڑے ہیں اور نلائی کنگ کی حیثیت بہت مشکوک ہو گئی  
 ہے۔  
 "ٹھیک ہے یہ تم کو میری طرف سے جاؤ اور نلائی کنگ  
 پر لگا دو۔  
 میں نے لوگوں کی چند گز آگ نکال کر اس کے دیں  
 کوئل نے ننگ لگا تھا۔  
 "میں جانتا ہوں وہ جیت جائے گا۔" اس نے کہا۔  
 "لگا دو۔" لگا دو میں خود بھی نہیں لگا رہا۔ میں نے کہا  
 اندر نسل خاموش ہو گیا خود ہی دیکھ کے ہدم اٹھ گئے پہلی  
 رہیں شروع ہوئے میں چند منٹ باقی تھے۔ گھوڑے ٹیپ پر  
 پہنچ چکے تھے اور ہمارے چلنے کے تھے میں نے اس رہیں میں  
 کوئی گھوڑا نہیں لگایا میں جس طرف سے بھی گزرتا تھا لوگوں  
 کا جم غفیر میرے پیچھے ہوتا تھا ہر شخص یہ جلتے کی کوئل  
 کرتا تھا کہ کون سا گھوڑا اس نے لگا دیا ہے۔  
 اس وقت بھی ننگ اس وقت میں میرے پیچھے  
 چل رہے تھے لیکن میں آرام سے جا کر انکلوڑ میں اپنی سیٹ  
 پر بیٹھ گیا کوئل میرے ساتھ تھا کوئل نے بھی میری تقلید  
 میں میں نہیں کھیلی تھی دوسری رہیں میں اس نے پوچھا۔  
 "پارکھی کوئی گھوڑا کھیلنا ہے؟  
 "آج کا کھیل تمہارے ذمے ہے کوئل یہاں تم بند کرو۔  
 میں نے کہا۔  
 "تو پھر کیا خیال ہے اس رہیں میں ہم بٹرن لائی کو لگائیں؟  
 "لگا دو۔" میں نے جواب دیا۔  
 "تمہاری طرف سے بھی کچھ لگانا ہے؟  
 "ہاں۔ ہاں میری طرف سے بھی لگا دو۔" میں نے جب  
 سے ایک نوٹ لائی گئی کنگ نکال کر کوئل کو دے دی کوئل جا  
 کر گھوڑا لگایا۔ میری دیکھا وہ بھی بہت سے لوگوں نے بٹرن لائی  
 پر نرم لگائی اور تھوڑی جاک بٹرن لائی جیت گیا تھا۔  
 جیسی میرے سلسلے میں ہمیشہ پریشان رہتے تھے اور  
 کتراتے تھے کہ میں میں نہ کھیلوں گے رہیں کوئل میں کم از کم  
 جیک اپنی لگا دے جس دیکھتے تھے کوئل گھوڑا لگا لگا ہوا

لگاؤ ننگ ایک میں میں خاتون میری جانب پر میں اند  
 بڑی بے تکلفی سے رہیں۔  
 "میلو اور؟  
 "میلو میں نے اپنی لگا ہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے  
 کہا۔  
 "امیتم تو جیٹھاؤں تمہارے پاس۔؟  
 "مشریف نہ آئیں گے میرے پاس آنا ہے؟  
 "میں کوئل؟  
 "ہاں۔  
 "کون سا گھوڑا کھیلنا ہے؟  
 "میں خود ہی چلنے؟  
 "تمہارے ٹیپ نہیں دی؟  
 "میں میں کسی کو کوئی ٹیپ نہیں دیتا۔  
 "مجھے صدمہ ہے کہ میں کوئی جتوں سے کھیل رہی ہوں  
 لیکن ایک سبب بھی نہیں ہے۔  
 "تم اپنی ہمت سے کھیلو میں تم سے ناواقف ہوں۔  
 "میرا نام میری ہے۔ ہاں میری۔  
 "تم میری۔" میرا نام تو تم دیکھ چکی ہو میں نے اپنا  
 قہقہہ کرنا بھی کوئی مزیت باقی نہیں رہتی۔  
 "تم رہیں کے شہنشاہ ہو۔  
 "شاید ایسی بات ہو۔ میں نے وہ بات سے جواب  
 دیا۔  
 "پارکھی مجھے بتاؤ اس رہیں میں تم کون سا گھوڑا کھیل  
 رہے ہو؟  
 "کوئل سے پوچھ لینا۔  
 "میرے ہاتھ تھے۔ میں کوئل کا تعاقب کر رہا۔  
 "میں تم بند کرو۔ میں نے جواب دیا۔ اور وہ اٹھ کر  
 وٹنی ہوئی ملی تھی۔ مجھے جی آر پی جی کیسے ہے توقف ہی  
 ہے لگ بھگ کسی بات پر تھی کہ میں نے فوراً کوئل کو کشتی  
 میں سے نکال دیا تھا میں جانتا تھا کہ اس پر میرا ہاں ہے اور وہ  
 میرے لئے بہت کچھ کرتی تھی ہے وہ حقیقت خامی صدف  
 میں ہو گئی تھی رہیں کھیل کر میرے پاس ہو میرے لئے تھا  
 میں آسانشی ہی آسانشی بکھر گئی تھی لیکن صدف کے قتل کے  
 بعد کہ کچھ سا تھا میں اس سے پہلے ہی کی چیزوں کو بھی نہیں  
 قبول کرتا تھا۔  
 میرے سینہ میں جیٹھاؤں کے ساتھ ساتھ شرب

لی دیتا تو یہ بیکہ خود ہی دیکھ کے لئے رہے ہو جاک تھا لیکن  
 اس کے بعد پھر وہی احساس پھر وہی عجیب سا کہ میری  
 فائیت پر سلسلے تھا ابھی تک میرے سلسلے میں کوئل کا وہاں نہیں  
 ہوئی تھی مجھے نہیں ملتا تھا کہ میں کوئل کی گزرتی۔ یہ نہیں  
 میرے پاس میں اس نے کس لاکھ سے سوچا لیکن ابھی تک  
 کچھ نہ کوئل میرے پاس نہیں آئی تھی۔  
 "میں وہاں بیٹھا رہا وہاں میری نگاہ تک نہ آئی  
 میری وہ اس خاتون میں تھا کہ میں کھیلنا۔" میری سفید تھی  
 بھووں کے ہاں تک سفید تھے میری بیاسی سال کے بعد میں  
 ہوئی لیکن یہ نہیں کہیں رہیں کھیتے آجاتا تھا اس سے پہلے بھی  
 ایک بار میری نگاہ اس پر پڑی تھی کچھ ایسا لگتا تھا جیسے  
 قسم کے پرے پہنچے ہو نا تھا لیکن میں اس کا گھوڑا پارہا تھا تو اس  
 کی آنکھوں میں عجیب سی قسم کی کیفیت نظر آتی۔  
 ایک دھڑکنے میں میں نے اس پر غور کیا تھا لیکن ظاہر ہے اس  
 قائل نہیں تھا کہ اس پر غور ہی جاتی آج وہ میرے سامنے  
 کے تھے میں خاموشی سے کھڑا ہوا صدف میری نگاہوں سے  
 گھوڑوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وقت کوئل کی آواز نے مجھے ہلکا  
 دیا۔  
 "پارکھی کوئل کنگ ہمارے ساتھ ہے بٹرن لائی پر میں نے  
 توجہ نہیں دی حالانکہ اچھا گھوڑا ہے۔  
 "جو جس پر لگا رہا ہے لگے وہ کوئل تم بٹرن لائی پر لگا  
 آئے۔؟  
 "ہاں۔ کوئل نے جواب دیا۔ میرے نزدیک اگر بچہ  
 جی خود ہی دیکھ کے ہوں میں شرمناک ہو گئی۔ میں شروع ہونے  
 سے چند سات تھیں میری عمر میرے پاس آئی تھی کوئل نے  
 اسے دیکھ کر مسکرائی آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ اس نے کہا۔  
 "میں وہاں میری بھی بٹرن لائی پر لگا کر آئی ہوں۔  
 "ٹھیک ہے۔ جیسا کہ میں نے مناسب سمجھا کیا میں نے  
 کوئل سے اس لئے کہا۔  
 "تمہارے بھی بٹرن لائی پر لگا رہا ہے؟ کوئل؟  
 "جی ہاں میں نے اس میں میں دیکھ کر ہنس رہا ہے کوئل  
 نے جواب دیا اور میری مسکرائے تھی اس نے کچھ نہیں کہا تھا تو  
 دیر کے بعد میں ختم ہو گئی لیکن جیت گزرتی رہیں رہیں میں  
 ایک اور گھوڑا اہمیت لگایا تھا میں کا نام بلیم تھا میں نے اس  
 بارے میں کوئی توجہ نہیں دی۔ جان میری کا پھر کچھ لگایا لیکن  
 کوئل میرے گھومتے سے نہ کہیں بٹھا ہوا تھا۔



یہ کیا ہوا ہمسلا خن آج پہلی بار تھرا گھوڑا بار گیا

سب سے پہلے یہ تم کو روکی حالت ہے کوشل میں نے کبھی بددعویٰ نہیں کیا کہ جس گھوڑے کی طرف میں اشارہ کروں گا وہ بیت جاسے گا تم یقین کرو وہ صرف اتفاقات ہی ہیں کہ وہ گھوڑا بیت جاتا ہے۔

تم کا کہہ رہے ہو باہر دو خن :-  
لوگوں کو کوشل میں آج کہہ رہا ہوں :- دو خن جہاں میری کوشل کے پاس ہیں گئی۔

تم :- تم ذلیل آدمی تم سے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے :-  
میرے دماغ فریب ہو گیا ہے آپ کا :-  
تم نے شرفِ نفاق پر لگا ہے نا :-

میں نے کہا تھا میں نے جس پر چاہا لگا دیا آپ کو یہ فضول باتیں کرتے کتنی کسی نے دیا :-  
آہ میں ہار گئی میں ہار گئی وہ دونوں ہاتھوں سے میری پیشی دہاں سے آگے بڑھ گئی کوشل کے پونٹوں پر بیکر لٹ گئی پھر اس نے میرا بازو پکڑ کر کہا :-

باہر دو خن اسے کوشل کو بھی نہیں بتاؤ گے

یہ سب کیا بکچس ہے ؟

کیا ہوا یا رکھیں برہنہ کر رہے ہو ؟ میں نے بے بندری سے کہا :-  
لوگوں دو خن میں نے شرفِ نفاق پر نہیں لگایا میں نے تمہارا نام نہ کرنا سنا گھوڑے پر لگا تھا جو دیتا ہے اس پر وہ گھوڑا ہے جو کبھی نہیں جیتا میں نے کہا باہر دو خن کے نام پر یہ گھوڑا جیتنا چاہیے اور یہ گھوڑا جیت گیا بلکہ آج ہی کسی سرگرم نہیں جیتا تم بھی یہ بات جانتے ہو گے :-

لوگوں میں میں نے میری نصیحت سن کر اسے جہاں تو نے جس نے چاہا لگا دیا اس پر کیا کر سکتا ہوں ؟

باہر دو خن میں نے نہ تو نہ لگایا نہ لگا سکا لے لے لے

بست اوئے :-  
دیکھو کوشل فضول باتیں سے گھر کر دو میں اس تمہاری افسردہ دہائی میں چھٹا ہے کیا تو جیت گیا یا رہا تو اور جانا میں نے تو تم سے کہہ نہیں کیا :-  
جڑوئی :- دیکھو مجھے کوئی جیت نہیں رہی اگر وہ جیت گیا تو تم اس پر رقم کا کر بیت جلتے رہی جے کوئی جیت :-  
ہوئی :- سب تو ہلکا بن رہا ہے تو وہ گھوڑا کسی پھر کا تمی بیت میں لگنا چاہیے :-

میں تیرا ہوں :- میں واقعی حیران ہوں :- جب کوشل نے جیت کی رقم حاصل کی تو جہاں میری اس کے قریب ہی موجود تھی وہ بھوت بھوت کر رہ رہی تھی :-

تم نے مجھ سے خزاں کیا ہے کوشل :- تم نے مجھ سے خزاں کیا ہے :-

کمال کی خاتون میں آپ تو ان گناہ میرے سر پر رہی ہیں :-  
کیا میں آپ کے لئے کسی کی حدوں یا :- جہاں میری جھلکے ہوئے تھوڑے سے آگے بڑھ گئی تھی کوشل نے میری رقم لاکر میرے حوالے کر دی اور پھر کہنے لگا :-

اس کے بعد دوسری خن میں کھیل گئے :-  
کھیل گئے :-

مجھے :- اداوں چلے کر :- میں نے جواب دیا پتہ نہیں مجھے اب اس سے کچھ بڑھ کر کسی کی ہو گئی تھی :-  
میرے دوست سے دیکھو :-  
یہ اس کی باتیں کر رہا تھا :- میں تو جیتی دیکھیں گے یہاں آنا تھا گھوڑا جیت جلتے :-  
ادارے کے جے اس سے کوئی سرگرم نہیں تھا :-  
دفعہ ثانی گناہ ایک :- پھر اس پورے شخص پر بڑی اور بڑھنے میرے ذہن تک کہ خیال آیا :- میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے نزدیک پہنچ گیا :-

ہیلر :- شلے سے خطاب کیا :-

اسیو :- پورے نے آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر اس کی تمام باتیں سن کر :-

اس میں میں آپ کو سنا گھوڑا کھیل رہے ہیں :-

فولڈ ٹوٹ کر پڑا :- اس نے جواب دیا :-

نیشہ خیال میں گولڈن ایجن کھیل چکے :- میں نے کہا :-

ہیما :- وہ آنکھیں پھاڑ کر بولا :-

اگر آپ پسند نہ کریں دوسری بات ہے :- میں میں شپچ کو یہ شورہ دیا ہے :-

کھیل لول :- اس نے عجیب سے پتے تک بکھڑے کہا :-

ہاں :- گولڈن ایجن کھیل چکے :- شلے نے جواب دیا اور وہ اپنی دہائی ٹوٹنے لگا :-

بہت خوش ہے میرے جے :-

کیا آپ گولڈن ایجن پھر بھی رقم کھیل گئے :-

بالہ میرے پاس ہی ہے :-

اگر آپ چاہیں تو مجھ سے جو حد میں :-

دیکھ کے اسٹول کے خلاف ہے :-  
لچکا کی سے کہنے وہ بڑے مبالغہ جواب دیا اور لگا لگا لگا لگا

گولڈن ایجن ہی جیتا تھا جب وہ جیتا تو بڑے میاں میرے نزدیک پہنچ گئے :-

میں جانتا ہوں کہ تم لوگوں کی تقدیریں بنادیتے ہو لیکن میں نے کبھی تم سے بھیک نہیں مانگی :- تم نے خود ہی مجھے دیدیا ہے تو تھرا لٹکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے :-

بزرگ میں نے آپ کو کچھ نہیں دیا :- میرا خیال تھا کہ گولڈن ایجن جیتے گا :- اس نے میں نے آپ سے اس کے بارے میں پوچھا :-  
"بیتے میں تم سے کچھ مزید گفتگو بھی کرنا چاہتا ہوں :- کیا مجھے کچھ وقت دو گے :- کوشل بھی میرے نزدیک ہی تھا ہے :-  
میں نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا تھا :- پھر اس نے آہستہ سے مجھ سے کہا :-

یہ تو کون کونسا نکالاکرو :- یہ بڑے میاں ہر پتے میں کورس آتے ہیں اور روتے پتے گھر چلے جاتے ہیں اگر تم نے ایسے لوگوں کو لٹ دیا شرم کر دی تو مصیبت میں پھنس جاؤ گے :-

"کوشل یہ میرا ذاتی معاملہ ہے پھر اس سلسلے میں تم مجھ سے کوئی نصیحت نہ کرو :- میں نے اس سے کہا اور کوشل برا سا نہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا :-  
بڑے میاں خاموش تھے کوشل کی ذہنی اہولت نے بھی سنی تھیں لیکن ان کا برا نہیں مانا تھا :-  
پھر وہ میری طرف دیکھ کر سواری انداز میں بولے :-  
"مجھے کچھ وقت دو گے ؟"

"ہاں :- ہاں آئیے :- اس طرف آ جاؤ :- کوشل اپنے ہم درجی کچھ گفتگو کر رہے ہیں :- میں نے کہا اور کوشل کسی قدر ناراض سا ہو گیا :- وہ آگے بڑھ گیا تھا :-

"جی :-

"میرا نام تھرا لٹکریہ ہے :- میرا اقتدار ایک کے نام سے بکارا جاتا ہے :- میں نہیں صرف ایک بات بتاؤں :- میں کھیلنا میری عادت نہیں :- یہی ہے اس سلسلے میں کوئی جانتا ہے :-

سروس بڑے قدر کے ہونے لگا :-  
میں نے اس سے کہا کہ میں نے زنگ لگا دیا :-  
بیتے میری روپوش :-  
میں نے اس سے کہا کہ میں نے زنگ لگا دیا :-  
بیتے میری روپوش :-  
میں نے اس سے کہا کہ میں نے زنگ لگا دیا :-  
بیتے میری روپوش :-

میں نے اس سے کہا کہ میں نے زنگ لگا دیا :-  
بیتے میری روپوش :-  
میں نے اس سے کہا کہ میں نے زنگ لگا دیا :-  
بیتے میری روپوش :-

سال کی عمر ہے میری لیکن اس سال کا لڑکا بکھر رہا گیا ہوں :-  
اس احساس کے ساتھ میں نے اپنے بچوں کا حق مارا ہے :-

"واقعی :- اس :- باب :- تو آپ کی صحت فکر کے مقابلے میں بہت خراب ہے :-

"میں کی دیر ہی ہے :- اب ہی ریس کورس آتا ہوں سوچتا ہوں یہاں مقدور لگاؤ تھا لیکن یہ میرے سے بن جلتے :- تم شاید یقین نہ کرو کہ کئی سال کے بعد آج میں پہلی ریس جیتا ہوں :-  
ہوں :- میرے طور پر بنایا مشق اس پیشیت سے بڑا ہے اگر آپ کے پاس چند منٹ تو پیسے ہوں :- اور آپ اپنے شوق کی تکمیل کے لئے انہیں بھینک دیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن باقی عدی کے یہاں :-  
مگر زندگی کا دوسرا حصہ کی بات نہیں ہے :-

"ہاں میں جانتا ہوں :- میں جانتا ہوں :-  
بابا :- آپ کو اپنی بیٹی کے لئے کتنی رقم دے کر رہا ہے :-  
:- قرض لیں :- خیرات :- ان :- تم جو کچھ چاہیں جانتا ہوں :-  
اگر تم اس سلسلے میں کوئی بہائی کر سکو تو میں کاڑھی تھرا لٹکریہ سے بہاؤں گا :-

"لیکن میں ایک شہرہ کے ساتھ :- میں نے کہا :-

"ہاں :- ہاں :-  
اگر آپ اپنی مٹھور :- تم جیت جاتے ہیں تو اس کے بعد آپ ریس کورس میں آئیں گے :-

"بیتے میرے :- اس کا جواب نہیں کہ اب ان فضول باتوں میں دیکھیں :-  
میں نے اس سے کہا کہ میں نے زنگ لگا دیا :-  
بیتے میری روپوش :-

"میں نے اس سے کہا کہ میں نے زنگ لگا دیا :-  
بیتے میری روپوش :-

"تقریباً سولہ روپے :- میں نے کہا :-

"یہ سولہ سو روپے :- آپ انہیں شلے سے گولڈن ایجن دیں جس کی جانب میں اشارہ کر رہا ہوں :-

نادر کے شوقین امریکی نیاہوں کو مصر کے لوگ لکھنا دیا باب چہیزیں دیکھا ہے تھے :-  
دیکھو :-  
انہوں نے ایک سکہ امریکیوں کی جانب بڑھایا :- یہ ضایت قدیم کو ہے :-  
میں نے اس سے کہا کہ میں نے زنگ لگا دیا :-  
بیتے میری روپوش :-

لیکن میں تو یہ کہ زیادہ قدیم معلوم نہیں ہوتا :-

"خود کو کچھ :- کچھ لٹکریہ :- کچھ لٹکریہ :- کچھ لٹکریہ :-

۲۰۰ قبل مسیح :-

۲۰۹









216

217

آئی تھیں۔ لیکن میں نے انکی جانب کبھی توجہ نہیں دی تھی لیکن اس  
ہنگامہ سنا جا گیا ہم دونوں تو کبھی بھی نہیں ہو سکتے۔ جو بتا رہا تھا اور  
میں سنا اور میرا ہاتھ کے گوشل کی گنگر تھی کوئلہ مرادوست  
تھا جیلا۔ کیسے ممکن تھا کہ میں گوشل کو روک کر دے سکوں۔ ملا کہ یہ  
درستی بت لیا نہ ہوتی تھی لیکن جس طرح ہم دونوں نے تکلف  
جو کئے تھے۔ اسے مٹانے کو مجھے ہوسے۔ یہاں اس بی بڑا تکلیف دہ  
تھا کہ جو گوشل کی گنگر کو اس سے چین لوں۔  
اور چینیے کا سوال اس لئے بھی نہیں پیدا نہیں ہوا تھا کہ ہم  
دونوں کے مذہب میں ملوث تھا اور نہ وہ مسلمان ہوئی اور نہ ہی ہندو  
تو یہاں پر حاشقہ لیں ہی چلتا ہے گا۔ اس کا کوئی مذہب نہ جھکا لیا یہ  
وقت ایسا ہے کہ کہ وہ سب کچھ کر لیں۔

• میں ہوں شفیق نہ بھلاؤ میرے سلسلے میں دنیا دہ کی مثالیں سے  
مقدس تو نہیں تمام چیزوں سے بزرگ ہوں جاہ و مال کی جو بھلاؤ  
چاہتا ہوں کتنی ہو ممکن میں اس کو دنیا کا ایک فرد ہوں میرے لئے اگر  
توبہ سے بچاؤ ہے ہی بزرگ میرے لئے غفلت سے جو بدی جان بزرگ  
سب سے ختم ہے غفلت نہ ہو گی توفیق دے گا بھلاؤ !  
• اس کی بنیاد پر صرف یہ ہے کہ خداوند خان کو نہ نہ دوسری  
پراختیاد کرنا نہیں سمجھا اگر نہ اپنے سامنے کی طرف ٹوٹ مارا تو تیس  
نہروں سے شواہد میں ہے ۔ نہ نہ کبھی کسی پراختیاد نہیں کیا یہ بہت  
بڑی بات ہے خداوند کرنا سمجھو !  
• دوست ہند : یہاں نے غفلت پراختیاد نہیں کیا۔

کیوں تم اپنے ذہن میں یہ سمجھتے ہو کہ میں تم سے کس قدر  
 ہوں کہ کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اس وقت تک جب تک  
 میں نہ چاہوں، چنانچہ جو دل پہلے کرتے رہو جہاں اپنی زندگی  
 کے لئے خطرہ محسوس کرو یا اپنے ذہن میں شدید پریشانی محسوس  
 کرو مجھے، وارنر سے لینا جس وقت اگر میں تمہارے پاس نہ پہنچوں  
 تو پھر انیدو تم میرے اسکلمات پر عمل نہ کرنا،  
 "اوہ۔ اوہ اب مجھے بتاؤ اس لڑکی کا کیا کر لیں؟"  
 "کوئی شکی بات کر رہے ہو؟"

پتہ نہیں کیوں چھینچلا ہٹ میں میرے ذہن سے نکل گئی تھی۔ انسان تو واقعی بڑی کمزور شے ہے۔ ہر حالت میں زندگی سے مجھے رہنا پلٹنا ہے اور ہر میرے لئے تو زندگی بے حد آسان ہو جاتی تھی کیس یہ دینی جھینچلا ہٹ تھی جس کی شکلات میں الپیرا کے کر رہا تھا چنانچہ چند لمحات کے بعد میں نے خود کو سنبھال لیا اور مسکرا کر گھول دیا۔

## تہذیبی ماحولی

پر بھی، پس اس کے علاوہ ہیں اور کچھ نہیں کہوں گی۔  
 آواز بند ہو گئی میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔  
 واقعی اس سے گفتگو کو کسے ذہنی تکلف دور ہو جاتا ہے بہت ہی تڑپا  
 پوچھ میرے ذہن سے ہٹ جاتا تھا۔ پھر میں نے جبری سانس لے کر  
 سوچا کہ آئندہ اسے اس سلسلے میں پریشان نہیں کر دوں گا۔ ہاں  
 جب بھی میرے احساسات جلنے تو خود کو کھلنے کی کوشش کروں  
 گا۔ اور اس کے تعاقب سے زندگی کی تمام تر چیزیں حاصل کرنے  
 کی کوشش کروں گا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں کافی مددک ملیں  
 ہو کر اٹھا۔

دوسرے دن حسب وعدہ گیارہ بجے پہنچا۔ ابھی چند  
 ہی لمحات ہوئے گیارہ بجے داخل ہوئے گو میں نے دو بار سے  
 کو تیار کو اندر داخل ہونے کو کہہ دیا تھا لیکن بیوہ کی ساری  
 وہ تیاریاں لگ رہی تھیں۔ ابھی میں نے بے شمار گزائیں اس کی جانب تھیں  
 ہوئی نہ بھی تھیں۔

میک اپ سے یہ نیاز چہرہ بچے لیے گئے بال، دراخت  
 درخت وہ دیکھنے کے قابل نہ تھی انکا جس اسی کا تعاقب کرتی  
 رہیں، اس نے بھی دیکھ کر ہنس دیا وہ دونوں ایک کیمین میں داخل  
 ہوئے تو بہت سی تھنڈی آہیں ہمارے کانوں میں گونگیاں تھیں،  
 کو تیار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل رہی تھی کہیں کا پرہیز کچھ نہ ہو  
 اطمینان سے بیٹھ گئے۔

”بڑی مشکل ہے اب صاحب انسان کا ٹھہرے نکلنا دیر  
 ہو گیا ہے۔“

”یہ بات نہیں مشکل تو آپ نے ان لوگوں کے لئے پیدا  
 کی ہے کو تیار، میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”میں نے کیوں؟“

”انتی خوبصورت رنگ کی ساڑھی اور ایسے خوبصورت کپڑے  
 ہوتے رنگ پر لوگ پریشان نہ ہوں گے تو کیا ہوگا؟ وہ آج سے  
 ہنس پڑی تھی۔ پھر وہ دونوں دنیا جہان کی باتیں کرنے لگی اور دنیا  
 میں ہل جی زبردستی کو تیار نے اس سلسلے میں کوئی بات نہ کہی تھی  
 پس گردن جھکاتے تھے میری بھرپور بات ختم ہوئی تو وہ  
 آستے سے بولی۔

”کچھ بھی ہو باہر کی سب سے پہلا کام تو آپ کیسے لگو کوشش  
 کو میرے رشتے سے جڑا بیٹھے۔ آپ یہ بات کان کھول کر سنیں پس  
 کر آتے آپ کی ہونٹوں پر پھر اس جوں میں کسی کی نہ ہوں گے  
 لیکن کو تیار کی تم میرے لئے اپنا دھرم بدلنے کو تیار ہو  
 گئے۔“

”جانی بڑا اور وہ عجیب سی لگا ہوں سے لے دیکھنے لگی۔“

”کیوں، پھر اس دھرم میں نہ کر میں بخاری: دھرم تیری  
 نہیں بن سکتی؟“ اس نے سوال کیا۔

”دیکھو کو تیار میں ہر چند کہ زیادہ مذہبی انسان نہیں  
 ہوں لیکن زمانہ بخاری انکا ہوں کے سلسلے میں میرے لئے سخت  
 مشکل ہو چکا ہے اپنا دھرم تبدیل کرنے کے بارے میں سوچوں یہ  
 میں کر رہی ہوں جس میں سب سے سنا کرتا ہے۔“

”مجن میں تو سوچ رہی ہوں۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہی کہ مجھ دھرم بدلنے ہی کی بات ہے تو میں اس  
 کے لئے بھی تیار ہوں۔“

”اوہ۔۔۔ میں نے عجیب کی لگا ہوں سے اسے دیکھتے ہوئے  
 کہا اور بدلنے سے مغلوب ہو کر اس کے ہاتھ پر پتا باندھ کر دیا  
 کو تیار تو واقعی بڑی ہی ذہن دار ہیں کا جوت وہ دہی تھی۔ وہ  
 میرے اس قدر قریب ہو چلے گی اس کے بارے میں تو میں سوچ  
 بھی نہیں سکتا تھا۔ میں نے اس سے اس سلسلے میں ایک سوال  
 کر لیا۔

”کو تیار بڑا دانا تو ایک بات کہوں؟“

”کہو نا کوں بڑا دانا رہا ہے بے بخاری یا توں کا پاپ وہ آپ  
 سے تم پر اتنی آہستہ آہستہ وہ بے تکلف ہونے لگی تھی۔“

”کو تیار کو کوشش بھی خامی شکل و صورت کا مالک ہے اور  
 پھر بخاری اپنے بھی ہے پھر میں کیا کہتا ہے جو تم میرے چھوٹے بھائی  
 طرف راغب ہو رہی ہو۔“

”ابہر دو آدمی ہیں جن میں کس انسان میں کیا رکھا ہو سکتا ہے۔  
 آپ لے ایک بات جانیے کہ جو جیسی دوسری آپ کو مل سولی گی۔  
 لیکن آپ یہاں میرے پاس موجود ہیں باہر جہاں میں بہت سی  
 روکیاں ہیں کیا ان میں سے کوئی آپ کی دوست نہیں بن سکتی  
 آپ یہ جانیے کہ آپ نے میری بات کیوں مان لی؟“

”ہاں۔۔۔ کو تیار اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان نام نہان  
 میں کسی نہ کسی کی جانب راغب ہو جاتا ہے بخاری سے منہ کے  
 بعد میں بخاری سے بارے میں بہت دیر تک سوچا رہا۔

”اور پھر میری خند سونگے۔ کو تیار مسکرائی ہونے لگی۔

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ میں رات کو ایک بل بھی نہیں سوچی میری بچوں  
 میں کسی کی مرغی دیکھ رہے ہوں گے آپ میں جاگتی رہی ہوں خند  
 ہی نہیں آئی۔“

”اوہ کو تیار اتنی پریشان نہ ہو میرے لئے۔“

”ہوں، اس نے کہ ہمارے راستوں میں نکاوٹیں ہیں اور  
 کوشل ہمارے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔“

”ملائی وہ میرا دوست ہے۔“

”میں ہی تو آپ کی دشمن نہیں ہوں۔ اس نے جواب دیا۔

”آج کو تیار سوچیں گے اس بارے میں ایسی سیدھی سادگی  
 کے کوئی مسئلہ نہ کھڑا ہو۔“

”کچھ بھی ہو چلے پس میں نے آپ سے کہہ دیا میں آپ کو  
 نہیں چھوڑ سکتی یا میری پاس ہے لے مارا سنسار میرا چھوڑے۔“

اس نے کہا اور میں گردن ہلنے لگا میرے ذہن میں بہت سی بات  
 بن رہے تھے مجھ سے تھے حالانکہ اب اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ میری  
 رات کی مشکلات دور کرنے میں وہ میری معاون ہوگی اس میں  
 یہ خوبی تھی کہ وہ ایک عورت کی حیثیت سے میری راہ میں مزاحمتیں  
 ہونے لگی تھیں بلکہ اس نے اس سے پہلے بھی مجھے بہت کہہ تھا۔ اس  
 معصوم عورت کے سلسلے میں جو انجانہ میرے ہاتھوں کو چھوٹی تھی  
 جس نے اپنا سب کچھ میرے حوالے کر رکھی کوشش کی تھی۔ اب اس  
 نے کہا تھا کہ اس سے حاصل کر لی لیکن میں اتنا فطرتاً انسان نہیں  
 تھا۔ اب یہ کو تیار میرے راستے میں آئی تھی ہر چند کہ سارا شہر کی  
 ہشک ہوئے کی حیثیت سے میرا دل اس کی جانب کھینچتا تھا۔ لیکن  
 اس کے باوجود میں جانتا تھا کہ کتنی مشکلات پیدا ہو جائیں گی اگر وہ  
 رہا نہ ہو تو۔۔۔ اگر میں اسے یہاں سے نہ نکال جاؤں تب بھی  
 جتنے مشکل کے کھڑے ہوں گے اور مجھے جن جن دکاہوں سے بچنا  
 پڑے گا ان تمام باتوں کا مجھے احساس تھا لیکن دل سرکشی کا وہ  
 تھا۔ میں نے سوچا کہ جو کچھ ہو گا دیکھ جائے گا۔

پھر طوفان خامی دیر تک میں کو تیار کے ساتھ رہا اور پھر دم  
 دوسرے دن اپنے مکان پر پہنچنے کے بعد وہ کہنے لگی۔ باہر  
 کو تیار کا موجودگی وہ اپنی کار میں بیٹھ کر مل پڑی اور میں اپنی  
 کار میں بیٹھ کر کھڑا گیا۔

دوسرے دن میرا تقریباً گیارہ بجے ہوں گے کہ ایک کار میرے  
 گھر کے دروازے پر پارک کر لی اور میں نے فوراً پتہ کیا کہ کوشل کی  
 کار تھی۔ کوشل پوچھا کہ کیا ہوا تھا۔ میں نے عجیب سے انداز میں اس  
 کا استقبال کیا۔ آج میرے استقبال میں وہ گرگوشی نہیں تھی جو  
 کوشل کے لئے ہوتی تھی لیکن وہ مسکراتا ہوا انداز تھا۔

”سیدھا چلو نا سے آہا ہوں پس ایک ہفتہ تم سے دھکی بھی  
 برداشت نہیں ہو سکتی۔ اس نے کہا۔“

”اوہ کوشل تو تم واقعی اپنا کسے ہی لئے میرے ذہن میں  
 کچھ گھبراہٹ سمجھ رہا ہو گئی تھی کہ کو تیار بخاری کے بعد کو تیار نے

دل تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اگر وہ یہاں آئی تو کوشل کی  
 آمد کا کیا اثر پڑے گا۔ میں نے اس سے سوال کیا۔

”کو تیار سے ملے۔“

”نہیں ابھی کہاں بیٹھا تھا سے پاس آیا ہوں اب  
 تو میں ملتا ہے جیسے کو تیار سے زیادہ مجھے تم سے پریم ہے۔“

”کوشل ایک بات بتاؤ کہ کیا کو تیار کا اور بخاری کا سلسلہ بہت  
 غریب سے چل رہا ہے۔“

”بہت غریب سے تو نہیں جب سے وہ میری میزبانی ہے  
 میں اس کے ساتھ رہتا ہوں یہاں جب میں آتا ہوں ہم دونوں  
 کی شایاں بکروں ساتھ ساتھ ہی گزرتے ہیں۔“

”ہوں۔ کو تیار سے شادی ہے؟“

”یہ تو میں نہیں کہہ سکتا لیکن میری انگڑی ہے کہ نہیں لگی  
 متاخر تو ہونا پڑے گا اسے۔ کوشل نے بڑے اعتماد سے جواب دیا  
 اور بخاری کی ہمارے کالجے غرض تھا۔ چند ہی لمحات کے بعد ایک  
 اور گاڑی اس کے ساتھ اس سے کو تیار بڑا ہونے لگی۔ کوشل کے چہرے پر  
 حیرت کے آثار پیدا ہوئے لیکن پھر فوراً ہی اس نے خود کو بحال  
 لیا۔ کو تیار ہنسی مسکرائی اور ہی تھی۔ آج بھی وہ ایک جگہ گلائی  
 رنگ کی ساڑھی میں ملبوس تھی اور اتنی ہی بیاری لگ رہی تھی  
 جتنے پہلے دوسری کار کی ساڑھی میں۔ وہ جس بے تکلفی سے  
 یہاں آئی تھی کوشل کو اس سے کہہ احساس سا ہو گیا اور ایک  
 لمحے کے لئے اس کا چہرہ پیرک بڑھ گیا۔ کو تیار نے کوشل کو دیکھا اور  
 خشک تھی۔

”اسے تم کب آئے کوشل۔“

”پس ابھی تو میری دیر ہوئی، کوشل نے جواب دیا۔

”آج بخاری طیارے کے آئے اور اب میرے پاس آئے گے  
 بجائے تم باہر کے پاس آئے ہو۔“

”نہیں نہیں پس اب ہم بخاری سے ہی پاس آئے والے تھے  
 آج بخاری کو تیار کے پاس میں بڑاری کے سے آئے تھے۔“

”نہایتی لگا ہوں سے مجھے دیکھا جیسے کہ وہی ہو کر۔“

”جست کو  
 کیوں لگے دکایا ہمارا تو کہہ دو اور ہی بدگراں تھا۔ میں نے اس کا  
 کوشل اس کی اسی طرح بے تکلفی سے یہاں آمد کو بڑی خوشحالی  
 کہہ رہا ہے۔ چند لمحات تو کو تیار کچھ سہیلی سی رہی لیکن اس کے  
 بعد اس نے مجھ سے بے تکلفی کا اظہار کر دیا۔

”کل شام کو میں راگیا بڑا گڑھے ہوا تھا باہر جی۔ اس  
 نے کہا۔“

”لگ۔ کیسا بدگراں۔“





میں آیا، لیکن میں نے ذہن جمک دیا وہ خود ہی اسے  
تو دیکھ جائے گا۔  
ایک شام کو ترائی تو اس کے چہرے پر ایک غیب سی  
کیفیت چھائی ہوئی تھی۔ اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے  
کہا۔

ہنگامہ شروع ہو چکا ہے۔

میرا مطلب؟ میں نے چونک کر پوچھا۔

”جو شخص نے آپ کا نام لے دیا ہے، اسے گھر میں اس  
نے کھل کر کہہ دیا ہے کہ میں ایک مسلمان آدمی کے ہاں میں چھپنے  
گئی ہوں اس نے آپ کا پتہ وغیرہ سب بتا دیا ہے باریک اند  
میسوہ، تانیا (اس سلسلے میں تھکے براؤن جوتے ہیں، انھوں نے  
غیر سے بڑی سختی سے آپ کے بارے میں پوچھا اور اس نے کول  
مول کے کہے دیے دیار میں وقت میں؟ جی ہاں، میں نے  
بہتر ہے کہ ہم یہ سب سمجھ دیں اور کئی کسی بگڑا ہوا  
جہاں ہر آدمی آپ سے نہیں۔“

”مگر کوئی فوری طور پر اتنی جلدی سب کیسے ممکن ہے؟  
”سب کیسے ممکن ہے بالکل جلدی پر میری ایک سہیلی کا فلیٹ  
ہے وہ ان دونوں یورپ گئی ہوئی ہے۔ فلیٹ کی چابی میرے  
پاس ہے کسی کو اس بارے میں کچھ پتا نہیں ہے کہ اس فلیٹ میں  
تیرا کچھ تعلق ہو سکتا ہے ہم اس چابی کو دے دیں گے  
میں نے جی سے اس کی صورت دیکھ کر بات کو تراسا  
مجاڑتے ہوئے بیٹھ گیا۔

”مگر پھر وہ دونوں ہیں اپنا سب کچھ سمجھ کر نکلا رہے ہیں  
انہی میں سے کون سے اس میں جیل و کشت کی گڑبگڑ نہیں ہو سکتا۔  
جانتے ہو اگر کے بعد میں تمہاری دوست انہیں دیکھنے میں جانوں  
گی۔ میں نے اپنی زندگی وافر لگا دی ہے اور تمہارے اپنے نفس میں  
جیل و کشت سے کام لے رہے ہو۔“

”یہ بات آپس کو تراسا نہیں ہے۔“  
”بس کچھ نہیں یہاں سے جیل فوراً چلو، پتا چلتا ہے پتا  
بہت مسلمان سنے، اس وقت اس کے ملازم اور کئی چارے

**دہلی کا واقعہ**  
محمد اعظم نے ۲۰۷ خرید جس کی گھڑی ایک سال کی تھی جب بھی ۲۰۷ بھگوان محمد اعظم نے  
کھینک سے جو بھگوان لیا، لکھنک آیا اور دست کر گیا۔ ایک سال بعد خراب چاترا اپنے خاٹے کے  
کھنک سے جو بھگوان لیا، لکھنک نے تیس روپے تیس جمع کرائی، شام کو آیا ۲۰۷ دیکھا، اینٹیاں گھمایا اور بھاگ گیا ۲۰۷  
کا کمرے کا۔ ہر مہینے میں ایک دھار ایسا ہوتا۔ ایک دھار محمد اعظم نے ایک دوکان پر ۲۰۷ لکھنک لایا، نامی کتاب کی دہلی  
لکھا روپے میں خریدی۔ پڑھی تو معلوم ہوا کہ ۲۰۷ کی خرابی صرف اینٹیاں کی خرابی سے ہوتی ہے۔ آخر میں کتاب وہ  
لا چھاپا ہوا ۲۰۷ گائیڈ کا بھی اشتہار دیکھا، محمد اعظم نے ۲۰۷ گائیڈ بھی لکھا، وہ روپے میں خریدی اور اسے  
پہلی قسط سے کئی کئی بار پڑھا۔ بہت سی باتیں معلوم ہوئیں تو محمد اعظم نے بہت کم قیمت کا سامان پر ۲۰۷ کو چیک  
کرنے میں مدد دیکھی ستر روپے میں خرید لیا۔ اپنے ۲۰۷ پر یہ پہلا کام کیا اور کامیاب رہے بہت بڑی مٹی۔  
پڑوس کے لوگ کے ٹی وی بھی دست کئے اور تین مہینے میں خرید پر پھر دسہ کرنے لگے۔ ایک دن دیکھا۔  
محمد اعظم کے گھر پر حملہ لگا تھا،

مگر وہ ایک اینڈوائٹ ۲۰۷ ری پیر اس ”لٹنے کا وقت“ صبح ۸ سے ۹ بج چکا، شام چھ بجے کے بعد  
اس دن محمد اعظم نے اپنے لئے پارٹ ٹائم حک حاصل کر کے اپنی آمدنی بھی خرچ کر لی اور اپنے ۲۰۷ کی بہت  
فیس سے بچ کر لیا۔ ہر وہ فسانہ وار روٹھا جاتا ہے کہ ۲۰۷ سے دلچسپی رکھتا ہے ۲۰۷ گائیڈ اور کلر ۲۰۷  
گائیڈ لکھ کر اچھا لکھ کر بن سکتا ہے۔  
رہم کرشن اگر وال

انہیں تھا کہ میں کوئی تار کے کہنے پر عمل کروں۔ کچھ برقعہ دونوں ہی طرف  
سے دوڑاؤ تھا۔ چنانچہ میں نے چند چوڑی کپڑے ایک سوٹ کیس میں  
رکھے، ملازم کو ہدایت دی اور کہا کہ میں باہر مارا ہوں اور اس  
کے بعد میں کوئی کے ساتھ وہاں سے نکل آیا۔  
”ہم دونوں بالکل اکیلے اس فلیٹ میں بیٹھ گئے، جس  
کی چابی کوئی کے پاس تھی، براؤن جوتے اور جاسینا فلیٹ تھا۔

کوئی نے کچھ تھا کہ یہ اس کی سہیلی کا فلیٹ ہے اور سہیلی اس  
وقت ملک سے باہر ہے اس لئے یہاں کوئی وقت نہیں لے لیتے  
بھی دور دراز اور ملک مختلف علاقہ تھا، لوگ اس میں تلاش کرتے  
ہوئے یہاں پہنچتے تھے۔ فلیٹ میں اس کے بعد کوئی بہت  
خوش نظر آئی تھی۔ اس نے کہا۔

”ہم تقریباً سی کوٹش کر کے ایک کھڑک میں سے  
جو وہ رخصت کھانا وغیرہ لے کر اس کے ساتھ لائے گا  
ہر یہاں خزانے کی زندگی گزار رہے تھے وہ ہفت روزہ ہوا اس کے  
بعد جب حالات بد ہوئے تو اس نے گھر سے یہاں سے وہی باہر  
نکلنے لگا۔ فلیٹ کے وہاں پر اپنی نئی زندگی کا آغاز کریں گے نہ اپنا  
لاڈلا رہا بہت تھکا۔“

”اوہ کوئی آٹھ گھنٹے پہلے ہو گیا۔“  
”میت کے لئے تو وہاں سے دو شاہنہ سمجھ رہی ہے تمہارا  
جسٹ سا دیا رہا نہیں چھوڑ سکتے اور میرے میں جو ہوں تمہارے  
ساتھ سب ختم ہو جائے گا، باہر کی سب ختم ہو جائے گا۔“  
اس نے کوئی جواب نہیں دیا، اپنے ذہن کو ایک نئے علاقہ میں  
دیا تھا، انہیں پانچ گھنٹے کوئی فائدہ نہیں تھا چنانچہ میں کوئی تائی  
بازیت پر عمل کر رہا تھا وہ کوئی بندہ تائی کی تائی کی جھٹک دیا تائی  
جو تائی تھی اور میں بھی اسی دلواری کا شکار ہو گیا، میں فلیٹ  
پر پہنچے ہوئے تھوڑا سا ایک ہفتہ گزار گیا تھا۔ اندر ایک خیریت سے  
سے تائی کوئیوں کا باعث تھا میں نہیں چاہتا تھا کہ کوئی مجھ سے  
فوک ہو سکیں حالات کے باعث میں بہت گھبرا گیا تھا۔

آخر کار وہاں گئے تھے ایک دن کوئی تائی تو وہ دم میں غسل  
کر رہی تھی اور میں اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر کے مناظر دیکھ رہا  
تھا اور لگتا ہے کہ وہاں میں اس پر اس کی آواز سنائی دیتی۔  
”بابہ اور خان اس روٹی کے بدلے جڑ گیا تھا۔“

”کک۔ کک۔ کک۔“  
”میں نے مطلب ہے اب تو یہ سمجھ رہے تھے ہاتھ کش نہیں  
ہو سکتے۔“

”مخالف تم کہا کرتا تھا جی ہاں۔“  
”جو کچھ میں کہتا تھا جی ہوں اسے خور سے سن لو نہیں نے  
تمہاری ہر تہاوش کی تکلیف کو دی ہے اب وہ لڑکی بھروسے  
ایک عام سی لڑکی ہو کر رہ گئی ہے اس لئے اب اس کا تھوڑی  
زندگی میں مدد مل ضروری نہیں ہے۔“  
”کک۔ کک۔ کک۔ کک۔“  
”میں نے تمہارا کام کیا اب تم میرا بھی تو کام کرو۔ اندازہ ہے

کتنے دن ہو گئے تھے۔“  
”میں کچھ نہیں سمجھا ایسا لڑکھ کر مجھے کھل کر بتاؤ۔“  
”کوئی تو قتل کر دے، ایسا لڑکھ کر آواز دینے کا لوں میں  
کوئی اور میرا پورا بدن پتھر میں تبدیل ہو گیا، درحقیقت میں کچھ  
مری سے ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔“  
”کیوں چپ کیوں ہو گئے؟“

”کک۔ کک۔ کک۔ کک۔“  
”ہاں۔ کک۔ کک۔ کک۔ کک۔“  
”یہاں اس کے خون سے غسل کر ضرورت ہے کہ  
یہاں وہاں ایسی سڑکوں سے بہتے تھے کہ ایک سنگ کوٹش  
کی تھی کہ اس کا خون دیکار رہے اور نہیں دہی کر رہے تو ہیں  
کہ۔ جی ہوں۔“  
”خود لکھنے، خود لکھنے، ایسا لکھتے تھے انہی پر اتنے

تھوڑے۔“  
”تو تو توئی کسٹا کوٹش کر رہے ہو بارہا وہاں لکھ  
تھا۔ جی ہاں بات سے سخت نفرت ہے میں تمہارے متعلق ممکن نہیں  
کے لئے بر قدم اٹھانے کو تیار ہوں اور تم سے جب یہ کسی چیز سے  
موتے کو مرنے کے لئے تھی ہوں تو اسی طرح جیل و کشت کرتے ہو یہ تمام  
یہ سے غنا سے کوئی دوسرے رہتے ہو، مرنے ہو، تھوڑے سی پر ات  
یہ عمل کیا تو کیا ہو گا؟“  
”ایسا لکھ کر تیار رہے ہاتھوں قتل ہو جائے گی، میں  
یہ پھر سکوں گا۔“

”ابھی بات ہے اگر تم یہ نہ کر سکتے تو پھر میں ہی آپ کی  
ہوں۔ اس نے کہا اور اس نے لکھنا۔“  
”سنو تو جی میری بات تو سنو ایسا لکھ۔“  
”کل شام کی جیسے سمجھنے کے ساتھ ساتھ وہاں وہی سب  
کہہ کر وہ تم کو کچھ ہو گئے یہ تو توئی لکھ رہے تھے وہاں میں زخم  
تھک نہیں ہے۔“ اس نے کہا اور اس کی ہاتھ معلوم ہو گئی میں  
چند لمحات کے لئے ہوش و حواس سے ماری ہو گیا تھا۔

کرتا کہ اس ایک بڑی صفت خود حقیقت ہے اس سے  
بہت کر سکتا دیا تھا اور اب میں اس کے ہر طرف کے معانی  
اٹھانے کو تیار تھا کہ اس پر نہ کرنا اس کا جس سے ماننے ہو کہ کتنا  
کرتا کو قتل نہ کر دے تو مجھے نہیں تھا کہ خود زندگی سے ہاتھ دھو  
بیٹھوں گا۔ لیکن ایسا ہی ہو گا اور اگر سے قتل کر دے تو خود  
بے آپ کو زندگی کے آخری سانس تک معاف نہ کر سکوں۔ بڑی  
گوشتوں کے ہلم میں تھا کہ کتنا انداز لگائی۔ دھلی دھلی عمری عمری  
کی بہت ہی خوبصورت نگہ رسی تھی

میں آنکھیں پھاڑے اسے دیکھا ہمارے دل میں ہمارے  
طرف کے فیصلے آ رہے تھے ایک گویا ساقی میں بار بار آنکھیں  
دھاتے۔ یہ کرتا یہ کرتا اب موت کی آغوش میں ہے اور اسے  
موت سے کوئی نہیں بچا سکتا کہ کتنا میری نگاہوں کا مقوم  
کچھ اور ہی تھا اس کے غیر ہر طرف کے تاثرات پیدا ہو گئے۔  
"اکی طرح آنکھیں پھاڑ کر کس اور کس دے جو نیچے  
پہلے بھی نہیں دیکھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ میرے  
سامنے موٹے پرچہ لگائی۔

"بس اب اتنی زیادہ محبت کا اظہار مت کرو کہ میں  
پاگل ہو جاؤں" دیکھ ایک بات کہوں یا برکائی۔  
"ہاں۔ میں جو بھگتا ہوں۔"

"ایک بات کہوں؟  
"ہاں ہاں کہو یہ۔  
"طبیعت الگا نہیں تھی یہاں اسی فلیٹ میں تھے تھے  
کئی دن بوجھے اب تو ہیں یہ۔"

"شہر کے حالات بھی یہ نہیں جانتے معلوم نہیں ہوسکا  
کہ کتنا سے پڑی ہے اب تک ہمارے خلاف کیا کیا ہے؟  
"کہو مجھے کیا ہو سکتا ہے؟ کامیاب نہیں ہو سکتے تھے  
باتوں میں اپنی طرف سے زندگی گزار سکتی ہوں بس خطر ہے تو  
صرف اس بات کا کہ ہمارے (اس بڑے) کو وہ دھرم کا سکو نہ  
بنا دیا جائے باقی کے کسی انداز میں کہ وہ اب ہو سکتی ہے عدالت  
میں جا کر کہہ دے کہ میں نے اپنی مرضی سے یہ تب کہا ہے کہ  
اگر یہ وہ گزرتا ہو تو پھر بھی مجھ کو کسی نے نہ تھا اور دھرم  
ایسا کیا ہے۔ یہ میں نہیں ہوں بلکہ جان بھرتے ہوئے ہے  
دیکھ رہا تھا۔

دلانی رتی یہ نہیں کیسے کیسے خوابوں میں کھوئی ہوئی تھی  
یہ نہیں جانتی تھی کہ میں اس کے لئے موت کا ہار کر رہی ہوں۔  
میں جب کہ نہ بولا تو اس نے قہر سے گھر سے جھوٹے شہنشاہ

ہلا ڈالے۔  
"ارے ارے تمہیں ہو کر لگے آؤں گوں کہ فوراً  
آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر لگے دیکھ جا رہے ہو کہ میں کتنا  
نگہ رسی ہوں۔"

"اس سے بھی کہیں زیادہ۔" بشکل فہم میں  
کا پٹا کر کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"اب جو کہہ بھی ہوں تمہاری ہی تو ہوں پھر میں کس  
بات کی ہے جیوں بھر دیکھتے رہنا دیکھو کہ کوئی نہ کہہ دے میں  
تمہاری سانس لے کر رہ گیا۔

"پھر لو کہ کیا سوچا کہیں میں سمجھ نہ کر رہی ہوں۔  
"آج نہیں کویتا۔ میں نے تھے تھے سے بے خبر۔  
"تمہاری مرضی ہے میں تو صرف تمہارے ہی کہہ رہی ہوں۔"

شاعر احمد دہلوی کے ایک مضمون  
سے اقتباس  
خوبیہ حسن نظامی ذرا اسی بات پر مدح  
پہنچاتے تھے۔ قائد اعظم سے ان کا اختلاط ہوا تو  
مدحیوں کی ایک صفحہ لکھتے رہے پھر قائد اعظم کے ہم  
خیال ہو گئے۔ تو اسی مدت کے ساتھ قرآن کی رو سے  
موتی ابوہریرہ کے قول کا فتویٰ دے کر یہ علامہ اقبال  
سے خوبہ صاحب کے تصانیف خوب گزرتے۔ تمہارے  
کسی بات پر خوبہ صاحب کو ان سے رہنمائی ہو گئی۔  
علامہ اقبال کو شاعر مشرق سے کہہ کر شاعر صاحب کہنا  
صرف کہنا تھا۔ علامہ اقبال نے سوچا یہ تو بہت بڑا ہوا۔  
پتا چلا انہوں نے خوبہ صاحب کو راز کر کے کی  
ترکیب سوچی۔ علامہ صاحب نے خوبہ صاحب کو خط  
لکھا کہ میرے گھستے میں مدت سے درد تھا۔ میں  
نے آپ کا تیرا کردہ قصہ سنا کہ کاتیل ملا اس سے  
درد کو ختم ہو گیا میں پھر کیا تھا اس دن سے علامہ صاحب  
شاعر مشرق ہو گئے۔ انہی کے بعد میں جو تیل کا  
شہنشاہ بن گیا تھا میں میں شاعر مشرق لا کٹر  
سرمہ اقبال کو ہارنے ضرور ملے گا ہاں تھی۔  
موتی محمود۔ سجاد امیر

تھی میں تو تم سے بالکل نہیں اگلی تھی قریب میں مجھے سب  
کہ بہت اچھا لگتا ہے۔ اس نے بہت بھرپور انداز میں کہا اور  
میں خاموش ہو گیا۔

دوسرا دن بوسہ لے کر اس کی زیادہ احوال کا باعث تھا  
اپنے ایک وارنٹک لگے۔ وہ بھی اسے لڑا لڑا کر لے کر گیا  
کوئی واقعی چند گھنٹوں کی جہان ہے کہا اس کے بعد میں میرے  
لے اس سے محروم ہو جاؤں گا میں سوچتا ہوں وہ پھر کو کتنا بھی  
نہیں کہہ گا۔ کہہ کر تیار رہے احوال کو خاص طور سے محسوس کر رہی  
تھی۔ شام کو پانچ بجے میرے قریب میں نہ تھا۔

"کچھ بھی ہو نہ آج رات ہم سہل کی کو چاہیں گے۔" پڑا  
دل ایک بار پھر دھڑکا اٹھا کہ کتنا میں ہوں۔ میں تھی بلکہ اس کی  
پڑا سر زور سے اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلا رہی تھی کہ کوشش  
کے باوجود میں اسے منع نہ کر سکا میرے ذہن میں وہ ایک لمحہ سا  
غبار جھپٹتا تھا۔ جب رات کی تاریکیاں زمین پر چھوٹ گئیں تو  
کوئی تیار ہو کر میرے ساتھ باہر نکلا آئی۔ مجھے لگا کہ یہی وہ  
سمندر کی طرف جا رہے۔ میں خاموش تھا اس وقت میں نے  
کہہ کیا تھا سب غیر اطمینان کی طور پر یہاں سے انصاف ہو گیا  
کے قیام میں چلے گئے اور میں کوشش کے باوجود اپنے آپ کو  
کے احوال کی پیروی سے باز نہ کر سکا تھا شاید اس وقت سے  
ہاں میں ایک تیز و جارحی ہو چکی ہوئی تھی اور اس پھر کی  
مجھے سمجھ نہ دے میں محسوس ہو رہی تھی سفر جاری رہا میں تم  
میں تیار رہا کہ کتنی باتیں مجھے خیال کی تھیں۔ مجھے یہ سہل  
خاموش ہو گئی کہ شاید میں نے کتنے کتنے کتنے کوئی بات نہ  
کرنا چاہتا ہوں آسمان پر لاکھ تار سے نکل آئے تھے۔

سمندر پر تاریکی چھائی سینی میں ہموں کے سبز سفید  
جھلک نمایاں ہو رہے تھے۔ ہم سمندر کے کنارے کھڑے تھے  
جوتے تھے۔  
"اب بھی خاموش ہو رہی ہیں یوں یوں تو رہے  
جو اب ہم وہی ہے۔  
"کہنا نہ کہنے کو شل کو چھوڑ دیجیے نہیں کہا۔  
"میں یہ کہتا ہوں کہ کتنی گئی۔" اس وقت پھر نہیں  
قرین پر شل سولہ ہے۔  
"نہیں کہتا بس میں نہیں کیا تھا تو؟  
"کہ مت بڑاؤ میں تم کتنا خوبصورت ہے اور تم ایسی خوبصورت  
باتیں کہتے ہو۔ میں اپنی مرضی کی رنگ ہونے لگا کہ کہا میں  
نے اپنی مرضی سے کہا وہ دیکھو کتنی کھڑا ہے یہ نہ کہ کون ہے پہل

اس نے ایک لمحے کی طرف اشارہ کیا کہ کوئی سمندر کے کنارے  
کھڑا ہوا تھا۔  
"ہو گا کوئی آؤ ہم سامنے بدل دیں۔"  
"نہیں نہیں دیکھیں تو یہی ہے کہ کون تر ہے کہ کون ہوا۔  
اور اس نے رفتار بڑھ کر دی۔ میں بھی اس کی رفتار کا ساتھ  
دے رہا تھا لیکن جیسے جیسے قریب پہنچ کر میں ایک لمحے سے  
میں پھر بدل کر رہ گیا تھا۔ وہی جیسے تھا۔ البتہ اس کی جگہ سے  
میں نے ان کھنڈات میں دیکھا تھا جہاں معدوم ہو کر کھنڈا گیا  
تھا تھا۔ اس لمحے کو یہاں دیکھ کر کہا میں ہی اعصاب چھوڑ  
بیٹھا تھا۔ جیسے۔ پاؤں میں لڑکھائی تھی۔ کوئی آہستہ آہستہ  
اس مجھے۔ بہت قریب پہنچ گئی۔  
"ہائے لام کون سے یہاں کھڑا ہے وہ تو وہی کتنا  
سمندر ہے کیسی یاد آ رہا ہے جس نے بھی بڑا ہے۔ اس نے کہا  
اور مجھے کوئی غلط طرف سے دیکھ لگی۔ میری آنکھوں میں چند  
چھائی جا رہی تھی۔ البتہ اس نے۔ ہاں میں گونگ رہی تھی  
"بابا بڑا لڑکھنڈا ہے۔ میرے قریب ہی اس کی ادائیگی کر رہی تھی  
لو جی طرح مجھ کو لگا کہ میرا حکم مانا تو ایسے ہر طرف غلاب کا  
شکر ہو کر موت کے بعد بھی اسے نہ بھول سکتے ہوئے حکم  
کی تعمیل کرو۔ اس نے کہا اور میرا ہاتھ اپنے پاس کی جانب بڑھ  
گیا جہاں پھر کچھ بھی ہوئی تھی۔ میں نے پھر کمال لیا۔ کہ کتنا مجھ  
سے ملے ہمارے کتنے کی طرف سے اس کی تم تھی میں۔ ہنسنا ہنسنا اس کے  
پہلے یہ بہت میرا اور میرے حق سے ایک آواز ہوئی تھی کہ اٹھ  
رہی۔  
"کوئی۔" وہ جوتے کر لگے دیکھنے کی یہ میرا وہ تو اسے نظر  
نہیں آتا تھا۔ میں نے ہر طرح پر۔ مجھے یہاں سے ہوتی تھی۔  
"کوئی اس میں نہیں تھا۔" وہ تو اسے سن کر جگہ سے ہوا  
کوئی نہیں دیکھتے۔ البتہ یہ بہت راز میرے ہاتھوں سے ملتی تھی  
تو کیا ہو گا؟  
"میں اسے سوچاؤں گی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
"تو میں نہیں زور کر رہا تھا ہوں۔" میں نے کہا۔  
"تو کوئی وہ اس نے آنکھیں بند کی کہ گردن اٹھ کر اٹھادی  
اور میں نے ایک سونگ تیلی جوتے کی انڈیلنے ہاتھ نہ بکری  
ہوئی پھر اس کی گردن پر چھوڑ دی کہ کتنی بھی میری باتوں کو  
صرف مذاق سمجھ رہی تھی۔ میں نے اس کی اس سے بہت ہمد  
کر رہا تھا۔ میں نے پھر کچھ کہا کہ احوال کے معلوم ہو چکی تھیں کہ  
آنکھیں ایک لمحے کے لئے حیرت سے مجھ سے نہ بھرا کہ کے دونوں

باز رہت زندہ انداز میں پھیل گئے۔ میں نے مجھے کبیروں کے نزدیک رکھا ہوا پشت اسٹار باورس کی گردن (سید بھگت) کو تینا کے حسین بدن کا سا خون گردن سے نکل کر اس پشت میں جمع ہو رہا تھا۔ اس کا بدن ہوسے ہوسے پھر کر رہا تھا۔ زخروں کے ماننے کی وجہ سے اب اس کی آواز بھی نہیں نکل رہی تھی اور کوئی بکلی سی چیخ بھی نہیں نکلی تھی جس کے ہر سے ہاں ترسے کسے خورباہت پشت میں سے بلند ہو رہی تھی۔

میں وحشیانہ انداز میں آنکھیں پھاٹے اس اُٹھتے ہوئے خون کو دیکھتا رہا اور چند لمحوں کے بعد پشت میں اچھا سا خون جمع ہو گیا۔ میں نے اپنا دوسرا زخمی پورا کرنا خون کا پشت اُٹھا کر دیکھتے دیکھتے سر اُٹھایا دیا مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے مجھے کے ہونٹوں پر سرکراٹ پھیل گئی ہو پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”شکریہ ابرو دا خان تمہارا بہت بہت شکریہ اس اب واپس چلے جاؤ ہاں اگر کہ خوف محسوس کر رہے ہو تو اس لاش کو اٹھا کر پالتے پھینک دو۔ میں نے اس کے اس منہ پر بھی عمل کیا اور پھر وہاں سے واپس چلے گیا۔ شیشی جاچکی تھی میں دینا نہ دے پاس بے خبری لگوں کی طرح سمندر سے دور جہاں کا جلا جا رہا تھا۔“

میرا سانس بکول رہا تھا حالت عجیب ہو گئی تھی میں نے کوشش کی تھی کہ تینا کے خون کے چھینے پھرنے پڑنے پائیں

اور ایک ایس میں کامیاب رہا تھا چنانچہ میرے پاس یہ خون کا کوئی وجہ نہیں تھا۔ موصوم کو تینا زندگی چھوڑ کر موت کی آغوش میں جا سولی تھی۔ چھوٹی دیر بعد لاش کی جگہ پر چل گیا جہاں سے مجھے شیشی مل سکتی تھی لیکن مجھے خطرہ تھا کہ کسی شیشی دھلا کر اس حالت کو دیکھ کر مشکوک نہ ہو جائے۔ چنانچہ اس کے ہاتھ و پیسے کافی دوڑنگ پیدل پیدل پھر گیا پھر جب میری سانس اعتدال پر آئی اور جس کس کی تیز رفتاری ہو گئی تو ایک مینا باؤس کے سامنے سے میں نے ایک شیشی لی اور اپنے اس لیلیٹ کی جانب چل پڑا جو کو تینا سے میرے لئے مخصوص کیا تھا۔

میری گھڑی نہیں آ رہی تھی اگر کوئی پالت جو گھر میں آ رہی ہو۔ کو تینا کے فلیٹ میں داخل ہوا تو درشت لے جا دوں طرف سے گھبراہٹ۔ دل کی حالت ایسی عجیب تھی کہ بیان نہیں کر سکتا۔ یہاں ایک ٹوکے کو دل نہ جا رہا تھوڑے سے کو تینا کی آواز ابھرنے لگی۔

چنانچہ میں نے بھی ہتھ گھما کر اپنے ہی مکان پر پہنچا ہاں ایک بار پھر میں شیشی کے اپنے مکان کی جانب جا رہا تھا ظہر

تھوڑے سوچو دیتے۔ گھر کے سارے معاملات حسب معمول تھے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی۔ میں نے اپنے آپ کو بالکل درست کر لیا تھا۔ پھر میں نے ملازم سے پوچھا۔

”اس دوران کوئی بات تو نہیں ہوئی آپ اتنے عرصے کے رہے کہاں چلے گئے تھے۔“

”بلو ناگیا تھا۔“ میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو کر

ظاہر ہے وہ ملاکان سے اس سے زیادہ گفت و شنید نہیں کر سکتا تھا۔ اپنے کمرے میں جا کر بھوٹ بھوٹ کر رہا ہوا میری آنکھوں سے آنسوؤں کے دھارے پھوٹ رہے تھے۔ گویا یاد آ رہی تھی۔ جیسے لمحوں کے گزرتے تھے میں نے اس کے ساتھ لیکن اب اب وہ میرے ہی بے رحم ہاتھوں موت کا شکار ہو چکی تھی کیا کروں؟ کیا کرنا چاہیے کیسے اس بلا سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے کس طرح اپنی زندگی بچاؤں اس سے۔ اُمت ہے اس بخت پر کس ذوق میں گرفتار ہو چکا بہت کچھ یاد آ رہا تھا۔ ملاکان کا سامان تیارہ شٹائیل۔ آہ میں نے مارے شٹائیل کی ہم شکل کو ایک بار پھر خود سے جھکا کر دیکھا تھا۔ کافی دیر کی طرح گزرتی تھیں کاد کوئی پتہ نہیں تھا میں نے غرائے ہوئے بچے میں اسے پکا۔

”اپنا۔“ میرے ملنے سے وحشت زدہ ہی آواز ابھری اور اس کی کھٹکتی ہوئی سی ہنسی میرے کانوں میں ابھرتی۔

”دیکھ رہی ہوں اتنی دیر سے تجھے دیکھ رہی ہوں ابھی

### خلیفہ کی قیمت

”ایک دن بارون رشید بسلول کے ساتھ حمام میں گیا۔ خلیفہ بسلول سے مذاق میں پوچھا۔ اگر میں غلام ہوتا تو اس حالت میں میری قیمت کیا لگتی۔“

بسلول نے جواب دیا۔ ”کچھ دینا۔“

خلیفہ طعنے ہو کر بولا۔ ”بیکے صرافت یہ تمہارے

میں لے بانہ رکھا ہے، کچھ دینا کچھ۔“

بسلول نے جواب دیا۔ ”میں نے صرف تمہاری

کی قیمت لگائی ہے ورنہ خلیفہ کی کوئی قیمت نہیں ہے۔“

محمد ابراہیم جملی۔ نیو گراپی

طرح دیکھ رہی ہوں بڑے عجیب ہو تم بار بار دفان و دنیا کی ساری کامیابیوں میں نے تمہارے قدموں میں ڈال دی ہیں اور تم میرے اس چھوٹے سے کام سے اس طرح گھبراتے ہو۔

”چھوٹا سا کام، تم نے مجھے کبھی کا نہ دیکھا پیرا۔ میں

تجست نفرت کرتا ہوں۔ بے پناہ نفرت۔“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بعض اوقات کچھ موت

ایسے ہی ہوتے ہیں جو انہوں کے درمیان دنیا کی کبریاں چڑھ جاتی ہیں۔“

”میں اپنی دوستی پر لعنت بھیجتا ہوں۔“

”مجھے یہ دیکھ کر کوئی اثر نہیں پڑتا۔“

”میرا بچپن چھوٹا سے اپنا میرا بچپن چھوٹا سے۔ میں اب تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا میں یہ گھناؤنا کام انجام نہیں دے سکتا تو نے وہ ایسی شہینوں کو مجھ سے لٹل کر لیا جو میرے لئے بڑی محترم تھیں میں نے مجھے دلی لگاؤ ہو گیا تھا۔“

”تو تمہاری بھول ہے یا بڑی میرا کبھی تصور نہیں دل

لگا یا ان سے ملنا کچھ جانتے ہو کہ میں نے تجھے اپنے کام کے

لئے مخصوص کر رکھا ہے اور اب کیا ہے مجھے اکیس انسانوں کے

خون سے منہ بے جو کچھ تم مجھ سے چھین چکے ہو وہ مجھے دوبارہ

حاصل کر نہ سکے تھے تم بارگزی تم اکیس زندہ انسان میری بھینٹ

چڑھاؤ گے ابھی تو ان میں سے وہ ہوئے ہیں اب باقی ہیں۔“

”میں اب تیرے لئے کچھ نہیں کر دوں گا۔ مجھے یہ سب کچھ

نہیں چاہیے میں تجھ کی زندگی بھی بسر کروں گا کسی مرزا پر

چاہر توں گا کسی مسجد میں مہمان بن کر اپنی زندگی گزار دوں گا

لیکن ایسا گھناؤنا کام اب نہیں کر دوں گا۔“

”میں تجھے چھوڑ دوں گی جب نا۔“ اپنے لئے جواب دیا۔

”مجھے چھوڑنا ہو گا کچھ ہے میں اب تیرے ہونکامات کی پیروی

نہیں کر سکتا۔“

”دیکھو ابرو دا خان مجھے غصہ مت دلاؤ میں نے تمہارا

اتنا بگاڑ نہیں کیا تم ہی وہ ہو جو سلمان کو تہار کے گھونٹ

ڈالے تھے تم ہی وہ ہو جس نے مجھے دھوکا دے کر مجھ سے میرا سب

کچھ چھین لیا تم نے مجھ سے بڑی بڑاں سال کی زندگی چھین لی

مجھے سننا دیکھا اس کے جواب میں اب میں تجھے موت دلوں گی ایسا

دوں گی لیکن اس کے باوجود میں نے تجھے وہ زندگی دی جو

اپنے آپ کو حاصل نہیں ہے اور اب سے بڑی بات یہ ہے کہ

میں نے تجھے ایک طویل زندگی دینا کر دی ہے اب میں تمہارا

بھی بوسہ لگائے لیکن اس وقت جب میں اپنی بڑی عمر پائوں

ہاں۔ ابرو دا خان تم سن لو مجھے اکیس انسانوں کے خون کے غسل کی ضرورت ہے یہ خون میرے مسامات سے گزر کر میرے بدن میں اتر جائے گا اور میرا بدن جب بے پناہ قوت حاصل کرے گا تو میں ایک آتش کدہ بناؤں گی۔ اس آتش کدہ میں مجھے اکیس دن تک آگ کا غسل کرنا ہو گا اور جب میں آگ کے غسل سے نکلوں گی تو میں پھر وہی اپسرا بن چکی ہوں گی ہاں میری قوتیں میرے پاس موجود ہیں لیکن میں اپنا بدن حاصل نہیں کر سکتی۔ میں وہ قوت حاصل نہیں کر سکتی جو مجھے حاصل تھی۔“

”اس کے حصول کے لئے مجھے اس عمل سے گزرنا ہو گا۔“

”یہی میرا گمان ہے ابھی میری قوت ہے اور تجھے میرا لاکھنا

ہو گا جس طرح بھی ہو مجھے کام میرے لئے کام کرنا ہو گا۔“

”میں جیس کروں گا تو جہنم میں جا جائے اب تم سے کوئی

دلچسپی نہیں ہے۔“

”ابھی بات ہے تم میرے غصہ کو آواز دے رہے ہو تو اس

کا نتیجہ بھی بھگت لینا۔“

”ہاں ہاں بھگت لوں گا اب کچھ بھی ہو جائے مجھے کس

کی پرواہ نہیں ہے۔ میں نے کہا اور یہاں سوش ہو گیا۔ اپسرا کی آواز

بھی مدد ہو گئی تھی۔“

رات پھر میں جاگتا رہا میرے ذہن میں لاتعداد منصوبے

جنگلے رہتے پھر میں نے سوچا کہ کسی سے بھاگ جاؤں

کیسے اور چلا جاؤں کسی ایسی جگہ جہاں اپسرا کا وجود نہ ہو

نہ پہنچ سکے۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں نے تیاریاں شروع کر دیں

مختصر اس سامان ایک بیگ میں رکھا اور کچھ خرچہ نقد کی شکل

میں تیرے پاس موجود تھی لے کر نکلا ہوا۔

میرا رخ رجوت سسٹیشن کی طرف تھا رات کے نو بجے

چار بجے تھے میں جب ریلوے اسٹیشن پہنچ گیا۔ ریلوے سٹیشن کی

تو کوئی ٹرین اس وقت گزرتی نہیں جاتی تھی۔ رات بجے کچھ

پہلے ٹرین مل گئی۔“

یہ وقت میں نے وہیں ڈھنگ۔ دم میں ہی کوئی ٹرین

کھلا۔ دل میں طرح طرح کے سوچے سوچے سوچے سوچے

خیالات ذہن میں گونج رہے تھے۔ پھر میں کوہا پھوٹنے کے

تھکا بار اپنی جگہ جیتا تھا رات بہت زیادہ تھکا ہوا تھی کہ

بہتر طور پر سارے تھکے ہوئے۔ ریلوے سٹیشن پر

سات بجے والی ٹرین کے بارے میں مجھے اندازہ نہ ہو رہا

جاتی ہے۔“

چنانچہ میں نے محبت خرید لا اور منتظر کرنے لگا۔ مگر وہی میرے بعد نہیں رہا۔ میرے گھر میں داخل ہو گیا کیا رشتہ میں بہت سے لوگ تھے۔ مگر میں نہیں دیکھ سکتا تھا اس لیے مسافر ہوئے ہوتے تھے۔ ایک دن ایک شخص باگ رہے تھے میں اپنے لیے جگہ نہ کر رہا تھا۔ میں نے جان بوجھ کر رہے کے متروک کلاس کا ٹکٹ لیا تھا۔ مگر کہیں کسی قسم کی آگاہی نہ پیش آئے اور انسا لوں کے درمیان رہ کر میں اپنے آپ کو ریسکوں کر سکوں۔ یہاں پر تو تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ہی آدھے گھنٹے بعد جب ٹرین چلی تو ایک آدمی کہا رشتہ میں چڑھ آیا۔ میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی مگر یہی ایک اتفاق سے اس کی سیٹ میرے برابر کی تھی چنانچہ وہ بیٹھ گیا۔

مگر وہی میری طرح خاموشی سے گزر گئی۔ میں نے غور سے دیکھا کہ ایک ایسا مسافر میرے پاس آکر بیٹھا ہے لیکن میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ پھر جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو میرے ہوش و حواس ہی رشتہ ہو گئے۔

یہ واحد تھا ہاں یہ واحد ہی تھا جو شکرانی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

”بیٹا بابر داد خان جری گری سو رہا میں تم ہو کر سو رہا رہے تھے؟“

”تم۔ تم۔“

”ہاں۔ ہاں۔ میں دلی جا رہا ہوں۔ تمہارا کہاں کا راجہ؟“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”نہا تھا راجہ۔“

”تم فضول بکواس مت کرو“ وہ نے مجھے بڑا کوئی نہ ہو گا“

”میں نے غصے سے کہا۔“

”تم سے بڑا تو واقعی کوئی نہیں ہے جو شخص اس زندگی سے ایک معلوم بچے کو موت کے گھاٹ اتار دے وہ واقعی بڑا انسان ہو سکتا ہے۔“

”میں کہتا ہوں۔“ میں نے اسے نہیں مارا۔“

”اسے اسے یہ ٹرین ہے چھیننے کی کوشش نہ کرو لوگ جاگ جائیں گے اور میرے لیے اسی جگہ تیار کر کے ہو جائے گا۔“

”آرام سے بیٹھو اس وقت بھی نہیں مجھ سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں تمہارا کہہ کر کھانے کا ادائی ہوں تم سے گفتگو کروں گا حالات معلوم کروں گا بات چیت کروں گا اور اس کے بعد ہم کوئی فیصلہ کریں گے ابھی کون سی مشکل بات ہے بلکہ میں نہیں ایک مشورہ دوں بابر داد خان۔“

”کیسا مشورہ۔“

”اچھے اسٹیشن پر اتر جائیں واپس بمبئی چلے ہیں۔“

”نہا راجہ اسے نہیں کی کوئی یہ بہت نہیں ہے کہ دراصل تم کوں تھے۔ رانا مسعود کا مسئلہ بے شک وہاں اٹھا ہوا ہے مگر وہیں ہی کافی تک دو کر رہی ہے لیکن ان میں سے کسی کو نہیں ملے گا رانا مسعود اسلئے نہیں تھوڑا اور کوئی لٹل بینی بابر داد خان نامی آدمی تھا یہ بات صرف داد فرود داد کو معلوم ہے اور داد بھلا تمہارے خلاف عمل کریں گے گا کوئی ایسی شہرت کریں گے جس سے تمہارا راز بھی نہ بکھے اور ہمارا کام بھی بن جائے۔ ایک بار پھر نہیں جیندگی سے سچے کی دعوت دیتا ہوں۔“

میں واقعی جیندگی سے سوچنے لگا۔

”وہاں ہلے بے درمان کی طرح میرے گے آج تھا سا اور ایسے نازک وقت میں آج تھا جبکہ میں میرے قتل کا مجرم بن گیا تھا۔ درحقیقت یہ شخص اگر میرے خلاف قیام ہی دے دے تو میرے بارے میں جوت جوت ہوتا ہوئے میں پولیس کو کوئی وقت نہ ہوگی۔“

”میں بہت طویل سوچا کہ میں کون سا نام لے کر دوں گا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”وہاں ہلے بے درمان کی طرح میرے گے آج تھا سا اور ایسے نازک وقت میں آج تھا جبکہ میں میرے قتل کا مجرم بن گیا تھا۔ درحقیقت یہ شخص اگر میرے خلاف قیام ہی دے دے تو میرے بارے میں جوت جوت ہوتا ہوئے میں پولیس کو کوئی وقت نہ ہوگی۔“

”میں بہت طویل سوچا کہ میں کون سا نام لے کر دوں گا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“



تھا جسے بھی کہ جو ہر دیکھتا ہی ہو جیسے تھے اگر نہ ہوتے تو میں کسی قیمت پر بے جا رہی کوئی طرح حاصل کر کے تہہ در تہہ مبادہ کرتا رہتا۔ میں شیطان پرست نہیں تھا۔

شیطان پرست تو کسی وقت شروع ہو گیا تھا جب کہ میں نے اپنے باپ کا صندوق کھولا تھا۔ آہ میں تنہا گرا وہ سب تو موت کے غم کے لئے تھے۔ اُسے دیکھا گیا کہ وہ سب لوگوں کے جلوے میں رہ کر رہی تھی یا جھوٹ میرے سامنے ہی سب کہ ہوا تھا لیکن میں نے وہ دیکھ لیا تھا۔ اور ایک شیطان مجھے میں چھل گیا تھا۔ اس شیطان پرست نے مجھے کہا کہ میں ہر شان کی چیزیں میرے خاندان کے لئے کہنے لگا کہ اگر وہ لوگوں کے لئے مکن ہے میرے بھائی بھی زندہ ہوں۔ اگر میں کوئی شے کر کے ان تکمیل جا پہنچاؤں تو مکن تھا کہ حالات بدل جاتے۔ اور میری بقیہ زندگی کوئی سے گزر جاتی۔ لیکن یہ سب کچھ میرے لئے تو یہاں لگنے والی تھی ہی کوئی اور تھی۔ کچھ بھی ہو جائے اُسے لگے میں اب شکا کر رہی کروں گا۔

”اس بچے کی موت ہی کیا تم تھی میرے لئے کہ اب کوئی بھی میرے ہاتھوں میں نہ لگے اور اب نہ جلتے کیا کیا ہوگا“ نہیں بلکہ میں نے وہ نہیں سمجھ سکا۔ تو میرا واحد وار ہے اگر وہ سے بھات مل گئی تو مکن ہے میری باقی زندگی سکون سے گزر جائے۔ میں یہی سوچتا رہا۔ اور واحد راز میرا میرا لگا ہوا ہے مجھے دیکھ لیا تھا۔ وہ میری ذہنی اداسی سے بے خبر تھا کہ اب سوچ میں غرق تھا کہ میں کس مکش کا شکار ہوں بالآخر اس نے میرے سامنے یہ بات دھوکے کہا۔

”ڈیڑ بار دو خان بلا دو پریشان ہو رہے ہو۔ بھائی اگر تمہارے دل میں رانا جہاںگیر کی دولت حاصل کرنے کا خیال تھا تو تم وہاں سے بھاگ کیوں آئے۔ تمہیں تو بڑی آسانیاں حاصل تھیں۔ آرمی سے رانا جہاںگیر کی بیوی کے ساتھ شادی کر لیتے کوئی ایسی بات بھی نہ ہوتی اس کے بچے کی پرورش کرتے اور تم جا بجا دو دولت تمہارے لئے لگ جاتی۔ اس کے بعد میرا سہم بھی دے دو بیٹے اور خود میرے لئے لگا کر بیٹے دہشتہ ساری زندگی کسی کو نہ جیل یا قتل مارا تمہیں نہیں ہو سکتا۔ یہ نہیں تمہارے دماغ میں کھاسا کہ تم نے اس بچے کو قتل کر دیا۔ اگر اسے رائے ہی سے نہ تھا تو پھر وہاں سے بھاگ کیوں آئے۔ اور میں کھانا نہ تھا میرے ذہن میں خوف نے لگ کر رہا ہوگا۔ بڑی تو انسان کو یہ نہیں کہاں کہاں بر ملک کو نہ کھاتی ہے۔ لیکن میرے دوست واحد کا دل بہت

کہہ سوتا ہے۔ میں اب بھی حالات سمجھانے کی حلیت کرتا ہوں۔

”کیا مطلب ہے“

”یہ نہیں کوئی تعارضی غلطی ہے نا اور وہ یہ بھی سہرا ہی ہے کہ رانا مسعود نے اس بچے کو قتل کیا تھا۔“

”جب تم بتا رہے ہو ایسا ہی ہوگا۔“

”لیکن بڑی آسانیاں ہو سکتی ہیں رانا جہاںگیر سے

سے ہٹ گئے ہیں۔ میں نہیں ایک کرکٹ بتا سکتا ہوں ا واپس چلو۔ بس تمہیں اپنے صبر بردار سے نرم لگانے پڑیں گے پھر اسی حالت میں ملے۔ لیکن اس شخص نے مجھے تمہیں ہی اذیتوں کا شکار رہا ہے۔ اور پھر لو لیس کو ایک کہانی سناؤ۔ ان سے کہو کہ کچھ لوگوں نے تمہیں اغوا کر لیا تھا اور کہیں سے گئے تھے۔ وہ تم سے رانا جہاںگیر کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ یہی رانا جہاںگیر کے آدمی تھے پھر انہوں نے تمہارے سامنے ہی اپنے کو قتل کر دیا اور تمہیں کہیں قہر کر دیا۔ کسی بھی جگہ کا انتخاب کر لیں گے۔ بلکہ وہ جگہ میں تمہیں منتخب کر کے دے دوں گا اور وہاں ایسے نشانات بھی بنا دوں گا جن کے بارے میں پولیس اگر تحقیقات کرے تو اسے صاف پتہ چل جائے کہ تم نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔ اس طرح تمہیں تمہاری حیثیت واپس مل سکتی ہے۔ ظاہر ہے پولیس تمہارے آدمی کے ساتھ رہا ہے۔ اور اس کے بعد تم آرام سے زندگی گزار سکتے ہو۔ ایک خوبصورت حسین عورت تمہاری تحویل میں ہوگی اور کروڑوں کی جائیداد پھر تو کوئی مسئلہ تمہارے سامنے نہیں رہے گا جو کچھ تم کرنا چاہتے تھے وہ بھی ہو جائے گا۔ اور تم بھی طبیعتوں سے بچ جاؤ گے۔“

”کیونکہ واحد کی ترکیب غریبی خوفناک تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس پر عمل کر کے میں دوبارہ دیکھ سکتا کی حلیت حاصل کر سکتا تھا۔ بلاشبہ چند پریشانیوں سے گزرنا پڑتا لیکن کوئی شے بھی نہیں کر سکتا تھا کہ میں رانا مسعود نہیں ہوں۔ اس سلسلے میں واحد رانا دارو واحد تھا اسے اگر اس کی مطلوبہ دولت دینی جلتے تو پھر کوئی مسئلہ نہیں رہتا۔ وہ اپنی زبان بند کرے گا۔ اور اگر اس کے بعد بھی اس کی طرف سے کوئی مطلب ہو گا تو اسے موت سے گھاٹ اتار جا سکتا ہے۔ میں یہ سب کچھ حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن۔“

اب واپس رانا محل جانے کو ہی نہیں چاہتا تھا۔ واحد کو اپنے راستے سے ہٹانے کے بعد زندگی گزارنے کا کوئی راز نہ تھا سوچوں گا۔ کسی ایسی جگہ جلا جاؤں گا جہاں خاموشی سے زندگی کا بقیہ وقت گزار دوں یہ اُسے کھینچتا تھا کہ میں اُسے دیکھتا

کہہ گی ذلیل جا دو گرئی کہیں کی ہیں۔ زردل ہی دل میں اسے کوئے ہوئے کہا۔ واحد میری آنکھوں میں دیکھتا تھا پھر اس نے کہا۔

”سوچ لو سوچ لو ایسی تو بہت وقت ہے دہلی میں ہی ہم دو جا رہے ہیں گریں گے نہیں وہاں بھی سب کچھ کا موندنا ہے۔“

”اس سے بہتر تجویر کوئی اور نہیں ہو سکتی تم آسانی سے اپنی جان بچا سکتے ہو۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دفعتاً کوئی میرے ذہن میں آگئی تھی۔“

اگر کبھی کسی وقت میرے بارے میں کسی کو خبر ہو گیا تو کیا لگے گا کہ قتل کے الزام میں گرفتار نہیں کیا جا سکتا اور یہی نہیں ہی نہیں نہیں رانگ میں ہر خود اب تو ان سے شکر ہی تھا چنانچہ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”واحد مجھے واقعی سمجھنے کی ضرورت ہے میں سوچتا رہتا ہوں۔ میرا ذہن ششدر ہے۔ ویسے تمہاری تو بڑی بے پناہی ہے مکن ہے میں اس سلسلے میں تم سے تعاون کر سکتا ہوں یا نہیں۔“

”تمہارے سوچنا چاہیے تمہیں اس میں تمہاری بقا ہے۔“

”واحد نے کہا۔ اور خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد تم نے راستے بھر کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ میں دہلی پہنچ گئی۔ ہم لوگ اسٹیشن پر آئے۔ واحد نے ایک ہوٹل کا رخ کیا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ تھا واحد مجھے لگا ہوں سے ادھل نہیں ہونے دینے چاہتا تھا وہیے چالاک آدمی تھا اور کچھ پروری پوری لگے دیکھ رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس سے شش آسان کام نہیں ہوگا۔ ہوٹل میں بھی ہم نے دو کمرے حاصل کر لئے تھے۔ کمرے برابر رہ گئے تھے۔ میں اپنے کمرے میں منتقل ہوا تو واحد نے مجھ سے کہا۔

”دیکھو بار دو خان میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میرے بچہ بہت لمبے ہیں۔ میں یہاں دہلی میں بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں یہاں سے غائب ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ بے دھوکا دینا ہے۔“

”حق میں بہر طور سو وقت بہت نہیں رہے۔ ہر ہندوستان میری دسترس میں ہے جہاں جاؤ گے میں تمہیں تلاش کر لوں گا۔“

”تم بارہ لگے وہمیکوں دیکھ کر کوشش نہ کرو اور میں اتنا زردل ہی نہیں ہوں کہ تمہاری دھمکیوں سے خوفزدہ ہو جاؤں۔“

”ہاں باقی رہی تمہاری تجویز تو وہ میرے لئے دیکھیں یا باعث ہے بس ذرا اس کے اہم پہلوؤں پر سوچنا۔“ اس کے بعد میں تمہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا۔

”بہت مناسب بات ہے آرام کرو۔ واحد نے کہا اور اپنے کمرے میں چلا گیا میں اپنے کمرے میں آگیا تھا کھانا کھا

کر رہا تھا۔ دہلی کے اچھے ہوٹلوں میں اس ہوٹل کو شمار نہ تھا۔ کمرے میں پہنچ کر میں نے سب سے پہلے غسل کیا۔ اور پھر ایک آرام کر ہی پروردار ہو کر کمرے کے باہر کے ماحول کو دیکھنے لگا۔ تہہ در تہہ مکانات کھڑے ہوئے تھے۔

لیکن میرے دل میں ایک عجیب سی دیرانی تھی کہ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کیا جا چکے ہیں کس طرح زندگی کے نئے نئے قہر کر رہا ہے اب جتنی زندگی مل گئی ہے اسے تو گزارنا ہی ہے جو صورت حال ہے ابی میں گزارنا ہے۔ دیکھیں حالات مجھے کہاں لے جاتے ہیں تو دیکھنا چاہتا ہے کہ میرے بہت دیر تک ابی طرح بچنا سونپنا۔ باقی تو میرا بعد وراثت وراثت پر دیکھنا۔ کوئی چیز پر اپنے صاحب۔ اس نے انداز کر لیا تھا۔

بہت اچھا۔ دیر ہر حال کا بخیر رہی دیکھ کے بعد میں کوئی بے بسیاں نہ رہا تھا۔ اری دوران میرا ذہن مختلف فیصلے کر رہا تھا۔ واحد کو دیکھنے سے کہنے کی کیا ترکیب ہو سکتی ہے۔ میرا آسپتہ میں نے خود کو پکڑ لیا تھا۔ اس سلسلے میں ایک تجویز میرے ذہن میں آئی تھی۔ چنانچہ میں اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو رہی تھی۔ غلام ہو جی تھی تو میرا سارے چھوٹے ہیں اپنے کمرے سے نکلا اور واحد کے دفعتاً سے بڑھ گیا تھا۔ واحد اپنے کمرے میں موجود تھا۔ لیکن وہ کچھ کر سکتا تھا۔

میں نے سوچا کہ شاید تم سوچے ہو گے ایک ادھر بار بار کر کے دروازہ کو میں نے دیکھا جب نہیں تھا تو پھر میں نے سوچا کہ تمہیں آرام کرنے دیا جائے تمہارے ہو گے اور خاص طور سے فوجی فکریں کہہ رہے ہو گے۔ اس کے علاوہ یہ بھی تھا کہ تم فیصلہ کر رہے ہو۔ لیکن فیصلہ کرنے کا فیصلہ ابھی نہیں کیا ہے۔

”شام کی چائے پی تھیں۔“

”ہاں لی چکا ہوں اور تم نے؟“

”میں نے بھی کافی وغیرہ لی تھی اب کسی چیز کی حاجت نہیں محسوس ہو رہی۔“

”تو پھر کیا کیا پروگرام ہے؟“

”بار واحد ذہن بڑھاتا ہوا ہے یہاں کوئی تفریح نہیں ہو سکتی۔“

”کیونکہ میں ہو سکتی جس طرح کی چہ ہو۔ واحد نے فرمایا۔“

”کیونکہ۔“

”تو پھر کیا کرتے ہیں گانا نہیں گے کہیں۔“

”وہ۔ دن کی بات کہ دی بار واحد بھی اس کا شوقین ہے۔“

233

اور پھر یہاں وہ ملک میں توڑی جیجائش ہے۔ یہاں بھی کی طرح  
 کھڑا نہیں ہوا۔ بلکہ بعض جگہیں تو آبی میں غلیہ دھک یا دھلیکی  
 جیما۔ تو بس کسی ایسی ہی جگہ کا انتخاب کر دینے کہا۔

وہاں سب لوگوں سے نمایاں تھا، اس نے ہماری آمد پر بڑا سا مہنہ بٹایا اور کمر کر لیٹنے ساتھیوں کے انجوائی کا اظہار کیا۔  
دروازے پر کھڑی عورت نے جلدی سے اس کی طرف

ابن نے ایک طرف مڑ کے دیکھا اور کسی کو کچھ اٹھانے کا جھنڈا ہی  
لمحات کے بعد ایک اور گھنٹن نماز سے اٹھتا ہوا دیکھ رہا تھا  
ہوئی اور اسے نزدیک آکر پیچھے گئی۔ اس نے مشرقی انداز میں  
سلا کر لیا تھا۔

یہاں کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی جو تکبر کا باعث ہوئی  
 اس جو رقاصائیں یہاں بقیص کر رہی تھیں وہ اس قدیمین  
 نہ تھیں اور نہ جی یہاں اتنی لغت و تہذیب تھی جو جوئے  
 پیئے کو تھوہر دیکھی تھی۔ واحد یہ ہے کہ ان کی طرف ٹھیک کر  
 بولا۔

نہیں دیکھیں تھیں اس سے نہیں روکوں گا ویسے  
 اگرچہ ہوں میں سب کرو تو وہاں بھی مل سکتا ہے؟  
 وہ تو تمہیں سب سے لیکن بس حدی جاہ۔ ہبہ و واحد  
 کہنا۔ میں ذل ہی دل میں مسرور ہوں غیر زار سکا لک کا دل  
 چاہتا ہوں سے قائمہ منہ بات تھی۔ چنا تو میں نے سے بڑی  
 اور پھر ہر ایک بار میں داخل ہو گئے۔  
 بار میں کافی سی بھری ہوئی تھیں لیکن میں ایک  
 تعالیٰ میں مل گئی اور واحد نے اپنے سے شرب اور میرے لئے  
 ایک مشروب حسب کر لیا۔  
 شرب کے چار بار تک پی کر لینے کے بعد واحد نے دیکھا  
 جس کی آنکھوں میں کتنی جھنجھک رہی تھی۔ میں نے اس کا ہاتھ  
 روک کر دیکھا۔  
 "اب بس کرو واحد نہ آؤٹ ہو جاؤ گے۔"  
 "ہاں یا میں بھی ہی محسوس کر رہا ہوں تمہارا سہارا  
 ہے اس لئے یہ نہیں کر رہا۔"  
 "تھیک ہے لیکن اب اس سے زیادہ مناسب نہ ہوگا  
 ہیں تو کئی جگہ جانچو۔"  
 "جلو تھا راجک مان لیتا ہوں۔ واحد نے مل ادا کیا  
 اور ہر بار بڑھ کر تھکے۔ باہر منتقلی ہو گئی تو واحد کا لٹہ کچھ اور  
 بڑھ گیا۔  
 "باہر واحد مان۔ تم غلط انسان ہو لیکن میرے ذہن  
 میں بات نہیں آتی کہ تم نے اس معصوم بچے کو کیوں قتل  
 فرمایا؟"  
 "تمہاری کہ میں بہت ہی باتیں نہیں کرتا۔ میں ہی اس  
 وقت سوچنے لگتا ہوں کہ اگر وہ میں نے کہا۔  
 "کوئی سواری بکرا دیا۔ اب لیکن اس سے ہونے ہی ہے  
 واحد نے کچھ اور میں نے گروں میں لڑائی۔  
 "چلتے رہو سواری بھی مل ہی جائے گی۔ میں اسے بڑھل  
 نے پھانسا۔ میرے ذہن میں خوفناک باتوں سے تھکے رہ گئے  
 اس وقت کوئی جھپٹا دیر سے پاس نہیں تھا جو واحد کے لئے  
 کوئی مددگار ہو۔  
 لیکن نقشے میں ہونے کے بعد میرا کام کچھ اور آسان نہ  
 لگتا تھا۔ اب میں اپنے مضبوط ہاتھوں کے آہنی ٹکٹے ہی سے  
 واحد کو نکل کر سکتا تھا۔ اپنے اندر تہمت پیدا کرنا رہا۔ ہم بہت  
 سی مڑکوں سے گزرنے ہوتے ایک ایسی جگہ نکل آئے جو کافی  
 سنسان تھی۔ مڑکے ہی ایک باز نظر آ رہا تھا۔ میں نے واحد کو

بارک کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔  
 "وہاں کا ماحول کافی خوشگوار ہے واحد کیا میل ہے  
 کچھ دیر جا کر بیٹھیں؟"  
 "اس وقت تو مناسب نہیں ہے تم سواری کیل نہیں  
 بکرا رہے۔ میں بڑی تھکن محسوس کر رہا ہوں۔ لوں ٹکٹا  
 ہے۔ جیسے منتقلی کے بعد شرب مل بھی نہیں سکوں گا۔"  
 "تمہاری دیر نام کر لو اس کے بعد ہر کوئی سواری کو  
 ہوں میں ملے گا۔ میں نے کہا۔ اور واحد نے گردن ہلادی۔  
 میں اسے ساتھ لے کر ہونے بارک میں لگتا۔ بارک میں میرا  
 بھیرا ہوا تھا۔ اور ہر ایک کی آنکھوں میں شرب تھا۔  
 نے واحد کو بارک کی ایک کونج پر چھوڑ دیا۔ اس کا لٹہ گھر سے  
 سے گھر کی جانب جارہی تھی۔ ایک ہی گھنٹہ میں گھر کی طرف  
 "باہر واحد مان اگر تم میری بات مان لو تو ہمہندی زندگی  
 پیش کر رہے۔ کوئی بڑا سائنس ہمارے قدموں میں ہوگی  
 میں بھی لوں گا۔ ہوں تو میں میرے پاس پہلے بہت کچھ تھا  
 لیکن اس کے شوق نے مجھے پاؤں کر دیا۔ میں اپنا بہت کچھ  
 لیا۔ میرے ذہن میں ان افکار سے کچھ عجیب سے احساسات  
 جاگ اٹھتے۔ اس میں دائمی تھی۔ اس میں یاد آتی تو کوئی بھی  
 یاد نہ آتا۔ اور کوشش کے ساتھ ساتھ کوئی بھی ذہن میں نہ آتا۔  
 میں نے ثابت پھینچ لئے۔ کوئی کہ میں کبھی ہلاک نہ کرنا۔ اس  
 نے تو مجھے بہت بہادر بنا دیا تھا۔ اس کی حالت میرے ذہن میں  
 کا باعث بن گئی تھی۔ یہ بات یہ ہے کہ راسخا کی کہیں تک  
 سے میں واقف دلی طور پر متاثر ہو گیا تھا۔ لیکن محسوس ہیرا  
 وہ کہیں غور و فکر میں جا کر غریب سے لے کر عظیم تھی  
 تھی۔ میں اس سے عجیب سا حاصل کرنے کے لئے اب ہر کام  
 کر سکتا تھا۔ کوئی بھی ایسی کوشش جس سے اس سے چھٹکارا  
 حاصل ہو جائے۔  
 بہت کچھ سوچتا رہا واحد بھر واحد کی آواز بھری  
 "بس اب چلو یہاں سے مجھے نیند آ رہی ہے۔"  
 "تم سو نہ جانتے ہو واحد؟ میں نے پوچھا۔  
 "ہاں بڑی مشکل سے میں اپنے آپ پر قابو پا رہا ہوں  
 ہوں میں سونا چاہتا ہوں۔ اس کی غنودہ سی آواز سنائی  
 دی تھی۔  
 "میں نہیں ایسی پرسکون نیند دل لگے میرے دوست  
 کو تم زندگی بھر سو سکتے ہو گے؟"  
 "ہاں۔ میں سونا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا اور میں ابھر

ہو کر لیجئے گا واحد۔ ہر ایک کی آنکھوں میں شرب تھا۔  
 بھی اس وقت ساکت تھی۔ وہ خوف کے پتے تک نہیں بل رہے  
 تھے تب میں واحد کی طرف متوجہ ہو گیا۔  
 "مجھے اس وقت سے واحد میں شرب کی طرف ہر ایک کی  
 نے قتل کر رہا ہوں؟ میں تمہاری زندگی سے بڑے موت کا باعث  
 بن سکتا ہوں۔ مجھے اس کا احساس نہیں تھا۔ اس نے میرے ہاتھوں کو  
 کسی چیز کا کوئی احساس نہیں تھا۔ اس نے میرے ہاتھوں کو  
 رنج گردن سے اٹھانے کی کوشش نہیں کی لیکن دوسرے  
 میں اس کے ہاتھ کشتی کا انداز میں پھیلے گئے۔  
 میرے ہاتھوں میں اس کے زخم سے جھڑپ تھا۔ میں  
 پوری قوت سے اس میں دباؤ ڈال رہا تھا۔ ہاتھ کی زبان باہر نکال لی  
 وہ میری طرح تڑپنے لگا۔ لیکن اس کی مدافعت بالکل ایسی  
 بے جان تھی۔ مجھے کوئی دقت نہ ہوئی اور چند لمحات کے بعد اس  
 کی مدافعت بند ہو گئی۔  
 میں نے اس کی گردن سے اپنے ہاتھوں کی قوت بھری  
 ڈھکی کر دی۔ اس میں کاش کاش ہو کر لیجئے گا۔ واحد کی آنکھیں  
 بڑی طرح جھپٹی ہوئی تھیں زبان باہر نکال لی تھی وہ موت کی  
 آغوش میں جا چکا تھا۔ اس کو موت کی خیز سڑانے کے بعد  
 نے وہ لوں ہاتھ بھڑکے۔ میرے کچھ خیال آیا اس میں نے  
 جیب سے دو ملل نکال کر اس کی گردن کو خوب بھیجی طرح  
 سے دھڑک دیا۔ اس کے سر سے میری انگلیوں کے نشانات بھی  
 غم ہو جائیں۔  
 واحد کا بدن ساکت و جامد تھا اسے قتل کرنے کے بعد  
 بڑا سکون محسوس کر رہا تھا۔ پھر میں تیزی سے وہاں سے چلے  
 چلا۔ کافی حد تک تک پہنچا۔ اس کے بعد ایک ٹکڑی  
 کی ہاتھوں میں دھکا دیا۔ ہونے کے کمرے میں پہنچ کر میں نے  
 ایک گہری سانس لی۔  
 "جڑ کا جو مجھ سے ہے میرے ہاتھوں میں ہے لیکن اس سے بڑا  
 خوف ہے تمہارا واحد سے لے کر ایک ہر ایک کی حقیقت اختیار  
 کرنا تھا۔ اور واحد نے جو میری شخصیت سے لڑا تھا وہ  
 مجھے دوسرے جہان میں لے گیا تھا۔  
 کہ اگر کہ اس طرح میں نے اپنی زندگی محفوظ کر لی تھی  
 میں نے اس میں سوچا کہ کل میری جھڑپوں میں کسی اور طرح  
 پہنچاؤں گا۔ میں اپنے آپ کو کسی ایسے راستے میں لے کر دیرنا  
 چلتا تھا۔ یہاں میرے قریب دو چار میں کوئی سوچو دیرنا تھا  
 غم میں بالکل سکون کی زندگی گزارنا چاہتا تھا۔

خدا کیسے ہی حیران اب میری حیرت کج نہ ہو گئی  
 سے بھرت جلتے اور تک سونے کی کوشش کرتے رہے۔  
 نیند آنکھوں سے نہ آتی تھی۔ کچھ میں نہیں رہا تھا کہ کوئی  
 سوچا جاتا تھا لیکن ذہن میں طرح طرح کے خیالات تھے۔  
 تھے۔ میں نے دیکھا کہ کوئی بن چکا تھا۔ میں غراؤں میں رہتا  
 تو یہ نہیں یقیناً باہر سے مجھے چھوٹتا تھا۔  
 میں ہر بار نہیں جانتا تھا۔ ہاں میں جانتا تھا کہ وہ  
 تھا۔ رات آتی ہوئی تھی کوئی اور بات بھی کہ میں نہیں  
 آتی تھی۔ میں نے اس میں ایک خیال کیا۔ ایک بڑا بڑا شرب  
 کا سہارا لیا جسے اس نے نیند لانے کے لئے مددگار بنا  
 ہوا تھا۔ وہ دیر کو مجھے لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے  
 کا دیر سے میرے پاس پہنچا۔  
 "تو مر رہا ہے؟"  
 "وہ میرے شرب پہنچے۔"  
 "ابھی تو دیر سے ہوں مر رہا ہے تو کس مسئلہ کا ہے؟"  
 اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں نے جیب سے ایک ڈسٹ ناں  
 کر دیکھا۔ ہاتھ میں لے کر وہ اس کے سامنے رکھ کر دیکھا۔  
 یہ تھا۔  
 "تمہاری دیر کے بعد اس نے مجھے دس گلاس دیر  
 وغیرہ کر دے۔ وہ تھا۔ میں نے زندگی بھر میں نہ شرب نہ کچھ  
 اور میرے لیے ایسا چھوٹا سا کئی پیسے کے بعد دیر سے چڑھا  
 ذہن کو بڑے سکون کا احساس ہوا۔ اس وقت تک میرے  
 ہاتھ تک بڑے میں شرب باقی رہی۔ اس کی خالی بڑی تو  
 میں نے اس سے ایک طرف رکھ دیا۔ میرے ہاتھ کے سرے  
 پر رکھ لیا۔  
 "پھر تو ایسی نیند آئی کہ بدن کا سوش نرم۔ وہ تھا  
 بھی کچھ ہوا تھا۔ اور میں گہری نیند سو رہا تھا۔ اس وقت دن  
 کے تقریباً ساڑھے گھنٹے کے جب کسی نے مجھے جھنجھوڑ کر کھانا  
 اور میں نے کچھ کھانے کھانے میں لیکن جو کوئی میرے نزدیک  
 موجود تھا اسے دیکھ کر میرے اصرار سے بول گئے۔ "پھر اس کی  
 دردی میں ہوسنا لپکنا اور سہا لپوں کو دیکھ کر اس کی سستی  
 بھجوان لیا تھا۔  
 "اے اے۔ اس کے لئے سخت ہے میں مجھ سے کچھ اور مل نہ  
 گیا۔  
 "کیا نام ہے تمہارا اس کے لئے سوال کیا۔  
 "باہر واحد مان۔" پھر ہونے کے پھر جیب میں لگایا۔





کتاب مطلب

لاہور یہاں اپنے منبر کجلی میں چھٹارہ لاکھ میں کجلی  
 ماسک ماسک نہیں ہوتا ان طرح ہڑ باں رگڑا سب کا: یہ نہیں  
 ہے اپنے اپنے نبی است ہے ہر طرح کے جہاں: وکشتہ قربات  
 ہوتے تھے۔

ابھی سہ ایل میں جا رہا تھا مگر نقد پیر نے مساجد خبیہ و با اوس کے  
 چاہاں اگر چہ دونوں پہنچا تھا تو پھر اس کا گنگا ماویہ نہ رہا نہ مکہ نہ وہ نہ  
 غنہ نہ شہا نہ گنہ ۔

یہ لہر تھیں اسی غروبِ خفا کے لئے لہا لہا رہ گئی تھیں کہ پہنچیں لکھنا  
 جو ان میں سے ایک تھا، ایسا ہی رہ گیا تھا جس کے پہلے تھا خفا، زماں سے  
 بالآخر انشا کے ہے۔ دوسرا اس سے کچھ خالص ہے، صرف لہا لہا ہے پر کھا  
 تھا۔ دیا کھانا گناہی بات ہے۔

یہ سب آپ کو غرضاً دیدیجئے، ہم سب پروردگار میں شک  
جزو قضا نہیں، ان پر کرم کیا اور ہر دے سے اجنبی حکم۔

جوڑوں حسان کے ایم، گھوڑے، بونا غصہ اور اسانہ کا جتن بھی  
 لکھو، لیکن جہم لہڑی جہان لکھوں اور تمہیں اپنے کئے پر  
 غور کس جو :

ہوں گے برابر اگلے کمرے میں ٹھہرا رہا وقت ۱  
 . ممکن ہے : ایسا ہر میں نے کراہے دیکھا : اہی نہیں  
 . وہ یہ تم کہی سے کہہ دو :  
 . ہاں .

۱۰ وہاں کے بوسے میں نیمہ کو ذرہ تعقیبات تیار !

یہ تھکے اگر میرے بدل پر ٹوٹ تو رہاں ہوگا چنانچہ  
میں نے نہ مارا کسی سے کبھی کا جب یہ یاد آیا کہ ان کو وقت تو کون  
کے ساتھ تمہارا ہوگا ان کی کشتی میرا جو دیر نہ ٹوٹ گیا ہے اس  
نے کہا

انہی کے لئے ہے جو ان کے لئے ہیں۔

240

کے لئے جو عین لہجہ تھا ہوں کہ ممکن ہے مطلق کے ساتھ  
اس کا دماغ بھی متاثر ہو، جو اس نے کوئی دواہ کی میری جب  
اشاعہ کروایا۔ ۱

انہیں اُس مسئلے میں دو نامیزش ہے :-  
آپ نے اس سے معاملات کئے ؟

تو میری خود سزا سیکر اگر وہ - سات باقی بٹا سکتا ہے  
تو وہ بھی تو زور بٹا سکتا ہے ۔

مکتبہ دارالعلوم لاہور نے کوئی نہ چھڑھ کتاب دے گا اور اگر اس سے اس

مستعد تریوں میں نہ رہا بہتر تھا اور ایا جاسے۔ یہاں کانگریس نے

۱۱ " سرسرخ کا کیا مطلب ہے کیا اس کی حالت کچھ بہتر ہوئی ہے ؟ "

۱۰۰۰

نہ خنجر کا اجاتا ہی ؟

میں یہ خطرہ حل لینے کے لئے تیار نہیں ہوں لیکن یہ نہیں  
 کیوں تو تیار ہونا میرے ہمدردی کے لئے ہے مگر میں نہیں

وہ ملک رہا تھا مجھے، کیونکہ کراچی میں تکسوں میں یہ ہے  
انیت ابھرتے ہیں انیت کا کوئی دست اندازہ لگانا مشکل تھا۔

کیسی قیمت ہے واغہ؟ اس نے کوئی جواب نہ دیا اور  
 نہ کاغذ قلم اس کی طرف بٹھرایا اور اس نے وہاں بیٹھ کر

شرعہ میں لیکن دعوت میری گواہی اب تم ہی — کہہ سکتے ہو  
و احسنہ میرے چہرے کی طرف دیکھا میرا حسن کا نہ میرا

لاہور اگر تم میرے ساتھ تھو تو تو کیا نہ آگے  
میں خوش فہم ہے کہ ہر پہلو کیا ہے کہ تمہاری جانت ہو

---





وہ لڑتا تھا۔ اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں۔  
 پیوٹے کو بے ہوش کر کے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے اس نے ریشم  
 کے ٹوکے رکھا ہو۔ تمام ندرت جڑی لگا ہوں گا کہ بڑی بڑی قلعہ  
 اور کوئی بے فیض آؤ تو کماؤں سے دیکھ رہا تھا۔  
 کیا یہی ہے وہ؟  
 ہاں انسپکٹر صاحب! یہی وہ پانی راکشش ہے جس  
 نے میری کوتاہی کو جیت چھین لیا۔ یہی ہے وہ جانور، عقلموں  
 اس کا نام کیسے۔ کونسل، حد، جیوت، پیر و پڑا۔  
 آپ اس کے خلاف کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟  
 درجنوں ثبوت۔ میں اسے سزا دلوانے کے لیے  
 ہر وہ تمام اٹھاؤں گا جس سے اس کی اصلیت کھل جائے۔  
 ایک کپڑے اسے حواوت میں بند کر دوں گا۔ انسپکٹر  
 کیا! اور وہ تو گے۔ لاک اب کی کوٹھی میں  
 داخل ہو کر میں۔ صورت و حال پر غور کرنے لگا۔ حالات پر  
 تھے ہیں نے ہلاک سے کئی بار انہیں سنبھالنے کی کوشش  
 کی تھی۔ لیکن کوئی تہمید کار نہیں ہو رہی تھی۔ پھر میں انہیں  
 رہا تھا۔ کرکار ہوا۔ توکل اٹھانے کو تیار کیا۔ یہی ہو گیا۔  
 کوکل صاحب نے پناہ چاہا تھا۔ اور کوٹیا کو میں نے قتل کر دیا۔  
 وہ دوسری طرف ولا در تھا۔ انسپکٹر میری طرف سے پہلے ہی  
 مشکوک ہو گیا تھا۔ اس لیے جب چاروں طرف تارکی کے  
 سوا کچھ نہ تھا۔ اب تو صرف انہماک کا انتظار تھا۔  
 کئی گھنٹے تک کوئی کارروائی نہیں ہوئی پھر رات کو  
 مجھے ایک بڑے پولیس انسپکٹر کے سامنے پیش کیا گیا۔  
 کیا تاکہ ہے تمہارا؟  
 بابر داد خان!  
 کہاں کے رہنے والے ہو؟  
 کیا کریں گے پوچھ کر اس کی صاحب؟  
 اور اکاری مت کرو۔ جو پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب  
 دو۔  
 ایسی ہی غرا کر بولا۔  
 "تھیک ہے۔ میرا تعلق میرے ہے۔"  
 میرا؟  
 ایسی ہی نے بھار کھانے والے انداز میں  
 پوچھا۔ میرے ہونو اور پھر پھر کی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔  
 ہاں میرا تعلق میرے ہے۔  
 لیکن شکل و صورت سے تو معافی معلوم ہوتے ہو۔  
 یہی تھا۔ لیکن زندگی کا طویل فاصلہ میری کردار ہے۔  
 پاسپورٹ وغیرہ ہے تمہارے پاس؟

اب تو کچھ نہیں ہے۔  
 بہت جاکم معلوم ہو سکتا ہے شخص۔ اس کا داغ  
 درست کرنا پڑے گا۔  
 "جو دل چاہے کرو اس کی۔ اگر دل چاہے تو میری  
 سفارت خانے سے میرے ہاتھ میں معلومات حاصل کرالو۔  
 میں تیار ہو کی ایک معمولی شخصیت ہوں۔ اگر یہ بات جیوش  
 نیٹکے تو یہ سچ گولی مار دینا۔  
 میں نے پریشان لگنا ہوں سے بے دیکھتے لگا۔ پھر وہ  
 گھر کا آگے سے قتل کر لے۔  
 "میں اس کی صاحب؟  
 لیکن سادے ثبوت تمہارے خلاف ہیں۔ اس کے  
 علاوہ تم پر رانا مسعود کے بچے کے قتل کا الزام بھی ہے۔  
 یہاں قتل کے بعد نامی ایک شخص تو قتل کرنے کی کوشش بھی کی  
 ہے۔ یہ کیا مارت ہے؟  
 اگر اس راز سے پردہ ہٹاؤں تب ہی تمہیں یقین نہیں  
 آئے گا۔  
 "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"  
 یہ سب کچھ میں نے ایک ایسی پررار قوت کے  
 ذریعہ قتل کیا ہے جس کی کہانی تم لوگ نہ کچھ سکو گے۔  
 کون ہے وہ قوت؟  
 "میرزا فرید کی ایک ساحرہ اہل سحر اور جادو  
 سال سے زندہ ہے۔  
 "کچھ اس مدت کرو۔ سیدھی طرح اقرار کر دو۔ ورنہ  
 پھر دوسرے طریقے شروع ہو جائیں گے۔ قتل سب کچھ  
 اچھل دو گے۔"  
 ایک ایک بات سچ سے اس کی۔ ایک ایک بات  
 سچ ہے۔ لیکن اسٹوری تم اس پر یقین نہیں کرو گے۔  
 "انسپکٹر! استغفر اللہ کئی کی فرود تھیں۔ ایسے زبان  
 نہیں کھولے گا۔ اس کی بی بی نے مردہ کے میں کہا۔ اور انسپکٹر  
 مجھے دیکھ کر گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے دو آدمیوں کو اشارہ  
 کیا اور کہا۔  
 "تم جادو سے قتل کی سیکشن میں پہنچا دو۔" اور پھر  
 دو آدمی مجھے وہاں سے بڑھ کر لے گئے۔ اس لیے میری قتل  
 والی بات پر کوئی نوچ نہیں دی تھی۔ ظاہر ہے تو جادو سے بھی  
 نہیں سنبھلتا تھا۔ وہ بھی کچھ رہے کہ یہ سب کچھ فراڈ ہے جب  
 میں قتل کی گئی۔ اس کے بعد میں نے ایک آدمی لایا۔

— اور پھر ہاتھ۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر  
 اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بڑی خوشنوا سی شکل کا  
 آدمی تھا۔ وہ اپنی بگڑے لٹکڑا ہوا۔  
 کیا بات ہے؟  
 "ابھی انسپکٹر صاحب آتے ہیں وہ تمہیں ہدایت دیں  
 گے اس بارے میں۔ مجھے لائے والوں میں سے ایک نے کہا۔  
 "ٹھیک ہے کس دول؟"  
 "ہاں۔"  
 اور میں نے اس کس جیتے کا مطلب سمجھ لیا تھا۔ وہاں  
 ایک ہلکی برنگی ہوئی تھی۔ تیزوں نے مل کر مجھے اس ہلکی سے  
 باندھ دیا۔ یہ ہلکی گھومتے والی تھی اور یہ ایک بڑے سے  
 فریم میں تھی۔ ہوئی تھی۔ پھر وہی دیر کے بعد انسپکٹر واپس  
 گیا۔ اس کے پیچھے پرستش کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس نے  
 مجھے گھومتے ہوئے کہا۔  
 "دیکھو بابر داد خان! حقیقت بتاؤ مجھے کیا نام۔  
 صورت و شکل سے تم اچھے خانے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ لیکن  
 بہر طور قتل کا الزام ہے تم پر۔ قتل کے بارے میں جو شواہد  
 ہیں۔ وہ عجیب و غریب ہیں۔ میری کوئی نہیں آتا کہ تم آخر جو  
 کیا چیز لیکن اگر تم نے زبان دکھو تو پھر تمہارے ساتھ غیر انسانی  
 سلوک کرنا پڑے گا۔"  
 "انسپکٹر! تم جو سلوک میرے ساتھ کر رہے ہیں۔  
 صورت حال کو ایسی ہے کہ میں اپنے آپ میں اُلجھتا ہوں۔  
 میں نہیں اچھی طرح سمجھا دوں گا۔ فکر مت کرو۔ انسپکٹر  
 نے مسرانا آغاز میں کہا۔ اور پھر اس جلا دغا آدمی کو اشارہ کیا۔  
 اس نے اپنی کمرے ایک چوڑی پلیٹ کھولی۔ پھر اس کی پلیٹ  
 بہت خطرناک نظر آرہی تھی۔ اس میں کئی زبانیں تھیں۔ اس نے  
 پلیٹ کو غصہ میں پٹکا اور ایک زوردار تھاک کی آواز آئی۔ مجھے  
 اپنے بدن پر چھوٹیاں سی۔ ہلکی ہوئی محسوس ہوئی۔  
 "تمہارے اوپر الزام ہے بابر داد خان کہ تمہیں سے  
 کچھ نا میل پر تمہارے ایک کوئی میں رونا مسعود بن کر داخل ہوا  
 کی کوشش کی اور پھر وہاں ایک معصوم بچے کو قتل کر دیا۔ اس  
 کے بعد تم میری آگے۔ پھر اس کو اس میں تم نے مجھے غریب  
 طریقے سے قتل کر دیا۔ اور کوکل۔ اور کوکل۔ اور کوکل۔ اور کوکل۔ اور کوکل۔  
 بنانا۔ پھر کوکل کی سنگین کو بیاہر تم نے جالی ڈالا اور باقی خر  
 اسے بھی قتل کر دیا۔ اس کے بعد تم نے واعدہ نامی آدمی کو بیان  
 دی جس کی کہنے کی کوشش کی۔ میری تم قتل آئے تھے۔"

مجھے بتاؤ کیا تم کے رونا مسودہ کی کس عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کی گئی؟

- نہیں۔ میں نے جواب دیا۔
- کیا پوچھ رہی ہو کہ میں تم پر کس کیلئے ہوں؟
- ہاں کیلئے تھا۔
- یہی میں تمہاری قیام گاہ تھی؟
- ہاں تھی۔
- پھر تم وہی کیوں کہتے؟
- میں ایسے ہی سروساہت کی غرض سے۔
- تمہارے خاندان میں اور کوئی نہیں ہے؟
- نہیں۔

میرے پاس میں جو تم نے ذکر کیا ہے اس میں کہاں تک صداقت ہے؟

یہ حقیقت اگر تم کو معلوم کرنے کی کوشش کرو تو بتاؤ۔ جبکہ حیرت سے پہلے مانتا ہوں۔ میں نے جو کہہ کیا غلط نہیں کہا ہے۔ بشرطیکہ تم اسے معلوم کرنے کی کوشش کرو۔

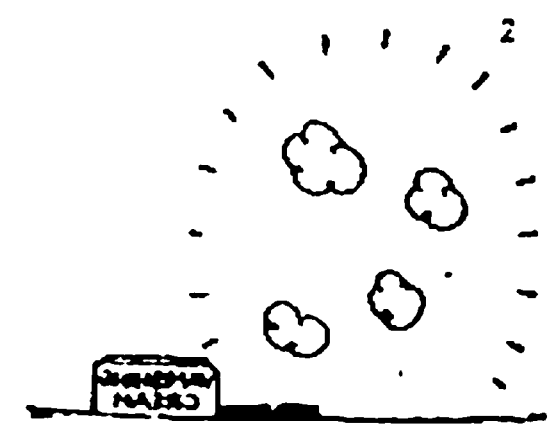
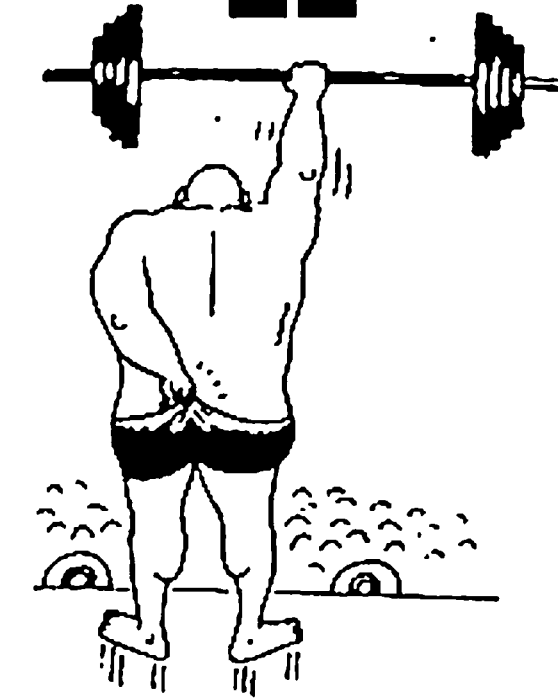
میں فضول جھگڑوں میں نہیں پڑیں گے۔ تم اس طرح ایک وقت لینا چاہتے ہو۔ واحد نے زبان تو نہیں کھولی کیونکہ اس کی زبان تو تم کو مل چکے ہو لیکن اس نے لے لے کر ام کا احترام کر لیا ہے۔ اس نے کہتے کہ تم رونا مسودہ کی گرد و ہل گئے اور وہاں تم نے اس کے کونٹے کو کھینچ لیا۔ اس کے بعد تم میری اس آواز سے بھی نہیں تم نے ایک جرم کیا اور پھر تم یہاں دلوں پہنچ گئے۔ واحد سے تمہارے کیا تعلقات ہیں۔ یہ میں نہیں جانتا۔ کاغذ کی وہ گولی جس نے نکل لی تھی۔ یقیناً کوئی اہمیت رکھتی تھی۔ بہرحال واحد کو اس مسئلے میں چھوڑا نہیں جائے گا۔ ہم اس کے صحت یاب ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔ لیکن اس دوران تمہارے اگر زبان نہ کھولی تو افسوس۔ جاؤ گے۔

”میں اس سے زیادہ کہہ نہیں سکتا کہ یہ سب کچھ میری رائے سے نہیں کیا گیا۔ ایک پلاسٹک توت کے زیر اثر میں کام کرتا رہا ہوں اور وہ پلاسٹک توت اکثر لڑے میرے لیے لگی ہوئی ہے۔ وہ جو کہہ رہا ہے اگر اس کے پاس میں جان لوں گے تو تمہیں کبھی بھی نہیں کہے گا۔ اس لیے میں کچھ تلتے کی زحمت نہیں اٹھا رہا۔“

مگر تمہیں زبان کو فنا پڑے گی دوست! اقرار کرنا

• نہیں۔ میں نے کوئی نقل دل نہیں کیا۔ یہ سب فضول

## سدا دکھ کار در



کہو اس سہ۔ میں نے کہا۔ اور اس پکڑنے جگہ کو اشارہ کیا اور جگہ دیکھ کر سے بدن پر کورسے پر ملنے لگا۔ پورے دن میں ایک آگ سی بھرتی جا رہی تھی۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔ تھوڑے ہی لمحے کے احساس نے میری جان نکال دی تھی۔ لیکن میں نے ہونٹ چپے لیے۔ میں پر محسوس کر رہا تھا کہ یہ کورسے میرے بدن پر پڑ رہی نہیں ہے بلکہ ان کا مرکز کوئی اور ہے اور نہ جانے کیوں اس احساس سے مجھے کسی قدر سکون کا احساس ہوا میں نے واقعی محسوس کیا کہ کورسے میرے بدن پر نہیں پڑ رہے۔ حالانکہ عجیب بھی اسے آپ پر غور کرتا تو پورے بدن میں آگ کی گھیر رہی دوڑتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔ لیکن میری دوسری کیفیت مجھے سینہ والا دسے رہی تھی۔ پھر کمانے کب میں بے ہوش ہو گیا۔

ہوش آ یا تو ذہن اپنے آپ ہی میں تھا۔ اذیت سے میری چھین پٹل لگی تھیں۔ میں ایک فرش پر پڑا ہوا تھا۔ میرے نیچے چٹائی پھی ہوئی تھی۔ میرے زخموں میں سے مہیسے اٹھ رہی تھیں۔

”آہ!“ میں کہہ رہا تھا کہ چھین زرد وک سکا۔ بار بار بیٹھے ہوئے ایک قیدی نے ہمدردی سے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”عجب توشہ پہنچا رہے۔ تم جرم کی سزا دہی جا رہی ہے۔“

”کیا کہلانا چاہتے ہیں وہ؟“

”سو جاؤ آرام سے سو جاؤ۔ کچھ نہیں کہلانا چاہیے۔ میں تم سو جاؤ۔“ میں نے درد و کرب سے کہا اور قیدی خاموش ہو گیا۔ یہاں کسی کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ پڑ نہیں کسی طرف انہوں نے عدالت سے میرا مائدہ جامل کر لیا تھا۔ مجھے عدالت میں لے جانے کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی۔ اس سلسلے میں یقیناً انہوں نے کوئی خاموشی کا رد وائی کی تھی۔ یا پھر یہی ممکن ہے کہ کوشش اور اس کے برآں آئے جانے والے کو جتا کے رشتہ داروں نے عدالت میں اپنا کوئی تعلق رکھا ہوا ہو۔

بہرحال مجھے بنا بدن تک خانے میں رکھا گیا۔ میں نے اپنے باپ کی کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی تھی۔ میں نے ان کو کوس سے جی کہہ کر قتل کرنے نہیں کیا۔

پانچویں دن مجھے خانے سے جیل میں منتقل کر دیا گیا اور پھر انیل ریانا سے پانچواں۔ جیل میں ایک کوٹھڑی میں مجھے قید کر دیا گیا۔ میرے اوپر شیٹیں پھیر دیا ہوا تھا۔ یہاں اس کوٹھڑی میں یہ سب ساتھ کوئی نہیں تھا۔ بس تاریکی اور غارتگی یا چران زخموں کی اذیت جن پر اب مجھ پر لگایا تھا۔ لیکن میرے زخم

بار بار تکلیف دے رہے تھے۔ چھٹی اور ساتویں رات میں مجھے قہقہے سکون محسوس ہونے لگا۔ اس رات میں چلنے کی آواز پر غور کیا۔ اور ایک بار پھر ریاز ذہن ڈانوا ڈول ہونے لگا۔ ایسا میرے ذہن سے جو جہان کر رہی ہے اس میں مجھے کیا مار ہو سکتا ہے۔ مجھے اس کی مرضی کے مطابق کام کرنے پڑنا پڑیے۔ اس میں کیا اثر ہے۔ ویسے ہی تو زندگی جا رہی ہے اور اب میں اپنی دنیا میں کبھی واپس نہیں لوٹ سکتا۔ سلمان اور دوسرے لوگ نہانے کہاں رہ گئے تھے۔ کوئی میری مدد کو نہیں آ سکتا اس لیے اب ان تمام مسئلوں میں چھٹا ہے۔

ایسر کی بات جب تک سلمان رہا تھا۔ واقعی مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی۔ لیکن میری اپنی جگہ سے مجھے کہیں کا نہیں رکھا تھا۔ اور میں جانتا تھا کہ مجھے بالآخر ایک دن۔ چھٹائی پر چڑھنا ہو گا۔ ذلیل عورت، کہاں رہتی تو خدا کیے نازت کرے۔ میں نے کراہتے چلے کہا۔ اور وقتاً بوقت کانون میں ایسر کی ہنسی بھری۔ یہ بھی مجھے پتہ نہ تھی کہ ایک کونے میں شنائی دی تھی۔

”اوہ! تو تم یہاں موجود ہو۔“

”یہ کہاں جاؤں گی جان من! تم سے وہ کہاں جاؤں گی۔“

”تمہارے پاس میں تو مجھے شکل معلومات رکھنا ہوتی ہیں۔“

”جی ہاں موجود ہوں۔ کچھ کہا بات ہے؟“

”مجھے اس کرب سے نجات دلانے۔ مجھے اس اذیت سے نجات دلانے۔ میں تیری ہر بات پر عمل کروں گا۔ میں میرے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ آہ مجھے اس مذابت سے نجات دے۔“

”کیا واقعی سچ کہہ رہے ہو تم؟“

”ہاں میں جھٹک کہہ رہا ہوں۔ میں اب جیسے بے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔“

”سورج کو بار بار دہان!“

”سوچا یا میں نے میرا! میں نے سورج میا ہے۔ میں ماننا ہوں کہ میں جیسے جھٹک سے کبھی نہیں نکل سکتا۔“

”تمہیں نے تو میری دنیا برباد کی تھی بار بار دعائیں اب تم ہی میری دنیا آباد کرو گے۔ بہرحال شیک ہے آزاد ہو جاؤ گے۔“

”نکرت۔“ وہ اور خواہش متا۔ یہی سن کر میں کچھ حد بیان دینا ہوں گی۔ تم ایک مفروضہ پر مبنی ہو گے۔ تمہیں زمانے کی نگاہوں سے چھینا ہوا لیکن اس سلسلے میں میں نہیں ایک ترکیب بنا سکتی ہوں۔ میں نہیں ایسے لوگوں کے پاس پہنچا



دون کی جو نہیں ایک نے نام سے یاد کریں گے اور تہذیبی زندگی میں کہ دوسرے سال میں شامل ہو جائیں گے لیکن ان کے ساتھ تم پیش کر دے گے گئے: پیش کر دے گے۔

کون لوگ ہیں وہ اور میں یہاں سے کیسے نکل سکوں گا؟ یہ نہیں کل معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون لوگ ہیں اور تم کیسے نکلے لیکن میری ایک بات سنو۔ تمہارا کام اب یہ دو دفعہ نہیں بلکہ تین دفعہ ہو۔ جو تیری حیثیت سے نہیں سننے کے کردار میں گئے ہیں یہیں ان کے بارے میں اطلاع دینے رہوں گی کہ کون کیا ہے۔ تم کسی معاملے میں پریشان مت ہونا۔ جو کہ وقت کی ضرورت ہوگی۔ میں تمہارے کالوں میں اندیشہ نہیں کرے گی۔ تم وہی سب کہہ کر جانا جو وہ لوگ چاہتے ہیں۔ اور وہ جو کہتے ہیں یہ نہیں بہت سی جگہوں پر یاد رکھنا کہ اگر تم نے اپنے آپ کو تیرے دوست کیسے یاد کرنا چاہیے تو یہ ہے۔ اگر تم نے اپنے آپ کو تیرے دوست کیسے یاد کرنا چاہیے تو یہ ہے۔ اگر تم نے اپنے آپ کو تیرے دوست کیسے یاد کرنا چاہیے تو یہ ہے۔

بہر طور رات کسی کسی طرح گزاری۔ دوسرے دن صبح کے ناشتے کے بعد بیٹیاں ہی ہوا تھا کہ دفعہ جیل کا ایک آدمی میرے پاس پہنچا اور مجھے کوٹھڑی سے نکال دیا۔ تیری دوسرے بعد مجھے جیل کے دفتر میں پہنچا دیا گیا۔ جیل ایک سنسنگ اور منظم ادارہ تھا۔ آدمی تھا۔ قد اور تھا۔ اور شکل و صورت سے سیدھا سادا شریف آدمی نظر آتا تھا۔ اس کے سامنے ایک بوکڑی والا شخص بھی بیٹھا ہوا تھا۔ جس کا بدن بھاری تھا۔ بائیں کپڑی سے لے کر ٹوڑی تک زخم کا ایک گہرا نشان بنا ہوا تھا۔ کال ٹری طرح جھوٹے ہوئے تھے۔ نہ تو خوش میں خاصا زبردست تھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر سسکاتے ہوئے کہا تھا۔

یہ جیسا ہے میرا تیرا ہی ہے۔

مگر غائب: یہ تو بارہو داد خان کے نام سے یہاں آیا ہوا ہے۔

تجکتے ہیں۔ سب کہتے ہیں۔ جیلر جی! تم کیسے جانتے ہو کہ میں کون ہوں۔ کیا میں غلط کہوں گا؟

نہیں خان! تم غلط نہیں کہہ سکتے۔ لیکن میں کیا جواب دوں گا۔

جیلر: میرے سامنے میں کوئی جواب دینے کی ضرورت رہ جاتی ہے جو اس بارے میں پوچھے اس کے سامنے تم میرا نام لے دیتا۔

ٹیک سے خان بابا! تم اسے لے جاسکتے ہو۔

میں حیران رہ گیا یہ جو کہ میری کسانیت سے ہوا تھا میں یہ سوز ہی نہیں سکتا تھا۔ میرے لیے تو بڑے بڑے منصوبے بنائے گئے تھے۔ پولیس آفیسر زائد دوسرے لوگ میرے لیے بنائے گئے تھے کہ کیا کیا کرے تھے۔ بہر طور یہ شخص جو خان بابا کی حیثیت سے آیا تھا اور جس نے مجھے تیرے دیکھ کر غلط کیا تھا یقیناً کوئی ایسا ہی آدمی تھا جس کی اطلاع مجھے نے دی گئی تھی۔ چنانچہ میں نے بھی کوئی تفرقہ نہیں کیا۔

اس شخص نے مجھے کچھ سے لکھا یا میرے سر پر ہاتھ پیرا اور مجھ سے کہنے لگا۔

ہاں کیسے پہنچ گئے تھے یہاں۔ تیرے تو ابنا کسو کے قہر میں آئے وہاں نہیں تھا۔ جلاوطنی بہت سے لوگ ہمارے منتظر ہیں۔ ہم آج ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ بڑی مشکل سے پتہ چلا تھا کہ تم یہاں جیل میں موجود ہو۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب میرے کان میں گھس گھس کر رہی تھی۔ اور مجھے نام نہان صورت حال بتا رہی تھی۔ اور اس صورت حال کو سن کر میں

جیلر: میرے سامنے میں کوئی جواب دینے کی ضرورت رہ جاتی ہے جو اس بارے میں پوچھے اس کے سامنے تم میرا نام لے دیتا۔

ٹیک سے خان بابا! تم اسے لے جاسکتے ہو۔

میں حیران رہ گیا یہ جو کہ میری کسانیت سے ہوا تھا میں یہ سوز ہی نہیں سکتا تھا۔ میرے لیے تو بڑے بڑے منصوبے بنائے گئے تھے۔ پولیس آفیسر زائد دوسرے لوگ میرے لیے بنائے گئے تھے کہ کیا کیا کرے تھے۔ بہر طور یہ شخص جو خان بابا کی حیثیت سے آیا تھا اور جس نے مجھے تیرے دیکھ کر غلط کیا تھا یقیناً کوئی ایسا ہی آدمی تھا جس کی اطلاع مجھے نے دی گئی تھی۔ چنانچہ میں نے بھی کوئی تفرقہ نہیں کیا۔

اس شخص نے مجھے کچھ سے لکھا یا میرے سر پر ہاتھ پیرا اور مجھ سے کہنے لگا۔

ہاں کیسے پہنچ گئے تھے یہاں۔ تیرے تو ابنا کسو کے قہر میں آئے وہاں نہیں تھا۔ جلاوطنی بہت سے لوگ ہمارے منتظر ہیں۔ ہم آج ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ بڑی مشکل سے پتہ چلا تھا کہ تم یہاں جیل میں موجود ہو۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب میرے کان میں گھس گھس کر رہی تھی۔ اور مجھے نام نہان صورت حال بتا رہی تھی۔ اور اس صورت حال کو سن کر میں

دنک۔ وہ گرا تھا۔

میری تو ذاتی شخصیت ہی بدل گئی تھی۔ مجھے ایسے ایسے کردار یاد کرنے تھے کہ خود میرے لیے ممکن نہیں تھے۔ لیکن اب اس کے زیرِ مانت مجھے وہی کہہ کرنا تھا جو وہ پہلے ہی کر رہا تھا۔ نہ کہ تیرے جیل کے ملازم میرے لیے کوئی اور جگہ موجود نہ تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ نئی زندگی میرے لیے کیسی ہوگی۔ خان! بابا مجھے جیل سے باہر نکال دیا تھا۔ باہر نکل آئے کے بعد وہ بالکل سنجیدہ ہو گیا تھا۔ یوں لگتا جیسے اس کی شخصیت ہی بدل گئی ہو۔ باہر کے دنیا بدلی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ جیل کے باہر کے سبھی تھے نہ میرے کہیں نہیں نہ پھر لی دیوار میں نہ اس کے سوا نہیں۔ جو تیری سیلہ سرکس بند دلائے تھے۔ جھانکے تھے توگ۔ دکھائیں، چھیلے، چھڑیں یہ تمام منظر زندگی کے خوب میں مجھے عجیب سا لگتا تھا۔

میرے قدم گویا زمین پر نہیں پڑتے تھے۔ ہاتھ پاؤں میں ایک لرزش سی تھی۔ یہ نہیں یہ خواب تھا یا حقیقت جو کچھ مجھے رہ گیا تھا وہ خواب تھا جو کچھ سامنے موجود ہے وہ خواب ہے۔ اب میرے میری ساری ذہنی صلاحیتیں نہیں لی تھیں۔ مجھے خوف سا محسوس ہوا کہ کوئی مجھے نیند سے بیدار نہ کرے اور میں دوبارہ سلاخوں کے نیچے نہ چل جاؤں۔

خان میرے ساتھ ساتھ آگے بڑھے۔ ہاتھ اس کی سبب لگی مجھے حیرت انگیز لگے ہی تھی توڑی دیر پہلے کے بعد وہ ایک ریلوے کے سامنے پہنچ گیا۔ چند لمحات کے بعد ہم دونوں ایک میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کھانوں کی مست خوشبو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ چائے کی پیالیاں کھنگد رہی تھیں۔ خان نے میری طرف دیکھا اور بولا۔

کیا پوچھو گے؟

جیسا ہے۔ میں نے تھکے تھکے لہجے میں جواب دیا۔

اور اس نے چائے منگوائی۔ پھر ہماری بیماری مجھے میں بولا۔

دیکھو۔ جیل میں میں نے جو کیا جو کچھ کاہنہ روئی تھا۔ تمہیں بھی بتاؤں گا۔ وہاں پہنچ کر یاری میں اس جگہ جانا ہے۔ وہاں سے قمارت لے دینے کا آغاز ہوا تھا۔ وہاں قمارت بہت سے لوگ ہیں گئے۔ تیرے: تم جانتے ہو نہیں کیا کرنا ہے۔ یہ زیادہ دیر تک ہمارا ساتھ نہیں دے سکوں گا۔ اس کے بعد ملازمت تمہیں خود دینی ہے۔

چائے پیو اور پیاس سے اٹھ بیٹو۔ اس کے بعد میں تمہیں میوزک دوں گا۔ اور وہاں رقم کی ضرورت ہو تو بتائی جاوے گی لیکن

جیلر: میرے سامنے میں کوئی جواب دینے کی ضرورت رہ جاتی ہے جو اس بارے میں پوچھے اس کے سامنے تم میرا نام لے دیتا۔

ٹیک سے خان بابا! تم اسے لے جاسکتے ہو۔

میں حیران رہ گیا یہ جو کہ میری کسانیت سے ہوا تھا میں یہ سوز ہی نہیں سکتا تھا۔ میرے لیے تو بڑے بڑے منصوبے بنائے گئے تھے۔ پولیس آفیسر زائد دوسرے لوگ میرے لیے بنائے گئے تھے کہ کیا کیا کرے تھے۔ بہر طور یہ شخص جو خان بابا کی حیثیت سے آیا تھا اور جس نے مجھے تیرے دیکھ کر غلط کیا تھا یقیناً کوئی ایسا ہی آدمی تھا جس کی اطلاع مجھے نے دی گئی تھی۔ چنانچہ میں نے بھی کوئی تفرقہ نہیں کیا۔

اس شخص نے مجھے کچھ سے لکھا یا میرے سر پر ہاتھ پیرا اور مجھ سے کہنے لگا۔

ہاں کیسے پہنچ گئے تھے یہاں۔ تیرے تو ابنا کسو کے قہر میں آئے وہاں نہیں تھا۔ جلاوطنی بہت سے لوگ ہمارے منتظر ہیں۔ ہم آج ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ بڑی مشکل سے پتہ چلا تھا کہ تم یہاں جیل میں موجود ہو۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب میرے کان میں گھس گھس کر رہی تھی۔ اور مجھے نام نہان صورت حال بتا رہی تھی۔ اور اس صورت حال کو سن کر میں

لاہور میں سب کچھ کرنا ہے جو نہیں معلوم ہے۔

ٹیک سے خان: میرے سڑے سے اختیار نکلا۔

ان جملوں کی ادائیگی میں میری اپنی کوششوں کو دخل نہیں تھا۔ میں تو ایک سحر کے زیرِ اثر کام کر رہا تھا۔ اور یہ سحر مجھے بنانے کہاں کہاں بڑھانے سے جا رہا تھا۔ چائے پینے کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ خان تھوڑی دیر پہلے کے بعد لہجہ سے کہا ہو گیا۔ کہ دار میری کچھ میں نہیں آتا تھا۔ یوں لگتا تھا۔ جیسے وہ کوئی مافوق الفطرت شے ہو جو اب اس کے خوف سے خوف میری رہا ہے۔ اس کے لیے بھی گئی لیکن جیلر اس کے سامنے اتنا نرم کس طرح ہو گیا تھا۔ یہ بات اس دن ہی نہیں بلکہ اس دن سے آج تک میری یاد میں نہیں آسکی۔

بہر طور میں تنہا رہ گیا تھا۔ چلتے وقت خان نے میری جیب میں چھوئے اور بڑے ٹوٹوں کی ایک دو گڈیاں ڈال دی تھیں جن کی تعداد بہت زیادہ تو نہیں تھی۔ لیکن کم از کم اتنی ضروری تھیں کہ میں کام چلا سکتا تھا۔

خان نے مجھ سے کہا تھا کہ اس دوبارہ بھی وہاں چلا جاؤں۔ یہی میں تو اس ایک شاندار زندگی گزار چکا تھا اور اس کے بعد وہاں سے جس انداز میں بھاگا تھا۔ اسے نیکر دل ہی جانتا تھا۔ بڑی پریشانی کے عالم میں تھا۔ اس وقت اندر سے میرا حال بڑا غراب تھا۔ وہی بے چینی مایوسی خوف ایسا لگتا تھا۔ جیسے اس پوری دنیا میں کوئی میرا شنا ساز نہ ہو۔

میں بالکل تنہا تھا۔ خان کی تمام باتوں سے اوجھل ہو جانے کے بعد میں آگے بڑھتا ہوا اور فٹ پاتھ کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا بالآخر ایک گھبے کے قریب پہنچ گیا۔ مجھ سے اب ایک قد بھی آگے نہیں بڑھا یا جا رہا تھا۔ وہی چارہ رہا تھا کہ اس گھبے سے سر بھر کر کرنا جان دے دوں۔

یہ نہیں کس معیبت سے یہ وقت گزارا پھر میں نے سوچا کہ اب اس وقت وہ تو کبھی یہاں سے ہی کروں جو اس نے کہا ہے۔ چنانچہ پانچ اشیش کی طرف کر دیا۔ سامنے شہر میں۔ دشتیاں ہی دشتیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ روشنیوں کوئی موزن نظر آ رہا تھا۔ میرا بس چلتا تو میں اس شہر کو آگ لگے دیتا۔ ان شہروں میں اس دنیا میں میری کوئی نہیں ہے۔

اشیش پر ساروں کی ہر زبان دوسری تھی۔ میں نے ایک جگہ شہر کی اور پانچ سوڑے کے نیچے رکھ کر نہ حال ساز میں پر لیت لگا۔ اور پھر آٹھیں بند کر لیں۔

اشیش پر ہونے والے شور سے مجھے وحشت ہو رہی

مٹی۔ مٹی بھرنے والی گاڑی کے بائیں میں معلومات حاصل کر لی تھیں۔ اور ٹکٹ بھی خرید لیا تھا۔ لیکن اس نیم سبے پوشی کی کیفیت میں ڈرامہ ہوئے کوئی اکوڑا گھنڈہ گزرا ہوگا کریں نے اپنے قریب کسی کی سرسریٹ مسو کی۔ شاید کوئی مسافر ہوگا۔ یہ خیال کر کے میں کروٹ بد سے بغیر ایسے ہی پڑا ہوا۔ لیکن دوسرے پہلے میں پڑا اگر کھڑے بیٹھا۔ ایک شخص کا ہاتھ میرے گریبان پر تھا۔ دوسرے کا جیب میں۔ میرے اچانک بیدار ہو جانے سے وہ گھر آگے پیچھے ہٹے اور دوسرے کی لپٹ میں اچھل کر گھبرا گیا۔ وہ مجھے اس کے قریب دھک دے جانے سے بھاگ جانے کو پرہیز کرتا اور ہونگے۔ ایک نے ناک کے پاس ٹکڑی لگا کر دوسرے نے بیٹھ میں گھونسا مارا اور میں دھڑک کر جیب میں ہاتھ ڈالنے والے شخص نے فوراً میری جیب میں دوبارہ ہاتھ ڈالا اور دوسرے نے میری زبان پھاڑ دی۔ میں نے اسی تکلیف کے عالم میں اپنا سر اٹکے سینے پر ملا اور وہ دھڑک سے پلیٹ فارم کی سخت زمین پر جا پڑا۔ اس آٹا میں جو شخص جیب سے روپے نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ سنبھل کر گھبرا گیا۔

اس کے ہاتھ میں روپے نہیں آئے تھے۔ یا اس نے اپنے ساتھی کا سر دھچک کر اپنا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ اس سے جیب سے ہاتھ نکال کر گھر پر آکر کھڑے ہوئے۔ ہاتھ اٹھا کر اپنی سٹاک میں سے اس کا ہاتھ بھانپتا تھا وہیں بیٹھ گیا۔ اور میرے قریب میں اتنی دور سے ٹکا مارا کہ جتنی زور سے اس کے ماتحتی سے لے کر ہاتھ اٹھا کر وہ کرتا ہوا اپنے قریب ڈھیر ہو گیا۔ میں نے وہاں سے فوراً بھاگنے کا ارادہ کیا لیکن چند قدم آگے بڑھے وہاں غنڈوں نے گھیر لیا۔ اس دوران میں نے اپنے خنڈ سے بھی آگے۔ اور اب میں بڑی طرح ان کی گرفت میں تھا۔ انہوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔

پھر وہ میری تلاشی پھینکے۔ میں اپنے آپ کو ان کے حواسے کر دیتا۔ لیکن میرے پاس جو روپے تھے وہ میرا آخری سہارا تھے۔ میں نے ان کی منت کی کہ مجھے چھوڑ دیں۔ میں ایک غریب اور بے گھر آدمی ہوں لیکن ان میں سے ایک نے میری جیب سے روپے نکال لیے۔ اس کی آنکھیں پھٹ سی گئیں تھیں۔

”اے باپ بے! یہ دیکھو بھائی! اس کی جیب میں تو بڑا مال ہے۔“ اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔

”اور دیکھو۔ اور دیکھو اور میں کہہ رہا ہوں گا جلدی کر!“

دوسرے خنڈ سے کہا۔

”میرے روپے وہاں کر دو۔ مدد اچھا نہیں ہوگا۔“

”میرے روپے وہاں کر دو۔“ میں نے چیخ کر کہا۔

”اسے جینا ہے بد معاش۔“ اس نے ایک اٹا ہاتھ میرے منہ پر مارا اور دوسرے نے میرا اٹا ہاتھ اس کے منہ پر جا پڑا۔ میرے ہاتھ اتنا زوردار تھا کہ ایک لمحے کے لیے وہ سنبھلا رہا تھا۔ لیکن دوسرے نے اس کے ہاتھ کو کھال لیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ میرے قریب آتا جا رہا تھا۔ میں بڑبڑاتا ہوا ان دونوں کو گھونٹتا رہا۔

”یہ ہاتھ ابھی میرے پیٹ میں اتر جائے گا۔ جان بڑی سب قریب ہی مائل بھی میرے حوصلے کر دو۔“ میں نے ایک لمحے کے لیے کہہ سوجا اور دوسرے نے میں نے ہاتھ والے ہاتھ پر ہاتھ ڈال دیا۔ ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکل کر میرے ہاتھ میں منتقل ہو گیا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی میں نے اس شخص کی گردن پھڑکی۔ میں نے میرے روپے نکالے تھے۔

”نکالو روپے۔ ورنہ یہ ہاتھ تمہارے سینے میں پورے ہو جائے گا۔“ میں نے اس کی جیب میں ہاتھ ڈال کر وہاں گڑیاں نکال لیں۔ اور اپنی جیب میں منتقل کر لیا۔ اسی وقت دو تین سپاہیوں کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ کھنڈ سے آگے نظر آئے تھے۔ سپاہیوں کو دیکھ کر ان کے چلے خراب ہو گئے۔ دوسرے ہی لمحے ان لوگوں نے دوڑ لگا دی تھی۔ اور میں اپنے پیچھے سنبھال ہی رہا تھا کہ سپاہی میرے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے میرا حلیہ اور ہاتھ دیکھ کر سسہ۔ سسہ چیز انداز میں گردن ہلائی۔ اور اپنے ڈونٹے سنبھال کر کھڑے ہو گئے۔

”کون ہو تم؟“ ان میں سے ایک نے پوچھا۔

”ایک مسافر ہوں۔“ میں نے جھکی جھکی آواز میں جواب دیا۔ پولیس حاکم بولا۔

”یہاں کون تھا؟“ اسی نے شور کیا ہوا ہاتھ تھا۔

”وہ زمین بد معاش تھے۔ مجھے ٹوٹنا چاہتے تھے۔ انہوں نے یہ روپے میری جیب سے نکال لیے تھے۔ اور پھر ہاتھ میرے سینے پر رکھ کر مجھ سے مزید قلم کا مٹا کر کہتے تھے کہ میں نے ہاتھ چھین لیا۔ آپ لوگوں کو دیکھ کر وہ لوگ بھاگ گئے۔“

”چانو دیکھ کر بھاگ گئے یا نہیں دیکھ کر؟“ ان سے ایک

خنڈ بولا۔

”جو کہ مجھے مجھے قسمت نے آپ کو بھی وقت پر بھیج دیا ہے۔“

”جھوٹ بڑی کامیاب سے بول لیتے ہر استاد! کہے ہی کیا دو کیا حاط تھا؟“

”میں جو کہ کہہ رہا ہوں۔ وہ حقیقت ہے۔ ان کا چاقو میرے پاس ہے۔ آپ نے انہیں جھگڑے ہوئے دیکھا ہوگا۔“

”یہ چاقو تمہارا بھی ہو سکتا ہے۔ کہاں ہے؟“ اور کیا نام ہے تمہارا؟“

”میرا نام بارود خان ہے اور میں جیل سے رہا ہوا ہوں۔“

”اے تازہ تازہ رہا ہوئے ہو اور اس کے فوراً بعد ہی مار والی شورش مچ رہی۔“

”دیکھو صاحب! جو کہ میں کہہ رہا ہوں اس میں ایک غلطی بھی غلط نہیں ہے۔“

”بھوکا کس کرتے ہو۔ مجھے قہقہے کا آدمی معلوم ہوتے ہو۔“ اسی نے خنڈ میں قہقہے کوئی جانتا ہے؟“

”کوئی نہیں۔ کیا یہ مزید ہے کہ ہر شہر میں کوئی نہ کوئی باستانے والا موجود ہو۔“ میں نے اسے کھانکے ہوئے کہا۔

”یہ چانو اور مرادو! ان میں سے ایک بولا۔ اور میں نے چاقو اس کے حواسے کر دیا۔

”مسافر کی گردن معلوم ہوتا ہے۔ شاید تمہارا ڈاکٹر دلنے کا پرگرام تھا۔ جس نے اپنے ساتھیوں کو بھگا دیا۔“

”حوالہ دار صاحب! آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ یہ کیجیے میں زخمی ہوں۔ مجھے سنا ہے۔ اور اگر مجھے ڈاکر ہی ڈالنا چاہتا تو میں بھی ان غنڈوں کے ساتھ ڈھار ہو جاتا۔“

”تین تھانے چٹا ہو گا۔“

”مگر میں نے کوئی برہنہ نہیں کیا۔“

”جزم؟“ وہ چاقو اٹھاتے ہوئے بولا۔ کیا یہ جزم نہیں ہے۔ رات کے وقت یہاں بیٹھا، شور مچا کر نہا گیا ہر نہیں ہے! بالی جزم تھانے دار صاحب مانڈ کر رہے لو۔ وہ جیسے سے پہلے جیسے چھوڑی گئے۔ جب تک کہ انہیں اس مقام میں آج بات میں سلامت گزرنے کا یقین نہیں ہو۔ پھر وہ جیسو خانہ دار صاحب! میں بیٹھ جا رہا ہوں۔ میں نے بیٹھ جانے کا ٹکٹ بھی لے رکھا ہے۔ اگر تم نے مجھے بیٹھ نہ دیا۔ تو یہ ٹکٹ بے کام ہو جائے گا۔“ میں نے ٹکٹ ان کے

ہاتھ سے کھینچ لیا۔

”ساری باتیں میں اچھا طرح جانتا ہوں۔“ اس نے فیصلے سے جواب دیا۔ پھر وہ ان کی قسم کے پہلے کرتے رہے تھے۔ پھر وہیں چھوڑ دیا تھا۔

”میں نے بہت منت سماجت کی ان لوگوں کی۔ شہر میں کوئی ایسا نہیں تھا جس سے میں تحقیق کا حوالہ دیتا۔ اسی وقت مجھے اندازہ ہوا کہ آدمی دنیا میں تنہا نہیں رہ سکتا۔ اس کی بنیاد مزور ہونی چاہیے۔ کسی تلے کسی گروہ اور کسی گھرانے ستانی کی وابستگی ضروری ہے۔ کچھ یہاں پولیس والے بھی رہتے ہیں۔ انہیں سب سے زیادہ ضرورت شناخت کی پڑتی ہے۔ اگر میں ان کے ساتھ جاسے سے انکار کر دیتا۔ تو وہ اپنے گھر میں ملکی ہوئی سیٹی بکاسے اور میری طرح اور بھی بدتر سے پولیس والے بھی آجائے اور اس کے بعد مجھے دوبارہ میر جیل میں منتقل کر دیا جائے گا۔ خان تو مجھے رہا کرانے کے بعد ہا چکا تھا۔ وہ کون تھا؟ کیا تھا؟ کہاں سے آیا تھا؟ اس بات میں مجھے کچھ علم نہیں تھا۔ دفعتاً مجھے اپنا خیال آیا۔ جب اس نے مجھے جیل سے رہا کر لیا تو وہ باقی معاملات میں سہماٹے گی۔ سب کچھ میرا اپنا مسئلہ تو نہیں تھا۔ میں تو اس کی ہدایت پر عمل کر کے جیل سے نکلا تھا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا۔ انداز میں جواب دیا۔

”خو حوالہ دار! میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ آپ مجھے دباؤ سے جا کر اپنا وقت مانگ رہے ہیں۔“

”سب بزم ایسی بدمعاشی کرتے ہیں۔“

”آپ مجھے بزم کیوں کہتے ہیں؟“

”چلو بزم کہو۔“ حوالہ دار نے کے قانون جھارنا۔

”میں نہیں جانتا گا۔“ میں نے برہنہ ہو کر کہا۔

”کیا؟“ اس نے میرا چہرہ دیکھ کر کوڑا سنبھالا لیکن میں نے اس کا ہاتھ پھرنے لیا اور دوسرے لمحے اس کو جھٹکا دیا۔

”حوالہ داروں نے کچھ رہنمائی کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے اب ان کی باتی شروع کر دی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میرے ہونے کو کسی تو لیں عام کر رہی ہیں۔ لیکن میرے لئے ان لوگوں کو بھی کادوہ یاد دلایا ہے۔ میں نے ان لوگوں کی خوب نصیحت کی اور ہر دوسرے کے ایک نو لدا اپنی سیٹی بھانٹے رکھا۔ مجھے یقین تھا کہ

کتاب اس کے بعد بہت عرصہ سے پہلے آجائیں گے اور شاید ان سب سے پہلے میرے لئے ممکن نہ ہو سکیوں کی آوازیں چاروں طرف بھری تھیں بہت ناک آوازیں جو بڑی طرح دل میں اتر جاتی تھیں۔

میں بھوک اور بیمار کی ناتوانی میں اس جلی سے اس جلی جگلا رہا۔ سپاہیوں نے مجھے معاف نہیں کیا تھا۔ ایک طرف سیٹی بجتی تو ہر طرف سیٹیاں کیے لگتی تھیں۔ تب مجھے خود کو ایک شکستہ دیہند کی اداس میں چھپانا پڑا۔

وہاں پر مریاں بند تھیں۔ میری آہٹ پر مریوں میں افزائش پھیل گئی۔ وہ شور کرنے لگیں۔ میں چپ چاپ ایک کونے میں بیٹھا رہا۔ کسی کمرے کا ٹونا ہوا حصہ تھا جو کبھی مکان کے اندر شامل ہوتا۔ آدمی چھت سلامت تھی اور آدمی کی گئی جینی اینٹیں اور دھڑلے بھری ہوئی تھیں جو حصہ محفوظ رہ گیا تھا اب اس میں مکان تھا۔

مکان کے ایک چھوٹے سے حصے میں سے لڑائی چوٹی آواز اٹھ رہی۔

”کون ہے؟“ میں دم سادے ڈار ہا۔ مریاں اب بھی کڑوا رہی تھیں۔ ایک عورت نے گڑے ہوئے ہاتھ میں لٹنی لائین بابرنگالی اور لڑائی آواز میں بولی۔

”کون ہے؟“ وہ جند قدم لگے بڑھی اور دوسرے ہی لمحے کوئی چیز میری پشت پر آکر گئی۔ میری کراہ مٹ گئی۔ اگر میں اسی طرح پڑا رہتا تو وہ چتر مار مار کر میرا حلیہ خراب کر دیتی۔ چنا چکر میں لٹا کر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

بابر سنیان گونگ رہی تھیں۔ میں کسی دوسری جگہ نہا بھی نہیں لے سکتا تھا۔ یہی خوف تھا کہ عورت کے گھروالے باگ کر شور مچا دیں۔ میں نے آہستگی سے جواب دیا۔

”میں۔ میں ایک مظلوم انسان ہوں یقین کر دیں جو رہ نہیں ہوں کسی ایک بے گناہ آدمی ہوں جس کے پیچھے پولیس خواہ گناہ لگ گئی ہے۔“

”بے گناہ؟“ عورت خوف زدہ لیجے ہی بولی۔

”ہاں ہوں۔ میں چور نہیں ہوں۔ تم یقین کر دیں چور نہیں ہوں۔“ میں نے کہا۔

”ہوں؟“ وہ عجیب سا ناز میں بولی۔ اس آواز میں قہر کا رس تھا جیسا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا: ”یہاں کیوں پہنچے ہو؟“

”میرے والدین چلا ہاؤں گا۔ نہیں کیجئے آپ کی کسی چیز

پر ہاتھ نہیں ڈالوں گا۔ آپ ایمان سے سوجھیں۔“

”م۔ مگر پولیس آفریبار سے پیچھے کیوں لگی ہوئی ہے؟“

”راہ کرم ابھی رسواوت ذکر میں پولیس واسطے قریب آئیے ہیں کہ دیر سے یہ روشنی بند کر دیجئے اور خاموش ہو جائیے۔ عورت نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔ پھر اس نے میری بات مان لی۔ اس نے لائین کی جی مدھم کر دی تھی۔ اور اپنی جگہ ساکت ہو گئی۔

مریوں میں شاید اپنی ماکن کی آواز پہاں کر اب خاموش ہو گئی تھیں۔ دیوار کے قریب وہ سیٹیوں اور لائینوں کی آوازیں آئیں۔ پھر وہ آگے بڑھ گئے۔ میں نے سکون کی سانس لی۔ اس عورت نے لائین پھر چتر کر لی تھی۔

”آپ کا شکریہ۔ خدا آپ کو اس کا اجر دے گا۔ یہ کہہ کر میں شکستہ دیوار سے چل کر باہر نکلنے لگا۔

”سو:“ اس نے مجھے جلتے دیکھ کر دولا۔ میں نے مجھے بڑک دیکھا تو وہ جند قدم آگے بڑھ آئی تھی پھر اس نے دواوازہ کھولا اور باہر بڑا آدمی ہو گئی۔ تیس تیس سال کی ایک عورت تھی۔ سفید لباس میں ملبوس۔

”تم نے مجھے یہی کہا ہے۔ یہاں کال جاتے ہو؟“ اس نے سوال کیا۔

”نہیں۔ کہ نہیں بھائی کہ مجھے نہیں جانتا۔“ میں نے ٹٹے ہوئے لیجے میں کہا۔

”ہاں ایک مقدس آہتی ہوتی ہے اور بھائی خواہ ماں جائے نہ ہوں جب بہن کے گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ تو اس کے تقدس کا خیال رکھتے ہیں۔“

”تم کہنا کیا چاہتی ہو؟“

”اگر تمہارے پاس رات بسر کرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے تو تم یہاں ٹھہر سکتے ہو۔ مگر صبح ہونے سے پہلے چلے جانا۔“

”کلک۔ میں اس میں سفر کرنے والا تھا۔ نہیں جانے کا ارادہ ہے۔ کہ خندوں نے مجھے لوٹنے کی کوشش کی۔ خندے تو باگ چلے گئیں پولیس والوں نے لیجے ہی بڑک دیا اور مجھے مٹانے لے جاتے تھے۔ لیکن میں مٹانے نہیں جانا چاہتا۔“

”اور آجاؤ۔ میں جانتی ہوں کہ بے گناہ ہی مقبوتوں کا شکار ہوتے ہیں۔“

”نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ میں نے نرم لیجے میں کہا۔ تبھی میری وجہ سے پریشانی ہو گئی۔“

کوئی حرج نہیں ہے آجاؤ۔ اس نے ٹھکانا دیکھے میں کہا۔ اور میں بھوکہ پر گیا۔ پھر میں اس کے پیچھے چھپتا سا مکان میں داخل ہو گیا۔ کسی زمانے میں یہ ایک چمڑا سا خوبصورت مکان ہو گا۔ لیکن اب کھنڈ نظر آ رہا تھا۔ رات کو یہاں کی پرانی کچھ عجیب سی بو گئی تھی۔ اس نے مجھے براہ سے کی بو کی پر بھرا دیا۔ پھر خود آہ بجا کر شاید بستر کا انتقال کر سنے لگی۔ پھر وہ لیجے شکستہ کمرے میں لے گئی۔ جہاں ایک چار دیواری پر صاف ستھرا بستر بچھا دیا گیا تھا۔ اس گھر میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ایک مٹی کے لیے یہ ایتار بڑی جرت کی بات تھی۔ اس نے نرم لیجے میں کہا۔

”یہاں آرام کرو۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتا دو۔“

”نہیں۔ میری وجہ سے نہیں بہت تکلیف ہوئی ہے۔“

”ہاں! اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔“

”کوئی بات نہیں انسان ہی انسان کے کام آتا ہے۔“

”کیا تم یہاں تنہا رہتی ہو؟“

”بالہ۔ تنہا خیال درست ہے۔ میرا شوہر رہا ہے اور میں بیوہ ہوں۔ دو بیٹیاں ہیں میری۔ ایک میرے پاس ہے۔ دوسری کو میرے عزیز زادہ کرم لے گئے ہیں۔ اس لیے کہ میں ان کی کفالت نہیں کر سکتی۔“

”اوہ۔“ میں نے آہستہ سے کہا اور پھر پلٹنے کیوں میرے دل میں ایک خیال آیا۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر جیسے جوتوں کی ایک گڈی نکالی۔ اور اس میں سے کچھ ٹوٹ کھینچ کر اس کی طرف ڈھالتے ہوئے کہا۔

”بھائی کہتا ہے آپ نے لیجے نہیں کے مان کا حوالہ دلیجے۔ میں ایک بد نصیب بھائی ہوں۔ بہن کے لیے اور تو کہ نہیں کر سکتا۔ یہ حقیر سی رقم رکھ لیجئے ایک بھائی کی طرف سے۔“

”میں نے رقم ڈھالتے ہوئے کہا۔

”نہیں! مجھے ذمہ لگ کر نا چاہیے ہو۔ اپنے اس رات کے شہر سے کی قیمت ادا کرنے چاہیے ہو۔ بھائی بہن کے گھر میں قیمتی ادا کر کے نہیں ٹھہرتے۔“

”دیکھو، بند بانی ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں جو کہ کر رہی ہوں وہ میرے شوہر کی آواز ہے۔ اگر تم نے مجھے مال دیا تو شاید میں یہاں نہ رک سکوں۔“

”کیسی باتیں کر رہے ہو۔ یہ ساری باتیں فضول ہیں۔“

”دوست انسان کی ضرورت ضرور ہوتی ہے لیکن ہر جگہ نہیں۔“

”اس کے باوجود اسے رکھ لو اور مجھے دکھ ہو گا۔“

”جیک ہے تبدیلی بھی اگر تم اس ایک رات کی

کہاں میرے دل پر نقش کرنا چاہتے ہو تو میرے جیک ہے لاؤ دستخط دو۔ بتاؤ تمہارے لیے کھانے کو کچھ لاؤں۔“

”نہیں۔ لیجے بھوک نہیں ہے۔ صرف ایک گلاس پانی لے دو۔ شاید مجھے بیمار ہے۔“

”تو بہ۔ آج تو تم بچ گئے۔ لیجے خوشی ہو رہی ہے کہ ایک خرافات انسان میرا مہمان ہے۔ مگر نہیں تو بچا ہے۔ لاؤ لیجے پانا ہاتھ دکھاؤ۔“ اس نے پانا ہاتھ لٹھا کر میری کلائی پر دلی۔ بڑا نرف تھا۔ بڑا غور تھا اور بڑا اعتماد تھا۔ اس کی ہنسی گزرت تھی۔ وہ آہستہ سے بولی۔

”اسے واقعی نہیں تو سنت نہا رہے۔ یہ طور خدا کا شکر ہے کہ میں تمہارے کسی کام آسکی۔ میں تمہارے لیے جانے بنائی ہوں۔ چائے پی کر لیٹ جاؤ اور سونے کی کوشش کرو۔“

”میں نے گردن ہلا دی۔ وہ تنک۔ یا نذر علی گئی تھی تو وہ دیر کے بعد وہ ایک پانی میں چائے لے آئی۔

”میں نے خاموشی سے چائے پی۔ اس دوران وہ میرے سامنے ہی کھڑی رہی تھی۔ پھر میں بستر پر لیٹ گیا۔ بستر پر لیٹے ہی جسم جیسے کھینچنے میں ہو گیا دیا ہو۔ کئی دلی کی مسلسل تھکت۔ بہت پہلے ہی خواب تھی۔ اب بستر کے احساس سے تمام طاقت چھین لی۔ یوں محسوس ہوا جیسے ہوش و حواس چلے گئے ہوں۔ بنائے کب تک وہ بے جاری وہاں رکی رہی اور بٹھلنے۔ میں مایہ ناز میں کیا کیا بھٹکا رہا۔ جب میں ہوش میں کیا تو میں نے محسوس کیا کہ میرے بدن پر کئی ٹان ہٹے ہوئے ہیں۔ وہ میرے ماتھے پر بیٹھا تھا جیسا کہ ارک رہی تھی۔ اور قریب ہی اس کی گئی ایک سٹے میں کراہا جھوٹو گلو کر لے رہی تھی۔ میں نے بے چارے سے لٹنے کی کوشش کی تو اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”لیجئے رہو جیسا لیجئے رہو۔ خدا کا شکر ہے کہ نہیں پینہ آگیا۔ دند تھاری حالت تو کافی خراب تھی۔“

”کیا وقت ہوا ہے؟“ میں نے کمزور لیجے میں پوچھا۔

”صبح قریب ہے۔“

”تو مجھے چلنا چاہیے۔“ میں نے ملے مارا وہ کہا تو میری آنکھوں نے اندھیرا سا بھٹایا۔ سارا کمر گھومتے لگا۔

”تم اس حالت میں نہیں چلی جاسکتے۔“

”مگر میں پہلے رہ بھی تو نہیں سکتا۔“

”مگر تم جاؤ گے کیسے؟“ وہ مگر تندی سے بولی۔

”کسی دیکھی طرح آئینہ تنکسا پہن ہی جاؤں گا۔ وہ

لڑی تو مل گئی جس سے مجھے سوز کرنا تھا۔ اب کسی دوسری لڑین سے سوز کروں گا۔

زہرا! بہر طور اس وقت تک یہاں قیام کرو جب تک کہ تمہاری حالت بہتر نہ ہو جائے۔ اس حالت میں میں نہیں کہیں نہیں جاسکتے دوں گی۔ اس کے بعد میں ایک حکم سنا تھا۔ مجھے ہنسی آگئی۔ اس وقت جب کہ مجھے شتا ساؤں کی عزت ملتی تھی۔ مجھے شتا ساؤں کا اور اب یہ اپنی شتا سکتی نہ تھی۔ شتا کا اظہار کر رہی تھی۔ نماز بھی کیا چیز ہے۔ انسان کوئی بھی کام اچھا کرے تو اس سے نہیں کر سکتا۔ ہر مسئلے میں وہ حالات اور وقت کا تابع ہے۔ میں خاموش ہو گیا۔

اس سے جاری نہ دے دن بھر میری خدمت کی تھی اس کی چوٹی سی مصروفی تھی مجھے ماما ماما کہہ کر دیکھ رہی تھی۔ اور بچانے کیوں میرے دل میں ان کے لئے گداز پیدا ہو گیا تھا۔ جی چاہا کہ دیکھ کر دیکھ کر مجھ کو سب سے بڑا بڑا اس کی خدمت کر کے اپنا وقت گزار دوں۔ جی کو سب سے بڑا بڑا کامیادوں اور ایک اچھے انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کروں۔

اس وقت بچانے کیوں مجھے اپنا گھر یاد آ رہا تھا۔ اپنے عزیز و اقارب یاد آ رہے تھے۔ جی چاہا کہ دیکھ کر دیکھ کر انہیں تلاش کروں۔ کوئی تو کوئی مل جائے گا۔ جس طرح پونا میں مجھے اپنے ایک رشتہ دار مل سکے تھے۔ لیکن میرے رشتہ دار وہ اور بھی قرب درجہ میں موجود ہوں۔ ان میں سے کچھ کچھ منتشر ہو کر ہو گئے ہوں۔ کچھ تو میں قید و بند میں تھیں۔ کچھ تو میں لگی۔ لیکن کہیں نہ کہیں سے ان کا پتہ مل جائے گا۔ آج تک میں نے کسی ان کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ لیکن آج بچانے کیوں مجھے بار بار ان کی یاد آ رہی تھی۔

وہ بہرہ عورت نے میرے لئے مرنے کا شور مچایا۔ مرنے تو اس کے گھر میں موجود تھی۔ اس نے ذبح کر لی ہوگی۔ خود پر پینے کے بعد جان میں توانائی سی آگئی تھی۔ بچا بھی اب اڑ گیا تھا۔ شاید کسی طرح تیار کر کے سو دلی کی وجہ سے وہ رک نہ سکا تھا۔ خاتم کو میری حالت بالکل بہتر ہو گئی تھی۔ میں مسکاتا ہوا اٹھ اٹھ گیا۔

بہن! میں تمہارے اس اعلان کا زندگی بھر جلد نہ لیا کر سکیں گا۔ مجھے اب جاننے کی اجازت دو۔

اگر مناسب سمجھو تو ایک آدھ دن آدھ دن تک جاؤ تم سے کہ ایسی محنت ہو گئی ہے کہ کچھ نہیں پاتا کہ تم یہاں سے

پچھلے جاؤ۔

بہن! مجھے جانے دو۔ میری زندگی تمہارے لیے یہی پریشانیوں کا باعث بنے گی۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا۔ بیٹی کا ساتھ ہے۔ میں اپنا سانس سارے تمہاری جی پر نہیں ڈسنے دینا چاہتا۔

تمہیں جیتا! وہ تمہیں دانا کہہ رہی ہے۔ ماموں کبھی نفوس نہیں ہوتے۔

اس کے باوجود مجھے جانا ہے۔ تم مجھے روکنے کی کوشش نہ کرو۔ میرے حالات کچھ ایسے ہیں کہ میں تمہیں کچھ بتا بھی نہیں سکتا۔

میں پوچھوں گی بھی نہیں۔ لیکن زیادہ عرصے نہ رہی کہ دن ہی رک جاؤ۔

بہن! اب میں بالکل ٹھیک ہوں مجھے اجازت دو۔ شام کے چھینے جب رات کی سیاسی میں تبدیل ہو گئے۔ تو میں دل سے نکل آیا اور دشمن کی طرف چل پڑا۔ اب میں اپنے اندر ایک نئی توانائی محسوس کر رہا تھا۔ پتہ نہیں یہ توانائی میرے اندر کہاں سے در آئی تھی۔

بہر طور میں نے پہلی کانٹھ لیا اور پھر وقت پر لڑین میں سوار ہو کر بسی چل پڑا۔ سفر کے دوران میرے دہن کی کیفیت کچھ عجیب سی رہی۔ بچانے کی کیا ذہنی میں آثار ہا تھا لیکن سب کچھ قبول مانا جاتا تھا۔ یاد ہی کیا دیتی ہیں سوائے تکلیف کے

اوی رات کا وقت تھا لڑین کے ساتھ لڑی بند ہو رہے تھے۔ اور رات کے ساتھ ساتھ میرے اندر میں خاموشی سے کمر لگے۔ پھر رات کے ساؤں پر لڑی ہو گئے بچانے کی تلاش کر رہا تھا کہ دفعتاً میرے کان میں وہی سرگوشی گونجی۔

باہر دانتان خند نہیں آ رہی۔

تم۔ تم۔ تم۔

میں ہمیشہ تمہارے پیچھے میرے لئے نفرت محسوس کرتی ہوں۔ مجھ سے کوئی عرصہ نہیں ہے کہ تم مجھ سے نفرت کر رہے ہو۔ یا دوستی کے تصور میں کام لے رہے ہو۔ یا بالکل خفا میں تمہارے شخصیت کو مجھ سے میرا بھی نہیں جانتا۔ تمہارے میرے حکومت میں لی ہیں۔ تمہارے میرے سب کچھ میں لیا ہے۔ میں ہر کئی قی مصلحت میں میری طرف سے ہوتا تھا۔ وہ میرا نام لے کر جاتے تھے۔ میرے ہوتے ہوئے سو جاتے تھے۔ تم نے کبھی چیز سے عذر کیا ہے۔ یا دانتان اس کے جھگڑا کر تم سے

کوئی تم میرے گرد لگی دانتان سے لے دوں گی گت کا کوئی تصور رکھو گی تو یہ تمہاری عادت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ تم یہ قصور بکواس مجھ سے کیوں کر لے گی۔ میں کب کہتا ہوں کہ تم میرے بارے میں کسی اچھے انداز میں سوچو۔

تم مجھے نہیں پوچھو کہ تمہارے پیچھے کی نفرت برابر مجھے اس بات کا احساس دلاتی ہے؟

میں میں تم سے نفرت کرتا ہوں۔ پھر میں تم سے کبھی نفرت کرتا ہوں۔ مجھے تمہارے نام سے گھن آتی ہے۔

کوئی تو جانتی ہے۔ باہر ماد خان ہی میری کاسیاتی کی دین ہے۔

کیا مطلب؟

مطلب تم نہیں سمجھ سکتے۔ غصیل باطل سے گریز کر دو۔ میں نے تم سے قربت کرنے کے لئے تم کو مخاطب نہیں ہے بلکہ میں نہیں بکارتا نہ اپنا ہی ہوں۔

تجلیہ۔ دیے کچھ بات تم کہیں مرنے کی نہیں۔ حیدر۔ لک میرے ساتھ نہ لگتی کر رہتے تھے۔

یہ تو زندگی کے شعلات میں تم کیا سمجھتے ہو کیا میں ہر لمحہ تمہارے ساتھ لگی رہوں گی۔ کیا میں تمہاری غلام ہوں ہر لمحہ تمہاری مدد کرتی رہوں گی۔ تم خود بھی مرد ہو انہی جو اپنے لئے یہ سب کچھ کر سکتے ہو۔ ان جہاں میں ضرورت محسوس کروں گی کہ میرے بغیر تم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ ان میں تمہاری مدد کروں گی۔ جو کچھ نہیں میری مدد کرنا ہے نہیں مجھے وہ مقام دینا ہے جو خود تمہارے انہوں میں گیلے۔

کاش میں تجھے فائر سگنا ایسرا۔ کاش میں تجھے فٹ کر سکتا۔

انسان جو کام کر سکے اس کے بارے میں سوچنا ہی نہیں چاہئے۔

شیک ہے اس وقت تو مجھ سے کیا جانتی ہے؟

دیکھو باہر دانتان اس کے پیچھے میرے ہتھکڑی کر رہی تھیں۔ مخالفت دانتان کے ساتھ دیکھ کر کہہ رہی تھیں۔ بہت کم وقت باقی رہ گیا تھا۔ تمہاری بھانسی میں۔ آج آج سے چند روز بعد تمہارا جد جہاں ہوتا اور تم ایک رتی میں لگے پھر کر رہے ہو۔ کیا تمہیں وہ نظر نہیں آتا۔

نہیں پسند تھا۔ اسی نے تو میرے احکامات بدل کر رکھے تھے۔

فصل کر لیا ہے۔

پھر اپنے اندر ذرا سی نرمی اور ملاوت پیدا کر لیا۔ اب تم

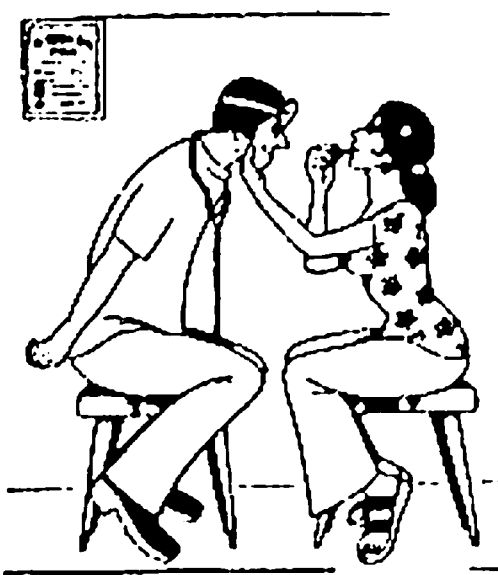
جس جہاں میں جا رہے ہو وہ بلاشبہ تمہارے لئے اپنی ہے لیکن میں نہیں تمہاری جگہ پر نشین بنا دوں گی جیسا کہ اس شخص نے بتایا تھا جس کا نام خان تھا تو تمہارا نام باہر دانتان سے بدل کر اب شیردہ کر دیا گیا ہے۔ شیردہ کی حیثیت سے نہیں جیسی بدل کر کے ملائے میں یہاں ہے جہاں شکست نامی ایک شخص فخر ہے۔ نہیں شکست سے اپنے حساب کتاب چکا ہے ہیں۔ تم نے نگر ہولن فخر سے مقابلہ کرتے وقت جو تمہاری حالت ہوئی تھی اب یہ ہو گئی کہ کوئی میری فخر تمہارے ساتھ ہیں۔ میں نہیں جس حیثیت سے دانتان میں رہی ہولن اس کا اہل بھی بنا رہی ہیں۔ چاہو تمہارے ہاتھ میں ایک کھلے کی طرح ہو گا اور تم اسے اس طرح ہستان کر دے گے کہ کوئی تیار آتی نہیں ہو گا۔ اس کے علاوہ بھی تمہارے بدن میں کچھ ایسی فخریں اجماع دی ہیں جس سے تم اپنا مقام حاصل کرو۔

نہیں آفران فضول حرکتوں سے بچے کیلئے کا باؤ میں نے سون کیا۔

یہ سوال میرے لئے بے مقصد ہے اندر میں اس کا جواب دینا پسند نہیں کرتی۔

پھر تو کیا پسند کرتی ہے؟

صرف یہ کہ تم میرے احکامات پر عمل کرتے ہو کہ اپنے ذہن سے کچھ نہ سوچو۔ اپنے ذہن کو میرے حوالہ کر دو۔ میں جو چاہوں گی تم سے فائدے لے لیں گی اور جب میرا مقصد پورا ہو جائے گا تو میں تمہیں چھوڑ دے گی۔ ان یہ میرا وعدہ ہے کہ میں اپنی اصل زندگی سامنے کرنے کے لئے تمہیں پریشان نہیں کر دوں گی۔





”مجھے حیرت ہوئی ہے۔“  
”کیوں؟“

ۛ سچکت اگر یہ بات تمہارے دہم و کان میں نہیں تھی تو اس سے اندازہ جو تپا ہے کہ تم بے وقوف ہو۔“ میں نے کہا۔

”اس کا اندازہ کرنے میں بھی ہمیں دیر نہیں لگے گی۔ سنگٹ  
میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سنگٹ نے گردن ہمو دی۔ پھر اس نے اپنے

مئے تھے۔ جنہوں نے قطاری بنائی تھی۔ اب ان میں سے ہر شخص  
 کے پاس چاقو نظر آ رہا تھا۔ یہاں ان کے درمیان آرام سے کھڑا ہوا تھا

۶۔ میرٹھیل تھا کہ بادل کی عنایت حاصل کرنے کے بعد تو یہاں سے ہٹا کر نکل جائیگا۔ بادل نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا اس لئے

مکتا تھا لیکن بدل نہیں کر سکتا تھا۔ میں اپنا نقصان مع سود کے اصل کرتا ہوں۔ کچھ مہرا م سنبھلتا ہے۔“

”فرد فردہ“ شکست نے غوث گزدار انداز میں مسکراتے ہوئے

ہر شخص نے سولہ کیا اور میری مسکراہٹ کو اور لہری ہو گئی۔ اس پر

میں نے اسے غصے کا دوا دیا تھا۔ ویسے میں نے کبھی اس سے پہلے اس کا نام نہیں سنا تھا۔

256

"اور ہم اس آدمی میں۔ شکست پہنچنے پہلے ہوا۔  
"جی تو مجھے یہ بات ہے۔ شکست پہلے پہنچے۔ اور ہم اس آدمی کو

میں دو ماہ بند کر دیا جائیگا۔  
اسے دواہ سرسہ شہر۔ ترک کر دیا آدمی خیر علی شاہ میں بہت کراہی

"ستاد، ستاد و سرور ستاد" میں نے کہا۔  
 "یہاں سے تم اپنا ناموس پر اوپر نہیں جاؤ گے۔ یہ سکوٹ

”اچھا۔ بناؤ کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟“

۶۔ پہلو بہ شرمسار ہواؤں، سلفٹ نے اپنے آدیں کو اشارہ کیا۔  
اس کے تکیا تار کر کے تھے۔ وہ دھنفت مسنوں میں ہرگز چندہ

”ہاجو تم جاؤ آگے، نہارے اڑے، اے تھپ مل کر مڑاؤ گے  
کوئی مڑے گا بات دھول، ایک ایک کر کے لاؤ، ہار کا اس کر لیتے

آؤنی کسی کے بل پر کڑا رہا ہے۔ یہ یہودی میں ہتھیار کا انکشاف ہے  
کہا اور ایک نئی شکل آؤنی اس گروہ سے ملیدہ ہو جو کہ میرے سامنے

بات تھی سچے سچے لطف آ رہا تھا، مجھے صرف اسی سے منسوب کرنا تھا۔  
بکریوں سمجھا دئے، حیرت نہ کی تھی اور اس کو ہونے کے لئے میں پوری

میں جلد چڑھی  
نئی ہیکل، جسے اپنا لہا ہاتھوں میں سے یہ سنا یکے میں بننا

پھر اس کا چانو میری نگاہ میں کوئی ناقص سی شے نہیں ہے  
نہی کوئی نقصان نہیں پہنچا یا جاسکتا تھا۔

علم الوجود | علم دست‌شناسی، علم تحریر، علم قیام

نام کا کبیر ٹر عطا کیا ہے اس کبیر ٹر میں سوچنے اور سمجھنے کے لئے ایک مضامین کا مجموعہ ہے۔

ہر سچی کردار کو دہ چار کی طرح سلجھایا جاسکتا ہے۔  
سیکڑوں ماہرین نے ہزاروں سال تجربات کئے اندھ

ہر دھیسر عالم اقبال

تھا، بالآخر وہ قیمنوں میں مل چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے

دیکھ کر مجھ پر اتنے ڈال بیٹھے۔ شاید انہیں نہیں معلوم تھا کہ میں کون سا ملک تھا۔

کے لئے "آسان کمالیہ" اور "فن جوڈو" نامی کتابوں  
مطالعہ کریں۔ یہ کتابیں بہ کتب والا ۲۷۹۳ پہیلی

۲۶۳

\_\_\_\_\_

257

تھا وہ میرے لئے دلچسپ تھا۔ پہلے ہی دو بجے سب کو بتا دی گئی اور میں، ایک زخمی کردار، اتنا ٹھیکن اپ جراسے مجھے تمہیں تہلیٰ اسنے مجھے

مدد شنی پھونکنے لگی۔ بیسی کا سفر اب بھی کالی تھا اور غجے یہ دقت کرب کے عالم میں گزارتا تھا۔ ویسے میں یہ سمجھ چکا تھا کہ اسپر جو کہ اب دوبارہ

وہ حقیقت کے سوا کچھ اس پر گواہی دے سکتا تھا کہ پہلے سے ہیبت زیادہ تو آتا ہو گیا ہوگا۔ بدلتے ہوئے پرچم پر بھی یہی سہمہ لے کر کوفی اجنبی بگڑ رہی تھی۔

بیتھنے کے قتل پر تادو کیا تھا۔ اس دہشت گردی میں، میں نے خبیث کو یا کو قتل کیا تھا۔ اے اہم سات جب بھی میرے ذہن میں آتے، میرے ذہن میں

میں نے جب ہو کر اس قیام کیا اور کچھ گھنٹے بسر کرنے کے بعد یامی کے اس علاقے میں داخل ہو گیا۔ جہاں سنگٹائی شخص سے مجھے ملنا

موجود تھے۔ شکستہ نے میری ہاتھ دیکھا۔ میں نے ایک ہی نگاہ میں اس شخص کو پہچان لیا تھا۔ جتنا کہ میں نے زندگی میں پہلی بار اسے دیکھا

ابھن پڑا اس کے چہرے پر عجیب و غریب تاثرات پھیل گئے تھے۔ دوسرے لمحے وہ پھر اسے اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے سارا صاب کتاب

۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰

۱۰ میں آئیں ایک بات بنادیں شیر و۔۔ اس نے سخت  
پوچھ کر کہا۔

\_\_\_\_\_

بچہ دبا کر کے تنگ بڑھایا، اس نے اپنے ہاتھ کے بازو سے بوسہ لگا کر بوسے لاندہ  
 دیا یہ تھا کہ یہ دلوں کو تنہا دوا ہاتھ نہیں تنگ صرف مجھ کو کافی کا معاملہ ہے۔  
 ہاں میری باریب سے نے ہاتھ تنگ بڑھایا تو میں نے اس کے ہاتھ  
 پر ہاتھ ڈالی دیا اور دوسرے لے میں نے ایسے جھٹکا تو کار اس کو کھڑو  
 اکھڑ گیا۔ وہ اندازو تنگ ناچا تنگ تھا کہ میں کیکر مجھاپا تہوں اور سی  
 میں وہ تڑپ گیا۔

ہاتھ اٹھ کر بولا۔ اور میں نے پاتو دان ہاتھ رک گیا۔

258

مکتبہ ادریس

259



• نہیں یہ بات نہیں ہے، بس ریشی میں سر پہا ہوں تو

یہودی لاکر تیس ان چیزوں سے حاصل کیا ہوگا۔ میں نے کہا۔  
 ہر شخص اپنے بارے میں سوچتا ہے۔ میں اپنے لیے جس کو  
 ہوں تم اپنے لیے جس کو سوچو اور کچھ بچے حاصل کرنا ہے۔ وہیں کر  
 لوں گے۔ لیکن اچھی نہیں وقت آئے پر۔ اب میں جاؤں۔

اے تمام انڈوں پر ایک ہی کام ہوتا تھا، خشبات کی فروخت  
جو اچھی تر شاہی اور ایسی ہی دوسری چیزیں۔ چنانچہ ہر سال سکھٹ  
میل ہوتی ہوئی شکل کی دان کے آئینے میں منع ہوئے۔

رانا کا پر رستم رانا کے پان سسٹھ تھ گنتی درمیان کا زمانہ ہو گا  
 کے درمیان انھیں خاص مصلحت لگائی اس کی آکھیں بعد از وفات  
 تیس سال تک کے ساتھ پہنچے کہ ہفت گنتی کے آدمیوں کے یہی کہا کہ  
 وہ رانا کے پان سسٹھ سے غنا چاہتے ہیں ۔

2000-01-01

۱۰۔ رانا کرپاچ سنگھ ہم قیدارے پاس فریاد لے کر آئے ہیں۔

تو پھر ماکہ صالحین خرید کر صیبے ڈسے پر کیوں کہنے لگا۔ رونا  
رہنے میں محو رہنے ہو گئے کہا۔

یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ تمہاری جیب رائل کے آئیوٹھن نے لائی؟

جسے وقت ہو تم، اگر میرے آدھے حصے قبلہ کی جیسے کائی  
 میں تو تمہیں پارس کے پاس جانا چاہئے تاکہ وہاں کوئی اور پیشہ نہ ہو  
 "مرا کاجی" میں یہ معلوم تھا کہ پارس قبلہ کی نہیں بلکہ کوسٹنی  
 اس لئے بہتر تھا کہ پاس لے آئے ہیں۔

”مگر رانام تو اپنے پیسے لینے کے لئے آئے ہیں۔ میں نے کئی دن  
سنتے ہی میں کہا۔ اور رانام کے اور گرد کھڑے ہوئے تو جہانگیر  
وہ کہنے لگا میں سے بچے دیکھنے لگے۔“  
”پیسے دلوں مجھے آئے ہو۔“

262

۳۔ سنو ٹیچا کر سب جیک دو انہیں باہر = اپنے پیسے کراہے  
بلایا ہے۔ ۴۔

دوسرے جیسے ہزار روپے تھے دالا۔ چور سے بھیست ہزار روپے  
لے گئے۔ نہ مانے کہا۔

ایکیا۔ تمہارے ہر دم کو گزیرنے کیلئے جاؤ گے یہاں سے پوری دنیا  
کو جہنم بنا دوں گا، میرا ہر دم کہیں سن سکے گا ہے، اراک نامہ پان سن سکے گا۔

دھمکیاں مت دو دادا، جیس جبر اردو ہے نکال کر میرے  
خانے سے نکال دو۔

۱۰ کھڑکتے ہوئے اور کچھ نہیں رہتے ان کے پاس پہنچوں ہوں  
ستوں

*(continued)*

درنہ ہم سب سے اس اڈے کو مجسم بنادیں گے !  
 " بیٹے میں کہاں سے دلی گا۔ میوے پاس کیا رکھیں۔ (راہ  
 چھوڑ کر )

”میں نے جہل کے کچھن تم رنگ باز نہیں ڈاؤنگ۔ ماوا نے  
جھنجھٹ سے کہا اور پھر اس نے اسے تختہ زد کر دیا اور اڑا دیا۔“

”اے دادا! یہ سب سے پہلے کیسے ہو گئے!“

ہر ایک ہے دارا میں : پیسے تم سے نہیں لیتا محراب  
بات باد۔

۱۰ "ان لادادی شیرد۔"  
۱۱ "توتم شیرد جو۔"

کیا کچھ کر رہے ہو؟ تو بے فکر رہنا۔

263.



کو قتل کریں گے۔ یہ بت ذہن میں رکھو دادا۔ یہ بات تمہارے شیر ذہن رہے۔

"اے جان سونو جوں، دیکھ رکھ رہے ہیں میرے شہر کو۔ یہ بستی اپنی جیب میں رکھ لو اور پھر اپنی قسمت آزاد و خیرد۔ آگ کے کھنڈے تو اپنے آجیوں کو بچا دیکھا دیتے ہیں۔"

"رانا کرپان سنگھ آگ کے یہ کھنڈے بے شک طاقت آزمائی کے سلسلے میں لگا رہے ہیں، لیکن ان کی حیثیت سے کوئی اٹکل نہیں کر سکتا اگر نہیں اس کا موقع مل جاتا تو کیا تم اسے ہسٹال دیکھتے۔ وہ جیسے ہے۔ لیکن اگر تم خود کو واقعی کچھ سمجھو، تو کرپان سنگھ سے خود لاوار فیصلہ کرو۔"

"مجھے قبل ہی یہ شہر منظور ہے۔ میں تم سے متاثر کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے کہا۔"

"تمہیک ہے شہر دار تمہارے بچے پر حق حاصل کرنی تو میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا کرپان سنگھ تمہارا نظام ہو گا۔"

"تمہیک ہے دادا۔ میں نے کہا اور اپنا پستول منکشت کے حوالے کر دیا۔ کرپان سنگھ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ میں اسے بالکل مرعوب نہیں تھا۔ تب اس نے اپنے آپ کو دیکھ کر کہا۔

"منہ بے۔ میں نے زبان سے دی ہے اگر میں مر ہی جاؤں گا تو تمہیں سے کوئی کچھ نہ ہو گا۔"

"تمہیک ہے دادا۔ ہم تمہارے حکم کی تعمیل کریں گے جس کے آدمیوں نے جواب دیا اور کرپان سنگھ تخت سے بیٹھ اتر آیا۔

مگر بہت بڑی تیزی سے بھی لیکن بہر حال متاثر ہو رہا تھا۔ میرے ذہن میں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں تھی کہ میرا متاثر ہونا تھا۔ میرے سامنے ہے اور مجھے اس سے ہر چیز سے منہ نہ ہے۔ بہر طور میں کرپان سنگھ کے مقابل آگیا۔ وہ خود گرائی ہوئے تھے گھوڑے پر تھا۔ اس کے بہت پرہیز پناہ درندگی تھی چند لمحات ہم دونوں ایک دوسرے کو گھومتے رہے۔ پھر کرپان سنگھ نے اپنے حلق سے ایک خوف ناک آواز نکالی اور کچھ برآمد کر دیا۔

کرپان سنگھ کچھ پر تاہم تڑپنے لگے کہ دادا اسی دن ان کے محل کے احباب سے ملے رہا تھا۔ پھر کرپان سنگھ نے میرے سینے پر ہات مار کر دیکھ کر اسے زبردست جھکاؤ دی اور دوسری جھکاؤ دیتے ہی میں نے اس کے سینے پر ہات مار دی۔ کرپان سنگھ بھی سمجھا کہ یہ کچھ جھکاؤ ہے لیکن میری اس حرکت سے اس کے سینے کو خدا شہید نقصان پہنچا یا تھا۔ وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا اور ہنسنے تمام خود کو منہ لگا رہا تھا۔ پھر اس نے دوسری طرف سے کچھ ہتھ کر کے کی کوشش کی۔ اس بار میں

نے اس کی کوئی ہر ہاتھ ڈال دیا تھا۔ میں نے اس کی کوئی کواکب زور درجہ لگا دیا کرپان سنگھ ایک بار پھر لڑا کھڑا گیا تھا۔ اس کے بعد میری طاقت اس کی کم پر بڑی اندوہ دم سے زمین پر گر پڑا۔

لیکن اس نے اٹھنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی تھی۔ پھر میں نے اپنی ہاتھ قوت سے اس کے سر کو دونوں ہاتھوں میں دھرت لیا اور

پوری طاقت سے اس کے سر کو بل دیا۔ کرپان سنگھ کی گردن بڑھی جو مٹنی اور دوسرے لمحے میں نے اسے گھسیٹ لیا تھا کرپان سنگھ ہاتھ شانے ہت پر گیا۔ میں نے اس کے سینے پر پاؤں مارنے کی کوشش کی لیکن وہ تیزی سے ہٹ گیا اور اسی ایک لمحے میں اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے میری ٹانگ پکڑ لی لیکن میرا ایک ہاتھ آزاد تھا اور یہی اس کے لئے تعصبت بن گیا۔ میں نے ایک زندہ دارا اس کے سر پر سرسبکی اور کرپان سنگھ کے حلق سے ایک کڑا نکل گئی۔ وہ قطعی طور پر سستہ رہم و کرم پر تھا۔

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور کچھ ہٹ گیا۔ پھر میں نے کہا۔ کرپان سنگھ۔ تمہاری شکست ہے اس نے مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے خنک ٹپک رہا تھا۔ پھر اس نے اپنی جیب سے چاقو نکالا اور میری طرف اٹھان دیا۔ دوسرا چاقو اس نے اپنے ساتھیوں سے لئے کر اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔

اور اس کے بعد چاقو کی لڑائی شروع ہو گئی۔ دفعتاً میں نے اپنا چاقو دانا ہاتھ آگے بڑھایا اور کرپان سنگھ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن پیچھے ہٹتے ہوئے اس نے اپنے آپ کو سنبھالا نہیں تھا۔ میں نے دوسرا وار کیا اور میرا چاقو اس کے بازو کو کاٹا ہوا نکل گیا اس کے بعد کرپان سنگھ پر طاقت نہ کر سکا وہ پے درپے کچھ ہٹتے کرتے رہے۔ لیکن اس کا کوئی سہارا نہ تھا۔ میں نے چاقو کا داراب اس کے شانے پر کیا تھا اور اس کے شانے سے خون بہنے لگا تھا لیکن کرپان سنگھ نے غوت کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ وہ کچھ پر تاہم تڑپنے لگا رہا تھا۔ پھر

میں نے زور سے ہانک نکالی۔

"سنبھلو کرپان سنگھ۔ دوسرے کے ساتھ ہی میں نے پار دیا۔ میں نے چاقو اس کی زنی کی طرف بڑھایا۔ کرپان سنگھ نے اپنے آپ کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن یہی میری چٹائی تھی۔ میں نے چاقو دایں ہاتھ میں لیا اور اس کے کولے پر باری ضرب لگائی کرپان سنگھ کے حلق سے دھماکا نکلا بڑی مٹی۔ وہ دھمکے لگے پیچھے ہٹنے لگا۔ اب اس کی زنی خون سے تر ہو رہی تھی اس نے اپنے زخم کو دیکھ کر کہا۔

"تمہیک ہے شہر دار۔ انوکھو کھانچ رہا ہے اس نے آہستہ

سے کہا اند میں نے چاقو اس کے پاس پھینک دیا۔

"کرپان سنگھ میں نے پہلے ہی تجھ سے کہہ دیا تھا لیکن بہر طور مجھے انوس ہے۔"

"اسے نہیں شہر دار انوس کی کیا بات ہے یہ تو فیصلہ تھا جو ہو گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا ایک ہاتھ سے اس نے اس کے زخم پر ہاتھ رکھا اور اب اسے شاید شانے کے زخم کی یاد آ رہے تھے۔ ایک دارا اس کے قدم پر کھڑے اور اس نے اوپر اڑھار ہاتھ پھیلا دیا۔ پھر دبا ہوا۔

"دیکھ کرپان سنگھ۔ مجھے سنبھانو۔"

"نہیں کرپان سنگھ۔ اب ہم تجھ سے پابند نہیں رہتے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا۔ اور کرپان سنگھ جرت سے پھینکے لگا۔ پھر اس نے گردن ہٹا کر کہا۔

"اے ہاں۔ میں بھول گیا تھا۔ اس ٹیک تو کہتے ہو۔" اس نے کہا اور میری تڑپ دیکھ کر بولا۔ "کیا تم مجھے مریم بی کی اجازت دو گے واحد یا میری موت نہیں پسند ہوگی۔ اس کی ٹونڈ میں بے چارگی تھی۔

"اے بچو۔ واحد کی مریم بی کرو۔ میں نے تڑپ کر کہا۔ اور وہ سب دوڑ پڑے۔ اچھا اصول تھا ان لوگوں کا ایک انت میں انہیں بدل جانی تھیں۔

کرپان سنگھ کا وہ بھی میرے قبضے میں آگیا۔ یہاں بھی میں نے سنگھ والے اصول کو اپنایا تھا۔ آؤ وہ میں نے کرپان سنگھ کے حوالے کر دیا اور اس کی آدھی آدھی میری ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے دو تین آؤ تین پر مزید باری طرین قبضہ کیا۔ اب میں بی بی کے خطرناک لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔

ایک رات بعد اسی پر میرے پاس آئی۔ مجھے اس کی خوشبو محسوس ہو گئی تھی۔

"بابر کو خان۔ اس کی آواز ابھری۔

"ہاں بھو۔"

"کیسی گزرتی ہے۔"

"تم جانتی ہو۔"

"خوش ہو۔"

"ہاں۔ خوش ہوں تمہارے ذہن میں۔"

"میں نے تو تمہیں بھی راج کرنے کا موقع دیا تھا۔ تم کیوں راج نہیں کرتے۔ کیوں اس جھوٹے سے مکان میں پرہیز ہونے ہو۔ کوئی خوبصورت عورت کی کوئی خریدو اور دلہن پاؤں کو پہنے کر دیکھ کر لو۔ زندگی کا پورا لطف اٹھاؤ۔"

"تمہیک ہے اپسرا۔ لیکن تم بہت دن سے نہ ہوش ہو۔"

"اس کی ایک وجہ ہے۔"

"کیا ہے؟"

"میرا شکار تھا ہے پاس نہیں پہنچا ابھی تک۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔ ویسے تمہارے لئے ایک خوشخبری ہے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"ممکن ہے اب تمہاری یہ ہم فیل نہ ہو۔ مجھے میرے خند کے حصول میں کچھ سانبان لازم ہو گئی ہیں۔ لیکن بے کچھ ترس کے بعد میں تمہارا بیٹا چھڑ دوں گا۔"

"یہ کیسے ہوا؟"

"میری کوششوں سے۔ اس نے جواب دیا۔ میں خاموش ہو گیا۔ میرا سراپا اس کی کوئی بات سمجھنا آسان کام نہیں تھا۔ وہ میری تقدیر کی مالک بن گئی تھی۔ کمال میں سے کچھ چھوٹ جلتے۔ کمال میں جس حسرت سے سوچ رہا تھا لیکن ملاری خواہشیں کہاں پوری ہوتی ہیں، میں اتنا خوش نصیب نہیں تھا۔

کیا سوچنے لگے بابر دادا خان؟ اس نے سوال کیا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔"

"پھر بھی۔ کچھ تو؟"

"بہت سے خیالات ہیں ذہن میں۔"

"مجھے بتاؤ۔ میں تمہاری شش کی کوشش کروں گا۔"

"دیکھ تم سب کو اعلیٰ افریقہ واپس چلی جاؤ گی۔"

"ہاں۔ صدیوں سے میرا وطن ہے۔ اس کے مزید بہر میری تمہارے۔ مجھے اس سے بڑا کچھ مجھ کے جتنی میرے عزیز دوست ہیں۔ کچھ بد نظریات جانی گروں نے نہیں پہنچا کر آتے۔ لیکن میں جانتی ہوں وہ معصوم انسان آج مجھے یاد کر کے رونے ہوں گے۔"

"اور تمہارے دشمن؟"

"ہاں تو ہزاروں دشمن ہیں میرے لیکن ایک بدتر ہے دشمن تھا۔ وہ ملا گیا۔ اور اس کی وجہ سے میں تم سے یہ بات کہہ رہی ہوں کہ میرا کام بہت مختصر رہا ہے۔ جب تک وہ زندہ تھا میرے لئے مشکلات ہی مشکلات تھیں اور میں اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تھی لیکن اس کی موت کے بعد بہت سکون محسوس ہوا ہے مجھے تم تصور نہیں کر سکتے بابر دادا خان کہ میں آج کتنی مسرور ہوں۔"

"لیکن تمہاری تمام دشمن تو مارا ڈالا تھا؟"

"ہاں وہی ذلیل انسان جو میری جاؤ گے میرے تصور بہت فن سمجھنے کے بعد مجھے چیلن کر رہا تھا لیکن اس نے دیکھ کر دس فن موت کی غرض میں جاسو یا۔"

لیکن ماکاؤ زندگی کو بہت عرصے پہلے مرچکا تھا۔  
 میں نے اس وقت تک جان تھا کہ زندگی میں اسے  
 زندگی کی باتیں۔  
 "اور مسلمان۔"  
 "وہ بھی پڑھا کرتا تھا۔ وہ بھی پڑھا کرتا تھا۔ اور  
 میں اب ان دنوں کو پڑھتی ہوں۔"  
 "آہ۔ کیا تم نے ان سے نہیں ملاؤ گی اب اس لئے کہ وہ کہاں ہیں  
 بس ایک بار میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"  
 "نہیں۔ ماکاؤ زندگی اب اس دنیا میں نہیں ہے اور وہاں  
 مسلمان تو وہ اب اس قابل نہیں رہا کہ کچھ سنا سنا انتقام لے  
 سکے۔" وہ میرا مطلب ہے۔  
 "مطلب میں حقیقت نہیں بتا سکتی۔"  
 "لیکن ماکاؤ زندگی کی موت کس طرح ہوئی؟"  
 "اپنے ہی جادو کا شکار ہو گیا وہ اپنی ہی آگ میں بھس  
 ہو گیا۔"  
 "تجسس کیسے معلوم ہوا؟"  
 "میں اس کی طرف سے بے خبر نہیں تھی۔"  
 "ہوں۔ مجھے افسوس ہے۔ بہت دور اب میں تھک رہی کیا  
 خدمت کر سکتا ہوں؟"  
 "ابھی نہیں بس تمہارے دن اور کچھ جاؤ مگر یہ نہیں  
 میرے لیے ایک آخری سانس کرنا پڑے۔"  
 "ایک بات بتاؤ اس پر تم کو کبھی نہیں کہا بھی نہیں بہت  
 سے انسانی خون کی ضرورت ہے۔"  
 "مجھے نہیں تھی دراصل ماکاؤ زندگی کی زندگی میں مجھے اپنے  
 ہر روز گم میں بیوی کی تلاش پڑی تھی۔ میں آگ میں غسل کر کے اپنی  
 ابدی زندگی نہیں حاصل کر سکتی تھی بلکہ اس کے لئے اب مجھے  
 کچھ تبدیلیوں کی ضرورت تھی۔ بس میں آگ کے تمام ایسے نعلمات  
 پر قبضہ کر رہا تھا جہاں یہ میں غسل کر کے اپنی ابدی زندگی بحال  
 کر سکتی اس لیے میں نے غفلت کا سہرا لپٹا تھا۔ یہ جادو کی باتیں ہیں  
 ابرو داؤدان تھک رہی تھی میں نہیں اس کے لیے کہ وہ دوسری دنیا کے  
 میدان میں جیتے انسان ہو۔ ہر طور میں جس پر قبضہ ہی سنبھال رہی  
 ہوتی میں تجھیں جو کچھ حاصل ہو گیا ہے وہ انا ہے کہ اب اگر چاہو  
 تو ایسے جیتے کر کے یہاں سے فرار ہو سکتے ہو کسی پر کون گونے  
 کو اپنا سکتے ہو اور اگر یہ بھی نہ پسند کرو تو میں اپنی حیثیت قائم رکھ  
 سکتے ہو ایک بار تجھیں جو کچھ مل چکا ہے وہ تمہارے بھی چھینا  
 نہیں جانتے کہ تم اپنی اپنی زندگی میں سالہا سال تک قائم رہ  
 سکتے ہو جو اس لئے خوشحال کہ تم تصور ہی نہیں کر سکتے۔ میں نے

جاؤ یہ لوگ تھری عزت کرتے ہیں۔ ان سے بڑا بڑا فائدہ تھا  
 "تھک سے کچھ کیا کرنا ہے۔ میں جانتا ہوں ہر طور  
 میں منتظر ہوں تاکہ تجھیں تھکاؤ آخری منزل تک پہنچاؤں۔"  
 "آخری منزل سے تھک رہی کیا مراد ہے؟"  
 "میرا مطلب ہے جب تک تھکاؤ کام مکمل نہ ہو جائے میں  
 اپنے آپ کو تھکاؤ قیدی کہتا ہوں۔"  
 "قیدی نہیں بلکہ دوست اقدی تو تم نے خود کو فتنہ کر  
 لیا تھا۔ اچھا اب میں پتی ہوں۔ اس نے کہا اور چند لمحات کے  
 بعد اس کی آواز معدوم ہو گئی اب اس کے اعتراف کے لیے  
 حیران کر رہا تھا۔  
 "مسلمان زندہ تھا ماکاؤ زندگی کی زندہ تھا کسی اور نے  
 تو مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن مسلمان کی زندگی واقعی مجھے مد  
 عزیز تھی۔ اور جانتے کیوں دل کے گوشوں سے مسرت کے  
 جذبات ابھر رہے تھے۔ ماکاؤ زندگی مارا گیا تھا یہی بہت سی  
 افسوسناک بات تھی۔ کاش مسلمان مجھے مل جائے۔ مگر ممکن ہو سکا  
 تو میں اس کی ساری سے دستاویز کر دلاؤ گا کہ وہ مجھے کسی طرح  
 مسلمان سے ملے۔ لیکن یہ اپنا کام مکمل کرنے کے بعد ضروری  
 اس بات کو مان لے۔  
 "بس حال میں انتظار کرتا رہا جنگل کے اس خوبصورت  
 علاقے میں اس نے ایک کوئی خریدی تھی۔ اور اس کوئی میں  
 جڑی شان سے رہتا تھا کوئی ابھی تک نہیں تھا کوئی تھی  
 میں جانا وہ اپنے آؤ سے پر جا کر ان کی دیکھ بھال کرتا اور ان  
 کے مسائل پر غور کر رہی تھی۔ میں جی حرام ہونے کی الامت  
 بھی مل جا کر تھی میں میری زندگی ایک خاص شکر پر تھی۔  
 لیکن مہربانی نہ تھا اگر میرے ذہن میں خیال آتا تھا کہ کیا  
 میں زندگی ہے۔ کیا زندگی ایسی جگہ ختم ہو جاتی ہے۔ دولت ابھی  
 غاصی گئی تھی لیکن ظاہر سے زیادہ ڈراؤن نہیں تھے باقی غفلت  
 بھی ہوتی رہتی تھیں۔ بس کے بعد میں نے ان ملاؤن کا رخ  
 نہیں کیا تھا جہاں میں پہلے جاتا تھا کیونکہ اب مشاغل دوسرے  
 ہو گئے تھے وہ کیاں جو ان تھیں لیکن مختلف اور بدلے ہوئے  
 انداز میں میں اپنے مولات کے مطابق کام کر رہا تھا۔  
 "میرے ایک دن جب غصا میں ہل چلا ہوا تھا تو ایک  
 خاصا دلکش عورت تھیں اپنی کوئی کہ ان میں جیتا ہوا تھا میں  
 کسی قدر گرفت کا شکار تھا۔ بہت کچھ یاد آ جا کا تھا خاص خاص  
 کی یاد اب مجھے یاد آ رہی تھی۔ یہ نہیں وہ کہاں ہے اب اس حال  
 میں ہے۔ اس کے لیے اپنی دلاؤن کی طرح ہی جیتا تھی۔ اب اگر  
 مسلمان مجھے دیکھ گا تو کیا پیران کے ماکاؤ دن میں بہت سی

بائیں سوئی میں تجھے نہیں ہی میں رہتا ہے تو میرا بس طرح رہنا  
 مناسب نہیں ہوگا۔ بہت سے سبب کہ میں کوئی اور شخص بھی نہیں  
 کہوں اپنا کام تو باری ہی رکھوں اور اس کے علاوہ کوئی ایسا  
 کا دیا نہ کرے کہ میں جس ستری میں نہایت تھک رہا ہوں۔  
 چنانچہ دوسرے دن میں نے باقی معاملات کے بعد جوت  
 ملا اس میں مناسب جگہ کی تلاش کی کہ میں کوئی شخص بھی نہ ہو کر  
 چند دن بعد مجھے ایک اور شہر پہنچا۔ آئی کو میں نے وہاں بڑا کچھ  
 بہت بڑا شوروم کھولنے کو تیار رہا۔ میں نے کچھ غیر ملکی  
 اشیاء اور دیگر کھانے کا مواد گرام بنایا تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں  
 اپورٹ ایکسپورٹ کی بہت بڑی رقم سے رابطہ قائم کیا گیا اور  
 اس کے شور سے بہت شوروم کی تیار ہواں شروع کر دی ہیں  
 رقم کو میں نے بہت بڑا اور دیا تھا اور اس کے لئے خاص طریقے  
 بھی ایڈاپٹ کیا تھا۔  
 چنانچہ ایک بڑی باری کی حیثیت سے اس رقم نے میرے  
 لیے کام شروع کر دیا۔ اور یوں باقی زندگی سے کام شروع ہو گیا  
 شوروم سے شوق کی تحویل تھا چنانچہ میں نے کچھ خوب سے  
 خوب تر بننے کی کوشش کی ان ایک اچھا خیال میرے ہاتھ آ گیا  
 تھا۔ شوروم کے بنانے کا کام بھی تیار رہتا رہا سے ہوتا تھا۔ مجھے  
 ایک دن ایک مختلف قسم کا واقعہ پیش آیا۔ دو آدمیوں کو قتل  
 کر دیا گیا تھا۔ دو پولیس قاتلوں کی تلاش میں تھی۔ مجھے یہ سلسلہ  
 کس طرح بھگت پڑی۔ میں اس وقت اپنی کوئی کے وہی رہ  
 جیتا چلنے کی رہا تھی پولیس کی حسیب یہی کوئی کے پاس آ کر تھی  
 اور میں چپکے کر کے دیکھ رہی تھی۔ غور سے دیکھ کر ایک پولیس  
 انسپکٹر میرے پاس پہنچا۔ وہ مولا کوئی قاتل نہیں تھا یہ ہے  
 زمین میں دوسرے جگہ سے ہے میں پولیس کو اٹھوٹا تھا۔ مگر  
 پولیس اس جگہ نہیں آئی ہے تو اس نے مطلب ہے میرے لیے اب  
 مشکلات پیدا ہونے لگی ہیں اب میں ان جگہوں پر  
 غور کرنے کا وہی نہیں تھا۔  
 چنانچہ میں مسکون سے انداز کرتا رہا۔ جو کچھ دیکھتا اور  
 یہاں ہوں کے ساتھ یہ ہے جس میں تھا۔ انسپکٹر نے مجھے ادب سے  
 سلام کیا۔ وہ وہاں خوبصورت۔ اتنی تھک رہا کہ اپنے قاتل  
 کو لے جوتے ہوئے۔  
 "یہ تھک رہا ہو؟" وہ ایک نرم سہیلے میں نے کہا  
 پس میں نے مزہ زور کیا کہ اب پولیس کے ساتھ ان دن کر رہی  
 تھی۔  
 "نہیں مجھ پر شاد۔" ان دنوں کو پولیس بھیجی

میرا خیال ہے ان دنوں کی موجودگی یہاں مناسب نہیں ہے۔ میں  
 نے پولیس کا تشدد کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اور مجھ پر شاد  
 ان کی طرف دیکھنے لگی۔ میرا کسے اشارے سے کاشیوں کو دیکھیں  
 جانے کسے کہا اور وہ پولیس میں واپس چلے گئے۔ مجھ پر شاد  
 کسی گھسیٹ کر رہے پاس بیٹھ گیا تھا۔  
 "میں کچھ کاشیوں کا کرتا ہوں جناب۔ آپ شہر و دلاوی  
 میں نہ۔"  
 "اور۔ میں نے ان ہلاتے ہوئے کہا۔ کون شہر میں  
 کسی شہر کو نہیں جانتا۔"  
 "محبت کیسے تو جناب۔ میں باؤنڈی خور شہر کے علاقے  
 مل چکا آپ شہر و دلاوی میں۔"  
 "شہر سے تھک رہی کیا مراد ہے؟"  
 "یہ تو میں ہی نہیں جانتا۔ لیکن میں دلاؤن خور کا ذکر کرنا  
 چاہتا ہوں جس کے تحت بہت سے آگے چل رہے ہیں۔"  
 "اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں شہر و دلاوی کو پھر؟" میں  
 نے پولیس انسپکٹر کو دیکھتے ہوئے کہا۔  
 "کو پھر کوئی نام اس بات نہیں دانا سب سے پہلے آپ یہ  
 اعتراف کریں کہ آپ شہر و دلاوی میں۔"  
 "تھک ہے آگے شروع میں نے کہا۔  
 "تو آپ سے ضروری کی مدد کر رہے۔"  
 "خود کیسے۔" میں نے تھک سے پوچھا۔  
 "بس یہ۔ میں دن دن قتل ہو گئے ہیں ان کو شہر  
 دلاؤن مارا ہے۔ اور آپ کو علم ہے کہ پولیس آپ کو ان سے  
 نہ واقف نہیں ہے۔ یہ نام نہیں ہیں آپ کو ان کے بارے میں  
 ضروری بہت معلومات ضرورت ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہمارا  
 اور آپ کا دل و دل ہے۔"  
 "خوب ہے انسپکٹر۔ اس قتل کے سلسلے میں تم مجھے کہا  
 چاہتے ہو؟"  
 "میں کچھ نہیں اپنی مل میں ہے یہ انداز ہوتا ہے  
 کہ قتل آپ کے آدمیوں کے ہیں۔"  
 "کون کون ہیں اور وہ خور بد کیا ہیں مجھے بتاؤ میں نے کہا  
 اور پولیس انسپکٹر نے تعجب سے مجھے دیکھا۔ میں نے اس کے سر کی  
 باتیں سن رہا تھا۔ یہ بات میرے کوئی بھی نہیں کہتی تھی۔ اور وہ پولیس  
 کو میرے گرد دیکھ کر ان کے تحت نہیں کہتا ہے لیکن پولیس انسپکٹر نے  
 جو تعصبات تیار ہیں وہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ان کی طرف اشارہ  
 کرتا تھا۔ چند عورتیں تیار ہیں جنہوں نے قتل ہونے کو کھانا

میں پولیس انسپکٹر کے تعاون پر تیار ہو گیا۔ میں نے کہا۔  
 "ٹھیک ہے انسپکٹر میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں  
 کہ یہ مسئلہ میرے آدمیوں نے نہیں کئے اس کے باوجود میں تمہیں  
 مدد دینا چاہتا ہوں۔"  
 "ہم تمہارے شکریہ ادا کریں گے ہماری مدد کے لئے ہوں۔"  
 "تم نے مجھ سے جتنی شہادتیں کا ذکر کیا ہے کیا تم ان سے  
 میرے آدمیوں کی شناخت کرنا پسند کر دیتے ہو؟"  
 "ہاں دادا یہ بات سننے پر ہوتی ہے۔"  
 "ٹھیک ہے لیکن اس مسئلے میں میں پولیس اسٹیشن  
 نہیں آؤں گا۔"  
 "اس کی ضرورت نہیں ہے دادا آپ اپنی کوئی چیز ان  
 لوگوں کو بولائیں۔"  
 "نہیں انسپکٹر میں یہ بھی نہیں چاہتا۔"  
 "کیوں دادا؟"  
 "اس سب کے میں ایک خفیہ زندگی گزارتا ہوں  
 یہ آؤس میری زندگی میں مزید بدل رہے ہیں لیکن یہ علم  
 انہیں کہ میری دوسری حیثیت کیا ہے۔ تم جس طرح یہاں پہنچے ہو  
 اس کی قوم کا دوتا ہوں اور میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تمہیں  
 یہاں کے ہائے میں معلومات کیسے حاصل ہوئیں۔"  
 "انسوس دلوا یہ ہم نہیں تھکتے ہاں اتنا ضرور کہہ سکتے  
 ہیں کہ پولیس کو پولیس قوانین اور لوگوں کو ختم کرنے کی خواہش مند ہے  
 ذرا ہی ان جرم میں تعاون کرنا پڑتی ہے۔ البتہ ایسے کام جو کہ  
 قانونی طور پر بہت غلط ہیں ہم انہیں کرنے کی اجازت نہیں دے  
 سکتے ہیں۔"  
 "ٹھیک ہے یہاں جو کچھ ہوتا ہے پولیس اس سے واقف  
 نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں پولیس اس کی سیلے میں تھوڑا سا جگہ ہے  
 جس سے کہتا۔"  
 "ٹھیک ہے دادا۔ یہ باتیں کرنے کی نہیں جو کہ ہو رہا ہے ہم  
 بھی جانتے ہیں اور ہم بھی جانتے ہو چکا ہے بہتر یہی ہے کہ ہم ہائے  
 ساتھ تعاون کرو جس طرح ہم تمہارے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔"  
 "اس بنیاد ہوں۔"  
 "تو پھر میں تمہارے لوگوں کا بازو رکھ لے سکتا ہوں۔"  
 "جب دیا ہو۔ میں شاید ان کو کسی ایسی جگہ کا انتخاب  
 کرنا چاہتا ہوں کہ انہیں کی شناخت نہ ہو۔"  
 "ٹھیک ہے دادا۔ اس سلسلے میں جلد ہی آپ لوگوں کو  
 اطلاع دے دوں گا۔"

پانے پو۔ میں نے کہا اور لازم نے ہانے کی ایک  
 بیانی بنا کر پولیس آفیسر کے سامنے رکھ دی۔  
 گھرو پر شاد خوش اخلاق اور مفسر طبیعت کا مالک تھا  
 گو میں ایک نام حیثیت نہیں رکھتا تھا لیکن وہ مجھ سے اسی انداز میں  
 پیش آیا تھا۔ جسے میں کوئی اہم آدمی ہوں، میری فرسٹ ٹاک میں  
 اس سے تعاون کروں چاہتا ہوں اس سے تعاون کیا، انسپکٹر  
 گھرو پر شاد نے ان لوگوں کی شناخت کروائی پھر اس کے بعد اس نے  
 کچھ نشانات بھی دیتے جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ کس شخص نے ہمارے  
 بارے میں یہ نشاندہی کی ہے۔  
 چنانچہ میں نے پولیس آفیسر سے یہ بات کی کہ وہ شخص کون  
 ہے اس کے بارے میں مجھے بتا دیا جائے۔  
 "نہیں دادا یہ مناسب نہیں رہے گا۔ ہم نہیں جانتے  
 کہ ہماری وجہ سے آپ کو کوئی ٹھیکڑا ہوا البتہ ہم اسے بھی نہیں  
 جس نے آپ پر الزام ڈالنے کی کوشش کی ہے ممکن ہے اس نے  
 ایک تیرے دوست کو رکھنے چاہے ہوں۔"  
 "ٹھیک ہے گھرو پر شاد انرجی سے تمہاری کوئی مدد ہو سکتی  
 ہے تو میں انکار نہیں کروں گا۔ تم جب چاہو یہاں آ سکتے ہو۔"  
 میں نے کہا۔  
 "مخلص دادا۔" انسپکٹر نے کہا اس کے جانے کے بعد میں  
 پرنیال انداز میں سوچنے لگا۔ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی  
 اور ظاہر ہے اب ہماری سرگرمیاں اس قدر بڑھ گئی تھیں کہ ہم  
 لوگوں کی نگاہ سے محفوظ بھی نہیں رہ سکتے تھے۔ ممکن ہے کسی اور  
 بددعا میں ہماری نشاندہی کی ہو اور اس طرح ہمیں چھپانے  
 کی کوشش کی گئی ہو۔  
 گھرو پر شاد نے اس کے بعد مجھ سے ملاقات نہیں کی البتہ  
 کبھی کبھی اس کا دل آجاتا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کرنا کرتا تھا  
 چند دن بعد اس نے مجھے اطلاع دی کہ اصلی قاتل پکڑ لیے گئے  
 ہیں۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ ان کا تعلق ان ہی لوگوں سے تھا  
 جنہوں نے ہماری نشاندہی کی تھی اور میں چھٹا ہوا تھا۔  
 میں نے بہت کوشش کی لیکن انسپکٹر نے مزید  
 کرنے کو وہ ان لوگوں کا نام لیجئے۔ قاتل سبب وجہ اس نے ہی  
 تباہی مچی کا سبب خرچ و اخفی ایک دشمن بن گئے اور وہ  
 ہمیں بچا تھا۔ وہ مجھے ہوں بہر حال جس دن ناوشا اختیار  
 کر لی تھی۔ اس دوران میری فرم نے کام کرنا شروع کر دیا تھا اور  
 میں نے اپنی پیاسے پر اور ایک داغ بیل ڈال دی تھی۔  
 یوں زندگی نے ایک اور رنگ بدل دیا۔ یہ سب رنگ کوئی

و مجھ پر تھا میری فرم میں بہت سے ملازم تھے کہ رکھنا ہی پتھر  
 اور کچھ دھواں تھے جنہیں میں کھانا کھا رہا تھا۔ فرم کا کاروبار  
 نہایت خاموشی اور سکون سے چل رہا تھا۔ اب میں یہاں اپنے  
 کاروبار کی حیثیت سے منظم پیدا کرتا جا رہا تھا۔  
 دوسری جانب ان دنوں کا کاروبار بھی چل رہا تھا اور میں نے  
 خود کو پوشیدہ رکھنے کے لیے اور بھی احتیاطات کئے تھے۔ جوں جوں  
 وقت گزر رہا تھا میری سوجھ بوجھ میں تبدیلی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔  
 اور نظائر معاملات پر سکون تھے۔ زندگی کو ہنگاموں کا نام ہے اگر  
 زندگی میں نئی تبدیلیاں نہ ہوتی رہیں تو یکسانیت انسان کو موت  
 کے قریب گھسیٹ لائے۔ میری بھی خواہشات تھیں ہوتی تھیں کہ  
 میں زندگی سے خوب تر ہوں۔ اور اس کے لیے میں نے کئی کام  
 کرتا رہا۔ ابھی تک میری زندگی میں کوئی ایسا لمحہ نہیں آیا تھا جس  
 کو بہت زیادہ عجیب و غریب کہہ سکتا۔  
 پھر ایک رات میں اپنی کار میں واپس آ رہا تھا سڑک سے  
 باؤ میں کادقت تھا۔ بند گاؤں کے راستے سے گزرتے ہوئے مجھے ایک  
 کار نظر آئی جو اٹ گئی تھی۔ قریب دروازے میں کوئی شخص نہیں تھا۔  
 کار میں چلنے کوں تھا میں نے دوسرے اس کار کو دیکھا اور  
 بریک پر پاؤں کا دباؤ ڈال دیا چند لمحوں کے بعد میں نے اپنی  
 کار اس گاڑی سے قریب دیک دی۔ میں نے اپنے آئینہ کار  
 زیادہ بڑی نہیں تھی چنانچہ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا  
 کہ گاڑی کا دھڑلہ چل رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ یہ کون ہے۔ ان میں  
 دو مرد بیٹھ تھے اور دوسرا میں نے غور سے انہیں دیکھا اور انہیں  
 ٹھکانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن ہم کار کا دروازہ کھول کر میں  
 نے ان چاروں کو باہر نکالا۔ ان میں سے کوئی بھی مرزا نہیں تھا چنانچہ  
 اب یہ میرا فرض تھا کہ انہیں اسپتال پہنچاؤں۔ وہ سب زندہ تھے  
 البتہ ان کے جسموں سے خون کافی بہہ رہا تھا۔  
 چند لمحوں میں سوچنا رہا اور میرے لیے ایک فیصلہ کر لیا کہ  
 لوگوں کو اسپتال پہنچانے کے بجائے اپنی گاڑی میں سے ہاتھوں اور  
 دھان ڈاکٹر کو طلب کروں چنانچہ میں انہیں اپنی گاڑی میں لے گیا  
 کار کو جس نے اسی طرح چسپے رہنے دیا تھا۔  
 پھر اس نے اپنے ایک شہساز کو ان کو لے گیا اور وہ میرے  
 پاس آ گیا۔ ڈانسنے ان زخمیوں کو دیکھا اور پھر کسی سانس لے  
 کر لوٹا۔  
 "خوش قسمتی یہ ہے کہ کسی کا خون زیادہ نہیں بہا لیکن  
 کیوں پولیس کو اطلاع دے دی جلتے؟"  
 "نہیں ڈاکٹر میں پولیس کے پکڑنے پر تیار نہیں چاہتا

لوگ۔ ٹھیک ہو جائیں تو خود ہی پولیس کو اطلاع دیتے ہیں  
 گئے۔ میں نے جواب دیا اور ڈانسنے کو دل ہلا دی۔ وہ میری  
 مرضی کے خلاف پولیس کو اطلاع نہیں دے سکتا تھا کیونکہ وہ  
 مجھ جانتا تھا۔ میں نے پولیس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے  
 لگا اور رات کے تقریباً چار بجے ان دونوں لوگوں کو ہوش آگیا  
 مرد بھی ایک ہوش کے عالم میں تھے۔ انہوں نے ماموں دیکھا  
 اور میرے دیکھ کر جھل پڑیں۔  
 "نہیں نہیں بھائی ان کے لئے نہیں۔ بھائی ان کے لئے نہیں۔"  
 "کہا مطلب؟" میں نے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔  
 "ان۔" میں نے آہستہ سے گون بولائی اور پرنیال انداز میں  
 ان دونوں کی طرف دیکھ لگا۔ میری کچھ بھی کہیں آ رہا تھا پھر میں ان  
 کو کھول کر طرف متوجہ ہو گیا۔  
 "کیا تمہیں یاد ہے کہ تمہاری کار کا ایکسٹنٹ ہو گیا تھا۔"  
 "کار۔" ایکسٹنٹ؟ ان میں سے ایک نے لڑکی نے آہستہ  
 سے دہرایا اور پھر وہ میری طرف دیکھ کر چونک کر رہی۔  
 "ان۔" وہ۔ کہا تم ان میں سے نہیں ہو۔ کیا تم ان میں  
 سے نہیں ہو۔ وہ بددعا میں وہ بددعا میں ہم دونوں کو ہمارے  
 نے بارے میں وہ ہمیں اغوا کر رہے تھے۔ میں نے لڑکی کو  
 زخمی کر دیا تھا اور پھر کار اٹ گئی تھی۔" لڑکی نے کہا۔  
 "لیکن وہ کون تھے؟"  
 "ہم نہیں جانتے، ہم نہیں جانتے۔"  
 "معاذ اللہ کہاں سے ہے؟"  
 "بہت سے رہنے والے ہیں۔ یہ یہی ایسی ہے نا؟"  
 "ہاں یہی ہی ہے کیا نام ہے تمہارا؟"  
 "میرا نام کاسی ہے اللہ سدا ہے۔"  
 "میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔ بچا ہے گھر کا بڑا بھائی  
 تاکہ میں تمہیں وہاں بھیج دوں۔"  
 "بھائی ان کی سونگہ تمہیں وہاں بھیج دوں گے۔؟ انہوں  
 نے عجیب سے انداز میں کہا۔  
 "ہاں کاسی ہاں سدا میں تمہیں وہاں بھیج دوں گا۔"  
 لڑکیوں نے ایک پتا بتایا اور میں نے ان دونوں کو انہوں  
 کی طرف دیکھا جس کے بارے میں مجھے یہ علم ہو گیا تھا کہ وہ بددعا میں  
 ہیں۔ بہر حال ان لوگوں کا مسئلہ بعد میں منظر ہلا دیا۔ میں نے  
 ان دونوں کو کھول کر اپنے ڈانسنے کے ہاتھ ان کے گھر لے گیا اور ان  
 کام سے مجھے بڑا سکون ہوا تھا۔ اس کے بعد میں ان دونوں کے بڑے  
 میں آئے ان کا انتظار کرتا رہا۔ وہ بھی کوشش میں نہ تھے۔ مجھے دیکھ کر

ہیں کے جیروں پر حیرت کے آثار نظر آئے تھے پھر وہ چونک کر رہے۔  
 - ہم کہاں ہیں، کون سی جگہ ہے، کیا ہسپتال ہے یہ؟  
 - جیسے جیسے ہسپتال نہیں ہے پولیس کسٹیشن ہے۔  
 - چوہپہ۔ پولیس پولیس م۔ م۔۔۔ ان کی آواز میں بند بھرتی  
 - ہاں پولیس کسٹیشن لوگوں کو کہاں سے جا رہے تھے  
 تم لوگ؟

ہوں۔ آپ سے آپ مجھے ملازم کر لیتے ہیں۔ ورنہ میرا  
 ٹکڑا زحمت کا شکار ہو جائے گا۔۔۔ وہ بولی۔  
 - اور ہ کیا نام ہے ہزارہ میں نے اس کی درخواست  
 پر دیکھتے ہوئے کہا۔ درخواست پر اس کا نام شاید رکھا  
 ہوا تھا دوسرے نے وہ بھی بولی پڑی۔  
 - جی شاید۔  
 کہاں رہتی ہو؟  
 - بارکے روڈ پر۔

رکھتی ہے۔ تم میرے لیے قابل احترام ہو۔ میں تمہیں بے حد پسند کرتی ہوں۔ جو اب میں شاید وہی آنکھوں سے آنسو اندھ پڑے۔ وہ چھوٹ جیوٹ سرور و بڑی۔

• تمہیں افسوس ہو اسے شاید۔ میں نے ایک سچی بات کہی ہے۔ جسکا نہ والے تو بے شمار مل جاتے۔ تمہیں میں نے گندگی میں ڈھنسنے سے نکال دیا ہے۔

• یہ بات تمہیں یہ سزا ہے بات نہیں۔

کوٹھی پر بھی آجانی تھی اور بہت سے معاملات میں میل جول رہتا تھا۔  
تھی۔ میں نے بار بار اسے منع کیا کہ وہ اس طرح کوٹھی پر نہ کہے کہ  
"یہ لوگ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائیں تو اس نے کہا۔  
"میرا آپ سے کچھ بہن کہا ہے۔ مارا بہنیں تو بھائیوں  
کے گھر آتی جاتی رہتی ہیں۔ میرا فرخ سب جو میں کر سکے جاتی  
ہوں۔ کوئی کچھ کہتا ہے ٹھیک نہ ہے۔"  
شاہد میری زندگی میں بہت گہرائی میں ڈوگر تھی کہ  
ایک منوں خاں مجھے ہسپتال کا آواز سنائی دی۔ اور میں اس کی کھواڑ  
کوٹھن کر چوکیک پڑا۔  
"بابر داد خاں!"



لاخون دیکھا ہے۔ تمام میں سے اپنے حوالہ جمع کر کے سوال کیا۔

ہو کہ وہ ایسا بکس کا خون چاہتی ہو؟

”تمہاری محبوب دوست شاہکارہ“ اس نے کہا اور ایک لمحے کے لیے مجھے زوردار پکڑ لیا۔ میں نے خود کو گھسنے سے بچانے کے لیے تھپا دیا۔ شاہکارہ نے بڑے وجود میں آگ کی تہری سی دھڑکیں۔ میرا دل۔ حرج سی سنا رہا تھا جیسے جیسے تڑپنے پر پانی ڈال دیا ہو۔ کافی دیر تک یہ سفتابٹ میرے کانوں میں گونجنی رہی۔ میرا دل اس کیفیت کا شکار رہا پھر میں نے خود کو کسی قدر سنبھال کر کہا۔

”ایسا! ایسا! یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟“

”کیوں؟ کیا بات ہے؟“

”شاہکارہ۔ مسکرم شاہکارہ نے تھپا دیا کیا گارانت ہے؟“

میں نے کہا۔

”میں تم سے کہہ چکی ہوں بار داد خان! کہ یہ اس قسم کے مساوت تم سے نہیں کر دے گی۔ میں تم سے جو کام لوں گی تم میں وہی کام کیے جاؤ گے۔ یہ تیار فرم سے کوئی بھی ہو تمہارے لیے کوئی بھی حیثیت رکھتا ہو نہیں میرے لیے وہ سب کچھ کرنا ہوگا۔“

”آہ! ایسا! تم مجھے نکل کر دو۔ لیکن مجھ سے ایسے بڑا کام کرو۔ تم اس کے علاوہ کسی کو بھی کہو گی میں اسے نکل کر کے رکھ دوں گا۔ لیکن مسکرم شاہکارہ۔“

”وہ۔ وہ۔“ میری آواز لڑ گئی۔

”بار داد خان! مجھے جس چیز کی ضرورت پڑتی ہے وہی مجھے دے کر دو۔ تم اپنے طوطے پر کچھ بھی کہتے ہو۔ بہر طور نہیں شاہکارہ کوئی کر کے حسب سولہ ای کا خون مجھے فراہم کرنا ہے۔“

”میں یہ نہیں کر سکتا۔“

”مجھے ذلیل انسان ہونے پر بارگاہ سے وہ دکر سے ہوا و برابر وہ وہ خدائی کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ اگر تم میرا کام نہیں کرو گے تو جانے ہو کیا ہوگا۔ میری کے خفیہ اور ہمشاں جہاز سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں گے۔ نہیں مرکزوں پر گھسیٹا جائے گا۔ ہمیں نہیں مغرور خدائی کی حیثیت پہنچانے کی۔ اور میری پھانسی کے چند سے پر لٹکا دیا جائے گا۔ تمہاری نہایت ایک نصف باہر نکل آئے گی اور

آکسیجن اپنے حلقوں کو چھوڑ دی گی۔ کچھ سہجہ ہو تم۔ جو تمہا پر رہی ہوں وہی ہوگا۔ کیسے بار داد خان! وہی ہوگا۔“

”اوہ! ایسا! تم۔ مسکرم شاہکارہ کی جان اس طرح نہ لے وہ مجھے بیوقوف کی طرح عزیز ہے۔“

”مجھے اسی کا خون دے کر سہجہ بار داد خان! پر سوں رات ساڑھے گیارہ بجے اسی سائل پہ جہاں ایک باہر پیل بھی تم مجھے خون کی حیثیت سے پکڑے ہو۔“ ایسا نے کہا۔

”نہیں! ایسا! نہیں۔“

”سوچو تو۔ فیصلہ کرنا تھا لا کام ہے۔ میں نہیں اس مجھے کی شکل میں ملوں گی۔ میرا کام اگر نہ ہوا تو دوسرے دن سے تم پر تباہی نازل ہونا شروع ہو جائے گی۔ اور اس بار بار داد خان! میرا فیصلہ تمہی اور آخری ہوگا۔ تم پر بارگاہ سے دودھ خدائی کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ میں بھی تمہاری ان حرکتوں سے اب تنگ آچکی ہوں اور اب جبکہ تم میرا کام کرنے سے انکار کر رہے ہو تو میں نے بھی یہی فیصلہ کر لیا کہ تمہیں موت کے ثبات انا دیا جائے۔ تم کو کوئی کام لینا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ میرے لیے امدادی مشکلات پیدا نہیں ہوں۔“

”ایسا کی آواز میں غصہ ناک کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ کج نیت انسان ہو گئی ہے اور وہ جو کہہ رہی ہے وہی کر دے گا۔ میں نے کہا۔“

”کہہ میں نہیں آتا تھا کہ وہ۔ شاہکارہ کا قصور کرنا تو کبھی نہ کوئے گا۔ شاہکارہ نے ایک پر لہجہ آواز میں اسے بھارا لیکن مجھے جواب نہیں ملا۔ میں کچھ جاکر وہ جا چکی تھی۔ مجھے آخری ٹکڑے چکی تھی۔ شاہکارہ کی موت کا حکم کیا میں شاہکارہ کو نکل کر سولہ گا۔“

”نہیں! بڑا گھٹیا۔ یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے کوئی ایسی ترکیب ہوئی چاہیے جس سے شاہکارہ بچ جائے اور میرے ساتھ بھی یہ سب کچھ ہو۔ اور اگر میرا ہوتا ہے تو میں یہی اپنا دست بڑا سب کچھ داشت کروں گا۔ لیکن شاہکارہ کا نکل اب میرے حلقوں سے نہیں ہوگا۔ ہاں۔ میں شاہکارہ کو اپنے حلقوں سے نکل بلین کر دوں گا۔ میں نے فیصلہ کر لیا۔ اور میں اسی کے لیے اس سوچ پر ہمارے معروف ہو گیا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے! ایسا سے بھاگ کر مانا تو ممکن نہیں تھا۔ وہ میرے وجود کی خوشبو سے واقف تھی۔ جہاں بھی یا تادہ کچھ رسلہ ہو جاتی اور پھر میرے سر پر حیثیتوں کے چار ٹوٹ پڑتے۔ مادی

دوسری صبح مجھے ہمارا جو گیا تھا۔ میں دفتر نہیں پہنچا تو شاہکارہ نے مجھے گھر فون کیا۔ میری حالت کافی خراب تھی۔ میں نے نفی آواز میں اس سے بات کی تو میری آواز سے من لانا دیکھا کہ میری کیفیت ٹھیک نہیں ہے۔

”کیا بات ہے بھتیجا! خیریت تو ہے؟ یہ آواز کسی ہو رہی ہے اور دفتر کیوں نہیں آئے آپ؟“

”شاہکارہ! میں ذرا طبیعت کر رہے۔ میں آج دفتر نہیں آؤں گا۔ تم فکر نہ کرو۔ طبیعت ٹھیک ہو جائے گی تو پتہ چلاؤں گا۔ کچھ کوئی جواب مجھے نہیں دیا۔ شاہکارہ نے فون بند کر دیا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ گھر پہنچی تھی۔ میں اسے دیکھ کر ہونچکا سا رہ گیا تھا۔ میری آنکھوں میں خون کے آثار ابھر آئے تھے۔

”شاہکارہ! شاہکارہ! تم یہاں کیوں آ گئیں؟“

”میر نہیں کر سکتی تھی بھتیجا! مجھے اس کے لیے صاف کر دو۔ میں یقین کر رہی تھی کہ وہ سے کوئی ناجائز فائدہ اٹھا نہیں پاتا۔ لیکن میں میرے دل میں ہی تھا۔ اسے لیے وہی طبیعت پیدا ہو گئی ہے جو تمہارے لیے ہی ہے۔“

”آہ شاہکارہ! میرے لیے ساری دنیا سے کچھ جادو تھا۔ میں تیرے لیے بڑا بار بننے کو تیار ہوں۔ میں تیرے ساتھ کوئی ایسا وحشتناک شوک نہیں کروں گا۔ جو مجھے کسی طرح نقص پہنچائے۔“

”مجھے؟“ شاہکارہ نے حیرت سے کہا اور میں نے زبان بند کر دی۔

”میں شاید تمہارے عالم میں کچھ کہہ گیا ہوں۔ شاہکارہ! میری صحت کرنا۔ اب تم تمہارا بڑی بات ہے۔ بیٹے! میرے پاس زیادہ دیر رہنا ٹھیک نہیں ہے۔“

”پھر وہ بات کہیں آپ نے بھتیجا! میں آپ کی لذت کروں گی۔ اور۔ میں آپ غامض ہو جائے۔“

”شام تک شاہکارہ گھر پر رہی۔ پانچ بجے میں نے شکل نام اسے رخصت کر دیا تھا۔ میری طبیعت بھی اب بہتر ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں اسے کوئی کے گھٹ تک چھوڑنے آیا۔ کوئی کے گھٹ سے میں نے شاہکارہ کو رخصت کیا اور اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ چلی گئی۔ میں نے اس لڑکی کے لیے جان لینے کا فیصلہ کر دیا تھا۔

”اب اب میرے ساتھ جو کچھ بھی کرے میں اسے پراشت کروں گا۔ ابھی میں گھٹ سے پٹ ہی۔ ہاتھ کا دھونا پینے تک

نی ایک کار میرے گھٹ پر آ کر رکی اور کار کی اسٹیرنگ سٹ پر جو مجھے نظر آیا اسے دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ زوردار کیا گی اچیل کر ملنے میں آگیا تھا۔ نہیں۔ میں یقین نہیں کر سکتا۔ میں یقین نہیں کر سکتا کہ یہ مسلمان ہے یا۔ وہ مسلمان ہی تھا۔ نیلے رنگ کے حسین سوٹ میں ملبوس آنکھوں پر سیاہ چشمہ رکھا۔ وہ کھڑکی سے گردن نکالتے مجھے دیکھ رہا تھا۔ مجھے پتا نہ تھا کہ اس کے پوٹوں پر سکرابٹ پھیل گئی۔ میں آنکھوں کی طرف اس کی طرف دھڑا۔ مسلمان بھی کار کا دواڑہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اور اس کے بعد ہم اس طرح پٹ گئے جیسے بڑوں کو پکڑے ہوئے ہوں۔

”مسلمان! میرا بیٹا! میرا بیٹا۔“ میں اسے صبح پہنچ کر پکار کر دیکھا۔ مسلمان بھی جذباتی ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ جو اس کے چہرے کے فریم کے نیچے سے لگوں پر لڑکھک آئے تھے۔ پھر اس نے چشمہ اتار کر نیپ میں دیکھا اور آنکھوں کو خشک کرنے لگا۔

”آؤ بیٹے! آؤ اندر آ جاؤ۔ میرے مسلمان! میری زندگی۔ میری رزق۔“ میں نے کہا۔

”گاہری اندر آؤں؟“ اس نے پوچھا۔

”اوہ! ملازم لے آئے گا۔ تم میرے ساتھ آؤ۔ میں نے اس سے کہا۔ اور مسلمان میرے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ جو کچھ اس سے میں نے کہا وہ گاہری کسی سے اندر نکلے۔ جو کچھ اس سے پتہ چلا۔

”میں مسلمان کہنے کا انداز میں تھا۔ اور رنگ روٹ کے بھلنے میں اسے اپنی خواہش کے لیے آیا تھا۔ ایک بار چہرے نے اسے صبح دیا۔ مسلمان بھی کچھ سے کچھ کی طرح پتلا ہوا۔ ہاتھ۔ ہون۔ ہکا تو عمر اس نے میری آغوش میں پرو۔ حق باقی تھی۔ میں نے اس کے چہرے پر نیپ سے انزات دیکھے تھے۔ لیکن اس کی سرور تھا۔ میری اس رخصت اور اب کی کہانیات میں بڑا زنی سے مسلمان کے نزلہ ہونے سے جس سے شوب ہو کر پھلا۔

”کیا دیکھ رہے ہو؟“

”کہ نہیں! انکل! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ میں کتنی ناپا تہدی پیدا ہو گئی ہے۔ یہی لگاؤ میں تو میں آپ کو چہان ہی دیکھتا تھا۔ میں جو تک پڑا تھا۔ اب مجھے احساس ہو کر میرا دانش مسلمان پر اس حیثیت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ مسلمان نے مجھے چہان ہی دیا۔ یہ کوئی کہ بات تھی وہ مجھے دیکھتے وقت بے اس شکل میں آؤ۔ تو یہ چہان کی نہیں تھی۔ بے

بروٹوہ رانجیہ بیکی سی سٹوڈنٹ پبلیشنگ کمپنی۔  
 ایک لمبی کہانی ہے سلامتی میں جس میں جٹوں کا  
 آپ بچے کیا بتائیں گے نکل جائے پر ساری کہانی منسلک  
 ہو چکی ہے۔  
 معلوم ہو چکی ہے۔

ہاں۔  
 کیسے؟  
 ماکا زندگی زانی۔  
 کیا؟ سیری آنکھیں میرا انداز میں پھیل گئیں۔  
 ہاں۔  
 ماکا زندگی کب سے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا؟  
 نکل: ہم لوگ آپ سے غافل نہیں تھے۔ ماکا زندگی  
 مسلسل آپ کے بچے کو برا بھلا کہتی رہی تھی۔ لیکن سب سے اچھے  
 بعد آپ کے اتر گئے۔ اس وقت جب آپ جیل سے رہا  
 ہوئے تھے۔

کیا اس وقت ماکا زندگی کہاں تھا؟  
 آپ کے پاس کب قریب۔ وہ آپ کی تلاش میں سرگرداں  
 تھا۔ میری کہانی بہت لمبی ہے۔ میں آپ کو تفصیل سے سناؤں گا۔  
 یہ بتاؤ یہی میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے سب سے پہلے  
 شہر کی ایک عیادت سے؟  
 میں کہیں نہیں رہتا تھا۔ میں آپ کی تلاش میں آ رہا  
 تھا۔ لیکن وقت آپ کی تلاش میں رہا تھا۔ لیکن کچھ وقت بعد  
 واپس چلا آیا تھا۔

اے! مگر سلامتی۔ سلامتی کیا نہیں اس بات کا علم  
 ہے کہ آپ شہر کی زندگی سے وقف ہو گئے تھے اور دوسری بات  
 بچے پر بتاؤ کہ ماکا زندگی کب سے آیا۔  
 ماکا زندگی: سلامتی نے اچھا اور دیکھ کر کہا کہ میں نے  
 ہاتھ کے نالی پر دیکھا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل  
 گئی۔ ہاں وہ زندہ ہے۔  
 یہ تم سے کہنے کے لئے تھا کہ ناخوش ہو گیا ہو؟  
 یہ اس کی کہ آپ اس وقت آپ پر مسلط تو نہیں  
 ہے۔ وہ ہوا۔  
 اور تو۔ تو ناخوشی سے میرا مطلب ہے۔  
 اگر آپ اس میں ہوتی تو میرے ناخوشی کا رنگ گہرا سیاہ  
 ہو جاتا۔ یہاں تک کہ اس کا مطلب ہے۔ اس کے پیرائے بننے کے  
 لیے بڑے بڑے شہر کا کام لگے ہیں۔ میں نے آپ کو نکل خود پر  
 ماکا بنا دیا ہے۔ نکل اسے ماکا زندگی کی ہمت تھی۔

لمبی دراصل وہ ماکا زندگی نہیں تھی۔ بلکہ ایک فیکٹری میں  
 جو سرکوں پر پاریاں رگڑ رگڑ کر رہا تھا۔ ماکا زندگی نے  
 آپ کو کال کیا۔ وہ ماکا کیسے اور وہ کیسے ہے کہ ماکا زندگی  
 رہ چکا ہے۔  
 اور تمہارے بارے میں؟  
 میری زندگی کے بارے میں اسے علم ہے۔ یہ بھی ماکا زندگی  
 ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ ماکا زندگی اسے یاد رکھ کر اسے  
 کہیں زندہ ہوں ایک خاص کام میں لایا جاتا ہے۔

اے! نکل کی دنیا ہے یہ سلامتی کیا نہیں عجیب نہیں  
 معلوم ہوئی؟ میں نے پوچھا۔  
 ہاں، نکل: بے حد عجیب لیکن۔ لیکن میں ہوں  
 سب کے لیے کہیں کا یہی ہے کہ نکل زندگی پہنچ چکا ہوں۔  
 کیا واقعی؟  
 ہاں، نکل: اب ہاں کی جگہ پر صرف چند ہی گھر  
 دور ہے اور ہلاسی کو سیانی کا سہرا آپ کے سر پہنچا نکل۔  
 میرے سر؟  
 ہاں، نکل۔  
 وہ کیسے؟

آپ ہی تو وہ ہوں گے جو آپ کو میرے ہاتھوں میں  
 لائیں گے۔ میں سوچ رہا تھا کہ انتقام آپ سے لینے والا ہوں۔  
 جانتے ہیں کب؟  
 کب؟ میرا انداز میں پوچھا۔  
 کل رات ہی وقت جب آپ اس کے گھر کو خوں  
 سے منسلک ہو گئے۔  
 میری آنکھیں شدید حیرت سے جھپکیں گئیں۔  
 سلامتی میرے بارے میں اتنا جانتا ہے۔ میں نے کبھی خواب  
 میں بھی نہیں سوچا تھا۔ میں یاگوں کی طرح سوتے دیکھتا ہوں اور  
 سلامتی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ناتے حیران نہ ہوں، نکل: ماکا زندگی نے آپ کو پہلے  
 رشتہ کی دیکھا ہے۔ اس کی وجہ سے آپ کو ہر طرف سے  
 بڑی حکومت چھوٹی تھی۔ وہ یہاں تک پہنچی۔ اس نے اپنے بڑے  
 اور دشمنی ماکا زندگی کے ہاتھوں کو ہی خود اپنے لیے حاصل  
 کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ اس نے اپنا طریقہ زندگی بدل دیا۔  
 پہلے وہ آگ سے منسلک کرتی تھی اور اب وہ خون سے منسلک کرتی  
 ہے۔ اور اپنے آپ کو زندہ نگہ کر رہی ہے۔ ماکا زندگی اسے  
 نہ سہارے ہیں۔ وہ اپنا ہی رہا ہے۔ اور اس کا کامیاب جہاز  
 آپ کے جہاز سے بڑا ہے۔ آپ نہیں جانتے، نکل: کہ

مندی طرفان نے ہم کو گولیوں کو کسی کسی مشکلات سے  
 دوچار کر دیا تھا۔ وہ ماکا زندگی تھا جو مجھے زندہ بچا ہے  
 آیا تھا۔ وہ ماکا زندگی نہیں تھی۔  
 اے! میں اس کا حسان مند ہوں۔ نہیں دیکھ کر کہے  
 جس قدر مسترت ہوئی ہے سلامتی: میں بیان نہیں کر سکتا لیکن  
 میں خود زندہ ہوں اگر نہیں ہوتا۔ اس کا اس قدر علم ہے تو  
 یہ بھی ماکا زندگی کا آپ کو اس کے بارے میں زندگی کا  
 کے رکھ دی ہے۔ وہ جو سے کیسے کیسے کام کر رہی ہے۔  
 یہ آپ کو معلوم ہے نکل: میں سب کو معلوم ہو چکا

نہ۔  
 تو یہاں نہیں یقین ہے کہ ماکا زندگی اس کی آخری کوشش  
 میں کامیاب ہو جائے گا۔  
 ہاں، نکل: تو یہی جی تم آپ کے سامنے نہ  
 آتے ہیں۔ اس کی موت سے بعد ہی آپ سے ملاقات کرنا  
 لیکن آپ سے جو فیصلہ کیا ہے اس کا علم ماکا زندگی کو ہے۔  
 کو۔ مافیل۔  
 یہی کہ اس کی زندگی کو آپ قتل نہیں کریں گے۔ اور اپنے  
 آپ کو آپ کی حیثیت پر مبنی ہے۔  
 مگر اگر ماکا زندگی کو میرے دل کا حال بھی معلوم

ہے۔  
 دل کا حال نہیں مدد ہوگا آپ کیسے بچے بچا رہا ہے۔  
 اسے صورت حال کا اندازہ ہے۔ وہ جانتا تھا کہ آپ کبھی  
 دیکھا نہیں کریں گے۔ آپ کی اپنی ذہن پر ایسی نہیں ہے۔  
 مدد پر شاید وہ کسی روکی جیسے آپ اس قدر پہنچتے ہیں۔  
 سلامتی: سلامتی: تم مجھے بالکل کر دے گے۔ شاید  
 کے بارے میں بعد میں بارے میں اس قدر جان بچے توں۔  
 ہاں، نکل: یہ ماکا زندگی کا بیڑ ہے۔ ہم  
 اپنی زندگی کو ہمیں ہی متعلقہ حاصل کرنے کے لیے ہر لمحہ آپ  
 کے ساتھ رہے ہوتے ہیں۔

خیر، اب بتاؤ کہ ماکا زندگی نے نہیں میرے پاس  
 کیوں نہیں پہنچا ہے۔  
 اس لیے نکل: آپ شاید کہنے کے ساتھ کہ جانی  
 گے۔ ہر ایک دنیا کے مطابق اس کے قریب پہنچیں گے  
 اور اس کے اندر جو کہ وہ نہرت آپ: مجھے بھی ہے۔  
 آپ باغی ایسی نہیں۔ شاید کہ کوئی نقصان پہنچے  
 گا۔ یہ میری نہیں ماکا زندگی کا مدد ہے۔  
 کیا واقعی؟

ہاں واقعی، نکل: بلکہ ہر ایک کا خاتمہ ہو جائے گا  
 سلامتی نے جواب دیا اور میں شدید حیرت سے نکل کی  
 کی شکل دیکھتا رہ گیا۔  
 سلامتی رخصت ہو گیا لیکن میں نفسی کا شکار تھا۔  
 ہر حال میں میرے کام ہو یا نہ ہو کہ نہ تھے۔ شاید کہ  
 مجھے سب سے پہلے بتایا۔ وہ تو براہ حال اس کا کرتی تھی۔  
 چنانچہ میں۔ دوسری رات اسے اپنے ساتھ لے  
 کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اس کا ہنسنا اور غور کیا تھا۔  
 وقت کو ایک آگیا رہا تھا۔ میں کو اپنا کام کرنے کے لیے  
 تیار تھا۔ دھندلا ہوا میں پہلی بیدار ہوئی اور جاس میں سے  
 دو اشیاں باہر نکالنے لگا۔ سلامتی کے ہاتھ میں بیٹھ تھا  
 دوسرا آگیا۔ ماکا زندگی تھا۔

دھندلا ہوا میں ایک بے تکلف چہرہ اور میرا  
 دل دل تھا۔ اس کے گھر میں ہر ایک چیز اپنی جگہ پر تھی  
 سے قبل کہ وہ گھر کے قدم پر آئے۔ سلامتی کا ہمیشہ اس کی گردن  
 پر ہوا تھا۔ اس کی گردن اٹھ رہی تھی۔ آسمان پر تو وہ جھپٹنے  
 لگا تھا۔ عجیب و غریب آوازوں سے نکلنا تھا۔ ہر لمحہ  
 تھی۔ شاید وہ خجدار سے ہونے لگی۔ سفید سفید دھواں کے  
 دھوئے ہوا سے گرد بکھڑے تھے۔ اور نکل میں ایک عجیب  
 سے خوشبو بڑھ گئی تھی۔

میں نے اپنا ہاتھ پر رکھا۔ میرے زانو: یاد رکھو کہ  
 اپنے اہم کام کو پہنچ گئی۔ اب اس بات میں دو بارہ اس کو  
 دہرہ دہرہ: سلامتی کا دانا بھری۔ اور میرا ایک آواز میرے  
 کانوں سے نکلے۔  
 جو میرے بچے: تو نے بعد میں کافر میں چکا رہا ہے۔  
 اب ہم ہر سکون میں۔ آواز میں مدد ہو گئیں اور اب  
 مندی کی لہروں کے مدد اور کوئی آواز نہیں تھی۔ بے ہوش  
 شاید کہ اٹھا کر ہم دیکھیں چلے گئے۔  
 ماکا زندگی سے بہت عرصے کے بعد ملاقات ہوئی تھی۔  
 سلامتی کو میری اس نئی زندگی کے بارے میں معلوم کر کے بہت  
 حیرت ہوئی۔ اور ہم سب نے سٹیل کے نیچے سے سلامتی  
 بند تھا کہ میں میرا نہیں چلوں۔ یہاں میرے لیے کوئی دشمنی  
 نہیں تھی۔ یہاں تو وہ اپنے کے اندر میں نے جانتی تھی۔  
 نکالے۔ اپنی دولت شاید کہ ہم منتقل کر کے ایک رات  
 ہر لمحہ میں سے سر ہلے۔ ماکا زندگی اور سلامتی  
 ساتھ تھے اور بہت خوش تھے کہ کوئی دوسرا ہم پر ایک نئی  
 اور ہر سکون زندگی کا آغاز کرنے والے تھے۔